قرشیت شرط ہے۔ ۱۷۴

شرطِ قرشیت برائے خلافت شرعیہ کا ثبوت احادیثِ متواترہ سے ہے اور اس پر صحابہ کرام، تابعین اور اہلسنّت کا اجماع ہے۔ ۱۷۴

خارجی اور کچھ معتزلی خلافت شرط کے لئے شرعیہ قرشیت کے مخالف ہیں۔ ۱۷۴

بادشاہ غیر قرشی کو سلطان، امیر یا ملک وغیرہ کہہ سکتے ہیں شرعًا اس کو خلیفہ یا امیر المومنین نہیں کہہ سکتے۔ ۱۷۵

ہر بادشاہ قرشی کو بھی خلیفہ یا امیر المومنین نہیں کہہ سکتے جب تک شرائط خلافت نہ پائی جائیں۔ ۱۷۵

شرائط خلافت سات ہیں۔ ۱۷۵

اجمالی کلام و واقعات عام و ازالۂ اوہام جہال خام ۱۷۵

اس بات پر دلائل کہ اسمِ خلافت میں قرشیت شرعی اصطلاح ہے جس پر جملہ صدیوں میں مسلمانوں کا اتفاق رہا۔ ۱۷۵

دلیل نمبر ۱ ۱۷۵

زمانۂ صحابہ سے برابر علماءِ کرام خلفاء و ملوک کو علیحدہ کرتے آئے ہیں حتی کہ خود سلاطین اسی کے پابند رہے۔ ۱۷۵

کفارِ تاتار کے دستِ ظلم سے محرم ۶۵۶ھ میں جامۂ خلافت تار تار ہوگیا تو علماء نے فرمایا کہ ساڑھے تین برس تک خلافت منقطع رہی حالانکہ اس وقت بھی قاہر سلطنتیں موجود تھیں۔ ۱۷۵

مصر کے سلطان بیبرس کا لقب ملک ظاہر تھا۔ ۱۷۵

خلیفہ مستعصم باللہ ۱۴ صفر بروز چہارشنبہ ۶۵۶ھ کو شہید ہوئے۔ ۱۷۶

۱۳ رجب کو مستنصر باللہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ ۱۷۶

دلیل نمبر ۲ ۱۷۶

مصر میں قائم شدہ خلافت جو اڑھائی سو برس تک رہی خود سلطان کی قائم کردہ تھی۔ ۱۷۶

مقتدر باللہ کو تیرہ برس کی عمر میں ۲۹۶ھ میں خلافت ملی۔ ۱۷۶

سلاطینِ اسلام جانتے تھے کہ غیر قرشی ہونے کے سبب وہ خود خلیفہ نہیں بن سکتے لہذا انہوں نے حیلۂ شرعیہ کے لئے عباسی قرشیوں کی خلافت قائم رکھی۔ ۱۷۶

دلیل نمبر ۳ ۱۷۷

مملکت ہند کے متشرع سلاطین نے بھی عباسی قرشی خلفاء سے اپنے نام پروانۂ سلطنت طلب کیا۔ ۱۷۷

بادشاہِ ہند غیاث الدین اعظم شاہ بن اسکندر شاہ نے خلیفہ مستعین باللہ سے اپنے لئے پروانۂ تقرر سلطنت مانگا۔ ۱۷۷

خود مسٹر آزاد کی گواہی۔ ۱۷۷

مصر کی عباسی خلافت کا سلسلہ کب شروع ہوا۔ ۱۷۷

سلطان محمد بن تغلق شاہ اور سلطان فیروز شاہ کے خلافت سے بندگی و غلامی رہی۔ ۱۷۷

مسٹر آزاد کسی نشے کی ترنگ میں اپنے ہی اعتقاد کے خلاف اور متناقض بات کہہ گئے۔ ۱۷۷

مصر میں خلافت کی بنیاد سلطان بیبرس نے رکھی۔ ۱۷۸

3/3

○ رسالہ المبین ختم النبیین

4

○ انفس الفکر فی قربان البقر

زنائے خالص ہوگا۔ ٦٠٠

دل میں لاکھ ایمان ہو زبان سے کلمۂ کفر بکنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ ٦٠٠

حکمِ شرع نرم الفاظ میں ادا کرنے سے بھی غلط نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ ٦٠١

جیسا جرم ہو توبہ ویسی ہی ضروری ہے السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔ ٦٠٢

ایک کلمۂ کفر کی غلط تاویل کا حکم ٦٠٢

اللہ تعالیٰ کو خبر نہیں، فرشتے روح نکالنے آگئے، یہ کلمۂ کفر ہے۔ ٦٠٢

خدا کہے جب بھی نہیں سنوں گا، کلمۂ کفر ہے۔

یزید کو پلید کہنا جائز، رحمۃ اللہ علیہ کہنا منع ہے ٦٠٣

بلا وجہ شرعی مسلمان کو یزید کہنا گناہ ہے۔ ٦٠٣

شرع کیا چیز ہے، آجکل کوئی شرع پر عمل کرتا ہے، کلمۂ کفر ہے، ہاں بطور طعن کہا تو کفر نہیں مگر سخت گناہ ہے۔ ٦٠٤

لفظ الٰہنا محمد کی صحیح تاویل ممکن ہے اس لئے یہ کلمہ کفر نہیں، ناجائز ہے۔ ٦٠٤

کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا، تو اس کے بولنے والے پر حکمِ کفر نہ دیں گے۔ ٦٠٤

"عالم لوگوں نے دین خراب کر دیا" کلمۂ کفر ہے، تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح ضروری ہے۔ ٦٠٥

زجراً یہ کلمہ بولنا کہ کیا نماز کو کھیل بنا رکھا ہے، دوسرے نے زجراً ہی کہا اور کیا، یہ کلمہ کفر نہیں۔ ٦٠٦

ضرورت کے وقت صرف لاحول ولا قوۃ یا لاحول پر اقتصار صحیح ہے کفر نہیں۔ ٦٠٦

رائج کچہریوں کو عدالت کہنا جائز لیکن ان کے حکام کو عادل کہنا کلمۂ کفر ہے۔ ٦٠٦

کلماتِ کفر لکھنے اور بولنے کا حکم ایک ہے، ہاں لکھتے وقت اس کا اعتقاد نہ ہو تو کفر نہیں۔ ٦٠٧

"میں خدا اور رسول کو نہیں مانتا کہ کون ہیں" ٦٠٧

"مسجد کو نہیں جانتا کہ کیا چیز ہے" یہ کلمہ تحقیراً کہا تو کفر ہے، اور اپنی جہالت کے اظہار کے لئے ہو تو کفر نہیں، طرزِ ادا البتہ ٹھیک نہیں۔ ٦٠٧

مسلمانوں کو "بیٹی چود" کہنا قابلِ تعزیر جرم ہے ٦٠٨

گول مول سوال کا جواب نہیں دیا جاتا۔ ٦٠٨

مسلمان کی توبہ کا دوسرے مسلمانوں کو قبول کرنا واجب ہے۔ ٦٠٨

اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ ٦٠٨

معذرت خواہ کا عذر نہ قبول کرنا قیامت کے دن باعثِ محرومی حوضِ کوثر ہے۔ ٦٠٩

بدگمانی گناہ ہے۔ ٦٠٩

سرے سے توبہ کا انکار کفر ہے۔ ٦١٠

کسی گنہگار مسلمان سے توبہ کے بعد میل جول رکھنے والوں کو خارج از اسلام سمجھنا کافرانہ خیال ہے، تجدیدِ اسلام و نکاح ضروری ہے۔ ٦١٠

اپنے پیروں کو خدا اور رسول کہنا، علماءِ دین کی توہین، جب تک خدا اور رسول کو نہ دیکھ لیں گے

ایمان نہ لائیں گے ۔ مولا علی کو تمام انبیاء
خصوصاً سیدالانبیاء علیہم السلام پر
فضیلت ، یہ چاروں باتیں کفر ہیں ۔ ۶۱۰
مرشد کو خدا کہنے والا کافر، مرشد پسند کرے
تو وہ بھی کافر۔ ۶۱۱
مرشد حق کی قدمبوسی جائز ، سجدہ ممنوع ہے۔ ۶۱۱
عالم وہی ہے جو سنی صحیح العقیدہ ہو۔ ۶۱۱
عالم کی توہین کفر ہے۔ ۶۱۱
گمراہوں کے عیوب بیان کرنا کہ لوگ اس سے
بچیں ، غیبت نہیں۔ ۶۱۲
بے تحقیق کسی مسئلہ کا جواب دینا حرام ہے۔
مکروہ تحریمی کو ہلکا جاننا گمراہی ہے۔ ۶۱۲
توبہ صادقہ کے بعد آدمی گناہ سے پاک ہوجاتا ہے ۶۱۲
دین اسلام کو نقلی کہنے والے کے بارے میں
حکم میں تفصیل ہے۔ ۶۱۳
اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ "صاحب" بولنا حدیث
میں وارد ہے اور لفظ "میاں" کا اطلاق
ممنوع ہے ۔ ۶۱۳
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لفظ "صاحب"
کا اطلاق قرآن عظیم میں ہے، ۶۱۴
"محمد صاحب" کہنا غیر مسلموں کا شعار ہے اس
سے بچنا چاہئے۔ ۶۱۴
درود شریف کے ایک صیغہ کے بارے میں
سوال ۔ ۶۱۴
حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور عرش اللہ
کہنا جائز ہے۔ ۶۱۵
غیر مقلدین کے عقیدے ایسے ہیں کہ بحکم فقہا ان
پر حکم کفر عائد ہوتا ہے۔ ۶۱۵
جو عالم غیر مقلد کی نماز جنازہ ان کے عقائد پر
مطلع ہو کر پڑھے اس پر توبہ و تجدید نکاح
لازم ہے۔ ۶۱۷
لفظ کافر گالی کے طور پر بھی بولا جاتا ہے لیکن شرع
میں یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے جو ہر غیر مسلم پر
بولا جاتا ہے۔ ۶۱۷
پھانسی ہونے سے ایک آن قبل بھی جو مسلمان
ہوا وہ حقیقۃً مسلمان ہوگیا ، اس کے ساتھ
اسلامی معاملات کئے جائیں۔ ۶۱۷
وحدۃ الوجود کی صحیح تعبیر ۶۱۷
آیات متشابہات میں اہلسنت وجماعت کا
پہلا مسلک تفویض ہے ، مثلاً عرش پر اللہ تعالیٰ
کا استوار معلوم ہے کیفیت مجہول ہے اللہ تعالیٰ
کا ہر شے کو محیط ہونا معلوم ہے، احاطہ ذاتی یا صفاتی
سے بحث نہ کی جائے گی۔ ۶۱۹
تفویض امام اعظم اور دیگر ائمہ سلف کا مسلک تھا۔ ۶۲۰
اللہ تعالیٰ جسم ، جہت اور مکان سے پاک ہے۔ ۶۲۰
مسلک دوم تاویل ہے یعنی عقل و شرع کے
موافق معنی بیان کئے جائیں۔ ۶۲۰
ان اللہ علی کل شئ قدیر سے مراد احاطہ
صفاتی ہوگا۔ ۶۲۰
یہ کہنا کہ "کوئی گوشہ یا مکان ایسا نہیں جہاں

فہرست ضمنی مسائل

تفسیر و اصولِ تفسیر

فوائد حدیثیہ

نماز

امامت

احکامِ مسجد

زکوٰۃ

نکاح

افتاء ورسم المفتی

اسماء الرجال

محمد عابدین، سلطان محمود خاں مرحوم کے عہد میں انہیں کی طرف سے دمشق اور تمام دیارِ شام کے مفتی اعظم تھے۔ ۱۴۵

حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنیں۔ ۵۰۳

حسن بن عمارہ متروک ہے۔ ۵۰۳

حیوۃ نے زہری سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ ۵۰۳

یزید علیہ ما یستحقہ باجماع اہلسنت فاسق وفاجر اور جری علی الکبائر تھا۔ ۵۹۱

تاریخ و تذکرہ

اخرجوا الیہود والنصارٰی پر عمل دورِ فاروقی میں ہوا۔ ۱۳۸

قرامطہ، عبیدی اور نجدیہ کا جبری تسلط کسی خلیفہ یا سلطان کی اجازت سے نہ تھا۔ ۱۳۸

عدن اور جدہ میں نصارٰی کا قیام اور اکثر سلطنت ترک سے ہے۔ ۱۳۸

قرامطہ حجرِ اسود اکھیڑ کر لے گئے جو بائیس برس بعد واپس ہوا، نجدیوں کی ضرب سے اس میں شق آگیا۔ ۱۳۸

میاں عبدالماجد بدایونی نے ہزاروں کے مجمع میں گاندھی کو مذکر مبعوث من اللہ کہا۔ ۱۴۹

مشرکین مکہ نے حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ابتداع کی تہمت رکھی تھی۔ ۱۵۲

قرآن مجید نے حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب پر چڑھائے جانے کی تکذیب کی۔ ۱۵۸

زمانۂ صحابہ سے برابر علماء کرام خلفاء و ملوک کو علیحدہ کہتے آئے ہیں حتی کہ خود سلاطین اسی کے پابند رہے۔ ۱۷۵

کفار تاتار کے دست ظلم سے محرم ۶۵۶ھ میں جامۂ خلافت تار تار ہوگیا تو علماء نے فرمایا کہ ساڑھے تین برس تک خلافت منقطع رہی حالانکہ اس وقت بھی قاہر سلطنتیں موجود تھیں ۱۷۵

مصر کے سلطان بیبرس کا لقب ملک ظاہر تھا۔ ۱۷۵

خلیفہ مستعصم باللہ ۴ صفر بروز چہارشنبہ ۶۵۶ھ کو شہید ہوئے۔ ۱۷۶

۱۳ رجب ۶۵۹ھ کو مستنصر باللہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ ۱۷۶

مصر میں قائم شدہ خلافت جو اڑھائی سو برس تک رہی خود سلطان کی قائم کردہ تھی۔ ۱۷۶

مقتدر باللہ کو تیرہ برس کی عمر میں ۲۹۶ھ میں خلافت ملی۔ ۱۷۶

مملکت ہند کے متشرع سلاطین نے بھی عباسی قرشی خلفاء سے اپنے نام پروانۂ سلطنت طلب کیا۔ ۱۷۷

بادشاہِ ہند غیاث الدین احمد شاہ بن اسکندر شاہ نے خلیفہ مستعین باللہ سے اپنے لئے پروانۂ تقرر سلطنت مانگا۔ ۱۷۷

مصر کی عباسی خلافت کا سلسلہ کب شروع ہوا۔ ۱۷۷

فضائل و مناقب

بیوع

اجارہ

ہبہ

شہادت

قضاء

عقائد و کلام

ردِّ بدمذہباں

منطق

نحو

توبہ و استغفار

ترغیب و ترہیب

حظر و اباحت

سیاست

فرائض

فوائدِ فقہیہ

اصولِ فقہ

حدود وتعزیر

مناظرہ

7

تقلید

کفارہ

امر بالمعروف

قربانی

7/7

صید و ذبائح

صلح

سُود

وصیّت

فلسفہ

یمین

تصوّف و رُوحانیات

تقابلِ ادیان

متفرقات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابُ السّیر

مسئلہ ۱: از بریلی پرانا شہر محلہ سیلانی مسئولہ مستقیم نداف یکم ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے تین بیٹے ہیں، ایک مرض مرگی میں مبتلا ہے، دوسرا بیٹا جوان گھر سنبھالو، اگر وہ نہ ہوں تو زید اور اس کی اہلیہ دوسروں کے محتاج ہوجائیں کیونکہ ضعیفی کا عالم ہے، بڑا بیٹا بعزم ہجرت کابل وداع ہوتا ہے کل کی تاریخ میں، اور اس کی بیوی سال بھر کی بیاہی پورے دن امید کے ہیں، اور اس کو بھی چھوڑے جاتا ہے۔ جو حکم قرآن وحدیث شریف کا ہو اس میں ہرگز انکار نہیں۔

الجواب

اس صورت میں کابل کی ہجرت اسے جائز نہیں، حدیث میں ہے:

كفى بالمرء اثما ان يضيع من يقوت[1] والله تعالٰی اعلم۔

کسی آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اسے ضائع کردے جس کی روزی اس کے ذمہ تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] سنن ابوداود کتاب الزکوٰۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۸
مسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۲/۱۶۰، ۱۹۴، ۱۹۵
المعجم الکبیر حدیث ۱۳۴۱۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۳۸۲

مسئلہ ۲: از لاہور محلہ سادھواں مرسلہ میاں تاج الدین خیاط ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہجرت کے احکاموں اور شرائط کا استعمال کس صورت میں ہونا چاہیے؟

الجواب

دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت فرض ہے،

قال اللہ تعالٰی ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولٰئک ماوٰھم جھنم و ساءت مصیرا۝[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے اُن سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے، کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے، تو ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بُری جگہ پلٹنے کی۔ (ت)

ہاں اگر حقیقۃً مجبور ہو تو معذور ہے،

قال تعالٰی الا المستضعفین من الرجال و النساء والولدان لایستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا۝ فاولٰئک عسی اللہ ان یعفو عنھم وکان اللہ عفوا غفورا۝[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، مگر وہ جو دبالئے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے اور نہ راستہ جانیں، تو قریب ہے اللہ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔ (ت)

اور دار الاسلام سے ہجرت کا حکم نہیں،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاھجرۃ بعد الفتح[3]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، فتح (مکہ) کے بعد ہجرت نہیں۔ (ت)

ہاں اگر کسی جگہ کسی عذر خاص کے سبب کوئی شخص اقامت فرائض سے مجبور ہو تو اسے اس جگہ کا بدلنا واجب ہے، اس مکان میں معذوری ہو تو مکان بدلے، محلہ میں معذوری ہو تو دوسرے محلہ میں چلا جائے، بستی میں معذوری ہو تو دوسری بستی میں جائے۔ مدارک التنزیل میں ہے:

والاٰیۃ تدل علی ان من لم یتمکن

یہ آیت مبارکہ اس پر دال ہے کہ جب کوئی شخص کسی شہر

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۹۷

[2] القرآن الکریم ۴/ ۹۸، ۹۹

[3] کنز العمال حدیث ۴۶۲۵۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۱۰۹

من اقامة دينه فى بلد كما يجب وعلم انه يتمكن من اقامته فى غيره حقت عليه المهاجرة وفى الحديث "من فر بدينه من ارض وان كان شبرا من الارض استوجبت له الجنة" وكان رفيق ابيه ابراهيم ونبيه محمد صلى الله تعالٰى عليه وسلم۔[1]

میں اقامتِ دین پر اس طرح قادر و متمکن نہیں جیسا کہ لازم ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ دوسرے شہر میں اقامت پر قادر ہوجائے گا تو اس پر وہاں ہجرت کرنا لازم ہوجائیگا، اور حدیث میں ہے کہ جو شخص دین کی خاطر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگا خواہ وہ ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو اس کے لئے جنت لازم ہوجاتی ہے اور وہ اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اپنے نبی حضرت محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنگت پائے گا۔ (ت)

ہندوستان دار الحرب نہیں دار الاسلام ہے، کما حققناہ فی فتوٰنا اعلام الاعلام (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتوٰی اعلام الاعلام میں کی ہے۔ ت) واللہ اعلم۔

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیت ۴/۹۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۴۶

رسالہ

اعلام الاعلام بان ھندوستان دارالاسلام

(علم کے پہاڑوں کا اعلان کہ بیشک ہندوستان دار الاسلام ہے) ۱۳۰۶ھ

مسئلہ ۲ تا ۵ از بدایوں محلہ برہم پورہ مرسلہ مرزا علی بیگ صاحب ۱۲۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام؟

(۲) اس زمانہ کے یہود و نصارٰی کتابی ہیں یا نہیں؟

(۳) روافض وغیرہم مبتدعین کہ کفار داخلِ مرتدین ہیں یا نہیں؟ جواب مفصل بدلائل عقلیہ و نقلیہ مدلّل درکار ہے، بیّنوا توجروا۔

جوابِ سوالِ اوّل

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ علمائے ثلٰثہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کے مذہب پر ہندوستان دار الاسلام ہے ہرگز دار الحرب نہیں کہ دار الاسلام کے دار الحرب ہوجانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک درکار ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری ہوں اور شریعتِ اسلام کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے مگر یہ بات بحمد اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں اہلِ اسلام جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و نماز باجماعت وغیرہا شعائر شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔ فرائض، نکاح، رضاع، طلاق، عدّۃ، رجعت، مہر، خلع، نفقات، حضانت، نسب، ہبہ،

وقف، وصیت، شفعہ وغیرہا، بہت معاملات مسلمین ہماری شریعت غرابیضاء کی بناپر فیصل ہوتے ہیں کہ ان امور میں حضرات علماء سے فتوٰی لینا اور اسی پر عمل و حکم کرنا حکام انگریزی کو بھی ضرور ہوتا ہے اگرچہ ہنود و مجوس و نصارٰی ہوں اور بحمد اللہ یہ بھی شوکت و جبروت شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ اعلی اللہ تعالٰی حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم اتباع پر مجبور فرماتی ہے والحمد للہ رب العالمین، فتاوٰی عالمگیریہ میں سراج وہاج سے نقل کیا:

اعلم ان دار الحرب تصیر دار الاسلام بشرط واحد وھو اظھار حکم الاسلام فیہا۔[1]

جان لو کہ بیشک دار الحرب ایک ہی شرط سے دار الاسلام بن جاتا ہے وہ یہ ہے کہ وہاں اسلام کا حکم غالب ہو جائے۔ (ت)

پھر سراج وہاج سے صاحب المذہب سیدنا و مولٰنا محمد بن الحسن قدس سرہ الاحسن کی زیادات سے کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے نقل کیا:

انما تصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی بشروط ثلثۃ احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتھار وان لایحکم فیہا بحکم الاسلام، ثم قال وصورۃ المسئلۃ ثلثۃ اوجہ اما ان یغلب اھل الحرب علی دار من دورنا او ارتد اھل مصر غلبوا واجروا احکام الکفر او نقض اھل الذمۃ العھد و تغلبوا علی دارھم ففی کل من ھذہ الصور لا تصیر دار حرب الا بثلثۃ شروط، وقال ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ تعالٰی بشرط واحد وھو اظھار احکام الکفر، وھو القیاس۔[2] الخ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک دار الاسلام تین شرائط سے دار الحرب ہوتا ہے جن میں ایک یہ کہ وہاں کفار کے احکام اعلانیہ جاری کئے جائیں اور وہاں اسلام کا کوئی حکم نافذ نہ کیا جائے، پھر فرمایا اور مسئلہ کی صورت تین طرح ہے اہل حرب ہمارے علاقہ پر غلبہ پالیں یا ہمارے کسی علاقہ کے شہری مرتد ہو کر وہاں غلبہ پالیں اور کفر کے احکام جاری کردیں یا وہاں ذمی لوگ عہد کو توڑ کر غلبہ حاصل کرلیں، تو ان تمام صورتوں میں وُہ علاقہ صرف تین شروط سے دار الحرب بنے گا۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی نے فرمایا: صرف ایک ہی شرط سے دار الحرب بن جائے گا وہ یہ کہ احکام کفر اعلانیہ غالب کردئے جائیں۔ یہی قیاس ہے الخ (ت)

درر غرر ملا خسرو میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب الخامس فی استیلاء الکفار نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۲

[2] ایضاً

دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیها کاقامة الجمعة والاعیاد وان بقی فیها کافر اصلی ولم یتصل بدار الاسلام بان کان بینها و بین دار الاسلام مصر اخر لاهل الحرب[1] الخ هذا لفظ العلامة خسرو واثره شیخی زاده فی مجمع الانهر، وتبعه المولی الغزی فی التنویر، واقره المدقق العلائی فی الدر، ثم الطحطاوی والشامی اقتدیا فی الحاشیتین۔

دار الحرب، اسلامی احکام جاری کرنے مثلاً جمعہ اور عیدین وہاں ادا کرنے پر دار الاسلام بن جاتا ہے اگرچہ وہاں کوئی اصلی کافر بھی موجود ہو اور اس کا دار الاسلام سے اتصال بھی نہ ہو یوں کہ اس کے اور دار الاسلام کے درمیان کوئی دوسرا حربی شہر فاصل ہو الخ، یہ علامہ خسرو کے الفاظ ہیں، اور مجمع الانہر میں شیخی زادہ نے اس کی پیروی کی ہے، اور مولی غزی نے تنویر میں اس کی اتباع کی، اور مدقق علائی نے دُر میں اس کو ثابت رکھا، پھر طحطاوی اور شامی نے اپنے اپنے حاشیہ میں اسکی اقتدا کی۔ (ت)

جامع الفصولین سے نقل کیا گیا:

له[2] ان هذه البلدة صارت دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیها فما بقی شیئ من احکام دار الاسلام فیها تبقی دار الاسلام علی ما عرف ان الحکم اذا ثبت بعلة فما بقی شیئ من العلة یبقی الحکم ببقائه، هکذا ذکر شیخ الاسلام ابوبکر فی شرح سیر الاصل انتهی، وعن الفصول العمادیة ان دار الاسلام لا یصیر دار الحرب اذا بقی شیئ من احکام الاسلام وان زال غلبة اهل الاسلام وعن منثور الامام ناصر الدین دار الاسلام انما

امام صاحب کے ہاں دار الحرب کا علاقہ اسلامی احکام وہاں جاری کرنے سے دار الاسلام بن جاتا ہے تو جب تک وہاں اسلامی احکام باقی رہیں گے وُہ علاقہ دار الاسلام رہے گا، یہ اس لئے کہ حکم جب کسی علت پر مبنی ہو تو جب تک علت میں سے کچھ پایا جائے تو اس کی بقاء سے حکم بھی باقی رہتا ہے جیسا کہ معروف ہے۔ ابوبکر شیخ الاسلام نے اصل (مبسوط) کے سیر کے باب کی شرح میں یونہی ذکر فرمایا ہے، اھ، فصول عمادیہ سے منقول ہے کہ دار الاسلام جب تک وہاں احکام اسلام باقی رہیں گے تو وُہ دار الحرب نہ بنے گا اگرچہ وہاں اہلِ اسلام کا غلبہ ختم ہو جائے، امام ناصر الدین کی منثور سے منقول ہے کہ دار الاسلام صرف اسلامی

---

[1] درغرر کتاب الجہاد باب المستامن مطبعہ احمد کامل مصر ۱/ ۲۹۵

[2] جامع الفصولین الفصل الاول فی القضاء اسلامی کتب خانہ کراچی ص ۱۲

صارت دار الاسلام باجراء الاحکام فما بقیت علقۃ من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام[۱] وعن البرھان شرح مواھب الرحمٰن لا یصیر دار الحرب ما دام فیہ شیئ منھا بخلاف دار الاسلام لان رجحنا اعلام الاسلام واحکام اعلام کلمۃ الاسلام[۲] وعن الدر المنتقی لصاحب الدر المختار ان دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء بعض احکام الاسلام[۳]

احکام جاری کرنے سے بنتا ہے تو جب تک وہاں اسلام کے متعلقات باقی ہیں تو وہاں اسلام کے پہلو کو ترجیح ہوگی۔ اور برہان شرح مواہب الرحمٰن سے منقول ہے کوئی علاقہ اس وقت تک دار الحرب نہ بنے گا جب تک وہاں کچھ اسلامی احکام باقی ہیں کیونکہ اسلامی نشانات کو اور کلمۂ اسلام کے نشانات کے احکام کو ہم ترجیح دیں گے دار الاسلام کا حکم اس کے خلاف ہے۔ صاحبِ درمختار کی المنتقی سے منقول ہے کہ دار الحرب میں بعض اسلامی احکام کے نفاذ سے دار الاسلام بن جاتا ہے۔ (ت)

شرح نقایہ میں ہے:

لاخلاف ان دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء بعض احکام الاسلام فیھا[۴]۔

بلااختلاف دار الحرب وہاں بعض اسلامی احکام کے نفاذ سے وہ دار الاسلام بن جاتا ہے (ت)

اور اسی میں ہے:

وقال شیخ الاسلام والامام الاسبیجابی ای الدار محکومۃ بدار الاسلام ببقاء حکم واحد فیھا کما فی العمادی وغیرہ[۵]۔

شیخ الاسلام اور امام اسبیجابی نے فرمایا کسی بھی علاقہ میں کوئی ایک اسلامی حکم بھی باقی ہو تو اس علاقہ کو دار الاسلام کہا جائے گا، جیسا کہ عمادی وغیرہ میں ہے۔ (ت)

پھر اپنے بلاد اور وہاں کے فتن وفساد کی نسبت فرماتے ہیں:

فالاحتیاط ان یجعل ھذہ البلاد دار الاسلام والمسلمین وان کانت للملاعین والید فی الظاھر

احتیاط یہی ہے کہ یہ علاقہ دار الاسلام والمسلمین قرار دیا جائے، اگرچہ وہاں ظاہری طور پر شیطانوں کا

---

۱ الفصول العمادیۃ

۲ البرھان شرح مواھب الرحمٰن

۳ الدر المنتقی علی ہامش مجمع الانہر کتاب السیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۳۴

۴ جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/۵۵۶

۵ " " " " " " " " ۴/۵۵۷

لهؤلاء الشیٰطین ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظٰلمین و نجنا برحمتك من القوم الکٰفرین کما فی المستصفی وغیرہ[1]۔

قبضہ ہے، اے ہمارے رب! ہمیں ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہمیں کافروں سے نجات عطا فرما، جیسا کہ مستصفی وغیرہ میں ہے (ت)

درر غرر و تنویر الابصار و درمختار و مجمع الانہر وغیرہا میں کہ شرط اول کو صرف بلفظ اجرائے احکام الشرک سے تعبیر کیا وہاں بھی یہی مقصود کہ اُس ملک میں کُلیۃً احکامِ کفر ہی جاری ہوں نہ یہ کہ مجرد جریان بعض کفر کافی ہے اگرچہ اُن کے ساتھ بعض احکام اسلام بھی اجراء پائیں۔

فی الحاشیۃ الطحطاویۃ علی الدر المختار قولہ باجراء احکام اهل الشرك ای علی الاشتہار وان لایحکم فیہا بحکم اهل الاسلام ھندیۃ وظاهرہ انہ لو اجریت احکام المسلمین و احکام اهل الشرك لاتکون دار حرب انتہی[2]۔

درمختار کے حاشیہ طحطاوی میں ہے قولہ باجراء احکام اهل الشرك (اس کا قول کہ اہل شرک کے احکام کے اجراء سے دارالحرب بن جاتا ہے) سے مراد یہ ہے کہ وہاں اعلانیہ احکامِ شرک نافذ کئے جائیں اور اہلِ اسلام کا کوئی حکم بھی نافذ نہ ہو، ہندیہ میں یوں ہے کہ اس سے ظاہر ہے کہ اگر وہاں احکامِ شرک اور احکامِ اسلام دونوں نافذ ہوں تو دارالحرب نہ ہوگا اھ۔ (ت)

اور اسی طرح حاشیہ شامیہ میں نقل کرکے مقرر رکھا۔

اقول وباللہ التوفیق والدلیل علٰی ذٰلك امران الاول قول محمد وھو الطراز المذھب انہا تصیر دار حرب عند الامام بشرائط ثلث احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتہار وان لایحکم فیہا بحکم الاسلام فانظر کیف زاد الجملۃ الاخیرۃ ولم یقتصر علی الاولٰی فلولم یفسر کلامہم بما ذکرنا لکان کلام الامام

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے) اس پر دلیل دو چیزیں ہیں: اوّل یہ کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی جو مذہب کے ترجمان ہیں ان کا یہ قول کہ وُہ علاقہ امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک تین شرطوں سے دارالحرب بنتا ہے ان میں سے ایک یہ کہ وہاں کفار کے احکام اعلانیہ جاری کئے جائیں اور کوئی اسلامی حکم نافذ نہ ہو، تو غور کرو کہ انھوں نے آخری جملہ کیسے زائد فرمایا اور صرف پہلے جملہ پر اکتفا نہ فرمایا، اگر فقہاء کا کلام ہمارے ذکر کردہ بیان سے واضح نہ بھی کیا جائے تو صرف

---

[1] جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۶
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الجہاد فصل فی استیمان الکافر دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۴۶۰

قاضیا علیهم وناهیك به قاضیا عدلا فالثانی
ان هؤلاء العلماء هم الذین قالوا
فی دار الحرب انها تصیر دار الاسلام
باجراء احکام الاسلام فیها فاما ان تقولوا
ههنا ایضا انها تصیر دار الاسلام باجراء
بعض احکام الاسلام ولو مع جریان
بعض احکام الکفر فعلی هذا ترتفع
المباینة بین الدارین اذ کل دار تجری
فیها الحکمان مع استجماع بقیة
شرائط الحربیة تکون دار حرب
و اسلام جمیعا لصدق الحدین معًا
وکذا لو اردت الخلوص والتمحض
فی کل الموضعین یعنی ان دار الحرب
ما یجری فیها احکام الشرك خالصة
ودار الاسلام ما یحکم فیها باحکام الاسلام
محضة فعلی هذا تکون دار التی
وصفناها لك واسطة بین الدارین
ولم یقل به احد او انك ترید
التمحض فی المقام الثانی دون
الاول فهذا یخالف ما قصده
الشارع من اعلاء الاسلام
وبحث العلماء کثیرا من
الاحکام علی ان الاسلام
یعلو ولا یعلی علی انه
یلزم ان تکون دور الاسلام

امام صاحب کا کلام ہی فیصلہ کن ہے تجھے یہی فیصلہ کن
کلام کافی ہے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ یہی وہ علماء کرام ہیں
جنھوں نے دارالحرب کے متعلق فرمایا کہ وہ دارالاسلام
بن جاتا جب اس میں اسلامی احکام جاری کئے جائیں،
تو اگر یہاں بھی وہ بعض اسلامی احکام مراد لیں (جس طرح
کہ دارالحرب کے لئے کفار کے بعض احکام تم نے
مراد لئے) تو جب بعض اسلامی احکام کے ساتھ کچھ احکام کفار
ہوں گے تو اس سے دارالحرب اور دارالاسلام کے
درمیان فرق ختم ہو جائے گا، کیونکہ ان دونوں میں سے
ہر ایک میں دونوں قسم کے حکم پائے جائیں گے اگرچہ
کفار کے احکام زائد ہوں تو لازم آئے گا کہ ہر ایک
دارالحرب اور دارالاسلام بھی ہو کیونکہ دونوں پر ہر ایک
کی تعریف صادق آئے گی، اگر تم یہاں یہ مراد لو کہ ہر دار
میں اس کے تمام احکام وہاں نافذ ہوں اور ایک دوسرے
کے احکام سے خالی ہوں یعنی دارالحرب وہ ہے جس میں تمام
احکام خالص کفر کے ہوں اور دارالاسلام وہ ہے جس میں
خالص اسلامی احکام ہوں، تو اس سے لازم آئے گا
کہ جس دار کی بحث ہو رہی ہے وہ دونوں داروں میں واسطہ
کہلائے گا یعنی وہ نہ دارالاسلام ہو نہ دارالحرب ہو حالانکہ
ایسے دار کا کوئی بھی قائل نہیں، اگر تم یہ مراد لو کہ ثانی یعنی
دارالاسلام میں تو خالص اسلامی ہوں اور دوسرے یعنی
دارالحرب میں خالص ہونا ضروری نہیں تو اس سے شارع
کا مقصد اعلاء کلمہ اسلام اور اس کی ترجیح فوت ہو جائیگی
جو شارع کے مقصد کے خلاف ہے جبکہ علماء نے
بہت سے احکام "الاسلام یعلو ولا یعلی" (اسلام

باسرها دور حرب على مذهب الصاحبين اذا اجرى فيها شیٔ من احکام الكفر او حکم فيها بعض ما لم ينزل الله سبحٰنه وتعالٰى وهو معلوم مشاهد فى هذه الاعصار بل من قبلها بكثير حيث فشا التهاون فى الشرع الشريف وتقاعد الحكام عن اجراء احكامه وترقى اهل الذمة على خلاف مراد الشريعة عن ذل ذليل الى عز جليل واعطوا مناصب رفيعة ومراتب شامخة منيعة حتى استعلوا على المسلمين ورحم الله للقائل كما نقل المولى الشامی ؎

احبابنا نوب الزمان كثيرة
وامرّ منها رفعة السفهاء
فمتى يفيق الدهر من سكراته
وارى اليهود بذلة الفقهاء[1]

وكذلك ارتضى بعض الظلمة من حكام الجور لبعض البدعات التى خرقها ائمة الكفر فاجروها فى بلادهم كتحليف الشهود والزام المصادرات والمكوس ووضع الوظائف الباطلة على الاموال والنفوس الى غير ذلك من الاحكام الباطلة وليسلم هذا الامر العظيم من اشنع الشنائع الهائلة توجب القول بان امراد

غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) کے قاعدہ پر مبنی قرار دے ہیں، علاوہ ازیں یہ بھی لازم آئے گا کہ تمام دار الاسلام صاحبین کے مذہب پر دار الحرب قرار پائیں جبکہ ان میں کچھ احکامِ کفر پائے جاتے ہوں یا اللہ تعالٰی کے نازل کردہ حکم کے خلاف وہاں حکم نافذ پائے جاتے ہوں جیسا کہ آج کے دور میں مشاہدہ ہے بلکہ قبل ازیں بھی ایسا رہا ہے جب سے شریعت کے بارے میں سُستی ظاہر ہوئی اور مسلمان حکام نے شرعی احکام کے نفاذ سے رُوگردانی کر رکھی ہے، اور ذمی حضرات کو ترقی ملی ہے کہ خلافِ شرع ذلیل کی ذلت سے نکل کر بڑی عزت پارہے ہیں جن کو مسلمان حکمرانوں نے بلند منصب اور محفوظ مراتب عطا کر رکھے ہیں یہاں تک کہ وہ مسلمانوں پر تعلّی کرنے لگے ہیں، اللہ تعالٰی ایک قائل پر رحم فرمائے جس کا کلام مولانا شامی نے نقل کیا ہے (شعر کا ترجمہ)

"دوستو! زمانہ کے مصائب کثیر ہیں، ان میں سے سخت ترین بیوقوف لوگوں کا اقتدار ہے، تو کب زمانے کا نشہ ختم ہوگا جبکہ ملک یہودی بن کر فقہاء کی ذلت گاہ بن چکا ہے۔"

اور جیسا کہ بعض ظالم حکمرانوں نے کافر لیڈروں کی جاری کردہ کئی بدعات کو پسند کرتے ہوئے اپنے ملکوں میں جاری کر دیا مثلاً گواہوں سے حلف لینا، اور ٹیکس، چونگیاں اور لوگوں کے اموال اور نفوس پر باطل قسم کے محصولات لاگو کر دئے، یہ پریشان کُن بُرے معاملات مسلمان ملکوں میں ماننے پڑیں گے لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے مقام یعنی دار الحرب میں خالص مکمل احکام کفر ہوں اور دوسرے یعنی دار الاسلام میں ایسا نہ ہو جبکہ یہی مدعٰی ہے، تو اس سے

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۷۵

في المقام الاول هو الخلوص والتمحض
دون الثاني وهو المقصود وبهذا تبين
ان الدار التي تجري فيها الحكمان شئ
من هذا وشئ من هذا كدارنا هذه
لا تكون دار حرب على مذهب الصاحبين
ايضا لعدم تمحض احكام الشرك فمن
الظن ما عرض لبعض المعاصرين
من بناء نفي الحربية على الهند على
مذهب الامام فقط فتوهم انه لا يستقيم
على مذهب الصاحبين واخطأ الى تطويل
الكلام بما كان في غنى عنه واشد سخافة و
اعظم شناعة ما اعترى بعض اجلة المشاهير
من الذين ادركنا عصرهم اذ حاولوا نفي الحربية
عن بلادنا بناء على عدم تحقق الشرط الثاني
اعني الاتصال بدار الحرب ايضا فقالوا معنى
الاتصال ان تكون محاطة بدار الحرب من كل
جهة ولا تكون في جانب بلدة اسلامية وهو
غير واقع في بلاد الهند اذ جانبها الغربي متصل
بملك الافاغنة كفشاور وكابل وغيرهما من بلاد
دار الاسلام **اقول** ياليته تفكر في معنى الثغور
اونظر الى فضائل المرابطين وتأمل في معنى الرباط
اوعلم ان مكة والشام والطائف وارض
حنين وبني المصطلق وغيرها كانت دار حرب
على عهد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
مع اتصالها بدار الاسلام قطعا اوفهم

واضح ہوگیا کہ وہ دار جس میں دونوں قسم کے احکام کچھ کفر
کے اور کچھ اسلام کے پائے جائیں جیسا کہ ہمارا یہ ملک
ہے، صاحبین کے مذہب پر بھی دار الحرب نہ ہوگا کیونکہ
یہاں خالص محض احکام کفر نہیں ہیں تو ہمارے بعض
معاصرین کا یہ گمان کہ ہندوستان سے دار الحرب کی
نفی کی بنیاد صرف امام صاحب کا مذہب ہے، اس کا
وہم ہے کہ صاحبین کے مذہب پر درست نہیں ہے
اس نے طویل کلام کیا جبکہ اس کی ضرورت نہیں
تھی، کمزور ترین اور سب سے خطرناک موقف وہ ہے
جو ہمارے زمانہ کے مشہور اجلہ حضرات کو لاحق ہوا ہے
کہ انھوں نے ہمارے اس ملک سے دار الحرب کی
نفی کی بنیاد شرط ثانی یعنی کسی دار الحرب سے اتصال کے
نہ پائے جانے کو قرار دیا ہے اور انھوں نے اتصال کا
معنی لیا ہے کہ چاروں طرف سے دار الحرب میں گھرا ہوا
ہو اور کسی طرف سے دار الاسلام سے نہ ملا ہوا ہو
چونکہ اتصال کا معنی ہندوستان میں نہیں پایا جاتا
لہذا یہ دار الحرب نہ ہوگا کیونکہ ہندوستان غربی جانب
سے افغانوں کے ملک پشاور اور کابل وغیرہ دار الاسلام
سے ملا ہوا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) کاش
وہ سرحدوں کے معنی پر غور کرلیتے، یا اسلامی سرحدوں
کی نگرانی کی فضیلت کو دیکھتے ہوئے رباط کے معنی پر
غور کرلیتے یا یہ معلوم کرلیتے کہ مکہ، شام، طائف، حنین
اور بنی مصطلق کے علاقے وغیرہا حضور علیہ الصلوٰۃ و
السلام کے ایک زمانہ میں دار الحرب تھے حالانکہ ان
سب کا دار الاسلام سے اتصال تھا، یا یہی سمجھ لیتے

8 ان الامام كلما فتح بلدة من بلاد الكفار
واجرى فيها احكام الاسلام صارت
دار الاسلام والتي تليها من البلاد تحت
حكم الكفار دار حرب كما كانت او تقطن ان
لوصح ما قاله لاستحال ان يكون
شئ من ديار الكفر دار حرب الا ان
يفصل بينها وبين الحدود الاسلامية
البحار والمفاوز ولم يقل به احد، وذلك لانه
كلما حكمت على بلدة بانها دار حرب سألنا
عما يحيطها من البلاد فان كان فيها
من بلاد الاسلام كانت الاولى ايضا
دار الاسلام لعدم الاتصال بالمعنى المذكور
والا نقلنا الكلام الى ما يلاصقها حتى
ينتهي الى بلدة من بلاد الاسلام فتصير
كلها دار الاسلام لتلازق بعضها ببعض
اولا تكون في تلك الجهة بلدة اسلامية الى
منقطع الارض، وبالجملة ففساد هذا القول
اظهر من ان يخفى وانما
منشؤه القياس الفاسد و
ذلك ان الشرط عند الامام
في صيرورة بلدة من
دار الاسلام دار الحرب ان
لا تكون محاطة بدار
الاسلام من الجهات الاربع وذلك لان
غلبة الكفار اذن على شرف الزوال فلا تخرج به

کہ مسلمان امام جب کفار کے کسی علاقہ کو فتح کر کے وہاں
اسلامی احکام جاری کر دیتا تو وہ علاقہ دار الاسلام بن جاتا
ہے جبکہ اس سے متصل باقی علاقے جو کفار کے قبضہ
میں بدستور ابھی تک موجود ہیں وہ پہلے کی طرح دار الحرب
ہیں، یا ان کو سمجھ آتی کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اگر صحیح ہو تو
پھر دنیا بھر میں کوئی بھی دار کفر اس وقت تک دار الحرب
نہ کہلائے جب تک ان میں اور دار الاسلام میں سمندروں
اور بیابانوں کا فاصلہ نہ ہو، حالانکہ کوئی بھی دار الحرب کے
اس معنیٰ کا قائل نہیں ہے، یہ اس لئے کہ جب آپ کسی
ملک کو دار الحرب کہیں گے تو ہم استفسار کریں گے
کہ اس کے ارد گرد کن ملکوں کا احاطہ ہے اگر کوئی بھی ان
میں سے دار الاسلام ہو تو پہلا ملک (دار الحرب) بھی
دار الاسلام قرار پائے کیونکہ وہ اتصال جو دار الحرب کا
معیار ہے وہ نہ پایا گیا، ورنہ اگر ارد گرد اسلامی ملک
نہ ہو تو پھر ہم اس سے ملنے والے دوسرے ملک کی
بابت معلوم کریں گے حتی کہ ملتے ملاتے کوئی دار الاسلام
پایا گیا تو یہ درمیان والے تمام ملک دار الاسلام
ہو جائیں گے کیونکہ ان ملکوں کا آپس میں ایک دوسرے
سے اتصال ہو گیا ہے، یا پھر یہ تسلیم کیا جائے کہ اس
جہت میں کرۂ ارض میں کوئی بھی دار الاسلام نہیں۔ بخلاصہ
یہ ہے کہ دار الحرب کے اس معیار والے قول کا فساد
واضح ہے جس میں کچھ بھی خفا نہیں ہے، اس کی بنیاد
یہ فاسد قیاس ہے کہ امام صاحب کے نزدیک کسی دار الاسلام
کے دار الحرب بننے کے لئے یہ شرط ہے کہ چاروں اطراف
سے وہ ملک دار الاسلام میں گھرا ہوا نہ ہو کیونکہ اگر وہ

البلدة عن دار الاسلام فزعم ان شرط الحربية ان تکون محاطة بدار الحرب من جمیع الجوانب وما افسدہ من قیاس کما لایخفی عما افاد الناس۔

گھرا ہُوا ہو تو اس دار الحرب میں کفار کا غلبہ معرضِ سقوط میں رہے گا تو یُوں وُہ دار الاسلام سے خارج نہ رہے گا، لہذا انھوں نے خیال کرلیا کہ کسی ملک کے حربی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وُہ چاروں طرف سے حربی ملکوں میں گھرا ہُوا ہو، یہ قیاس نہایت ہی فاسد ہے جو عوام الناس کے لئے بھی مخفی نہیں۔(ت)

الحاصل ہندوستان کے دار الاسلام ہونے میں شک نہیں عجب ان سے جو تحلیل ربٰو کے لئے (جس کی حرمت نصوص قاطعہ قرآنیہ سے ثابت اور کیسی کیسی سخت وعیدیں اس پر وارد) اس ملک کو دار الحرب ٹھہرائیں اور باوجود قدرت واستطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں گویا یہ بلا داسی دن کے لئے دار الحرب بنے تھے کہ مزے سے سود کے لطف اُڑائیے اور بآرام تمام وطن مالوف میں بسر فرمائیے استغفر اللہ، افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض[1] (میں اللہ تعالٰی سے مغفرت چاہتا ہُوں، تو کیا بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ت) اللہ سبحٰنہ وتعالٰی فرماتا ہے سُود کھانے والے[2] قیامت کو آسیب زدہ کی طرح اُٹھیں گے یعنی مجنونانہ گرتے پڑتے بدحواس۔

اور حضور پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے کچھ لوگ ملاحظہ فرمائے کہ پیٹ ان کے پھُول کر مکانوں کے برابر ہوگئے ہیں اور مثل شیشہ کے ہیں کہ اندر کی چیز نظر آتی ہے سانپ بچھوان میں بھرے ہیں، میں نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے عرض کیا، سُود کھانے والے۔[3]

جب تحریم ربٰو کی آیت نازل ہوئی بعض مسلمانوں نے کہا: جو سُود ہمارا نزولِ آیت سے پہلے کا رَہ گیا ہے وُہ لے لیں آئندہ باز رہیں گے، حکم آیا اگر نہیں مانتے تو اعلان کردو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔[4]

سیّدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سُود خور پر لعنت کی۔[5]

مولٰی علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سُود خور پر لعنت فرماتے سُنا۔[6] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، سُود کے سَتّر ٹکڑے ہیں سب سے ہلکا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔[7]

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۵ [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵ [3] سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۵
[4] " " ۲/ ۲۷۹ [5] صحیح مسلم، باب الربا، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷ [6] مسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۱/ ۱۵۸
[7] سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی الربا، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۵ و مشکوۃ المصابیح باب الربا، مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۴۶

اور ایک حدیث میں آیا، سُود کا ایک درم دانستہ کھانا ایسا ہے جیسا چھتیس ۳۶ بار اپنی ماں سے زنا کرنا۔[1]

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جواب سوال دوم

نصارٰی باعتبار حقیقت لغویہ ازانجا کہ قیام مبدء مستلزم صدق مشتق ہے بلاشُبہہ مشرکین ہیں کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث و بنوت ہیں، اسی طرح وُہ یہود جو الوہیت و ابنیت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل تھے مگر کلام اس میں ہے کہ حق تبارک و تعالٰی نے کتب آسمانی کا اجلال فرما کر یہود و نصارٰی کے احکام کو احکام مشرکین سے جُدا کیا اور اُن کا نام اہلِ کتاب رکھا اور ان کے نساء و ذبائح کو حلال و مباح ٹھہرایا آیا نصارٰی زمانہ بھی کہ الوہیتِ عبداللہ مسیح بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی علی الاعلان تصریح اور وہ یہود جو مثل بعض طوائف ماضیہ الوہیت بندۂ خدا عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل ہوں اُنھیں میں داخل اور اس تفرقہ کے مستحق ہیں یا ان پر شرعاً یہی احکام مشرکین جاری ہوں گے اور اُن کی نساء سے تزوّج اور ذبائح کا تناول ناروا ہوگا۔ کلمات علماء کرام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اس بارے میں مختلف، بہت مشائخ نے قولِ اخیر کی طرف میل فرمایا۔ بعض علماء نے تصریح کی کہ اسی پر فتوٰی ہے، مستصفٰی میں ہے:

قالوا هذا یعنی الحل اذا لم یعتقدوا المسیح الٰھا اما اذا اعتقدوہ فلا وفی مبسوط شیخ الاسلام ویجب ان لا یأکلوا ذبائح اھل الکتاب اذا اعتقدوا ان المسیح اللہ وان عزیر اللہ ولا یتزوجوا نساءھم وقیل علیہ الفتوی۔[2]

علماء نے فرمایا کہ ان کا ذبیحہ تب حلال ہوگا کہ وُہ عیسٰی علیہ السلام کو اِلٰہ نہ مانتے ہوں، لیکن اگر وُہ ان کو اِلٰہ مانتے ہوں تو پھر حلال نہ ہوگا، اور شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اہلِ کتاب کا ذبیحہ اس صورت میں نہ کھائیں جب وہ مسیح علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو اِلٰہ مانتے ہوں اور اندریں صورت ان کی عورتوں سے نکاح بھی نہ کریں، اسی پر فتوٰی کہا گیا ہے۔ (ت)

ان علماء کا استدلال آیہ کریمہ قالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصٰری المسیح ابن اللہ (یہود نے کہا عزیر ابن اللہ اور نصارٰی نے کہا مسیح ابن اللہ۔ت) سے ہے کہ اس کے آخر میں ارشاد پایا سبحٰنہ وتعالٰی عما یشرکون[3] (وہ پاک ذات ہے اور جو انھوں نے اس کا شریک بنایا اللہ تعالٰی اس سے بلند و بالا ہے۔ت)

[1] مشکوٰۃ المصابیح مجتبائی دہلی ص ۲۴۶ و مسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۵/۲۲۵ و الترغیب والترہیب، مصر ۳/۶
[2] فتح القدیر بحوالہ المستصفٰی کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۳۵
[3] القرآن الکریم ۹/۳۱

دیکھو اول اُن کے اقوال خبیثہ یاد فرما کر آخر اُن کے شرک سے اپنی نزاہت و بَری بیان فرمائی تو معلوم ہُوا کہ قائلین بنوت مشرکین ہیں مگر ظاہر الروایۃ میں ان پر علی الاطلاق حکم کتابیت دیا اور اُن کے ذبائح و نساء کو حلال ٹھہرایا۔ درمختار میں ہے:

صح نکاح کتابیة وان کرہ تنزیھا مؤمنة بنبی مرسل مقرة بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الٰھا وکذا حل ذبیحتھم علی المذھب بحر انتھی۔[1]

کتابیہ عورت سے نکاح صحیح ہے اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ وہ عورت کسی مرسل نبی پر ایمان رکھتی ہو اور کسی منزل من اللہ کتاب کا اقرار کرتی ہو اگرچہ عمومی طور پر وہ نصارٰی عیسٰی علیہ السلام کو الٰہ مانتے ہوں یونہی ان کا ذبیحہ بھی مذہب میں حلال ہے، بحر، اھ۔ (ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے منقول ہے:

وحاصلہ ان المذھب الاطلاق لما ذکرہ شمس الائمة فی المبسوط من ان ذبیحة النصرانی حلال مطلقا سواء قال بثالث ثلثة اولا لاطلاق الکتاب ھنا وھو الدلیل ورجحه فی فتح القدیر[2] الخ۔

حاصل یہ ہے کہ مذہب میں اطلاق ہے کیونکہ شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں یہ ذکر کیا ہے کہ نصرانی کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہے وہ عیسٰی علیہ السلام کے متعلق ثالث ثلثہ کا قول کریں یا نہ کریں کیونکہ کتاب اللہ کا یہاں اطلاق ہے اور یہی دلیل ہے، اس کو فتح القدیر میں ترجیح دی ہے الخ۔ (ت)

مستصفٰی میں عبارت مذکورہ کے بعد مبسوط سے ہے:

لکن بالنظر الی الدلائل ینبغی ان یجوز الاکل والتزوج[3] انتھی۔

لیکن دلائل کو دیکھتے ہوئے یہی مناسب قول ہے کہ ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے انتہی۔ (ت)

فتاوٰی حامدیہ میں ہے:

مقتضی الدلائل الجواز کما ذکرہ التمرتاشی فی فتاواہ[4] الخ۔

دلائل کا مقتضٰی یہی ہے کہ جائز ہے جیسا کہ اسے تمرتاشی نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے الخ۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹
[2] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۹
[3] فتح القدیر بحوالہ المستصفٰی کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۳۵
[4] العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة کتاب الذبائح ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۳۲

ردالمحتار میں ہے :

فی المعراج ان اشتراط ما ذکر فی النصارٰی مخالف لعامۃ الروایات[1]

معراج میں ہے کہ نصارٰی کے مذکورہ شرائط عام روایات کے مخالف۔ (ت)

امام محقق علی الاطلاق مولٰنا کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں اس مذہب کی ترجیح اور دلیل مذکور مذہب اول کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں :

مطلق لفظ المشرك اذا ذکر فی لسان الشارع لاینصرف الی اھل الکتاب وان صح لغۃ فی طائفۃ بل طوائف و اطلق لفظ الفعل اعنی یشرکون علی فعلھم کما ان من رای بعملہ من المسلمین فلم یعمل الا لاجل زید یصح فی حقہ انہ مشرك لغۃ ولایتبادر عند اطلاق الشارع لفظ المشرك ارادتہ لما عھد من ارادتہ بہ من عبد مع اللہ غیرہ ممن لایدعی اتباع نبی وکتاب ولذلك عطفھم علیہ فی قولہ تعالٰی لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین ونص علی حلھم بقولہ تعالٰی والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم ای العفائف منھن[2] الی اٰخر ما اطال واطاب کما ھو دابہ رحمہ اللہ تعالٰی۔

لفظ مشرك جب مطلق ذکر کیا جائے تو شرعی اصطلاح میں اہل کتاب کو شامل نہ ہوگا اگرچہ لغت کے لحاظ سے اہل کتاب کے کسی گروہ یا کئی گروہوں پر اس کا اطلاق صحیح ہے، اہل کتاب کے فعل پر صیغہ یشرکون کا اطلاق ایسے ہے جیسے کسی مسلمان ریاکار کے اس عمل پر جس کو مثلاً زید کی خوشنودی کے لئے کررہا ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ لغت کے لحاظ سے مشرک ہے، شرعی اصطلاح میں مطلقاً لفظ مشرك کا استعمال صرف اس شخص کے لئے متبادر ہوتا ہے جو کسی نبی اور کتاب کی اتباع کے دعوٰی کے بغیر اللہ تعالٰی کی عبادت میں غیر کو شریک کرے اسی لئے اہل کتاب پر مشرکین کا عطف اللہ تعالٰی کے اس قول "لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین" میں کیا گیا ہے اور اللہ تعالٰی کے اس قول "والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب" میں کتابیہ عورتوں کے حلال ہونے پر صراحتاً نص فرمائی گئی ہے یعنی اہل کتاب کی عفیف عورتیں حلال ہیں، ابن ہمام کے طویل اور طیب قول کے آخر تک، جیسا کہ ان کی عادت ہے، اللہ تعالٰی ان پر رحمت فرمائے۔ (ت)

بالجملہ محققین کے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہود و نصارٰی مطلقاً اہل کتاب ہیں اور ان پر احکام مشرکین جاری نہیں

---

[1] ردالمحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۸۸/۵

[2] فتح القدیر کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۳۵/۳

اقول وكيف لا وقد علم الله سبحنه وتعالى انهم يقولون بثالث ثلثة حتى نهاهم عن ذلك وقال انتهوا خيرا لكم[1] وانّ هم يقولون ان المسيح اله حتى قال لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم[2] بل بالوهية امه ايضا حتى يسأله عليه الصلوة والسلام يوم القيمة "يعيسى ءانت قلت للناس اتخذونى وامى الهين من دون الله"[3] و انهم مصرحون بالبنوة حتى نقل عنهم "قالت اليهود عزير ابن الله وقالت النصرى المسيح ابن الله"[4] ومع ذلك فرق بينهم وبين المشركين فقال والمحصنٰت من الذين اوتوا الكتٰب من قبلكم[5]. وقال طعام الذين اوتوا الكتٰب حل لكم[6] وقال لم يكن الذين كفروا من اهل الكتٰب و المشركين منفكين حتى تاتيهم البينة[7] فارشد بالعطف الى التغاير فالمولى سبحنه وتعالى

اقول (میں کہتا ہوں) یہ کیسے مراد نہ ہو جبکہ اللہ تعالٰی علیم ہے کہ نصارٰی ثالث ثلثہ کہتے ہیں حتی کہ ان کو اس سے منع بھی فرمایا اور فرمایا اس سے باز آؤ تمہارے لئے بہتر ہے اور وُہ علیم ہے کہ نصارٰی کہتے ہیں مسیح الٰہ ہے، حتی کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم، بلکہ وُہ ان کی والدہ کو بھی الٰہ کہتے ہیں حتی کہ قیامت کے روز اللہ تعالٰی عیسٰی علیہ السلام سے سوال فرمائے گا یا عیسٰی انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ، اور وُہ علیم ہے کہ یہ لوگ عیسٰی علیہ السلام کے بیٹا ہونے کی تصریح کرتے ہیں حتی کہ ان سے نقل فرمایا قالت الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصارٰی المسیح ابن اللہ، اس کے باوجود اللہ تعالٰی نے اہلِ کتاب اور مشرکین میں فرق بیان فرمایا، اور ارشاد فرمایا: تمہارے لئے حلال ہیں پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی، اور فرمایا جن کو کتاب دی گئی (اہلِ کتاب) ان کا طعام تمہارے لئے حلال ہے جس کو یوں فرمایا، طعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم، اور فرمایا، لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البینۃ، واضح دلیل آنے تک کافر لوگوں میں سے اہلِ کتاب اور مشرک

---

[1] القرآن الکریم ٤/١٧١
[2] القرآن الکریم ٥/١٧، ٧٢
[3] 〃 〃 ٥/١١٦
[4] 〃 〃 ٩/٣٠
[5] 〃 〃 ٥/٥
[6] 〃 〃 ٥/٥
[7] 〃 〃 ٩٨/١

اعلم بمذاهبهم واعلم بما يشرع من
الاحکام فله الحکم وله الحجة السامية
لا اله الا هو سبحنه وتعالٰى عما يشركون[1]
حتى ترقى بعض المشائخ فجوز
نكاح الصابئات ايضًا لكن يدن
بكتاب منزل ويؤمن بنبي مرسل وان
عبدوا الكواكب وصرح انها لا تخرجهم عن
الكتابية وهو الذي يعطيه ظاهر كلام
الامام المحقق برهان الملة والدين
المرغيناني في الهداية حيث رتب
عدم حل النكاح على امرين عبادة
الكواكب وعدم الكتاب وتبعه العلامة
ابو عبد الله محمد بن عبد الله
الغزي في التنوير فقال لا عابدة
كوكب لا كتاب لها[2] فاشار بمفهوم
المخالف الى انها ان كان
لها كتاب حل نكاحها مع
عبادتها الكواكب فان
قلت اليس قد تكلم فيه
المولى زين بن نجيم
في البحر فقال الصحيح انهم
ان كانوا يعبدونها يعني

جدا نہ ہوں گے، تو اس آیۂ کریمہ میں دونوں میں عطف کے ذریعہ تغایر کی رہنمائی فرمائی، تو اللہ سبحانہ وتعالٰی ان کے مذاہب کو بہتر جانتا ہے اور احکام کی مشروعیت کو بہتر جانتا ہے، تو حکم اسی کا ہے اور بلند وبالا حجت اسی کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس کو انھوں نے شریک بنایا اللہ تعالٰی اس سے بلند وبالا ہے اور بعض مشائخ نے اسی پر ترقی کرتے ہوئے صابی عورتوں سے نکاح کو بھی جائز قرار دیا بشرطیکہ وہ کسی دین کی آسمانی کتاب اور کسی نبی پر ایمان رکھتی ہوں اگرچہ وہ ستاروں کی پجاری ہوں اور انھوں نے یہ تصریح کی ہے کہ ستاروں کی پوجا ان کو کتابیہ ہونے سے خارج نہیں کرتی، یہ وہ نظریہ ہے جو امام محقق برہان الملۃ والدین مرغینانی کی کتاب ہدایہ کے ظاہر کلام سے ملتا ہے، جہاں انھوں نے نکاح کے عدمِ جواز کو دو چیزوں پر مرتب کیا ایک ستاروں کی پوجا اور دوسری کتاب کا نہ ہونا، اور اس کی علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی نے تنویر میں اتباع کرتے ہوئے فرمایا کہ ستاروں کی پوجا نہ کرتی ہو اور اس کی کتاب بھی نہ ہو۔ تو اس عبارت کے مفہوم مخالف سے یہ اشارہ دیا کہ اگر اس کی کتاب ہو تو نکاح جائز ہے اگرچہ وہ ستاروں کی پوجا کرتی ہو۔ اگر تیرا اعتراض ہو کہ اس مسئلہ میں مولانا زین بن نجیم نے کیا گفتگو کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ صحیح بات یہ ہے

---

[1] القرآن الکریم ۹/۳۱
[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

الکواکب حقیقة فلیسوا اھل الکتاب و ان کانوا یعظمونھا کتعظیم المسلمین للکعبة فھم اھل الکتاب کذا فی المجتبٰی[1] انتھی فیستفاد منه ان الصحیح مباینة الکتابیة لعبادة غیراللّٰه سبحانه وتعالٰی فلا یجتمعان ابدا و یتجه ما مال الیه کثیر من المشائخ فی حق اولٰئك الیھود والنصارٰی انھم مشرکون حقا حتی قیل ان علیه الفتوٰی قلت و باللّٰه التوفیق ھٰھنا فرق دقیق ھو ان قضیة العقل ھی المباینة القطعیة بین الکتابیة وعبادة غیراللّٰه سبحانه وتعالٰی فانھا ھی الشرك حقا والکتابی غیر مشرك عند الشرع فکل من رأیناہ یعبد غیرالحق جل وعلا حکمنا علیه انه مشرك قطعا وان کان یقر بکتب وانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام ولکنا خالفنا ھذہ القضیة فی الیھود والنصارٰی بحکم النص فانا وجدنا القراٰن العظیم یحکی عنھم ما یحکی من العقائد الخبیثة ثم یحکم علیھم بان ھم اھل الکتاب ویمیزھم عن المشرکین فوجب التسلیم لورود النص بخلاف الصابئة اذ

کہ اگر یہ لوگ حقیقۃً ستاروں کی عبادت کرتے ہوں تو یہ اہلِ کتاب نہ ہوں گے اور اگر وہ صرف ستاروں کی تعظیم کرتے ہوں جیسا کہ مسلمان کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں تو پھر یہ اہلِ کتاب ہیں، مجتبٰی[1] میں یُونہی ہے اھ، تو اس بیان کا مفاد یہ ہے کہ کتابیہ اور غیراللہ کی عبادت والی، ایک دوسرے سے الگ ہیں دونوں کا اجتماع نہیں ہوسکتا تو اب اس سے بہت سے مشائخ کا ان یہود ونصارٰی کے متعلق یہ نظریہ قابلِ توجہ قرار پایا کہ یہ لوگ حقیقی مشرک ہیں حتی کہ بعض نے اسی پر فتوٰی کا قول کیا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی کی توفیق سے، کہ یہاں ایک باریک فرق ہے وُہ یہ کہ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ کتابیہ اور غیراللہ کی عبادت کرنے والی عورت ایک دوسرے سے قطعاً جُدا ہیں، کیونکہ غیراللہ کی عبادت قطعاً شرک ہے جبکہ شرعاً کتابیہ غیرمشرک ہے لہذا جس کو بھی غیراللہ کی عبادت کرنے والا پائیں گے ہم اس کو قطعاً مشرک کہیں گے اگرچہ وہ کتب اور انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کا اقرار کرے لیکن ہم نے اس عقلی کلیہ کا خلاف یہود ونصارٰی میں نص کے حکم پر مانا ہے کہ ہم نے قرآن کو ان کے عقائد خبیثہ کی حکایت کرنے کے باوجود یہ حکم کرتے ہُوئے پایا کہ یہ اہلِ کتاب ہیں، اور یہ کہ قرآن ان میں اور مشرکین میں امتیاز بھی کرتا ہے لہذا نص کے وارد ہونے پر اس کو تسلیم کرنا واجب ہے بخلاف صابیہ عورت کے کہ اس کے

[1] بحرالرائق کتاب النکاح فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۰۴

لم یرد فیھم مثل ذلک فلو یجز قیاسھم
علی ھؤلاء ولا الخروج عن قضیۃ العقل
فی بابھم والحاصل ان کتابیۃ القائلین
بالبنوۃ والوھیۃ الغیر من الیھود والنصارٰی
واردۃ فیما احسب علی خلاف القیاس فیقصر
علی المورد وبھذا تبین ان ما قالہ
ذٰلک البعض من المشایخ ان عبادۃ
الکواکب لا تخرج الصابئۃ عن الکتابیۃ
قول مھجور وان کلام الھدایۃ والتنویر
غیر محمول علی ظاھرہ وان الحق مع
العلامۃ صاحب البحر فی تصحیحہ
اشراکھم ان کانوا یعبدون الکواکب
وانہ لاتنافی بین تصحیحہ ھذا و
قولہ سابقا فی اولئک الیھود والنصارٰی
ان المذھب الاطلاق وان قالوا
بثالث ثلثۃ وبہ ظھر ان انتصار
العلامۃ عمر بن نجیم فی النھر
والمولٰی محمد بن عابدین فی
رد المحتار لذلک البعض من المشایخ
بان ما مر من حل النصرانیۃ و
ان اعتقدت المسیح الٰھا یؤید
قول بعض المشایخ[1] انتھٰی مبنی
علی الذھول عن ھذا الفرق
فاغتنم تحریر ھذا المقام فقد زلت فیہ اقدام
والحمد للہ ولی الانعام۔

متعلق ایسی کوئی نص نہیں ہے اس لئے صابی لوگوں
کو ان یہود و نصارٰی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور
نہ ہی ان کے بارے میں عقلی کلیہ کو ترک کیا جائے گا،
خلاصہ یہ کہ یہود و نصارٰی کتابی لوگ جو بنوت کے قائل
ہونے کے باوجود غیر اللہ کی الوہیت کے قائل ہیں کو
اہل کتاب ماننا میرے خیال میں خلافِ قیاس ہے لہذا
یہ حکم اپنے مورد میں ہی محفوظ رہے گا جس پر کسی اور کو
قیاس نہیں کیا جا سکتا، اس سے ان بعض مشائخ کا
یہ نظریہ کہ ستاروں کی پوجا صابیہ عورت کو کتابیہ سے
جُدا نہیں کرتی، واضح طور پر متروک قرار پاتا ہے اور
یہ بھی واضح ہو گیا کہ ہدایہ اور تنویر کا کلام ظاہری معنٰی
پر محمول نہیں ہے اور صاحب بحر کا کلام حق ہے کہ صابی
لوگ اگر ستاروں کی پوجا کرتے ہیں تو وہ مشرک ہیں جس
کی انھوں نے تصحیح کی ہے، اس سے یہ بھی واضح ہوا
کہ بحر کی اس تصحیح اور اس کے پہلے قول کہ یہود و نصارٰی
کا اہل کتاب ہونا علی الاطلاق مذہب ہے اگرچہ
وہ ثالث ثلثہ کے قائل ہیں میں منافات نہیں ہے، اور اسی سے یہ بات
بھی واضح ہو گئی کہ علامہ عمر ابن نجیم کا نہر میں اور علامہ
محمد بن عابدین کا رد المحتار میں مذکور بیان کہ نصرانی عورت
اگرچہ مسیح علیہ السلام کو الٰہ ہونے کا عقیدہ رکھے تب
بھی اس سے نکاح حلال ہے کو ان بعض مشائخ کی
تائید ماننا الخ اس فرق سے ذہول پر مبنی ہے، اس تحریر کو
غنیمت سمجھو، کیونکہ اس میں بہت سے قدم پھسلے ہیں،
نعمتوں کے مالک اللہ تعالٰی کے لئے ہی حمد
ہے۔ (ت)

[1] رد المحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۰

مگر تاہم جبکہ علماء کا اختلاف ہے اور اُس قول پر فتوٰی بھی منقول ہوچکا تو احتیاط اسی میں ہے کہ نصارٰی کی نساء و ذبائح سے احتراز کرے، اور آج کل بعض یہود بھی ایسے پائے جاتے ہوں جو عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابنیت مانیں تو اُن کے زن و ذبیحہ سے بھی بچنا لازم جانیں کہ ایسی جگہ اختلافِ ائمہ میں پڑنا محتاط آدمی کا کام نہیں، اگر فی الواقع یہ یہود و نصارٰی عنداللہ کتابی ہی ہُوئے تاہم اُن کی عورتوں سے نکاح اور اُن کے ذبیحہ کے تناول میں ہمارے لئے کوئی نفع نہیں، نہ شرعاً ہم پر لازم کیا گیا، نہ بحمداللہ ہمیں اس کی ضرورت بلکہ بر تقدیر کتابیت بھی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بے ضرورت احتراز چاہیے،

فی الفتح القدیر یجوز تزوج الکتابیات و الاولٰی ان لایفعل ولایاکل ذبیحتھم الا للضرورۃ[1] اھ

فتح القدیر میں ہے کتابیات سے نکاح جائز ہے، اور اولٰی یہ ہے کہ نہ کیا جائے اور نہ ہی ان کا ذبیحہ بغیر ضرورت کھایا جائے الخ (ت)

اور اگر انھیں علماء کا مذہب حق ہوا اور یہ لوگ بوجہ اپنے اعتقادوں کے عنداللہ مشرک ٹھہرے تو پھر زنائے محض ہوگا اور ذبیحہ حرام مطلق والعیاذ باللہ تعالٰی، تو عاقل کا کام نہیں کہ ایسا فعل اختیار کرے جس کی ایک جانب نامحمود ہو اور دوسری جانب حرام قطعی، فقیر غفراللہ تعالٰی لہ ایسا ہی گمان کرتا تھا یہاں تک کہ بتوفیق الٰہی مجمع الانہر میں اسی مضمون کی تصریح دیکھی،

حیث قال فعلٰی ھذا یلزم علی الحکام فی دیارنا ان یمنعوھم من الذبح لان النصارٰی فی زماننا یصرحون بالابنیۃ قبحھم اللہ تعالٰی وعدم الضرورۃ متحقق والاحتیاط واجب لان فی حل ذبیحتھم اختلاف العلماء کما بیناہ فالاخذ بجانب الحرمۃ اولٰی عند عدم الضرورۃ[2] انتھی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جہاں انھوں نے فرمایا کہ اس بناء پر ہمارے ملک کے حکام پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو نصارٰی کے ذبیحہ سے منع کریں کیونکہ ہمارے زمانہ کے نصارٰی عیسٰی علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کی تصریح کرتے ہیں، جبکہ ضرورت بھی متحقق نہیں ہے تو احتیاط واجب ہے کیونکہ ان کے ذبیحہ میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے تو حرمت والی جانب اپنانا بہتر ہے جبکہ ضرورت نہیں ہے اھ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۳۵

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲۸

جواب سوال سوم

فی الواقع جو بدعتی ضروریاتِ دین میں سے کسی شیئ کا منکر ہو باجماعِ مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے، پیشانی اُس کی سجدے میں ایک ورق ہوجائے، بدن اُس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے، عمر میں ہزار حج کرے، لاکھ پہاڑ سونے کے راہِ خدا پر دے، واللہ ہرگز ہرگز کچھ مقبول نہیں جب تک حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُن تمام ضروری باتوں میں جو وُہ اپنے رب کے پاس سے لائے تصدیق نہ کرے، ضروریاتِ اسلام اگر مثلاً ہزار ہیں تو اُن میں سے ایک کا بھی انکار ایسا ہے جیسا نوسوننانوے ۹۹۹ کا، آج کل جس طرح بعض بددینوں نے یہ روش نکالی ہے کہ بات بات پر کفر و شرک کا اطلاق کرتے ہیں اور مسلمان کو دائرۂ اسلام سے خارج کہتے ہُوئے مطلق نہیں ڈرتے حالانکہ مصطفٰی علیہ افضل الصلوٰۃ و الثناء ارشاد فرماتے ہیں: فقد باء بہ احدھما[1] (ان دونوں میں سے ایک نے یہ حکم اپنے اوپر لاگو کیا۔ت) یونہی بعض مداہنوں پر یہ بلا ٹوٹی ہے کہ ایک دشمنِ خدا سے صریح کلماتِ توہین آقائے عالمیان حضور پُرنور سیّد المرسلین الکرام صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا اور ضروریاتِ دین کا انکار سُنتے جاتے ہیں اور اُسے سچا پکا مسلمان بلکہ اُن میں کسی کو افضل العلماء کسی کو امام الاولیاء مانتے جاتے ہیں یہ نہیں جانتے یا جانتے ہیں اور نہیں مانتے کہ اگر انکارِ ضروریات بھی کفر نہیں، تو عزیزو! بُت پرستی میں کیا زہر گُھل گیا ہے، وُہ بھی آخر اسی لئے کفر ٹھہری کہ اوّل ضروریاتِ دین یعنی توحیدِ الٰہی جل وعلا کے خلاف ہے، کہتے ہیں وُہ کلمہ گو ہے نماز پڑھتا ہے روزے رکھتا ہے ایسے ایسے مجاہدے کرتا ہے ہم کیونکر اسے کافر کہیں اُن لوگوں کے سامنے اگر کوئی کلمہ پڑھے افعالِ اسلام ادا کرے یا انہیں دو خدا مانے شاید جب بھی کافر نہ کہیں گے مگر اس قدر نہیں جانتے کہ اعمال تو تابع ایمان ہیں پہلے ایمان تو ثابت کرلو تو اعمال سے احتجاج کرو۔ ابلیس کے برابر تو یہ مجاہدے کا ہے کو ہُوئے پھر اس کے کیا کام آئے جو اُن کے کام آئیں گے، آخر حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قوم کی کثرتِ اعمال اس درجہ بیان فرمائی کہ،

تحقرون صلٰوتکم مع صلٰوتھم وصیامکم مع صیامھم[2] اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ان کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو اور اُن کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے، جیساکہ یہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا ہے (ت)

---

[1] صحیح بخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان " " " ۱/ ۵۷

[2] صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب من رایا بقراءۃ القرآن الخ " " ۲/ ۷۵۶

پھر ان کے دین کا بیان فرمایا کہ:

یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔[1]	دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ (ت)

رہی کلمہ گوئی تو مجرد زبان سے کہنا ایمان کے لئے کافی نہیں، منافقین تو خوب زور وشور سے کلمہ پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے لئے فی الدرک الاسفل من النار[2] (جہنم کی نچلی تہہ میں۔ ت) کا فرمان ہے والعیاذ باللہ۔

الحاصل ایمان تصدیقِ قلبی کا نام ہے اور وہ بعد انکار ضروریات کہاں، مثلاً:

(۱) جو رافضی اس قرآن مجید کو جو بفضلِ الٰہی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہمارے دلوں میں محفوظ ہے، عیاذاً باللہ بیاضِ عثمانی بتائے اُس کے ایک حرف یا ایک نقطہ کی نسبت صحابہ یا اہلسنت یا کسی شخص کے گھٹانے یا بڑھانے کا دعوٰی کرے۔

(۲) یا احتمالاً کہے شاید ایسا ہُوا ہو۔

(۳) یا کہے مولٰی علی یا باقی ائمہ یا کوئی غیر نبی انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں۔

(۴) یا مسئلہ خبیثہ ملعونہ بدا کا قائل ہو یعنی کہے باری تعالٰی کبھی ایک حکم سے پشیمان ہو کر اُسے بدل دیتا ہے۔

(۵) یا کہے ایک وقت تک مصلحت پر اطلاع نہ تھی جب اُسے اطلاع ہُوئی حکم بدل دیا تعالٰی اللہ عما یقول الظّٰلمون علوا کبیرا۔

(۶) یا دامن عفت مامن طیب اطیب اعطر اطہر کنیزان بارگاہ طہارت پناہ حضرت ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق صلے اللہ تعالٰی علٰی زوجہا الکریم وابیہا وعلیہا وبارک وسلم کے بارے میں اُس افک مبغوض مغضوب ملعون کے ساتھ اپنی ناپاک زبان آلودہ کرے۔

(۷) یا کہے احکام شریعت حضرات ائمہ طاہرین کو سپرد تھے جو چاہتے راہ نکالتے جو چاہتے بدل ڈالتے۔

(۸) یا کہے مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد ائمہ طاہرین پر وحی شریعت آتی رہی۔

(۹) یا کہے ائمہ میں سے کوئی شخص حضور پُرنور مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہم پلہ تھا۔

(۱۰) یا کہے حضرات کریمین امامین شہیدین رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں کہ ان کی سی ماں حضور کی والدہ کب تھیں اور اُن کے سے باپ حضور کے والد کہاں تھے اور اُن کے سے

---

[1] صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب من رایا القرآن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۶

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۵

نانا حضور کے نانا کب تھے۔

(۱۱) یا کہے حضرت جناب شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے نوح کی کشتی بچائی، ابراہیم پر آگ بجھائی، یوسف کو بادشاہی دی، سلیمان کو عالم پناہی دی علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین۔

(۱۲) یا کہے مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی وقت کسی جگہ حکم الٰہی کی تبلیغ میں معاذ اللہ تقیہ فرمایا الیٰ غیر ذٰلک من الاقوال الخبیثۃ۔

(۱) یا جو نجدی وہابی حضور پر نور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کوئی مثل آسمان میں یا زمین طبقات بالا میں یا زیرین میں موجود مانے یا کہے کبھی تھا یا کبھی ہوگا یا شاید ہو یا ہے تو نہیں مگر ہو جائے تو کچھ حرج بھی نہیں۔

(۲) یا حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کرے۔

(۳) یا کہے آج تک جو صحابہ تابعین خاتم النبیین کے معنے آخر النبیین سمجھتے رہے خطا پر تھے نہ پچھلا نبی ہونا حضور کے لئے کوئی کمال بلکہ اس کے معنے یہ ہیں جو میں سمجھا۔

(۴) یا کہے میں ذمہ کرتا ہوں اگر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبوت پائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۵) یا دو ایک بُرے نام ذکر کر کے کہے نماز میں جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانا فلاں وفلاں کے تصور میں ڈوب جانے سے بدتر ہے لعنۃ اللہ علی مقالتہ الخبیثۃ۔

(۶) یا بوجہ تبلیغ رسالت حضور پر نور محبوب رب العٰلمین مالک الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس چپراسی سے تشبیہ دے جو فرمانِ شاہی رعایا کے پاس لایا۔

(۷) یا حضور اقدس مالک ومعطیِ جنت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ اور حضرت سیدنا ومولانا علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ وحضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اسمائے کریمۂ طیبہ لکھ کر کہے (خاک بدہانِ گستاخاں) یہ سب جہنم کی راہیں ہیں۔

(۸) یا حضور فریاد رس بیکساں حاجت روائے دو جہاں صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے استعانت کو بُرا کہہ کر یوں ملعون مثال دے کہ جو غلام ایک بادشاہ کا ہو رہا اُسے دوسرے بادشاہ سے بھی کام نہیں رہتا پھر کیسے .... کا کیا ذکر ہے اور یہاں دو ناپاک قوموں کے نام لکھے۔

(۹) یا اُن کے مزار پُر انوار کو فائدۂ زیارت میں کسی پادری کا فرکی گور سے برابر ٹھہرائے، اشد مقت اللہ علی قولہ۔

(۱۰) یا اس کی خباثت قلبی توہین شان رفیع المکان واجب الاعظام حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام پر

باعث ہو کہ حضور کو اپنا بڑا بھائی بتائے،

(۱۱) یا کہے (اُن کے بدگو) مر کر مٹی میں مل گئے۔

(۱۲) یا اُن کی تعریف ایسی ہی کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس سے بھی کم الیٰ غیر ذٰلک من الخرافات الملعونة۔

(۱) یا کوئی نیچری نئی روشنی کا مدعی کہے باندی غلام بنانا ظلم صریح اور بہائم کا سا کام ہے جس شریعت میں کبھی یہ فعل جائز رہا ہو وہ شریعت منجانب اللہ نہیں۔

(۲) یا معجزاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے انکار کرے نیل کے شق ہونے کو جوار بھاٹا بتائے، عصا کے اژدہا بن کر حرکت کرنے کو سیماب وغیرہ کا شعبدہ ٹھہرائے،

(۳) یا مسلمانوں کی جنت کو معاذ اللہ رنڈیوں کا چکلہ کہے۔

(۴) یا نارِ جہنم کو الم نفسانی سے تاویل کرے،

(۵) یا وجودِ ملائکہ علیہم السلام کا منکر ہو،

(۶) یا کہے آسمان ہر بلندی کا نام ہے وہ جسم جسے مسلمان آسمان کہتے ہیں محض باطل ہے،

(۷) یا کہے شیطان (کہ اُس کا علم شقیق ہے) کوئی چیز نہیں فقط قوت بدی کا نام ہے اور قرآن عظیم میں جو قصے آدم وحوا وغیرہما کے موجود ہیں جن سے شیطان کا وجود جسمانی سمجھا جاتا ہے تمثیلی کہانیاں ہیں۔

(۸) یا کہے ہم بانیٔ اسلام کو بُرا کہے بغیر نہیں رہ سکتے،

(۹) یا نصوص قرآنیہ کو عقل کا تابع بتائے کہ جو بات قرآن عظیم کی قانون نیچری کے مطابق ہوگی مانی جائے گی ورنہ کفرِ جلی کے رُوئے زشت پر پردہ ڈھکنے کو ناپاک تاویلیں کی جائیں گی،

(۱۰) یا کہے نماز میں استقبالِ قبلہ ضرور نہیں جدھر منہ کرو اُسی طرف خدا ہے۔

(۱۱) یا کہے آجکل کے یہود ونصاریٰ کافر نہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ نہ پایا نہ حضور کے معجزات دیکھے۔

(۱۲) یا ہاتھ سے کھانا کھانے وغیرہ بعض سُنن کے ذکر پر کہے تہذیب نصاریٰ نے ایجاد کی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض افعال نامہذب تھے۔ اور یہ دونوں کلمے بعض اشقیاء سے فقیر نے خود سُنے، الیٰ غیر ذٰلک من الاباطیل الشیطانیة۔

(۱) یا کوئی جھوٹا صوفی کہے جب بندہ عارف باللہ ہو جاتا ہے تکالیف شرعیہ اُس سے ساقط ہو جاتی ہیں یہ باتیں تو خدا تک پہنچنے کی راہ ہیں جو مقصود تک واصل ہو گیا اُسے راستہ سے کیا کام۔

(۲) یا کہے یہ رکوع وسجدہ تو محجوبوں کی نماز ہے مجبوبوں کو اس نماز کی کیا ضرورت، ہماری نماز ترک وجود ہے۔

(۳) یا یہ نماز روزہ تو عالموں نے انتظام کے لئے بنالیا ہے۔

(۴) یا جتنے عالم ہیں سب پنڈت ہیں عالم وہی ہے جو انبیاء بنی اسرائیل کی مثل معجزے دکھائے، یہ بات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو حاصل ہوئی وہ بھی ایک مدت کے بعد مولٰی علی کے سکھانے سے، کما سمعتہ من بعض المتھودین علی اللہ (جیسا کہ میں نے خود ایسے لوگوں سے سُنا ہے جو اللہ تعالٰی پر جرأت کرتے ہیں۔ ت)

(۵) یا خدا تک پہنچنے کے لئے اسلام شرط نہیں، بیعت ہاتھ پک جانے کا نام ہے اگر کافر ہمارے ہاتھ پر بک جائے ہم اسے بھی خدا تک پہنچادیں گو وہ اپنے دین خبیث پر رہے۔

(۶) یا رنڈیوں کا ناچ علانیہ دیکھے جب اس پر اعتراض ہو تو کہے یہ تو نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت ہے۔ کما بلغنی عن بعضھم واعترف بہ بعض خلص مریدیہ (جیسا کہ ان کے بعض سے مجھے اطلاع ملی اور اس کے مخلص مریدنے اس کا اعتراف کیا۔ ت)

(۷) یا شبانہ روز طبلہ سارنگی میں مشغول رہے جب تحریم مزامیر کی احادیث سُنائیں تو کہے یہ مذمتیں تو اُن کثیف بے مزہ باجوں کے لئے وارد ہوئیں جو اس وقت عرب میں رائج تھے یہ لطیف نفیس لذیذ باجے جواب ایجاد ہوئے اُس زمانے میں ہوتے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سوا اُن کے سننے کے ہرگز کوئی کام نہ کرتے۔

(۸) یا کہے: ؎

محمد خدا ہے خدا ہے محمد	بعینہ خدا ہے سراہا گیا ہے
خدا باطن و ظاہرا ہے محمد	یہ دونوں ہیں ایک اُن کو دو مت سمجھنا

(۹) یا کہے: ؎

اشاروں میں جلا دیتے ہیں مردہ یا رسول اللہ	مسیحا سے تری آنکھوں کی سب بیمار اچھے ہیں

(۱۰) یا کہے: ؎

وہ بالا مرتبہ تھا را کب دوشِ پیمبر تھا	علی مشکلکشا شیر خدا تھا اور حیدر تھا
بتوں کے توڑنے میں اُس سے ابراہیم ہمسر تھا	بربتِ کعبہ کب خیبر شکن فرزند آزر تھا

اگر ہوتا نہ زیر پا کتف شاہ رسولاں کا

(۱۱) یا کہے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ اللہ تعالٰی کے محبوب تھے اور انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں

کوئی خدا کا محبوب نہ تھا۔

(۱۲) یا اُس کے جلسہ میں لا الٰہ الا اللہ فلاں رسول اللہ اُسی مغرور کا نام لے کر کہا جائے اور وہ اس پر راضی ہو جائے۔

یہ سب فرقے بالقطع والیقین کافر مطلق ہیں۔ ھداھم اللہ تعالٰی الی الصراط المستقیم والا لعنھم لعنۃ تبید صغارھم وکبارھم وتزیل عن الاسلام والمسلمین عارھم وعوارھم اٰمین (اللہ تعالٰی ان کو سیدھی راہ کی ہدایت دے ورنہ ان پر لعنت فرمائے ایسی لعنت جو اُن کے بڑوں چھوٹوں کو ملیامیٹ کر دے اور اسلام اور مسلمانوں سے ان کی عار اور اندھاپن ختم ہو جائے، آمین!۔ ت) اور جو شخص ابتداء میں صحیح الاسلام تھا بعدہٗ ان خرافات کی طرف رجوع کی اُس کے مرتد ہونے میں شُبہہ نہیں، اس قدر پر تو اجماع قطعی قائم ہے، اب رہی تحقیق اس بات کی کہ ان میں جو شخص قدیم سے ایسے ہی عقائد پر ہوا اور بچپن سے یہی کفریات سیکھے جیسے وُہ مبتدعین جن کے باپ دادا سے یہی مذاہب مکفرہ چلے آتے ہیں اُن کی نسبت کیا حکم ہونا چاہئے کہ کفار چند قسم ہیں کچھ ایسے کہ باوجود کفر شرع مطہر نے ان کی عورتوں سے نکاح اور ذبائح کا تناول جائز فرمایا وُہ کتابی ہیں اور بعض وُہ جن کے نساء و ذبائح حرام، مگر اُن سے جزیہ لینا مناسب ہو تو صلح کرنا غلبہ پائیں تو رقیق بنانا جائز ہے اور انھیں خواہی نخواہی اسلام پر جبر نہ کریں گے، وہ مشرکین ہیں، اور بعض ایسے جن کے ساتھ یہ سب باتیں ناجائز، وُہ مرتدین ہیں۔ آیا ان ہمیشہ کے بدعتی کفار مدعیان اسلام پر کس قسم کے حکم جاری ہوں، مطالعہ کُتب فقہ سے اس بارہ میں چار قول مستفاد ہوتے ہیں جن کی تفصیل فقیر نے رسالہ المقالۃ المفسرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ میں بما لامزید علیہ کی اُن میں مذہب صحیح ومعتمد علیہ یہی ہے کہ یہ مبتدعین بحکمِ شرع مطلقاً مرتدین ہیں خواہ یہ بدعت ان کے باپ دادا سے چلی آتی ہو یا خود انھوں نے ابتدائے اختیار کی ہو خواہ بعد ایک زمانہ کے کی ہو کسی طرح فرق نہیں، بس اتنا چاہئے کہ باوجود دعوی اسلام و اقرار شہادتین بعض ضروریات دین سے انکار رکھتا ہو اُس پر احکام مرتدین جاری کئے جائیں گے۔ عالمگیریہ میں ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الالٰہ الی الائمۃ وبقولھم فی خروج امام باطن وبتعطیلھم الامر والنھی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولھم ان جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام غلط فی الوحی الی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دون علی بن ابی طالب

رافضیوں کی ان باتوں پر کہ "مُردے دوبارہ دنیا میں آئیں گے، رُوح دوسرے جسموں میں آئیں گے، اللہ تعالٰی کی رُوح ائمہ اہلبیت میں منتقل ہُوتی ہے، امام باطن خروج کریں گے، امام باطن کے خروج تک امر و نہی احکام معطل رہیں گے، جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت علی کے مقابلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لانے میں غلطی ہُوئی ہے" ان کی تکفیر ضروری ہے، یہ لوگ ملتِ اسلامیہ سے خارج

9 رضی اللہ تعالٰی عنہ وھٰؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ۔[1]

ہیں، اور ان کے احکام مرتدین جیسے ہوں گے، ظہیریہ میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

خود علامہ شامی علیہ الرحمۃ تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں مؤلفِ فتاوٰی علامہ حامد آفندی عمادی سے نقل کرتے ہیں انھوں نے شیخ الاسلام عبداللہ آفندی کے مجموعہ میں علامۃ الورٰی نوح آفندی حنفی علیہ الرحمۃ کا فتوٰی دیکھا جس میں اُن سے تکفیر روافض کے بارے میں سوال ہُوا تھا علامہ ان کے کلماتِ کفریہ لکھ کر فرماتے ہیں:

ثبت بالتواتر قطعاً عند الخواص والعوام المسلمین ان ھذہ القبائح مجتمعۃ فی ھٰؤلاء الضالین المضلین فمن اتصف بواحد من ھذہ الامور فھو کافر (الی ان قال) ولا یجوز ترکھم علیہ باعطاء الجزیۃ ولا بامان مؤبد نص علیہ قاضی خاں فی فتاواہ ویجوز استرقاق نساءھم لان استرقاق المرتدۃ بعد مالحقت بدار الحرب جائز الخ[2] اھ ملتقطا۔

خواص وعوام مسلمانوں میں یہ بات تواتر سے چلی آرہی ہے کہ مذکور قباحتیں ان گمراہ لوگوں میں جمع ہیں جبکہ ان قباحتوں میں سے کسی ایک سے متصف ہونے والا کافر ہے، (آگے یہاں تک فرمایا) کہ جزیہ کے بدلے یا امان دے کر ان لوگوں کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی، اس پر قاضیخاں نے اپنے فتاوٰی میں تصریح کی ہے اور ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنانا جائز ہوگا کیونکہ مرتدہ عورت جب دارالحرب چلی جائے تو اس کے بعد اس کو لونڈی بنانا جائز ہے الخ اھ ملتقطا۔ (ت)

فتاوٰی علامہ قاضی خاں میں شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل علیہ الرحمۃ سے دربارۂ جبیش وجبیشہ کے اول زن و شوہر تھے پھر دونوں مسلمان ہُوئے عورت نے اور مسلمان سے نکاح کرلیا منقول:

ان کانا یظھران الکفر او احدھما کانا بمنزلۃ المرتدین لم یصح نکاحھما ویصح نکاح المرأۃ مع الثانی[3] انتھی باختصار۔

مرد وعورت دونوں یا ان میں سے ایک جب کفر کا اظہار کرے تو ان کا حکم مرتدوں والا ہوگا، ان کا نکاح ختم ہوجائیگا اور وہ عورت دوسرے کے لئے حلال ہوگی، اھ مختصراً۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[2] العقود الدریۃ تنقیح الفتاوی الحامدیۃ باب الردۃ والتعزیر قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۴-۱۰۵

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح باب فی المحرمات نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۷

امام علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی سے نقل فرماتے ہیں:

انھم علی رای من کفرھم بالتاویل لاتحل مناکحتھم ولا اکل ذبائحھم ولا الصلٰوۃ علی میتھم و یختلف فی موارثتھم علی الخلاف فی میراث المرتد[1]

جن لوگوں نے ان کی تکفیر کی ہے ان کی رائے میں ان سے نکاح کرنا، ان کا ذبیحہ کھانا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے اور ان کی وراثت میں وہی اختلاف ہوگا جو مرتد کی وراثت میں ہے۔ (ت)

ان عبارات سے ظاہر ہولیا کہ ان بلبدعین منکرین ضروریاتِ دین پر حکم مرتدین جاری ہونا ہی منقول و مقبول بلکہ مذاہبِ اربعہ کا مفتٰی بہ ہے۔ بالجملہ ان اعداء اللہ پر حکم ارتداد ہی جاری کیا جائے گا، نہ اُن سے سلطنتِ اسلام میں معاہدہ دائمی جائز نہ ہمیشہ کو امان دینا جائز، نہ جزیہ لینا جائز نہ کسی وقت کسی حالت میں اُن سے ربط رکھنا جائز، نہ پاس بیٹھنا جائز نہ بٹھانا جائز، نہ اُن کے کسی کام میں شریک ہونا جائز نہ اپنے کام میں شریک کرنا جائز، نہ مناکحت کرنا جائز نہ ذبیحہ کھانا جائز۔

قاتلھم اللہ انّٰی یذھبون قال اللہ تعالٰی و من یتولھم منکم فانہ منھم[2]

اللہ تعالٰی ان کو ہلاک کرے یہ کدھر جارہے ہیں، اللہ تعالٰی نے فرمایا جو تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا وہ انھی میں سے ہے (ت)

ھدنا اللہ تعالٰی الی الصراط المستقیم و دین ھذا النبی الکریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم و ثبتنا بالقول الثابت فی الدنیا والاٰخرۃ انہ ولی ذٰلک و اھل التقوٰی واھل المغفرۃ لا الٰہ الا ھو سبحٰنہ و تعالٰی عما یشرکون o واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت کرے اور اس آخری نبی علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم کے دین پر چلائے، اور دنیا و آخرت میں ایمان کامل پر ثابت قدم رکھے۔ اللہ تعالٰی اس کا مالک ہے اسے تقوٰی والو اور مغفرت والو! اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک و بلند ہے کسی شریک سے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] الشفاء للقاضی عیاض فصل فی تحقیق القول فی کفار المتأولین شرکۃ صحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/۲۶۴

[2] القرآن الکریم ۵/۵۱

مسئلہ از بستی غفران باغ آہو در بھدنی آبجری

بخدمت حضرت مولانا صاحب   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین موجودہ اسلامی حالت کا خیال کرتے ہوئے اور عام علماء کی تقریر متعلق ہجرت کرنے نہ کرنے کے سُنتے ہُوئے طبیعت پر تذبذب پیدا ہو رہا ہے کہ مجھ کو کیا کرنا چاہیے ہجرت کروں یا نہیں؟ اس کے متعلق حضور کا ذاتی خیال کیا ہے؟

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہجرت دو قسم ہے: عامہ و خاصہ۔ عامّہ یہ کہ تمام اہلِ وطن ترکِ وطن کرکے چلے جائیں۔ اور خاصّہ یہ کہ خاص اشخاص۔ پہلے ہجرت دارالحرب سے ہر مسلمان پر فرض ہے، جس کا بیان آیۂ کریمہ ان الذین توفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم[1] الاٰیۃ (وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے الاٰیۃ۔ ت) میں ہے، اس سے صرف عورتیں اور بچے اور عاجز مرد جو نکل نہیں سکتے مستثنیٰ ہیں، جس کا ذکر اس کے متصل دوسری آیۂ کریمہ الا المستضعفین[2] الاٰیۃ میں ہے، باقی سب پر فرض ہے جو باوصفِ قدرت دارالحرب میں سکونت رکھے اور ہجرت نہ کرے مستحقِ عذاب ہے، رہا دارالاسلام اس سے ہجرتِ عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی و بے حرمتی، قبورِ مسلمین کی بربادی، عورتوں بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی اور ہجرتِ خاصہ میں تین صورتیں ہیں، اگر کوئی شخص کسی وجہ خاص سے کسی مقام خاص میں اپنے فرائض دینیہ بجا نہ لاسکے اور دوسری جگہ ممکن ہو تو اگر یہ خاص اسی مکان میں ہے اس پر فرض ہے کہ یہ مکان چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا جائے اور اگر اس محلہ میں معذور ہو تو دوسرے محلہ میں اُٹھ جائے اور اس شہر میں مجبور ہو تو دوسرے شہر میں وعلٰی ہذا القیاس۔ کما بینہ فی مدارک التنزیل واستشھد بحدیث (جیسا کہ مدارک التنزیل میں اس کی تفصیل ہے اور اس پر حدیث مبارکہ سے استشہاد کیا ہے۔ ت) دوسرے وہ کہ یہاں اپنے فرائض مذہبی بجالانے سے عاجز نہیں اور اس کے ضعیف ماں[3] باپ یا بیوی یا بچے جن کا نفقہ اس پر فرض ہے وہ نہ جاسکیں گے یا نہ جائیں گے اور اس کے چلے جانے سے بے وسیلہ رہ جائیں گے تو اس کو دارالاسلام سے ہجرت کرنا حرام ہے، حدیث میں ہے:

کفٰی بالمرء اثما ان یضیع من   کسی آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۹۷

[2] " " ۴/ ۹۸

اسے ضائع کردے جس کا نفقہ اس کے ذمے تھا(ت) یقوت[1]
یا وُہ عالم جس سے بڑھ کر اس شہر میں عالم نہ ہو اسے بھی حرام ہے وقد نص فی البزازیۃ والدرالمختار انہ لایجوزلہ السفر الطویل منہا فضلا عن المہاجرۃ[2] (بزازیہ اور درمختار میں تصریح ہے کہ ایسے آدمی کے لئے طویل سفر جائز نہیں چہ جائیکہ وہ وہاں سے ہجرت کرجائے۔ت) تیسرے وہ کہ نہ فرائض سے عاجز ہے نہ اس کی یہاں حاجت، اسے اختیار ہے رہے یا چلا جائے جو اس کی مصلحت سے ہو، یہ تفصیل دارالاسلام میں ہے، کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیساکہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ت) اب آپ اپنی حالت کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ آپ کو ہجرت جائز یا واجب یا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹ ازبمبئی ۱۷ سنگل واس روڈ معرفت واڈ برادر مسئولہ نذیر احمد خجندی ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) سلطنت اسلامیہ عثمانیہ تباہ برباد کی جارہی ہے، اس کے حصے بخرے کرلئے گئے، ایسی حالت میں ہم اہل سنت وجماعت کو اس سلطنتِ اسلامی سے ہمدردی اور اس کے دشمنوں سے نفرت کرنی چاہئے یا نہیں؟

(۲) اماکنِ مقدسہ بے حرمت کئے گئے، خصوصًا حرم شریف میں خون بہایا گیا، غلاف کعبۃ اللہ میں آگ لگی، ان بے حرمتی کرنے والوں اور ان افراد سے جو اس بے حرمتی کے باعث ہُوئے ہم کو نفرت اور عداوت رکھنی چاہئے یا نہیں؟

(۳) خصوصًا جس قوم نے سلطنت اسلامیہ کو برباد اور اماکن مقدسہ کو بے حُرمت کرنے کی کوشش کی ہو وُہ دشمنِ اسلام اور مخالف اللہ تعالٰی ورسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سمجھی جائے گی یا نہیں اور بفحوائے آیۂ کریمہ لاتجد قومًا یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ[3] (تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی الخ۔ت) ہم اہل سنّت وجماعت کو ان دشمنانِ اسلام سے دوستانہ تعلقات ترک کرنے چاہئیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۸
مسند احمد بن حنبل دارالفکر بیروت ۲/ ۱۶۰، ۱۹۴، ۱۹۵
المعجم الکبیر حدیث ۱۳۴۱۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۲۸۲
[2] درمختار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۳۹
[3] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

الجواب

ہر سلطنتِ اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فردِ اسلام کی خیر خواہی مسلمان پر فرض ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصح لکل مسلم[1]۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دینِ اسلام ہر مسلمان کی خیر خواہی کا نام ہے۔ (ت)

مگر ہر تکلیف بقدرِ استطاعت اور ہر فرض بقدرِ قدرت ہے نامقدورات پر مسلمان کو اُبھارنا جو نہ ہوسکے اور حرج ڈالے اور اسے فرض ٹھہرانا شریعت پر افترا اور مسلمانوں کی بدخواہی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[2]، وقال تعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم[3]۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہوسکے۔ (ت)

پھر خیر خواہی اسلام حدودِ اسلام میں رہ کر ہے، مشرکین سے اتحاد وموالات اور ان کو راضی کرنے کو شعارِ اسلام کی بندش، مشرک لیڈر کو اپنے دین کا ہادی و رہبر بنانا، مشرک لکچرار کو مسلمانوں کا واعظ ٹھہرانا، اسے مسجد میں لے جاکر جماعت مسلمین سے اونچا کھڑا کرکے لکچر دلوانا، اپنے ماتھوں پر مشرکوں سے قشقے لگوانا، مشرکوں کے مجمع میں مشرک لیڈروں کی جے پکارنا، مشرک لیڈروں کی ٹکٹکی اپنے کندھوں پر اٹھاکر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو مشرک کا ماتم گاہ ٹھہرانا، اس کے ماتم کے لئے مساجد میں سر برہنہ ہونا، اس کے لئے نماز و دعائے مغفرت کا اشتہار دینا، قرآن مجید اور رامائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر دونوں کی پوجا کراتے ہوئے مندر میں لے جانا، مشرکوں نے قربانی گاؤ پر مسلمانوں کو بے دریغ ذبح کیا آگ سے پھونکا اُن میں کے جو بعض گرفتار ہوئے اور ان پر ثبوت کامل پہنچ گیا، ان کے لئے رحم کی درخواست کرنا، اُن کی رہائی کی ریزولیوشن پاس کرنا، صاف لکھ دینا کہ ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بُت پرستی پر نثار کردی، صاف لکھ دینا کہ آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا، صاف لکھ دینا کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو کفر و اسلام کا امتیاز اٹھادے گا، صاف لکھ دینا کہ ہم ایسا مذہب بنانا چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ (بُتوں کی پرستشگاہوں) کو مقدس مقام ٹھہرائے گا۔ یہ امور خیر خواہی اسلام نہیں کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے، یہ سب افعال و اقوال ضلال بعید و کفر شدید ہیں اور ان کے فاعل و قائل و قابل اعدائے دین حمید و

---

[1] صحیح البخاری باب قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم الدین والنصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[3] ؍؍ ؍؍ ۶۴/ ۱۶

دشمنانِ ربِّ مجید ہیں،

اتخذوا دینھم لھوا ولعبا[1]، بدلوا نعمت اللّٰہ کفرا[2]، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3]۔

جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا، اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی۔ اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

نفرت دینیہ مکروہ تنزیہی و اساءت و مکروہ تحریمی و حرام صغیرہ و کبیرہ و مراتب بدعت و ضلال و انواع کفر و ارتداد سب سے حسبِ مرتبہ ہے جس کے درجات مستحب سے فرض اعظم بلکہ ضروریاتِ دین تک ہوں گے لیکن جو اخبث مراتب سے نفرت نہ کرے ادون سے ادعائے نفرت میں جھوٹا ہے، مکروہ تنزیہی سے اساءت بُری ہے، اساءت سے مکروہ تحریمی بدتر ہے، اس سے کبائر اپنے اپنے مرتبہ پر بدتر ہیں اور ان سب سے بدعت و ضلال بدتر ہیں اور ان کے بھی مدارج مختلف ہیں اور ان سب سے کفر بدتر ہے اور اس میں بھی مراتب ہیں کفر اصلی سے ارتداد بدتر اور اس میں بھی ترتیب ہے، کفر اصلی کی ایک سخت قسم نصرانیت ہے اور اس سے بدتر مجوسیت، اس سے بدتر بُت پرستی، اس سے بدتر وہابیت، ان سب سے بدتر اور خبیث تر دیوبندیت، افعال کیسے ہی شنیع ہوں کسی کفر کی شناعت کو نہیں پہنچ سکتے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بدتر از بدتر سے بدتر، کافروں بُت پرستوں سے اتحاد و وداد منایا جاتا ہے، کیسا وداد؟ کہاں کا اتحاد، بلکہ غلامی و انقیاد، اور ان سے بھی بدتر کفار وہابیہ کو اپنی مجلسوں کی صدائیں دی جاتی ہیں اور ان تمام بدتر از بدتر سے بدتر دیوبندیت کے سر مشیخیت ہند کی پگڑی باندھنے کی فکر کی جاتی ہے، جب مشرکین و مرتدین سے یہ کچھ اتحاد ہے تو کسی فعل و معصیت سے نفرت کا ادعا محض سفید جھوٹ ہے اگر تمھاری نفرت اللہ کے لئے ہوتی تو افعال سے ایک درجہ ہی بُت پرستوں سے لاکھ درجہ ہوتی اگر بُت پرستوں سے لاکھ درجہ ہوتی دیوبندیوں سے کرور درجہ ہوتی تو نفرت کے دعوے محض مکر و فریب ہیں،

یخدعون اللّٰہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون[4]۔

فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انھیں شعور نہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۵۱

[2] " " " ۱۴/ ۲۸

[3] " " " ۲۶/ ۲۲۷

[4] " " " ۲/ ۹

آیۂ کریمہ:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ[1]۔

تم نہ پاؤ گے اُن لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ (ت)

کی تلاوت اس جدید پارٹی کے لئے رب تالی القراٰن والقراٰن یلعنہ[2] (بہت سے قرآن پڑھنے والوں پر قرآن لعنت کرتا ہے۔ ت) کی پوری مصداق ہے کیا بُت پرست وہابیہ و دیوبندیہ من حاد اللہ و رسولہ میں داخل نہیں، ضرور ہیں، کیا یہ پارٹی اُن سے وداد و اتحاد کرکے یوادون من حاد اللہ و رسولہ میں داخل نہ ہوئے ضرور ہوئے، اور یہی آیۂ کریمہ فرمارہی ہے کہ جو یوادون من حاد اللہ و رسولہ ہیں وہ یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر نہیں، لاجرم:

شھدوا علٰی انفسھم انھم کانوا کافرین[3]،

خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے، اپنے

یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین فاعتبروا یا اولی الابصار[4]۔

گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں، تو عبرت لو اے نگاہ والو۔ (ت)

نسأل اللہ العافیۃ ونعوذ باللہ من حال اھل النار ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الواحد القھار وصلی اللہ وسلم وبارك علی السید الکریم المختار واٰلہ الاطھار وصحبہ الاخیار وامتہ الٰی یوم القرار، واللہ تعالٰی اعلم۔

ہم اللہ تعالٰی سے عافیت کی دُعا کرتے ہیں اور اہل نار کے اس حال سے اللہ تعالٰی کے دامن سے وابستہ ہوتے ہیں، اللہ واحد قہار کی قدرت کے بغیر نیکی کی طاقت اور برائی سے باز آنے کی قدرت نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالٰی کی رحمتیں، برکات ہمارے کریم آقا پر ہوں اور آپ کی آل اطہار، صحابہ خیار اور امتِ نبی پر قیامت تک ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۱ تا ۱۳۴ ازکانپور فیل خانہ کہنہ مسئولہ مولوی سید محمد آصف صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

یا حبیب محبوب اللہ روحی فداک، قبلۂ کونین وکعبۂ دارین محی الملۃ والدین دامت فیوضھم۔ بعد تسلیمات

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[2] المدخل لابن الحاج الجزء الاول ص ۸۵ الجزء الثانی ص ۳۰۴ دارالکتاب العربی بیروت

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۰ و ۷/ ۳۷

[4] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

فدویانہ وتمنائے حصولِ سعادت آستاں بوسی التماس این کہ بفضلہٖ تعالیٰ فدوی بخیریت ہے۔ حضوری مزاج اقدس مدام بدعائے سحری مطلوب۔

(۱) ذمی کفار کوان کے مندر وعبادت گاہ میں عبادت کرنے ونیز مراسم کفر کے کرنے کی سلطانِ اسلام اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ درصورت اجازت دینے کے شبہہ ہوتا ہے کہ احکامِ کفر پر رضا کفر ہے جیسا کہ اتمامِ حجت تامہ میں ۳۴ سوال کے آخر میں ہے (تقسیم ملک کہ اتنا آپ کا اتنا ہندوؤں کا، ان دونوں صورتوں میں احکامِ کفر تمام یا بڑے حصہ میں آپ کی رضا سے جاری ہوں گے کہ آپ ہی اس اشتراک یا تقسیم پر راضی ہوئے، احکام کفر پر رضا کفر یا کم ازکم بددینی ہے یا نہیں)

(۲) کیا یہ حدیث صحیح ہے:

اخرجوا الیھود والنصارٰی من جزیرۃ العرب۔ یہود ونصارٰی کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔ (ت)

اور کس زمانہ تک اس حدیث شریف پر عمل ہوتا رہا، اور کس بادشاہ کے وقت سے عدن وغیرہ میں نصارٰی کا قیام ہُوا، حدیث شریف سے کیا مقصود ہے؟

(۳) کیا وہابیہ دیوبندیہ خذلھم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی انھیں رُسوا فرمائے۔ ت) بیت المقدس و مساجد کو مقاماتِ مقدسہ نہیں سمجھتے اگرچہ ترکوں کو مسلمان ونیز اور اماکن مقدسہ کو مقاماتِ مقدسہ نہ سمجھیں لیکن شاید مساجد کی وجہ سے ونیز اس حدیث شریف کی وجہ سے چاہتے ہوں کہ عراق عرب غیر مسلم کی ہستیوں سے پاک ہوجائے اور نصارٰی پریشان ہو کر اسے چھوڑ دیں۔

(۴) کیا ابنِ عبدالوہاب نجدی نے سنگِ اسود کو بھی کچھ نقصان پہنچایا تھا اور جگہ سے ہٹا دیا تھا؟ والسلام مع التکریم۔

الجواب

حبیبی ومحبی ومحبوبی احبکم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

(۱) سلطانِ اسلام ہرگز کفار کو مراسمِ کفر کی اجازت نہیں دے سکتا، کیا اجازتِ کفر دے کر خود کافر ہوگا بلکہ نترکھم وما یدینون (انھیں ہم ان کے دین پر چھوڑ دیں گے۔ ت) یعنی جہاں جس بات کے ازالہ کا حکم نہیں وہاں تعرض نہ کرے گا نہ یہ کہ ان سے کہے گا کہ ہاں ایسا کرو۔ رسالہ علامہ شرنبلالی پھر ردالمحتار میں ہے:

لیس المراد انہ جائز نامرھم بہ۔ جائز سے یہ مراد نہیں کہ ہم اس کا م

بل بمعنی نترکھم وما یدینون فھو من جملۃ المعاصی التی یقرون علیھا کشرب الخمر ونحوہ ولا نقول ان ذٰلک جائز لھم فلا یحل للسلطان ولا للقاضی ان یقول لھم افعلوا ذٰلک ولا ان یعینھم علیہ۔[1]

کرتے ہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ ہم انھیں ان کے دین پر چھوڑتے ہیں پس یہ ان کے ان معاصی میں سے ہے جن پر وہ قائم رہتے ہیں مثلاً شراب پینا وغیرہ، اور یہ نہیں کہتے کہ انکو جائز ہیں تو بادشاہ اور قاضی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ انھیں کہے تم یہ کام کرو اور نہ یہ کہ وہ ان کی مدد کریں۔ (ت)

بخلاف یہاں کے کہ ضرور جو کچھ ہوگا فریقین کی تراضی وقرار داد سے ہوگا۔

(۲) یہ حدیث ان لفظوں سے صحیح نہیں مگر اس مضمون میں کہ جزیرۂ عرب میں کوئی نامسلم نہ رہے، متعدد صحیح حدیثیں وارد ہیں، مقصود حدیث وحکم شرعی یہ ہے کہ جزیرۂ عرب میں کسی غیر مسلم کا توطن وطول اقامت جائز نہیں، تجارت وغیرہ امور مرخصہ کے لئے آئیں اور چلے جائیں، ظاہراً سال بھر تک قیام کی اجازت کسی کو نہ دی جائیگی۔ تیسیر المقاصد علامہ شرنبلالی پھر درمختار میں ہے:

یمنعون من استیطان مکۃ والمدینۃ لانھما من ارض العرب قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل لتجارۃ جاز ولا یطیل۔[2]

مکۃ المکرمہ اور مدینہ طیبہ کو انھیں وطن بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی کیونکہ یہ دونوں شہر ارض عرب ہیں؛ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: زمین عرب میں دو دین جمع نہیں ہوسکتے۔ اگر تجارت کے لئے داخل ہو تو جائز ہے لیکن طویل مدت نہ رہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ لانھما من ارض العرب افاد ان الحکم غیر مقصور علی مکۃ والمدینۃ بل جزیرۃ العرب کلھا کذٰلک کما عبر بہ فی الفتح وغیرہ، فیمنع من ان یطیل فیھا المکث حتی یتخذ فیھا مسکنا لان حالھم فی المقام فی ارض العرب مع التزام

قولہ "کیونکہ وہ ارض عرب میں سے ہیں" بتارہا ہے کہ یہ حکم محض مکہ اور مدینہ تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام جزیرۂ عرب کا یہی حکم ہے جیسا کہ فتح وغیرہ میں بیان ہوا ہے لہٰذا ایسی طویل مدت تک وہاں ٹھہرنے سے منع کیا جائے گا کہ وہاں وہ رہائش وغیرہ بنالے کیونکہ زمین عرب میں ان کا التزام جزیہ کے ساتھ

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۷۲
[2] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۲

الجزیۃ کمالھم فی غیرھا بلا جزیۃ، وھنالک لایمنعون من التجارۃ بل من اطالۃ المقام فکذلک فی ارض العرب، شرح السیر وظاھرہ ان حد الطول سنۃ تأمل۔[1]

ٹھہرنا ایسا ہی ہے جیسے وُہ دیگر مقام پر بلا جزیہ ٹھہریں تو وہاں انھیں تجارت سے منع نہیں کیا جائے گا' ہاں طویل قیام سے روکا جائے گا، اسی طرح زمینِ عرب کا معاملہ ہے، شرح السیر۔ ظاہر یہی ہے کہ طوالت مدت کی حد ایک سال تک ہے، تأمل۔ (ت)

اس حکم احکم کی تکمیل خلافت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہُوئی اور بعد کے خلفا میں مستمر رہی قرامطہ طاغیہ پھر عبیدی خبثا، پھر وہابیہ نجدیہ، ان کفار کا چندروزہ جبری تسلط نہ کسی خلیفہ یا سلطان کی اجازت سے تھا نہ کسی بین الاقوامی قانون مخترع کی قرارداد سے عدن میں نصارٰی کا قیام اور جدّہ میں ان کی سفارت کا مسکن سلطنت ترک کے اواخر سے ہے۔

(۳) وہابیہ مساجد کو مقدس سمجھا کریں مگر ساتھ ہی ترکوں کو بھی غیر مسلم ہستی مانتے ہیں جس طرح تمام اہلسنت کو جانتے ہیں تو ان کے جیسے نصارٰی ویسے ہی ترک، بلکہ دل میں ترکوں کو بدتر سمجھتے ہیں کہ مشرک و مرتد جانتے ہیں۔

(۴) قرامطہ خبثا سنگِ اسود کو لے گئے تھے، بیس برس کے بعد ان کے یہاں سے ملا، نجدیہ کا اسے جگہ سے ہٹانا منقول نہیں، ہاں سیف الجبار میں ان کے نزد ضرب سے اس میں شق آجانا لکھا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۱: از جیکل ضلع بلڈانہ برار مسئولہ محمد شیر نواز خاں صاحب ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیان مبین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ ان دنوں جب کہ دول یورپ نصارٰی نے سلطنت حضرت سلطان روم خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے بیشتر حصہ مملکت و دار الخلافہ پر تسلط اور جزیرۃ العرب و اماکن مقدسہ پر بھی براہ راست و بالواسطہ تسلط و اقتدار جمالیا ہے کیا ان حالات میں مسلمانانِ ہند کے لئے ضروری ہے یا نہیں کہ ایسا کوئی طرزِ عمل متفق طور پر اختیار کریں جو غاصبان سلطنتِ اسلام و اماکنِ مقدسہ کو عاجز کرنے والا اور نقصان پہنچانے والا اور جس کا اثر سلطنتِ اسلام و اماکنِ مقدسہ کی حفاظت کے لئے مدافعانہ پہلو لئے ہُوئے ہو، بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس سوال کا جواب بھی بارہا چھپ چکا، بلا شبہہ سلطنتِ اسلام کی حمایت اور اماکن مقدسہ کا تحفظ مسلمانوں پر فرض ہے مگر ہر فرض بقدر قدرت ہے اور ہر حکم حسب استطاعت، ہندوؤں کی غلامی حرام ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷۵

اور ان سے اتحاد و وداد مخالفتِ قرآن ہے۔ جو شخص جو طریقہ برتنا چاہے اسے تین باتیں سوچ لینا ضرور ہے:

اول وہ طریقہ شرعاً جائز ہو، نہ محرمات و کفریات جیسے آجکل لوگوں نے اختیار کئے ہیں۔

دوم وہ طریقہ ممکن بھی ہو، اپنے آپ کو اس کے کرنے پر قدرت ہو کہ غیر مقدوریات کا اٹھانا شرعاً بھی ممانعت ہے عقلاً بھی حماقت۔

سوم وہ طریقہ مفید بھی ہو، وقت اٹھائے پریشانی اٹھائے بلا کے لئے سینہ سپر ہو، اور کرے وہ بات جو محض غیر مفید و بے اثر ہو، یہ بھی شرعاً عقلاً کسی طرح مقبول نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵ از بنارس محلہ ابنیا کی منڈی مسئولہ محمد عمر صاحب رضوی ۲۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین حنیفی اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے کافر ذمی ہیں یا حربی، کافر ذمی اور حربی کی صحیح تعریف کیا ہے، ہندوستان کے کفار سے لین دین بیع و شرا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہندوستان کے کافر ذمی نہیں، ذمی وہ کافر ہے کہ سلطنتِ اسلام میں مطیع الاسلام ہو کر رہے اور جزیہ دینا قبول کرے، بیع و شرا لین دین کہ جائز ہو ہر کافر اصلی سے جائز ہے اگرچہ ذمی نہ ہو۔ ہندیہ میں ہے:

اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب بامان للتجارۃ لم یمنع ذٰلك منه وکذٰلك اذا اراد حمل الامتعة الیهم فی البحر فی السفینة[1] ملخصًا۔

جب کوئی مسلمان تجارت کے لئے امان کے ذریعے دار الحرب میں داخل ہونا چاہے تو اسے روکا نہیں جائیگا اسی طرح اس صورت میں حکم ہے جب وہ سمندر میں کشتی کے ذریعے ان کی طرف سامان لے جانے کا ارادہ رکھتا ہو، ملخصاً۔ (ت)

بلکہ کافر اصلی غیر ذمی و غیر مستامن سے اپنے نفع کے وہ عقود بھی جائز ہیں جو مسلم و ذمی مستامن سے ناجائز ہیں، جن میں غدر نہ ہو کہ غدر و بد عہدی مطلقاً سب سے حرام ہے، مسلم ہو یا کافر ذمی ہو یا حربی مستامن ہو یا غیر مستامن اصلی ہو یا مرتد۔ ہدایہ و فتح القدیر وغیرہما میں ہے:

لان مالهم غیر معصوم فبای طریق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا مالم یکن غدرا۔[2]

کیونکہ ان کا مال معصوم نہیں، اسے مسلمان جس طریق سے بھی حاصل کرلے وہ مال مباح ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ دھوکا نہ ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب السادس فی المستامن نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۳

[2] فتح القدیر باب استیلاء الکفار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۵۴

درمختار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۱

کفارِ ہند کے ذمی ومستامن نہ ہونے کے سبب ان سے بیع وشرا ناجائز سمجھنا سخت جہالت ہے، یہ سبب تو اور موجبِ وسعت ہے نہ کہ وجہِ ممانعت ۔ واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ

نابغ النور علی سؤالات جبلفور

۱۳ ۳۹

(جبلپور کے سوالات پر ظاہر ہونے والا نور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

مسئلہ ۱۶ تا ۲۲ از جبل پور کمانیہ بازار دکان سیٹھ عبدالغفور صاحب آئل مرچنٹ مرسلہ عبدالجبار صاحب ناظم جماعت خدام اہل سنت ۲۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں :

(۱) ایک سچا پکا سُنّی پابند مذہب وملّت تارکِ دنیا دینی عالم باعمل جو حکومتِ ترکی کو ایک عظیم الشان سلطنت اسلامیہ سمجھے اور اپنی متعدد تقریروں میں اس عظیم سلطنتِ اسلامیہ بلکہ ہر مصیبت زدہ مسلمان کی مدد واعانت و حمایت اور اماکنِ مقدسہ کی صیانت وحفاظت ہر مسلمان پر بقدر وسعت واستطاعت ہر جائز وممکن ومفید طریقہ کے ساتھ ضروری ولازم وفرض فرمائے اور لوگوں کے باربار نہایت اصرار کے ساتھ اس امر کے استفسار پر کہ "آپ ترکوں کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کاملہ اور سلطان ترکی کو خلیفۃ المسلمین سمجھتے ہیں کہ نہیں" اس کے جواب میں فرمائے "سلطنت ترکی خلدھا اللہ تعالٰی وایدھا وحرسھا واخذل اعدائھا" (اللہ تعالٰی اس سلطنت کو ہمیشگی بخشے، اس کی مدد فرمائے، اس کی حفاظت فرمائے اور اس کے دشمنوں کو ذلیل فرمائے۔ ت) کے متعلق

ن

صرف اتنا عرض کرسکتا ہوں کہ میں بحمدہٖ تعالیٰ سُنّی ہوں اور ہمیشہ ہر حال میں تحقیقاتِ سلف اور مسلّماتِ اہلسنّت و تصریحاتِ محققین کا متبع اور اُمتِ مرحومہ کے اجماع و اطباقِ متوارث کا پابند رہا ہوں اور یہی میرا مذہب و عروہ وثقیٰ ہے، مسئلہ خلافتِ عظمیٰ کے متعلق جو ایک ثابت و محقق و قطعی طے شدہ مذہبی قدیم مسئلہ ہے، میں احتیاط کے خلاف اتباعِ سلف پر ایک جدید اختراعِ خلف کو ترجیح دینے سے قاصر ہوں، اور آج کل کے بے جا اور ناجائز و مزاحمِ دین و ملت و مخالفِ کتاب و سنّت شورشوں اور ایسی شورشی خلافت کمیٹیوں سے علیحدہ رہے، جن خلافت کمیٹیوں کا مقصد خاص ہندو مسلم اتحاد ہے اور کفار و مشرکین کے ساتھ دلی محبت اور موالات قائم کرنا اور مسلمانوں کو ہندوؤں کا مطیع منقاد و غلام بنانا، محرماتِ شرعیہ کو حلال اور حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانا، خلافت کا نام کرکے کام تمام منافی مقاصدِ خلافت و خلافِ اسلام و موجبِ بربادیٔ اسلام و تباہیٔ اہلِ اسلام کرنا نہایت مبالغہ کے ساتھ قولاً و فعلاً و تحریراً کفار و مشرکین کی تعظیم و توقیر خود کرنا اور مسلمانوں سے کرانا، بجائے دعائے نصرتِ اسلام و مسلمین مشرکوں کی طرح کافر و مشرک کی جے پکارنا کسی کافر و مرتد و وہابی کے مرنے یا جیل جانے پر اظہارِ غم اور ماتم کے لئے بازار بند کرانا ہڑتالیں کرنا مسلمانوں کو دکانیں بند کرنے پر مجبور کرنا، جو ان کا کہنا نہ مانے اسے تکلیف دینے اور اس کی عزت و ناموس کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دینا اور بائیکاٹ کردینا، ترکی ٹوپیاں سروں سے اُتار کر جلا دینا، شعارِ مشرک گاندھی ٹوپی پہننے پر زور دینا وغیرہا من الشنائع، ایسی خلافت بلکہ ضلالت و ہلاکت کمیٹیوں کے ان کے کفروں اور ضلالتوں کو اہلِ اسلام پر اپنے بیانات میں ظاہر کرے اور لوگوں کو راہِ راست کی طرف بلائے ایسے عالمِ دین پر نفسِ خلافت کے انکار کا بہتان و افترا باندھ کر اسے دائرۂ اہلِ سنّت سے خارج کرنا اور قطعاً قرآن کا منکر ٹھہرا کر اس کے کفر و ارتداد پر فتویٰ شائع کرنا کیسا ہے اور اس کے مستفتی و مفتی و مصدقین اور اس فتویٰ کے ماننے والوں اور اس پر عمل کرکے ایسے عالمِ باعمل کی شان میں ناشائستہ کلمات استعمال کرنے والوں کی نسبت شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) کیا صرف موالات من الیہود والنصاریٰ حرام ہے یا ہر کافر و مشرک و مبتدع و وہابی و بے دین سے۔

(۳) کیا صرف ترکِ موالات من الیہود والنصاریٰ کو فرض بتانے والے اور دوسرے کفار و مشرکین و مرتدین ہنود و وہابیہ سے موالات کرنے والے اسے فرض جاننے والے کیا محرف و مکذبِ قرآنِ عظیم نہیں، اگر ہیں تو ان کی نسبت شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؛

(۴) جو عالمِ باعمل ہر کافر و مشرک نصاریٰ یہودی، ہندو مجوسی بلکہ ہر گمراہ بے دین و بدمذہب مرتد، وہابی اور ہر دشمنِ دین اور ہر مخالفِ اسلام سے ترکِ موالات فرض اور اس کے ساتھ موالات حرام بتائے اور آج کل کے شورش پسندوں کا من گھڑت ترکِ موالات جو صرف نصاریٰ سے کیا جارہا ہے وہ بھی ادھورا، اور کافروں، مشرکوں، مرتدوں، ہندوؤں، وہابیوں سے موالات فرض بتایا جاتا ہے، ایسے انوکھے اندھے ایجادِ مشرک ترکِ موالات کو

منافی اسلام ومخالف کتاب وسنت فرمائے، ایسے عالم باعمل کو گورنمنٹ کا تنخواہ یافتہ کہنا، اور ترک موالات من الیہود والنصارٰی یا مطلقاً ترک موالات کے انکار کا بہتان وافترا گھڑ کر اس کے کفروارتداد پر استفسار کرنا، فتوٰی دینا، اس فتوٰی کی تصدیق کرنا، اور ایسے مستفتی ومفتی ومصدقین اور اسے مان کر ایک عالم کی شان میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے والے سب کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۵) جماعت اہلسنت میں تفرقہ ڈالنا، کافروں، مشرکوں کے اغوا سے مسلمانوں میں پھوٹ پیدا کرنا، مسجد الٰہی عیدگاہ سے مسلمانوں کو علیحدہ کرکے کافروں کی مدد سے خیمے قائم کرکے نماز عید ادا کرنا، مسلمانوں کو دھوکا دینے اور شیطانی چال اور مکروفریب سے عیدگاہ اہلسنت سے پھیر کر کافروں کی زمین گول بازار میں بھیجنے کے لئے کافروں کو راستوں پر مقرر کرنا اور مشرکوں کے کہنے سے عیدگاہ چھوڑ کر جماعت اہل سنت سے منہ موڑ کر مسجد الٰہی کو ویران کرنے کے لئے کافروں کے زیر سایہ حفاظت وحمایت نماز ادا کرنا کیسا ہے اور ایسا کرنے والوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۶) مشرکوں بت پرستوں کو خوش اور راضی کرتے کے لئے گائے کی قربانی چھڑانے کی کوشش کرنا اور مسلمانوں کو گائے کی قربانی چھوڑنے پر زور دینا، انھیں مجبور کرنا کیسا ہے اور ایسا کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟

(۷) جو گائے کی قربانی کرنا چاہتا ہے اس کا ان مشرک پرستوں کے بہکانے سے ان کے دام شیطنت میں پھنس کر گائے کی قربانی چھوڑنا کیسا ہے اور چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ بہت ہی کرم ہوگا، ہر سوال کے جواب کے ساتھ دلیل ہو اگرچہ مختصر۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ وحدہ والصلٰوۃ والسلام علٰی من لانبی بعدہ واٰلہ وصحبہ المکرمین عندہ۔

(۱) صورت مستفسرہ میں عالم موصوف سراسر حق پر ہے اور اس کے مخالفین گمراہ وضال،

قال اللہ تعالٰی فماذا بعد الحق الا الضلٰل[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔(ت)

بلاشبہہ حمایت سلطنت اسلامیہ وحفاظت اماکن مقدسہ میں وسعت واستطاعت کی شرط قرآن عظیم سے ہے، اور اس کے طرق میں جائز وممکن ومفید کی تحدید شرع قویم وعقل سلیم سے۔ قال اللہ تعالٰی،

لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا[2] اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۲

[2] ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۸۶

وقال اللہ تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[1] — اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، تو اللہ تعالٰی سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔ (ت)

شرعِ الٰہی عزّوجل منزّہ ہے اس سے کہ ناجائز وحرام یا ناممکن وغیر مقدور یا نامفید وعبث کا حکم دے۔

قال اللہ تعالٰی ان اللہ لایأمر بالفحشاء[2]۔ — اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک اللہ تعالٰی بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ (ت)

وقال تعالٰی وینھی عن الفحشاء والمنکر[3]۔ — اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور وہ منع فرماتا ہے بے حیائی اور بُری بات سے۔ (ت)

وقال تعالٰی لا نکلف نفسا الا وسعھا[4]۔ — اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ہم کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتے مگر اس کی طاقت بھر۔ (ت)

وقال تعالٰی وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لٰعبین[5]۔ — اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔ (ت)

(۳) دربارۂ خلافت جس عقیدۂ اہلسنّت کا عالم نے اشعار کیا خود خلافت کمیٹی کے مفتی اعظم مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہانپوری اور اس کے لیڈر معظم و ناظم انجمن علماء صدر شعبۂ تبلیغ عبدالماجد بدایونی نے ایک مطبوعہ فتوٰی میں (کہ شخصین مذکورین جس کے مفتی و مستفتی ہیں) اس کا صاف اقرار و اظہار کیا جو عباراتِ ائمہ وعلماء اس فتوٰی نے سنداً پیش کیں، وضوحِ حق کو ان میں سے یہ دو ہی بہت ہیں مقاصد و شرح مقاصد سے (کہ عقائدِ اہلسنت کی معتمد کتابیں ہیں) سند دکھائی کہ لنا قولہ علیہ السلام الائمۃ من قریش[6]، واجمعوا علیہ فصار دلیلا قاطعا یفید الیقین باشتراط القرشیۃ یعنی ہم اہلسنّت کی دلیل حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشادِ جلیل ہے کہ تمام خلفاء قریش سے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس پر اجماع کیا تو دلیل قطعی ہوگئی جس سے یقین حاصل ہوا کہ خلافت کے لئے قرشی ہونا بیشک شرط ہے۔ علامہ سید محمد ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی رد المحتار علی الدر المختار سے سند پیش کی کہ فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۶
[2] القرآن الکریم ۷/ ۲۸
[3] ؎ ؎ ۱۶/ ۹۰
[4] ؎ ؎ ۲۳/ ۶۲
[5] ؎ ؎ ۴۴/ ۳۸
[6] شرح المقاصد المبحث الثانی التکلیف والحریۃ والذکورۃ دار المعارف النعمانیۃ لاہور ۲/ ۲۷۷

10 وقد یکون بالتغلب مع المبایعۃ وھو الواقع فی سلاطین الزمان نصرھم الرحمٰن[1]

یعنی تغلب کی امامت کبھی بیعت کے ساتھ بھی ہوتی ہے کہ ہے تو متغلب مگر لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، ہمارے زمانے کے سلاطین کا یہی واقعہ ہے، رحمٰن عزوجل ان کی مدد فرمائے (ہم کہتے ہیں آمین)

علامہ سید موصوف جن کی کتاب ممدوح آج تمام عالم میں مذہب حنفی کے اعلیٰ درجہ معتمد سے ہے۔ سلطان عبدالمجید خاں مرحوم کے والد سلطان محمود خاں مرحوم کے زمانے میں انھیں کے قلمرو ملک شام میں انھیں کی طرف سے شہر دمشق و تمام دیار شامیہ کے مفتی اجل تھے (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) مفتی و مستفتی مذکورین کی ان شہادتوں کے بعد زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں،

قال اللہ تعالٰی شھدوا علٰی انفسھم[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا وہ خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے (ت)

خلافت کمیٹی کو اس بارے میں اگر پوچھنا ہو انھیں اپنے مفتی اعظم و لیڈر معظم سے پوچھے، کمیٹی کہے، لم شھدتم علینا[3] (تم نے ہم پر کیوں گواہی دی۔ ت) وہ کہیں، انطقنا اللہ الذی انطق کل شیئ[4] (وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔ ت)

مشرکوں سے اتحاد و وداد قطعی حرام اور ان سے اخلاص دلی یقیناً کفر ہے۔

قال تعالٰی ترٰی کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ماقدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خٰلدون ○ ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء ولٰکن کثیرا منھم فٰسقون ○[5]

تم ان میں بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، بیشک کیا ہی بُری ہے وہ چیز جو خود انھوں نے اپنے لئے آگے بھیجی کہ ان پر اللہ کا غضب ہوا اور انھیں ہمیشہ ہمیشہ عذاب ہوگا اور اگر انھیں اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں سے اتحاد، وداد، محبت، موالات نہ مناتے مگر ہے یہ کہ ان میں بہت سے فرمانِ الٰہی سے نکلے ہوئے ہیں (ت)

---

[1] ردالمحتار باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۱۰
[2] القرآن الکریم ۶/۱۳۰ و ۷/۳۷
[3] " " " ۴۱/۲۱
[4] " " " ۴۱/۲۱
[5] " " " ۵/۸۰-۸۱

یہ اور بیس ۲۰ سے زائد اور آیاتِ کریمہ ہیں جن میں مطلقاً کفار سے اتحاد و وداد کو حرام و کفر فرمایا ہے، مسلمان کی شان نہیں کہ واحد قہار کے ارشادات سُنے اور اُن میں مشرکین یا خاص ہندوؤں کے استثناء کی پخ گھڑلے،

قال اللہ تعالٰی آللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا اللہ نے اس کی تمھیں اجازت دی (کہ مثلاً میرے کلام میں مگر ہندو کا پیوند لگالو) یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔

وقال تعالٰی اتقولون علی اللہ مالا تعلمون[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا بے جانے بوجھے اللہ پر کسی بات کا چھتار رکھتے ہو (کہ مثلاً اس نے ہندوؤں کو جدا کرلیا ہے)

وقال تعالٰی یحرفون الکلم من بعد مواضعہ (الٰی قولہ عزوجل) لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی کے ارشادات کو ان کے ٹھکانے سے ہٹاتے ہیں ـــــ (کہ مثلاً اگرچہ اللہ نے یہاں ہر جگہ عام لفظ فرمائے جو سب کفار کو شامل ہیں مگر ان سے ہندو مراد نہ رکھے ان سے اتحاد و وداد کو حرام و کفر نہ فرمایا) ایسوں کے لئے دُنیا میں رُسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب

مشرکوں کا غلام و منقاد بننا ان کا پس رو بننا، جو کہیں وہی کرنا خصوصاً جسے امرِ دینی سمجھا ہو اس میں ان کی اطاعت کرنا یہ سب حرام حرام ہے سخت مخالفتِ ذوالجلال والاکرام ہے، گمراہی و کفر اس کا انجام ہے،

قال اللہ تعالٰی ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: شیطان کے پس رو نہ بنو بیشک وُہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

وقال تعالٰی فلا تطع المکذبین[5]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کر۔

وقال تعالٰی ولا تطع منھم اٰثما او کفورا[6]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان میں سے کسی مجرم یا کافر کی اطاعت نہ کرو۔

وقال تعالٰی وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ[7]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ جو زمین میں ہیں ان میں اکثر وُہ ہیں کہ اگر تُو نے ان کی اطاعت کی تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کردیں گے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۵۹
[2] القرآن الکریم ۱۰/۶۸
[3] القرآن الکریم ۵/۴۱
[4] القرآن الکریم ۲/۲۰۸
[5] القرآن الکریم ۶۸/۸
[6] القرآن الکریم ۷۶/۲۴
[7] القرآن الکریم ۶/۱۱۶

وقال تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علٰی اعقابکم فتنقلبوا خاسرین۔[1]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل (اسلام سے) پھیر دینگے تو پورے ٹوٹے میں پلٹو گے۔

حلال کو حرام، حرام کو حلال ٹھہرانا ائمہ حنفیہ کے مذہب راجح میں مطلقاً کفر ہے، جبکہ ان کی حلت وحرمت قطعی ہو جیسے جائز کسب وتجارت واجارت کی حلت مشرکین سے وداد وانقیاد واتحاد کی حرمت، ان حلالوں کو وہ لوگ حرام بلکہ کفر اور ان حراموں کو حلال بلکہ فرض کر رہے ہیں اور اگر وہ حرام قطعی حرام لعینہ ہے، جیسے مذکورات جب تو اسے حلال ٹھہرانا باجماعِ ائمہ حنفیہ کفر ہے، اللہ عزوجل کفار کا بیان فرماتا ہے:

لایحرمون ماحرم اللہ ورسولہ۔[2]

جسے اللہ ورسول نے حرام فرمایا کافر اسے حرام نہیں ٹھہراتے۔

متن عقائد میں مسئلہ مصرحہ ہے، نیز فتاوٰی خلاصہ وغیرہا میں ہے:

من اعتقد الحرام حلالا او علی القلب یکفر ھذا اذا کان حراما بعینہ والحرمۃ قامت بدلیل مقطوع بہ اما اذا کانت باخبار الاحاد لایکفر[3] (ملخصاً)۔

جس نے کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام مان لیا تو وہ کافر ہو جائے گا، یہ اس صورت میں ہے کہ وہ حرام لذاتہ ہو اور اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو، اگر ثبوت خبرِ واحد سے ہو تو کافر نہیں ہوگا۔ (ملخصاً) (ت)

بزازیہ وشرح وہبانیہ ودرمختار میں ہے:

یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی۔[4]

حرام قطعی کے تصدق سے کافر ہو جائے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حاصلہ ان شرط الکفر علی القول الاول شیئان قطعیۃ الدلیل وکونہ حراما لعینہ وعلی الثانی یشترط الشرط الاول فقط، وعلمت ترجیحہ وما فی البزازیۃ مبنی علیہ۔[5]

حاصل یہ ہے کہ قول اوّل پر کفر کے لئے دو شرائط ہوں گی اوّل دلیل کا قطعی ہونا، ثانی اس کا حرام لذاتہ ہونا، اور دوسرے قول پر پہلی شرط ہے اور آپ اس کی ترجیح سے آگاہ ہیں، اور بزازیہ کا مدار اسی پر ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۹
[2] القرآن الکریم ۹/ ۲۹
[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثانی فی الفاظ الکفر الخ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۳
[4] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۴
[5] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷

حالاتِ دائرہ میں دونوں شرطیں موجود ہیں تو یہ باجماعِ ائمہ حنفیہ کفر ہیں۔ کفار و مشرکین کی ایسی تعظیمیں کفر ہیں، ان کی جے پکارنا، ان کے مرنے یا جیل جانے پر ہڑتال، اور اس پر وُہ اصرار، اور جو مسلمان نہ مانے اس پر وہ ظلم و اضطراب، کمالِ تعظیم کفار اور باعثِ دخولِ نار و غضبِ جبار، و حسبِ تصریحاتِ ائمہ موجبِ کفر و اکفار، فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ و النظائر و تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر[1]

اگر کسی نے ذمی کو احتراماً سلام کہہ دیا تو یہ کفر ہے کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہوتی ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام ظہیر الدین و مختصر علامہ زین مصری و شرح تنویر مدقق علائی میں ہے:

لو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر[2]

اگر کسی نے مجوسی کو تعظیماً "یا استاد" کہا تو اس سے وُہ کافر ہوجائے گا۔ (ت)

رب عزوجل فرماتا ہے:

وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لا یعلمون[3]

عزت تو خاص اللہ و رسول و مسلمین ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علٰی ھدم الاسلام[4] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللّٰہ بن بسر و ابن عساکر و ابن عدی عن ام المؤمنین الصدیقۃ و ابو نعیم فی الحلیۃ والحسن بن سفیان فی مسندہ عن معاذ بن جبل والسجزی فی الابانۃ عن ابن عمر و کابن عدی عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم اجمعین والبیہقی

جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی بیشک اس نے دینِ اسلام کے ڈھا دینے پر مدد دی (اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبد اللہ بن بسر، ابن عساکر اور ابن عدی نے ام المؤمنین سیدہ صدیقہ سے، ابو نعیم نے حلیہ میں اور حسن بن سفیان نے مسند میں حضرت معاذ بن جبل سے، سجزی نے ابانہ میں حضرت ابن عمر سے اور ابن عدی کی طرح ——— حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم

---

[1] و [2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱
[3] القرآن الکریم ۶۳/۸
[4] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/۶۱

فی شعب الایمان عن ابراھیم بن میسرۃ مرسلاً۔

اجمعین سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابراہیم بن میسرہ سے اسے مرسلاً روایت کیا ہے۔(ت)

بدمذہب کی توقیر پر یہ حکم ہے مشرک کی تعظیم پر کیا ہوگا، ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یصافح المشرکون اویکنوا اویرحب بھم[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کسی مشرک سے ہاتھ ملائیں یا اسے کنیت سے ذکر کریں یا اس کے آتے وقت مرحبا کہیں۔

یہ باتیں کچھ ایسی تعظیم بھی نہیں ادنٰی درجۂ تکریم میں ہیں کہ نام لے کر نہ پکارا فلاں کا باپ کہا یا آتے وقت جگہ دینے کو آئیے کہہ دیا، حدیث نے اس سے بھی منع فرمایا نہ کہ معاذ اللہ اس کی جے پکارنی اور وہ افعال شیطانی، اور یہ عذر بارد کہ یہ اقوال عوام کے ہیں کسی ذمہ دار کے نہیں، محض کاذب و پادر ہوا ہے، تمھیں نے عوام کالہوام کو اس اتحاد مشرکین حرام ولعین پر ابھارا اور ان حرکات ملعونہ سے نہ روکا بلکہ اپنے مقاصد مفاسد کا مؤید سمجھا تمھارے دلوں میں ایمان یا ایمان کی قدر ہوتی تو اس اتحاد حرام وکفر کے لئے جیسی زمین سروں پر اٹھالی ہے، رات دن، مشرق مغرب ناپتے پھرتے ہو، ہزاروں دُھواں دھار ریزولیوشن پاس کرتے ہو اس کے مخالفت بلکہ اس میں ساتھ نہ دینے والوں پر فتوٰی کفر لگاتے ہو، صدہا اخبارات کے کالم ان کی بدگوئی سے گندے کرتے ہو، اس سے سوحصے زائد ان کفروں ضلالوں کی آگ بجھانے میں دکھاتے کہ یہ تمھاری ہی لگائی تھی اور اپنی داڑھی بچانے کے لئے اس کا بجھانا تم پر فرض عین تھا، مگر سب دیکھ رہے ہیں کہ ہرگز ہرگز ان شیطنتوں کی روک تھام میں اس بولاہٹ والی جان توڑ کوشش کا دسواں، بیسواں، سوواں حصہ بھی نہ دکھایا پھر جھوٹے بہانے بنانے سے کیا حاصل، معہذا خود ذمہ داروں نے جو کچھ کیا وہ جاہلوں کی حرکات مذکورہ سے کہیں بدتر و خبیث تر ہے، اور کیوں نہ ہو کہ شطر بمقدار علم، ابوالکلام آزاد صاحب نے کیمپ ناگپور میں جمعہ پڑھایا اور خطبہ میں مدح خلفائے راشدین و حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہم کی جگہ گاندھی کی حمد کی اسے مقدس ذات ستودہ صفات کہا، میاں عبدالماجد بدایونی نے ہزاروں کے مجمع میں گاندھی کو مذکر مبعوث من اللہ کہا کہ اللہ نے ان کو تمھارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے، کہاں یہ کلمات ملعونہ اور کہاں بے تمیز احمق جاہلوں کا جے پکارنا،

فانی تؤفکون[2] ○ افلا تعقلون[3] ○ کلا بل

تم کہاں اوندھے جاتے ہو، تو کیا تمھیں عقل نہیں، کوئی

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۴۲۶ اسحاق بن ابراہیم دارالکتاب العربی بیروت ۹/۲۳۶

[2] القرآن الکریم ۱۰/۳۴

[3] القرآن الکریم ۲/۴۴

ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون[1]۔ نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھادیا ہے ان کی کمائیوں نے۔ (ت)

ترکی ٹوپیاں جلانا صرف تضییع مال ہوتا کہ حرام ہے اور گاندھی ٹوپی پہننا مشرک کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا ہوتا کہ اس سے سخت تر اشد حرام ہے، مگر وہ لوگ ترکی ٹوپیوں کو شعار اسلام جان کر پہنتے تھے اب انھیں جلادیا اور ان کے بدلے گاندھی ٹوپی پہن لینا مشعر ہوا کہ اُنھوں نے نشانِ اسلام سے عدول اور کافر کا چیلا بننا قبول کیا، بئس للظّٰلمین بدلا[2] (ظالموں کو کیا ہی بُرا بدلہ ملا۔ ت) بالجملہ ایسے اقوال و افعال کفر و ضلال پر عالم موصوف کا انکار عین حق و صواب و سبب ثواب و رضائے رب الارباب تھا اور جو ان کے شرعی احکام اہل اسلام پر ظاہر فرمانا اور ان کو "ذیاب فی ثیاب" کے شر سے بچاکر راہِ حق کی طرف بلانا، سُنّی عالم کا جلیل فرض مذہبی و کارمنصبی و بجا آوری حکمِ خدا و نبی تھا اور ہے، جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس کی طرف نفس خلافت کا انکار نسبت کرنا بہتان ہی نہیں چیزے دیگر است۔ اس کی تر میں اور اشد خباثت ہے، مسلمان تو مسلمان نفس خلافت کا منکر جملہ مدعیان کلمہ گو میں کون ہے جس سے سائل سوال کرتا اور مجیب جواب دیتا اہل سنت حضرات خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو خلیفہ جانتے ہیں، غیر مقلد و دیوبندی بھی اس میں نزاع نہیں کرتے، روافض حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو خلیفہ و وصی مانتے ہیں، مرزائی اپنے مرزا کو مانتے ہیں بلکہ خلافت سے مراد مسئلہ دائرہ ہے، اسی سے سوال اسی کا تذکرہ ہے تو اسے یوں مطلق لفظ نفس خلافت سے تعبیر تلبیس ابلیس ہے اور دل میں جو مراد ہے اس کا حال تو خلافت کمیٹی کے مفتی اعظم اور مستفتی اس کے لیڈر معظم کے فتوے سے ظاہر ہوگیا کہ عالم موصوف نے وہی فرمایا جو متواتر حدیثوں میں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جس پر اجماع صحابۂ امجاد ہے جو جمیع اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہے، اہلِ سنت سے خروج، قرآن کا انکار، کفر، ارتداد ان کے یہ چار احکام ملعونہ کاش اسی عالم دین پر محدود رہتے تو اس فتوٰی کے مفتی اور اس کے مصدقین بحکم ظواہر احادیث صحیحہ و نصوص کتب معتمدہ فقہیہ ایک ہی بلائے کفر سہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما فان کان کما قال والا رجعت علیہ[3]۔ جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے، جسے کہا اگر وہ کافر تھا خیر ورنہ یہ

---

[1] القرآن الکریم ۸۳/ ۱۴

[2] " " ۱۸/ ۵۰

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷
صحیح بخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل " " ۲/ ۹۰۱

رواہ مسلم والترمذی ونحوہ البخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تکفیر اسی قائل پر پلٹ آئے گی یہ کافر ہوجائے گا۔ (اسے مسلم، ترمذی اور اس کی مثل بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

درمختار میں ہے:

عزر الشاتم بیاکافر وھل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم والا لا بہ یفتی[1]۔

کسی مسلمان کو "اے کافر" کہنے والے شخص پر تعزیر نافذ کی جائے گی، کیا اگر کوئی شخص مسلمان کو کافر سمجھتا ہے تو وہ کافر ہوگا؟ ہاں وُہ کافر ہے، اور اگر کافر نہیں سمجھتا تو پھر کافر نہیں۔ اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

شرح وہبانیہ، ذخیرہ، نہر الفائق و رد المحتار میں ہے:

لانہ لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین الاسلام کفرا[2]۔

کیونکہ جب مسلمان کو کافر مانا تو اس نے دین اسلام کو کفر جانا۔ (ت)

اس کی تفصیل جلیل وتحقیق جمیل ہماری کتابوں الکوکبۃ الشہابیۃ اور النہی الاکید وغیرہما میں ہے مگر یہاں تو خود خلافت کمیٹی کے لیڈروں مفتیوں کے فتوے نے روشن کر دیا کہ تکفیر صرف اس سُنّی عالم کی نہیں بلکہ تمام ائمہ اہلِ سنّت اور جملہ صحابہ کرام اور خود ارشاد اقدس حضور سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے، اب کون مسلمان ہے کہ اس تکفیری فتوے اور اس کی ناپاک تصدیق کو کلماتِ کفر نہ کہے گا۔ فقہائے کرام ائمہ وصحابہ درکنار خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلام پاک پر کفر کا حکم لگانے والوں کو کافر نہ کہیں گے تو اور کسے کافر کہیں گے، اب ان سے پُوچھئے کہ یہ کتنے کروڑ کفر اخبث واشد ہوئے خصوصًا وُہ کفر اخیر سب سے خبیث تر سب سے لعین، وذٰلک جزاء الظالمین[3]○ (اور ظالموں کی یہی جزا ہے۔ ت) سُنّی عالم کو اس کی پروا نہ کرنی چاہیے، ہر قوم کی ایک اصطلاح ہوتی ہے، ان لوگوں کی اصطلاح جدید میں ملّت ملّتِ گاندھی ہے اور سنت سنّتِ گاندھی، اس کی روش سے جدا چلنے والوں کو اہلِ سنت وجماعت سے خارج اور اس کی ملتِ مخترعہ کے مخالفوں کو کافر مرتد کہتے ہیں، جس طرح فرعون ملعون نے معاذ اللہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر کی تھی کہ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ[4]○ (تم نے کیا اپنا وہ کام جو تم نے کیا اور تم ناشکر

[1] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶
[2] رد المحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۸۳
[3] القرآن الکریم ۵۹/۱۷
[4] القرآن الکریم ۲۶/۱۹

تھے۔ ت) اور مشرکین مکہ علاعنہ نے خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ ابتداع کی تہمت رکھی تھی کہ ماسمعنا بھذا فی الملۃ الاٰخرۃ ان ھذا الا اختلاق[1] (یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی سُنی یہ تو نری نئی گھڑت ہے۔ ت) بلکہ حضرات تو فرعون ومشرکین سے بھی بڑھ کر کوئی نرالی انوکھی اصطلاح رکھتے ہیں، انھوں نے اپنے دشمنوں خدا کے محبوبوں کو کہا یہ خود اپنوں کو بلکہ اپنی ہی زبانوں سے اپنی ہی جانوں کو کہتے ہیں، آخر نہ دیکھا کہ مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہانپوری وعبدالماجد صاحب بدایونی نے فتوٰی شاہجہانپور میں کس شد ومد سے نفس خلافت کی جڑ کاٹ دی اور فتوٰی جبلپور نے اپنے ان دونوں لیڈروں مفتیوں عالموں پر کافر مرتد کی چھانٹ دی بلکہ خود مولوی ریاست علی خاں وعبدالماجد نے اسی فتوٰی شاہجہانپور کے آخر میں اپنے ہی اُوپر فاسق ومفسد کی بانٹ دی، پھر فتوٰی جبلپور میں علمائے دین کو کہنے کی کیا شکایت، آخر نہ دیکھا کہ حق بحق دار رسید رجعت علیہ ان کا کفر انھیں پر پلٹا وویل للکٰفرین من عذاب شدید[2] (اور کافروں کی خرابی ہے ایک سخت عذاب سے۔ ت) مستفتی اگر واقع میں اس گروہ سے نہ ہوتا ایک بات صاف دل سے معلوم کرنا چاہتا اور جب یہ ناپاک کفر دیکھتا اسے ردی میں پھینک دیتا تو اس پر الزام نہ آتا مگر وُہ تو اول سے اسی خباثت پر اعتقاد لاتے اور اغوائے عوام کو اس کی تائید کے لئے فتوے گھڑواتے و لہذا اسی گروہ ناحق پژوہ کے پاس لے جاتے اور پھر اسے مانتے اس سے احتجاج کرکے اس کی نجاست پھیلاتے ہیں تو وہ اور اس کے ماننے والے سب کفر کے ماننے والے ہیں ان کا وبال ان پر سے کم نہ ہوگا لاینقص من اوزارھم شیئ[3] (ان کے بوجھ میں کمی نہ ہوگی۔ ت) اگرچہ ان کے مفتی ومصدقین پر اپنے وبال کے علاوہ ان سب کا بھی پڑے گا،

علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا الٰی یوم القیامۃ[4] — اس کا بوجھ اس پر ہوگا اور جو قیامت تک اس پر عمل پیرا ہوگا اس کا بوجھ بھی اس پر آئے گا۔ (ت)

ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم[5] — اور بیشک ضرور وہ اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ (ت)

بربنائے مذکور عالم دین کی شان میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے والوں کو یہی بس ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایسوں کو کھلا منافق بتایا، ارشاد فرماتے ہیں،

ثلٰثۃ لایستخف بحقھم الا منافق بین — تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر کھلا منافق،

---

۱ القرآن الکریم ۳۸/ ۷ ۲ القرآن الکریم ۱۴/ ۲
۳ صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۱
۴ " " کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ " " " ۱/ ۳۲۷
۵ القرآن الکریم ۲۹/ ۱۳

النفاق ذوالشیبۃ فی الاسلام، وذو العلم و امام مقسط[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسنہ الترمذی لمتن غیرہ و رواہ ابوالشیخ فی کتاب التوبیخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ وعندہ زیادۃ لفظ بین النفاق۔

ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا اور عالم دین اور بادشاہ اسلام عادل (اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جسے ترمذی نے دوسرے متن کے ساتھ حسن کہا، ابوالشیخ نے کتاب التوبیخ میں اسے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اس میں "بین النفاق" کا اضافہ ہے۔ ت)

مجمع الانہر میں ہے:

من قال لعالم عویلم علی وجہ الاستخفاف کفر[2]۔

جو کسی عالم دین کو تحقیر کے طور پر "مولویا" کہے کافر ہوجائے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی، یہ سوال اول کا جواب مجمل ہے اور یہیں سے تین سوال آئندہ کے جواب واضح ہوگئے وباللہ التوفیق۔

(۲) موالات ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے، اور واضح ہوچکا کہ رب عزوجل نے عام کفار کے نسبت یہ احکام فرمائے تو بزور زبان ان میں سے کسی کافر کا استثنا ماننا اللہ عزوجل پر افترائے بعید اور قرآن کریم کی تحریف شدید ہے بلکہ عالم الغیب عزجلالہ نے یہ حکم یہود و نصارٰی سے خاص ماننے والوں کے منہ میں اپنے قہر عظیم کا پتھر دے دیا، ایک آیت میں صراحۃً کتابیوں کے ساتھ باقی کفار کو جدا ذکر فرمایا کہ کتابی وغیر کتابی سب کو تعمیم حکم مفسّر منوّر ہوجائے جاہلان ضلیل کی تاویل ذلیل راہ نہ پائے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین[3]۔

اے ایمان والو! وہ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی (یہود و نصارٰی) اور باقی سب کافران میں کسی سے اتحاد و وداد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۸ المکتبۃ الفیصلیۃ ۸/ ۲۳۸
کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ حدیث ۴۳۸۱۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۳۲
[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل ان الفاظ الکفر انواع الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵
[3] القرآن الکریم ۵/ ۵۷

اب تو کسی مفتری کے اس بکنے کی گنجائش نہ رہی کہ یہ حکم صرف یہود و نصاریٰ کے لئے ہے، نیز آیۂ کریمہ میں کھلا اشارہ فرماتا ہے کہ کسی قسم کے کافروں سے اتحاد منانے والا ایمان نہیں رکھتا اور اوپر آیت میں صریح تصریح گزر چکی کہ انھیں اللہ و رسول و قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں سے اتحاد نہ کرتے، نیز صاف فرمایا:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[1]

نہ پاؤ گے انھیں جو اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان سے دوستی کریں جنھوں نے اللہ و رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں۔

سبحان اللہ! مگر مشرکین یا دیا پہ نے اللہ و رسول کی مخالفت نہ کی، صرف یہود و نصاریٰ نے کی ہے، قرآن کریم جا بجا شاہد ہے کہ مطلقاً موالات حرام ہونے کی علت کفر و مخالفت و عداوتِ اللہ و رسول ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ معنی انھیں آیات سے کہ یہاں تلاوت ہوئیں، روشن اور نہایت صریح تر الفاظ سے اس کا علت ہونا اس آیۂ کریمہ میں بیان فرمادیا کہ:

یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظالمون[2]

اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں سے بھی محبت نہ کرو اگر وہ ایمان پر کفر کو اختیار کریں اور تم میں جو ان سے محبت کرے گا وہی پکا ظالم ہے۔

اللہ اکبر یہ ہے وہ اسلام جس پر ان کے بڑے لیڈر ابوالکلام آزاد کا مسئلہ خلافت و جزیرۂ عرب میں یہ اہتمام کہ وہ بعض اقسام کفار سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ عالمگیر محبت اس کی دعوتِ حق کا اصل الاصول ہے انا للہ وانا الیہ راجعون، کیا اللہ عزوجل نے نہ فرمایا:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۝ متاع قلیل ولھم عذاب الیم[3] ۝

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا میں تھوڑا سا برت لیں پھر ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

کیا نہ فرمایا:

قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب

اے محبوب تم فرمادو کہ بیشک وہ جو اللہ پر افترا

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲
[2] ؍؍ ؍؍ ۹/ ۲۳
[3] ؍؍ ؍؍ ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷

لا یفلحون ○ متاع فی الدنیا ثم الینا مرجعهم ثم نذیقهم العذاب الشدید بما کانوا یکفرون [1]

کرتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا کچھ برت لیں پھر انھیں ہماری طرف پلٹنا ہے پھر ہم ان کو وہ سخت عذاب چکھائیں گے بدلہ ان کے کفر کا۔

کیا نہ فرمایا:

ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افتری [2]

تمھاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمھیں عذاب میں بھون ڈالے گا اور بیشک نامراد رہا مفتری۔

کیا نہ فرمایا،

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون [3]

بیشک ایسے افترا وہی باندھتے ہیں جو کافر ہیں۔

یہ ہے قرآن عظیم کا فتوٰی جس نے کفر کا حکم جمادیا،

وخسر ھنالک المبطلون [4] وقیل بعدا للقوم الظالمین [5]

اور باطل والوں کا وہاں خسارہ ہے اور فرمایا گیا کہ دُور ہوں بے انصاف لوگ۔ (ت)

حاش للہ کسی قسم کفار سے محبت کرنے کا اسلام نے حکم نہ دیا باپ بیٹے کافر ہوں تو ان سے بھی محبت کو صریح حرام فرمادیا اور دلی محبت واخلاص واتحاد کرنے والوں کو جابجا صاف صاف ارشاد واعلام فرمادیا کہ وُہ انھیں کافروں میں سے ہیں، انھیں اللہ وقیامت پر ایمان نہیں، انھیں اللہ ورسول وقرآن پر ایمان نہیں، بالجملہ وُہ کسی طرح مسلمان نہیں، ہاں کافروں میں فرق ہوگا تو یہ کہ جس کا کفر اشد اس سے معاملات کا حرام وکفر ہونا اشد وزائد کہ علتِ حرمت کفر ہے علت جتنی زیادہ حکم سخت تر۔ یہ ان کذابوں، مفتریوں پر اور اُلٹا پڑے گا کہ کفر میں یہود ونصارٰی سے مجوس بدتر ہیں، ہنود سے وہابیہ وسائر مرتدین عنود بدتر ہیں ولہذا ان کے احکام اسی ترتیب پر سخت تر ہیں،

کما لا یخفی علی من لہ اعلام باحکام الفقھین ولکن الظالمین بایٰت اللہ یجحدون [6] وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون [7]

جیسا کہ یہ ہر اس شخص پر واضح ہے جو احکامِ فقہا سے آگاہ ہے لیکن ظالم آیاتِ الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں۔ اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ١٠/٧٠
[2] القرآن الکریم ٢٠/٦١
[3] " " ١٦/١٠٥
[4] " " ٤٠/٧٨
[5] " " ١١/٤٤
[6] " " ٦/٣٣
[7] " " ٢٦/٢٢٧

(۳) ضرور وہ لوگ مکذب و محرف قرآن ہیں اور خود بحکم قرآن کافر و نامسلمان، جس کا بیان بقدر وافی ہو چکا تکذیبِ قرآن عظیم ان کی نئی نہیں ان کے اعظم لیڈران ابوالکلام آزاد نے "الہلال" میں سیدنا عیسٰی علٰی نبینا و علیہ الصلٰوۃ والسلام کے نبی صاحبِ شریعت کا صاف انکار کیا اور منہ بھر کر قرآن عظیم کو جھٹلا دیا، "الہلال" ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء میں کہا:

"مسیح ناصری کا تذکرہ بیکار ہے، وہ شریعتِ موسوی کا ایک مُصلح تھا جو خود کوئی صاحبِ شریعت نہ تھا، اس کی مثال مجدد کی سی تھی، وہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا" اس نے خود تصریح کر دی کہ میں توریت کو مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔"[۱] (یوحنا ۱۳: ۵)

مسلمانو! اوّل تو روح اللہ کلمۃ اللہ رسول اللہ علیہ الصلٰوۃ والسلام کو کہنا کہ اس کا تذکرہ بیکار ہے۔

دوم بار بار موکد فقروں سے جمانا کہ وہ نبی صاحبِ شریعت نہ تھے۔

سوم نصارٰی کی انجیل محرف سے سند لانا اور وہ بھی محض بربنائے جہالت و ضلالت۔ کیا صاحبِ شریعت انبیاء اللہ کے اگلے کلاموں کو مٹانے آتے ہیں، حاشا بلکہ پورا ہی فرمانے کو، نسخ کے یہی معنی ہیں کہ اگلے حکم کی مدت پوری ہوگئی، خیر یہاں کہنا یہ ہے کہ ان فقروں میں آزاد صاحب نے پیٹ بھر کر قرآن عظیم کی تکذیب کی، قرآن کریم قطعاً ارشاد فرماتا ہے کہ مسیح علیہ الصلٰوۃ والسلام صاحبِ شریعت تھے۔

اوّلاً اس نے پہلے توراۃ مقدس کا ذکر فرمایا:

وعندھم التورٰۃ فیھا حکم اللہ[۲] — ان کے پاس توراۃ ہے اس میں اللہ کے حکم ہیں۔

اور فرمایا:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکٰفرون ۝[۳] — جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی کافر ہیں۔

پھر مسیح علیہ الصلٰوۃ والسلام کو انجیل دینا بیان کرکے فرمایا:

ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفٰسقون ۝[۴] — انجیل والے اللہ کے اتارے پر حکم کریں اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی فاسق ہیں۔

---

[۱] الہلال ابوالکلام آزاد ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء

[۲] القرآن الکریم ۵/ ۴۳

[۳] " " ۵/ ۴۴

[۴] " " ۵/ ۴۷

ثانیاً اور صاف فرمادیا کہ دونوں کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قرآن مجید اترنے کا ذکر کرکے فرمایا:

لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا ولوشاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ۔[1]

اے توراۃ و انجیل و قرآن والو! ہم نے تم میں ہر ایک کے لئے ایک شریعت و راہ رکھی اور اللہ چاہتا تو تم سب کو گروہ واحد کردیتا۔

ثالثاً کج فہم بلیدوں یا ہٹ دھرم عنیدوں کی اس سے بھی تسکین نہ ہو تو قرآن عظیم جھوٹوں کو راہ نہیں دیتا، اس نے نہایت روشن لفظوں میں بعض احکام توراۃ مقدس کا احکام انجیل مبارک سے منسوخ ہونا بتادیا، اپنے نبی مسیح علیہ الصلٰوۃ والسلام کا قول ذکر فرماتا ہے:

ومصدقا لما بین یدی من التوراۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم۔[2]

میں تمہارے پاس آیا ہوں سچا بتاتا اپنے آگے اتری کتاب توراۃ کو اور اس سے کہ میں تمہارے واسطے بعض وہ چیزیں حلال کردوں جو تم پر توراۃ نے حرام فرمائی تھیں۔

اب بھی کسی مسلمان کو مسیح علیہ الصلٰوۃ والسلام کے صاحب شریعت ہونے میں شک ہوسکتا ہے یا منکر بجہنم اس میں شک کرنے والا مسلمان رہ سکتا ہے، انجیل میں کئی جگہ ان احکام کی تفصیل بھی ہے کہ پہلے تم سے یہ فرمایا گیا تھا اور اب میں یہ کہتا ہوں، آزاد صاحب خاص اپنا اطمینان چاہیں تو اپنی معتمد بائبل ہی کو دیکھ لیں، آزاد صاحب تو ابوالکلام ہیں، مواقع سخن سے خوب آگاہ ہیں یہ تین آیات کریمہ تھیں ولیحکم اھل الانجیل، لکل جعلنا منکم، ولاحل لکم۔ بلیغ الدہر نے جب ان کی تکذیب کی اور منہ پھاڑ کر کہہ دیا کہ مسیح صاحب شریعت نہ تھا تو اسے بھی تین فقروں سے مؤکد کیا: "اس کی مثال مجدد کی سی تھی، وہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا" تاکہ ہر آیت کے مقابلے کو ایک فقرہ تیار رہے آیات قرآن پر وار کرنے کو یہ ان کی ذوالفقار رہے۔ بالجملہ ایک تکذیب وہ تھی کہ اسلام نے کچھ کافروں سے محبت کا حکم دیا، دوسری تکذیب وہ کہ مسلمین و کافرین سب سے محبت اسلام کی اصل الاصول ہے، اور چار تکذیبیں ان چار فقروں سے یہاں تک چھ تکذیبیں ہوئیں، ان چار پر کوئی گمان کرسکتا ہے کہ آزاد صاحب اب ترک موالات میں ہیں، نصارٰی سے بائیکاٹ اس زور سے کیا کہ ان کے نبی کو بھی بائیکاٹ کردیا، اگر مسلمان اس پر معترضانہ کہیں کہ یہ تو سب انبیاء اور خود حضور سید الانبیاء علیہم وعلیہ افضل الصلٰوۃ

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۸

[2] " " ۳/۵۰

دالنثار کا بائیکاٹ ہوگیا کہ ایک نبی سے مقاطعہ تمام انبیاء سے مقاطعہ اور خود رب عزوجل سے مقاطعہ ہے، اب آپ کے ماننے کو اللہ کا کوئی نبی نہیں مل سکتا، پھر بھی وہ اس کی کیا پروا کرتے جب تک کمیٹی کے نبی بالقوہ خواہ بالفعل گاندھی صاحب مذکر مبعوث من اللہ سلامت ہیں، ایک درگیرو محکم گیر، لیکن اسی الہلال کی جلد تین[۱] کی چار اور تکذیبیں اس بائیکاٹ کے بالکل خلاف ہیں، صفحہ ۳۳۸ پر مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کہا:

"یہودیوں نے ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا تا وہ صلیب پر[عہ] لٹائے جائیں اور جو لکھا ہے پورا[۲] ہو۔"

یہ قرآن عظیم کی ساتویں تکذیب کی، وہ فرماتا ہے: وما صلبوہ[۳] انھوں نے مسیح کو سُولی نہ دی۔ نیز اسی صفحہ پر کہا:

"مسیح نے اپنی عظیم قربانی کی۔"[۴]

اور صفحہ ۳۳۹ پر دو لفظ اور لکھے: "مظلومانہ قربانی" اور "خونِ شہادت[۵]"۔

یہ تینوں لفظ بھی قرآن عظیم کی تکذیب بتاتے ہیں، وہ فرماتا ہے: وما قتلوہ[۶] انھوں نے مسیح کو قتل نہ کیا۔ یہاں تک پوری دس تکذیبیں ہُوئیں تلک عشرۃ کاملۃ۔ یہ پچھلی چار عین مذہب نصاریٰ ہیں، کیا قرآن عظیم کو جھٹلانے کے لئے نصاریٰ سے بائیکاٹ کے بدلے میل ہوجانا ہے یعنی ملۃ واحدۃ، ہر شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل کا ادنیٰ جلوہ، پہلو میں دل اور دل میں اسلام کا کچھ بھی حصہ ہو علانیہ دیکھ رہا ہے کہ آزاد صاحب کے ان اقوال میں تین کفر ہیں:

(۱) کلام اللہ کی تکذیب،

(۲) رسول اللہ کی توہین،

(۳) شریعۃ اللہ کا انکار۔

اور پھر وہ قوم کے لیڈر ہیں، دین کے رفارمر ہیں، سب لیڈروں کے سر ہیں،

فسبحان مقلب القلوب والابصار۔ کذلک اے اللہ تعالیٰ تو پاک ہے تو دلوں اور آنکھوں کو پھیرنے

عہ صلیب پر لٹانا بھی عجیب شاید صلیب زمین پر بچھی ہُوئی مسہری تھی ۱۲

---

[۱] الہلال ابوالکلام آزاد ۳/ ۳۳۸
[۲] الہلال " "
[۳] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۷
[۴] الہلال ۳/ ۳۳۹
[۵] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۷
[۶] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۶

یطبع اللّٰہ علی کل قلب متکبر جبار[۱] والا ہے۔ اللہ یوں ہی مُہر کردیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔ (ت)

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب قوم کا رہنما کوّا ہوگا تو ان کو ہلاکت ہی دکھائے گا۔ ت)

کیا نہیں ڈرتے کہ

ہرکہ آزاد از اسلام بود
در سقر بندی آلام بود

(جو اسلام سے آزاد ہوگا وہ مصیبتوں کی جہنم میں جکڑا جائیگا۔ ت)

آج کل کفر و ارتداد و زندقہ والحاد کا گرم بازار ہے ہر چہار طرف سے اللہ و رسول و قرآن پر گالیوں تکذیبوں کی بوچھار ہے کُفر بکنے والوں سے گلہ نہیں، عجب عام مدعیانِ اسلام سے کہ ان کے نزدیک اللہ و رسول و قرآن سے زیادہ ہلکی عزت کسی کی نہیں، ان کے ماں باپ کو گالی دینا تو بڑی بات کوئی انھیں تُو تُو کہہ دیکھے اور اللہ و رسول و قرآن پر گالیاں سُنتے ہیں، چھپتے شائع ہوتے دیکھتے ہیں اور تیوری پر بل نہیں آتا بلکہ گالیاں دینے والوں سے میل جول یارانے دوستانے بدستور رہتے ہیں، ان کے اعزاز و اکرام القاب آداب ویسے ہی منظور رہتے ہیں، صاف دلکشادہ جبیں گویا کسی نے کچھ کہا ہی نہیں، نہیں نہیں بلکہ الٹی ان کی حمایت انھیں بُرا کہنے والے سے بغض و عداوت، ان کا حکم الٰہی ظاہر کرنے والا بے تہذیب بدلگام ہے، تنگ کن دائرۂ اسلام ہے، عبدالماجد سے بدتر کافر آج کل شاذ ہی کوئی ہو جس نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجہول النسب بچہ کہا اور قرآن کو اپنے دعوٰی توحید میں کاذب و نا تمام ٹھہرایا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کی آیتیں تصنیف کرلیں اور رنگ و روغن بڑھانے کو اپنے اہل بیت و ازواج کی تعظیمیں بھی اضافہ کردیں وغیرہ وغیرہ ملعونات کثیرہ، جب ان باتوں پر اس کی تکفیر ہوئی، چار طرف سے کوا گہار دوڑ پڑی ناپاک اخباروں میں دفتر کے دفتر اس کی برات میں سیاہ ہونے لگے، ایک کافر ہوا تھا اس کے پیچھے ہزاروں کے اسلام تباہ ہونے لگے، مگر جواب ایک حرف کا نہیں بلکہ ڈھٹائی بے شرمی بے حیائی سے مکرنا، صاف دن میں ٹھیک دوپہر کو آفتاب کا انکار کرنا، وہ بیچارہ تو کوئی چیز نہ تھا لا فی العیر ولا فی النفیر (نہ اونٹوں میں نہ چڑیوں میں، یعنی کسی گنتی میں نہ تھا۔ ت) جب اس کی حمایت میں وہ کچھ جوش تو مسٹر ابوالکلام تو لیڈر کبیر، ان کا کفر ضرور ٹھیٹ اسلام بنے گا ان کے مقابل اللہ و رسول و

---

[۱] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

قرآن کی کون سُنے گا، کُھلے گرایانِ لیام کو جانے دو، بدایوں، شاہجہانپور، لکھنؤ، کانپور وغیرہ میں بڑے بڑے سنیت کا دھرم بھرنے والے بستے ہیں، دیکھئے تکذیب کلام اللہ و توہین رسول اللہ وانکار شریعۃ اللہ دیکھ کر ان میں کتنے او کہتے ہیں، مسٹر آزاد سے توبہ و قبولِ اسلام شائع کراتے ہیں اور نہ مانیں تو ان سے بائیکاٹ مقاطعہ مناتے ہیں، حاشا نہ وُہ توبہ و اسلام شائع کریں نہ یہ ہرگز ان کی موالات، تعظیم سے پھریں، تکذیب کی تو قرآن کی کی ان کی تو نہ کی، گالی دی تو رسول اللہ کو انھیں تو نہ دی۔ اے تصور جویان خودگم، ابھی حب للہ و بغض للہ کے مزے سے واقف ہی نہیں تم۔

قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم۔[1] کہو کہ ہم مطیع ہُوئے، اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔ (ت)

اور جن بندگانِ خدا کو ان کا حصہ ملا ہے ان پر چڑھتے ہو ان کے سایہ سے کہ ان کا سایہ نہیں سایۂ مصطفٰے ہے، مستنفرہ ہو کر بچتے ہو، یہاں سے ان کے بائیکاٹ اور ترکِ موالات کی حقیقت کھلتی ہے، مسلمان کا ایمان شاہد ہے کہ ترک بھائیوں کا سارا ملک چھین لیں یا کعبہ معظمہ کو معاذ اللہ ایک ایک اینٹ کر دیں، ہرگز اللہ و رسول و قرآن کی تکذیب و توہین کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اگر ان کا وُہ جوش وہ نان کوآپریشن (NON CO-OPERATION) کا خروش اللہ کے لئے ہوتا تو وہاں ایک حصہ تھا، ان سے ہزار حصے ہوتا، مگر یہاں ہزاروں حصہ بھی درکنار، وہی محبت وہی پیار، وہی تعظیم وہی تکریم، وہی وداد وہی اتحاد، وہی لیڈری وہی سروری، تو للہ انصاف کیا آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوا کہ ہرگز انھیں دین سے غرض نہیں، نہ دین کے لئے ان کی کوششیں ہُوئیں بلکہ سب جوش وخروش بھرنا دونوش، سوراج بس باقی ہوس، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مسلمان کہلانے والو اللہ اپنا ایمان سنبھالو، واحد قہار کے قہر سے ڈرو، حب للہ و بغض للہ کے سامان درست کرو، نیچری تہذیب اور ساختہ تادیب کے خوابِ غفلت سے جاگو جس سے کلمۂ تکذیب و توہینِ خدا و رسول سُنو، تمہارا کیسا ہی معظم یا پیارا ہو دُور کرو، دُور بھاگو، خدا کے دشمن کو دشمن مانو، اس سے تعلق کو آگ جانو، ورنہ عنقریب دیکھو گے کہ تمہارے قلوب مسخ ہوگئے، تمہارے ایمان نسخ ہوگئے،

فستذکرون ما اقول لکم و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد[2] مع۔ تو جلد وُہ وقت آتا ہے کہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اُسے یاد کرو اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں، بیشک

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۴

[2] " " ۴۰/ ۴۴

11 يضلل الله فماله من هادٍ ۝ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فماله من مضل[1] — اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کی کوئی ہدایت کرنے والا نہیں، اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی بہکانے والا نہیں۔ (ت)

میں جانتا ہوں کہ حق کڑوا لگے گا مگر کوئی مسلمان تو ایسا نکلے گا کہ رب کے حضور گردن جھکا کر سچے دل سے سُنے دیکھے، حق و باطل کو میزانِ ایمان میں پرکھے، اور اگر سب پر وہی عناد و مکابرہ کا داغ، تو وما علینا الا البلاغ، اللھم الیك المشتکی وانت المستعان وعلیك البلاغ والیك المصیر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (ہماری ذمہ داری بات پہنچانا تھا اے اللہ! تیری بارگاہ میں درخواست ہے اور تو ہی مدد فرمانے والا ہے، تیرا کام ہی بات کا موثر فرمانا ہے، اور لوٹنا تیری طرف ہے برائی سے پھرنے اور نیکی کو بجالانے کی قوت اللہ بلند و عظیم کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ت)

(۴) عالم موصوف بیشک حق پر ہے اور ان لوگوں کی من گھڑت ترک موالات کہ نصارٰی سے مجرد معاملات جائزہ بھی حرام بلکہ کفر اور ہنود سے وداد و اتحاد، دلی محبت واخلاص جائز بلکہ فرض قطعی اللہ و رسول پر افترا ہے، اس کا کچھ بیان ہو چکا اور زیادہ تفصیل کے لئے فقیر کا رسالہ المحجۃ المؤتمنۃ ہے، واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم[2] (اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔ ت) عالم موصوف پر تنخواہ داری گورنمنٹ کا افترا کیا جائے شکایت ہے جب ان کے بڑے بڑے لیڈر وہ کچھ جتنے بہتان اللہ و رسول و قرآن عظیم پر باندھ رہے ہیں ابھی قرآن کریم کی آیات سے روشن ہو چکا کہ یہ لوگ آپ ہی ترکِ موالات کے منکر اور تکذیب قرآن عظیم پر مُصر ہیں، پھر وُہ اپنا عیب عالم پر نہ لگائیں تو کیا کھا کر جئیں، باقی رہا کفر و ارتداد کا فتوٰی اور اس کے مفتی و مصدقین و مستفتی اور اس کے ماننے والوں اور اس کے سبب عالم دین کی توہین کرنے والوں پر شرعی احکام سب بعینہا وہی ہیں کہ جواب وسوال اول میں گزرے اور یہ کہ عالم موصوف پر ان لوگوں کے حکم کفر و ارتداد وہی اپنا عیب دوسرے کو لگانا اور فرعون ملعون کی سنت مذکورہ ہے کذٰلك قال الذین من قبلھم تشابھت قلوبھم[3] (ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات، ان کے اُن کے دل ایک سے ہیں۔ ت)۔

(۵) جماعت اہل سنت میں (کہ محاورۂ قرآن و حدیث میں وہی مومنین ہیں، کما بینہ الامام

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۳۶ و ۳۷
[2] " " ۲۴/ ۴۶
[3] " " ۲/ ۱۱۸

صدر الشریعۃ فی التوضیح والملا علی القاری فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ (جیساکہ اسے امام صدر الشریعہ نے توضیح میں اور ملّا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بیان کیا ہے۔ ت) تفرقہ ڈالنا حرام ہے، رب عزوجل نے منافقین کی بنائی مسجد پر سخت غضب فرمایا، اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حکم دیا کہ لا تقم فیہ ابدًا[1] کبھی اس میں کھڑے نہ ہونا، اور اس کے بنانے والوں کو فرمایا:

اسس بنیانہ علٰی شفا جرفٍ ھارٍ فانھار بہ فی نار جہنم[2]

اس نے اس کی بنیاد رکھی گراؤ گڑھے کے کنارے پر تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں ڈھے پڑا۔

اور حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو بھیج کر اس کو ڈھوا دیا جلوا دیا۔ پھر حکم دیا کہ اس جگہ کو گھورا بنایا جائے جس میں نجاستیں اور کوڑا ڈالا جائے۔ رب عزوجل نے اس کی چار علتیں ارشاد فرمائیں، تیسری علت یہی تفریقًا بین المؤمنین[3] (مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو۔ ت) ہے کہ انھوں نے اس کے سبب جماعت میں تفرقہ ڈالنا چاہا تھا۔ معالم شریف میں ہے:

لانھم کانوا جمیعا یصلون فی مسجد قبا فبنوا مسجد الضرار لیصلی فیہ بعضھم فیؤدی ذٰلک الی الاختلاف وافتراق الکلمۃ[4]

یعنی ساری جماعت مسجد قبا شریف میں ہوتی تھی، خبثا نے وہ نقصان رسانی کی مسجد اس لئے بنائی کہ کچھ مسلمان اس میں پڑھیں، جس کا نتیجہ یہ ہو کہ پھوٹ پڑے اور تفرقہ ہوجائے۔

بلکہ ان خبیثوں نے جو عذر تفریق ظاہر کیا تھا یہ تفریق جبلپور اس سے ہزاروں درجے بدتر ہے، انھوں نے کہا تھا:

انا قد بنینا مسجدًا لذی العلۃ والحاجۃ واللیلۃ المطیرۃ واللیلۃ الشاتیۃ[5]

ہم نے مسجد بنائی ہے بیمار اور کامی اور بارش کی رات اور جاڑے کی شب کے لئے۔

اور ان کا عذر تفریق یہ ہوا کہ عالم دین معاذ اللہ کافر و بدمذہب و ناقابلِ امامت ہے، جھوٹے وہ بھی تھے اور جھوٹے یہ بھی، مگر ع

---

[1] القرآن الکریم ٩/١٠٨

[2] " " ٩/١٠٩

[3] " " ٩/١٠٦

[4] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن آیۃ والذین اتخذوا مسجدًا ضرارًا کے تحت مصطفی البابی مصر ٣/١٢٧

[5] ایضًا

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا
(راستے کا تفاوت دیکھ کہاں سے کہاں تک ہے۔ ت)

مسلمانوں کو مسجد الٰہی میں جانے سے منع کرنے اور اس کی ویرانی میں کوشاں ہونے کا حکم تو یہ ہے جو قرآن عظیم میں فرمایا:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اولٰئک ماکان لھم ان یدخلوھا الا خائفین ۵ لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[1] ۵

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نامِ الٰہی لینے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے انہیں تو نہیں پہنچتا تھا کہ ان میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

مگر یہاں ان کا عذر یہ ہوگا کہ ہمیں مسجد ویران کرنا اور اس میں نماز سے روکنا مقصود نہ تھا بلکہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی کہ امام کے پیچھے مسلمانوں کی نماز خراب نہ ہو، یہ بھلائی چاہنے کا عذر بھی ان منافقوں مسجد ضرار بنانے والوں نے پیش کیا تھا اور خالی زبانی نہیں بلکہ قسم کے ساتھ مؤکد کرکے،

قال اللہ تعالٰی ولیحلفن ان اردنا الا الحسنٰی[2] اللہ تعالٰی نے فرمایا ضرور ضرور اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم نے تو تفرقِ جماعت سے بھلائی ہی چاہی۔

اس پر جواب فرمایا: واللہ یشھد انھم لکٰذبون[3] (اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ جھوٹے ہیں) جبکہ وہ وجہ جو یہ ظاہر کرتے ہیں قطعاً کذب و باطل ہے، محض معاندانہ اس کا جھوٹا حیلہ گھڑ کر مسلمانوں کو مسجد سے روکنا اور جماعت میں پھوٹ ڈالنا چاہا تو وہ نہ ہوا مگر مسجد الٰہی کو یاد الٰہی سے روکنا، مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور انہیں مسجد سے روکنے میں کافروں سے مدد لینا اور انہیں اغوائے مسلمین کے لئے راستوں پر متقرر کرنا نظر بحقیقت تو ٹھیک مناسبت پر واقع ہوا، کافروں سے زیادہ اس کا اہل کون تھا، ایسے کام لینے والوں کے ایسے کام کو ایسے ہی کام کرنے والے مناسب تھے الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت[4] (گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کے لئے۔ ت) مگر ان کے زعم پر یہ کافروں سے استمداد اسی قسم میں واقع ہوا جو ان کے ادعا میں دینی کام تھا اور دینی کام میں کافروں سے استعانت حرام،

قال اللہ عزوجل لایتخذ المؤمنون الکٰفرین اللہ تعالٰی نے فرمایا: مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴
[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۷
[3] " " ۹/ ۱۰۷
[4] " " ۲۴/ ۲۶

اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیئ[1] | کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

تفسیر ارشاد العقل و تفسیر فتوحات الٰہیہ میں اسی آیہ کریمہ کی تفسیر میں ہے:

فھو اعن الاستعانۃ بھم فی الامور الدینیۃ[2]۔ اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا کہ کافروں سے کسی دینی کام میں مدد لیں، یونہی ایسی نماز قائم کرنے کے لئے جس کی بنا پر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور سنی عالم کی اقتدار سے روک کر غالباً کسی منہم کے پیچھے پڑھوانے پر ہو، زمین کفار ہی مناسب تھی کہ قضیۂ زمین برسر زمین ورنہ فقہائے کرام نے تو کافر کی زمین میں نماز پڑھنے سے اتنا روکا ہے کہ مسلمان کی زمین میں بے اس کے اذن کے پڑھے اور کافر کی زمین سے بچے، اور اگر مسلمان کی زمین میں کھیتی ہے کہ اس میں نہیں پڑھ سکتا تو راستے میں پڑھے اور کافر کی زمین میں نہ پڑھے اگرچہ راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر یہ کراہت کافر کی زمین میں پڑھنے کی کراہت سے ہلکی ہے۔ حاوی قدسی میں ہے:

ان اضطر بین ارض مسلم وکافر یصلی فی ارض المسلم اذا لم تکن مزروعۃ او لکافر یصلی فی الطریق[3]۔ | اگر مسلمان اور کافر کی زمین کے درمیان اضطراب آگیا تو مسلمان کی زمین میں نماز ادا کی جائے گی بشرطیکہ وہ کاشت نہ ہو، اگر وہ زیر کاشت ہے یا کافر ہی کی زمین ہے تو راستے میں نماز ادا کرلی جائے۔ (ت)

ہاں ظاہراً یہاں اس کافر مالک زمین کا اذن ہوگا، اب ایمانی نگاہ سے یہ فرق دیکھنا چاہئے کہ کہاں تو کافر کی بے خبری میں اس کی زمین میں وہ نماز پڑھنی جس سے رضائے الٰہی مقصود ہو اور کہاں مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنے اور بندگان الٰہی کو مسجد الٰہی سے روکنے کے لئے کافر کی دلی خوشی کہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑے پوری کرنے کو اس کی زمین میں نماز قائم کرنی، کافر کی وہ کراہت بدتر تھی جو اس کی زمین میں نماز پڑھنے سے ہوتی یا کافر کی یہ خوشی بدرجہا بدتر ہے جو اس کی کراہت قلب پر غالب آگئی اور جس کے سبب خود اس نے اپنی زمین خوش خوش نماز کیلئے دی، اوّل کا مقصود رضائے الٰہی ہے اور کافر کو اس سے غیظ و نفرت، اور دوم کا مقصود مسلمانوں میں تفرقہ ہے کہ نامرضی خدا ہے اور کافر کو اس سے سرور و فرحت، فاعتبروا یااولی الابصار[4] (اے اہل بصارت! عبرت حاصل کرو۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) آیت لایتخذ المؤمنون الکٰفرین کے تحت داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳
الفتوحات الالٰہیہ " " " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۵۷

[3] الحاوی القدسی

[4] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

بلاشبہہ ایسا کرنے والے مسجد ضرار والے منافقوں کے وارث اور مسلمانوں کے بدخواہ اور ایذائے مسلمین کیلئے مشرکین کے آلے اور ان کے مسخرے یعنی ان کے ہاتھوں میں ضرر اسلام کے لئے مسخر ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(٦ و ٧) گائے کی قربانی بیشک شعارِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالیٰ والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے اونٹ اور گائے کی قربانی کو تمہارے لئے دین الٰہی کی نشانیوں سے کیا۔

خود مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کو اس کا اقرار ہے، رسالہ قربانی صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں:
"والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ سے گائے کی قربانی ثابت ہوتی ہے[2]" خصوصاً اس معدن مشرکین ہندوستان میں کہ یہاں اس کا ابقا واجرا بلاشبہہ اعظم مہماتِ اسلام سے ہے، مکتوبات جناب شیخ مجدد صاحب میں ہے:

ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام است۔[3]

ہندوستان میں گائے کا ذبح کرنا اسلام کے سب سے بڑے شعائر میں سے ہے۔ (ت)

یہاں اس کا باقی رکھنا یقیناً واجب شرعی ہے جس کی تحقیق ہمارے رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" میں ہے علمائے لکھنؤ نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب کے فتاوی میں ہے:

"گائے ذبح کرنا طریقہ قدیمہ ہے۔ زمانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجملہ سلف صالحین سے تمام بلاد وامصار میں اور اس پر اجماع واتفاق ہے تمام اہل اسلام کا، ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود بنظر تعصب مذہبی منع کریں تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا نہیں درست ہے بلکہ ہر گاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کے ابطال میں کوشش کریں، اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقا واجرا میں سعی کریں اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑیں گے تو گنہگار ہوں گے، ہنود منع کریں تو اس کے ابقا میں سعی واجب ولازم ہے[4]" (ملخصاً)

محمد عبدالحی ابوالحسنات

انھیں کے دوسرے فتوے میں ہے:

"گائے ذبح کرنے کا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہے، ہنود بہ نظر اپنے مذہب کے رو کے

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[2] رسالہ قربانی عبدالباری فرنگی محلی ص ۲۱

[3] مکتوبات امام ربانی مکتوب ہشتاد ویکم نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۰۶

[4] مجموعہ فتاوی عبدالحی کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۲۸۳

تو مسلمان کو باز آنا نہیں درست ہے اور ہنود کی ممانعت کو جو مبنی ہے ان کے اعتقادِ باطل پر تسلیم کر لینا نہیں جائز ہے، جو اس کی عظمت کا خیال کرے اس کے اسلام میں فتور ہے، پس ہنود کی ممانعت تسلیم کرنا موجب ان کے اعتقادِ باطل کی تقویت و ترویج کا ہوگا اور یہ کسی طرح شرعاً جائز نہیں، مسلمانوں کو ضرور ہے کہ گاؤ کشی ترک نہ کریں [1] (ملخصاً)

محمد عبدالحی ابوالحسنات

مولوی عبدالباری صاحب کے والد ماجد مولانا عبدالوہاب صاحب کے فتوٰی میں ہے:

"ان بلاد میں مسلمانوں کو گاؤ کشی باقی رکھنے میں کوشش لازم ہے [2]"

محمد عبدالوہاب

انھیں کے دوسرے فتوٰی میں ہے:

"قربانی گائے کی شعارِ اسلام ہے اس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود موجبِ معصیت ہے بلکہ قائم رکھنے قربانی گائے میں مسلمانوں کو سعی لازم ہے [3]"

محمد عبدالوہاب

خود مولوی عبدالباری صاحب کے رسالہ قربانی ص ۲۰ میں ہے:

"رکاوٹ ڈالنے کی صورت میں گائے کی قربانی واجب ہو جاتی ہے [4]"

اسی کے صفحہ ۲۱ میں ہے:

"جب سے ہندوؤں کو اس کا خیال ہوا کہ گائے کی قربانی روکی جائے اس وقت سے مسلمانوں کو بھی اپنا حق قائم رکھنے اور اپنے مذہبی حکم جاری رکھنے کا خیال پیدا ہو گیا، حکمِ شریعت بھی ایسا ہی ہے کہ جب قربانی روکی جائے تو لازم ہے کہ ہم اس کو کریں [5]"

صفحہ ۶ میں ہے:

"میں جانتا ہوں روکنے سے اس کا انجام دینا ضروری ہو جاتا ہے [6]"

صفحہ ۳: "مذہبی شعار کو کسی دباؤ یا مروت سے نہیں چھوڑ سکتے [7]"

---

[1] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی — کتاب الاضحیۃ — مطبع یوسفی لکھنؤ — ۲/۸۶-۲۸۵

[2] فتاوٰی محمد عبدالوہاب بحوالہ مجموعہ فتاوٰی " " " — ۲/۲۸۳

[3] " " " " " " " — ۲/۲۸۶

[4] رسالہ قربانی عبدالباری فرنگی محلی — ص ۲۰

[5] " " " " " " — ص ۲۱

[6] " " " " " " — ص ۶

[7] " " " " " " — ص ۳

صفحہ ۱۶:

"ہندوؤں کے روکنے یا ان کی محض خوشامد سے ترک قربانی گاؤ کو ممنوع سمجھتا ہوں"[1]

صفحہ ۱۹:

شعارِ دین میں سے جس کو روکا جائے اس کے برقرار رکھنے کی پابندی مسلمانوں پر عائد ہوجاتی ہے"[2]

بقیہ اقوال کی تشریح رسالہ الطاری الداری میں ہے، تو جو لوگ خوشنودیٔ مشرکین کے لئے اس شعارِ اسلام کو مٹانا چاہتے اور مسلمانوں کو اس کے چھوڑنے پر زور دیتے ہیں، سخت فاسق، مفسد، آمر بالحرام، بدخواہ اسلام، مسلمانوں کے رہزن ہیں، مشرکین کے گرگے، شیطان کے بھائی، ابلیس کے کارندے، حق کے دشمن ہیں، منافقوں کے وارث ہیں جن کو حق سبحانہ فرماتا ہے:

المنٰفقون والمنٰفقٰت بعضھم من بعض یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف ویقبضون ایدیھم نسوا اللہ فنسیھم ان المنٰفقین ھم الفٰسقون ○ وعد اللہ المنٰفقین والمنٰفقٰت والکفار نار جھنم خٰلدین فیھا ھی حسبھم ولعنھم اللہ ولھم عذاب مقیم[3]

منافق مرد و عورت آپس میں ایک ہیں برائی (مثلاً شعارِ اسلام بند کرنے) کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی (شعارِ اسلام جاری رکھنے) سے روکتے ہیں، اور (نیک کام خصوصاً شعارِ اسلام) سے ہاتھ کھینچتے ہیں وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں چھوڑ دیا بیشک منافق ہی پکے فاسق ہیں، اللہ نے منافق مردوں عورتوں اور ان کافروں سے (جن کی طرف یہ منافق جھکتے اور اُن کی خوشنودی چاہتے ہیں) جہنم کی آگ کا وعدہ فرمایا ہے جس میں وہ سب ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کے عذاب کو بہت ہے اور اللہ نے ان سب پر لعنت کی اور ان کے لئے دائم عذاب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

ان کے دام میں پھنس کر گائے کی قربانی چھوڑنے والا اللہ عزوجل کا مخالف اور ابلیس لعین کا فرمانبردار ہے، تارکِ واجب و مرتکبِ حرام، مستحقِ نار و غضبِ جبار ہے۔

والعیاذ باللہ العزیز الغفار وصلی اللہ تعالیٰ — اللہ عزیز و غفار کی پناہ، اور اس کے حبیب مختار

---

[1] رسالہ قربانی — عبدالباری فرنگی محلی — ص ۱۶

[2] 〃 〃 〃 〃 — ص ۱۹

[3] القرآن الکریم ۹/ ۶۶ و ۶۷

علی الحبیب المختار و اٰلہ الاطہار وصحبہ الابرار و اولیائہ الاخیار وامتہ اجمعین الی یوم القرار وبارک وسلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

پر صلٰوۃ وسلام، آپ کی آلِ اطہار، اصحاب ابرار، اولیا اخیار اور اُمّت پر بھی قیامت تک، اور برکت وسلامتی ہو۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳ از داناپور محلہ شگونہ مسجد حنفیہ مسئولہ محمد حنیف خاں ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

بگرامی خدمت فیض درجت امام اہل سنّت اعلٰحضرت عظیم البرکت مولانا مولوی مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب مدظلہم الاقدس، السلام علیکم! گزارش خدمت ہے کہ یہاں شہر پٹنہ میں ایک جگہ پر مجمع ہُوا، جس میں علمائے بہار بھی شریک تھے اور عام لوگ بھی مولوی ابوالکلام حامی ترک موالات نے تحریک کی کہ بہار و اڑیسہ کے لئے ایک امیرِ اسلام ہونا چاہئے۔ اس پر لوگوں نے حضرت اقدس شاہ بدرالدین صاحب پھلواروی کو تجویز کرکے امیرِ اسلام بنایا، اب اعلان ہے کہ لوگ شہر کے امیرِ اسلام کے ہاتھ پر بیعت کریں، لہذا حضور والا سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ امیرِ اسلام کے ہاتھ پر بیعت کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور امیرِ اسلام کے لئے کیا کیا شرائط از رُوئے قرآن شریف وفقہ شریف ہونا چاہئے اور جو لوگ بیعت نہ کریں کیا وہ لوگ گنہگار ہیں جواب تفصیل سے مع دلائل کے عنایت ہو بیّنوا توجروا۔

الجواب

امیرِ شریعت دو۲ قسم ہے، اختیاری و قہری۔ اختیاری وہ جو کسی پر اپنے احکام کی تنفیذ میں جبر کا اختیار نہیں رکھتا، احکامِ شریعت بتادینا اس کا کام ہے، ماننا نہ ماننا لوگوں کے اختیار، یہ امیرِ شریعت متدین فقہائے اہلِ سنّت ہیں،

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[1]، اولوالامر ھم العلماء علی اصح الاقوال کما قال تعالٰی ولوردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم[2]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اے اہلِ ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے جو صاحب امر ہیں ان کی۔ اصح قول کے مطابق اولوالامر سے مراد علماء ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اور کاش وہ اسے لوٹاتے رسول کی طرف اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف، تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیں گے وہ جس کو استنباط کرتے ہیں ان میں سے (ت)

عدم سلطان کی حالت میں مسلمانوں پر اپنے امورِ دینیہ میں متدین معتمد علمائے اہلسنت کی طرف رجوع کرنا اور بھی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[2] ؍؍ ؍؍ ۴/ ۸۳

لازم تر ہو جاتا ہے کہ بعض بعض خاص دینی کام جنھیں ولاۃ وقضاۃ اٹھائے ہوتے ہیں ان میں بھی تا حدِ ممکن انھیں کے حکم سے تکمیل کرنی ہوتی ہے، جیسے معاملہ عنین وتنفیذ انکحہ وخیارات بلوغ وغیرہا سوائے حدود وتعزیر وقصاص جس کا اختیار غیر سلطان کو نہیں،

فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم[1] کمافی الحدیقۃ الندیۃ عن الفتاوی العتابیۃ۔

جب ایک پر اتفاق دشوار ہو تو ہر علاقہ کے لوگ اپنے عالم کی اتباع کرلیں، اگر علماء کثیر ہوں تو سب سے بڑے عالم کا اتباع کیا جائے، اگر علم میں برابر ہوں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کرلی جائے۔ جیسا کہ حدیقہ ندیہ میں فتاوی عتابیہ سے ہے۔ (ت)

یہ امیر شرعی کسی کے انتخاب پر نہیں بلکہ خود بانتخاب الٰہی منتخب ہے، دیانت وفقاہت میں اس کا تفرد وتفوق خود ہی اسے متعین کرتا ہے، یہاں تک کہ لوگ اگر اس کے غیر کو منتخب کریں گے خطا کریں گے اور اسی کا اتباع لازم ہوگا کہ وہی اہل ہے اور طبائع خود ہی دینی امور میں اس کی طرف رجوع پر مجبور ہوتی ہیں کہ دوسری جگہ ویسا حل شافی نہیں پاتیں یہاں تک کہ اس کے اکابر اعدا کہ بوجہ بد دینی یا حسد شیاطینی اس کے سخت دشمن ہوتے ہیں، اور زبردستی اس پر اپنی تعلّی چاہتے ہیں، مسائل مشکلہ کے حل کرنے میں اس کے محتاج رہتے ہیں، اپنے گمنام جاہلوں کے ذریعہ سے اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں یوں اپنے لاحل مسئلوں کی گرہ کھلواتے ہیں،

ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم[2]۔

یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے عطا کرتا ہے جسے وہ چاہے اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔ (ت)

اس امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت نہ کچھ ضرور نہ اس کا دستور، نہ اس کا ترک گناہ ومحذور، بلکہ اس کا معیار وہی ہے جو اوپر مذکور، اس کے فیصلے کو بہار واڑیسہ کے جملہ علماء پر نظر تفصیلی صحیح شرعی نے جو فیصلہ کیا ہو آپ ہی منظور،

واللّٰہ علیم بذات الصدور[3] الا الی اللّٰہ تصیر الامور[4]۔

اور اللہ سینوں کے رازوں کو جانتا ہے اور سنو تمام امور اللہ کی بارگاہ میں لوٹتے ہیں۔ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۱

[3] ؍؍ ؍؍ ۳/ ۱۵۴

[4] ؍؍ ؍؍ ۴۲/ ۵۳

دوسرا امیر قہری اُس کے ذمّہ وُہ کام ہیں جو بغیر تسلّط و غلبہ و قہر کے انجام نہیں پاتے مثلاً قصاص، حدُود، تعزیرات، اخذ عشور، اخذ خراج یہ ضرور نصب و انتخاب مسلمین پر ہے اور اسی کے ہاتھ پر بیعت کا دستور اور بلا وجہ شرعی اس سے انکار محظور، یہ اگر عام ممالک اسلامیہ پر مقرر کیا جائے تو خلیفہ و امیر المومنین ہے اور اس کے لئے سات شرطیں لازم کہ ایک بھی کم ہو تو خلیفہ نہیں متغلب ہے، اسلام[1]، حریت[2]، ذکورت[3]، عقل[4]، بلوغ[5]، قدرت[6]، قرشیت[7]۔

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ امام ابن الہمام تعلیقات مسایرہ میں فرماتے ہیں:

اما عندنا فالشروط انواع، بعضها لازم لاتنعقد بدونه، وھی الاسلام، والذکورۃ، والحریۃ، والعقل، واصل الشجاعۃ، وان یکون قرشیا[1]۔

لیکن ہمارے نزدیک شروط مختلف طرح کی ہیں بعض ان میں سے لازم ہیں جن کے بغیر امارت کا انعقاد نہیں ہو سکتا اور وہ مسلمان ہونا، مذکر ہونا، آزاد ہونا، عقل والا ہونا، دلیر ہونا اور قرشی ہونا ہے (ت)

اور اگر کسی قطر یا شہر یا موضع خاص پر تو وہاں کا صوبہ یا والی ہے، اس کے لئے بھی عقل و بلوغ و قدرت یقیناً شرط اور قرشیت کی کچھ حاجت نہیں اور تعمیم احکام کے لئے اسلام و حریت و ذکورت بھی ضرور ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ عدم سلطان کے وقت مسلمانوں پر ایسا والی مسلم تلاش کرنا واجب ہے کما فی المبسوط و جامع الفصولین ومعراج الدرایۃ وغیرھا (جیسا کہ مبسوط، جامع الفصولین اور معراج الدرایہ وغیرہ میں ہے۔ ت) مگر ہر واجب بقدرِ قدرت ہوتا ہے اور ہر فرض بشرطِ استطاعت۔

قال اللہ تعالٰی لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا[2]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ (ت)

یہاں مسلمان ایسا والی مقرر کرنے پر ہر گز قادر نہیں اور اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ سو برس سے آج تک ہندوستان میں ہزار ہا مشائخ و علماء و صلحاء و کبراء گزرے کبھی اس طرف متوجہ نہ ہُوئے کیا وہ مسئلہ نہ جانتے تھے یا قصداً فاسق و تارکِ واجب رہے، حاشا ہرگز نہیں، بلکہ انھیں معلوم تھا کہ یہ وجوب ہم پر نہیں۔ شرح مقاصد میں ہے:

فان قیل لو وجب نصب الامام لزم اطباق الامۃ فی اکثر الاعصار علی

اگر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ اگر امام کا مقرر کرنا واجب ہے تو لازم آئے گا کہ اُمت نے اکثر زمانوں

---

[1] تعلیقات مسایرۃ علامہ قاسم بن قطلوبغا مع المسامرۃ شروط الامام المکتبۃ التجاریۃ مصر ص ۳۱۹ و ۳۲۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

ترك الواجب لانتفاء الامام المتصف بما يجب من الصفات سيما بعد انقضاء الدولة العباسية قلنا انمايلزم الضلالة لو ترکوه عن قدرة و اختیار لا عجز و اضطرار[1]۔

میں واجب کا ترک کیا کیونکہ ایسا کوئی امام ہی نہیں ملا جو مذکورہ صفات کا حامل ہو خصوصاً حکومت عباسیہ کے گزرنے کے بعد، ہم جواباً کہتے ہیں امت کا گنہگار ہونا تب لازم آئے گا اگر انھوں نے قدرت و اختیار ہونے کے باوجود اسے ترک کیا ہو اور اگر عجز و اضطرار کی وجہ سے ہو تو پھر گناہ نہ ہوگا۔ (ت)

(یہ جواب ناقص ہی دستیاب ہوا)

---

[1] شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الاول فی نصب الامام دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۵

رسالہ

دوام العیش من الائمۃ من قریش

۳۹ ھ ۱۳

(زندگی کا دوام اس امر میں کہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مسئلہ ۲۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سلطنت عثمانیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں، فرضیتِ اعانت کے لئے بھی سلطان کا قرشی ہونا شرط ہے یا صرف خلافت شرعیہ کے لئے یا کسی کے لئے نہیں، مولوی فرنگی محلی کے خطبۂ صدارت میں اس کے متعلق چند سطور ہیں اور مسٹر ابوالکلام آزاد نے رسالہ مسئلہ خلافت و جزیرۂ عرب میں صفحہ ۳۲ سے صفحہ ۷۰ تک حسبِ عادت اسے بہت پھیلا کر بیان کیا ہے، ان دونوں کا محصل یہ ہے کہ خلافت شرعیہ میں بھی قرشیت شرط نہیں، یہ صحیح ہے یا غلط؟ اور اس بارے میں مذہب اہلسنت کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

الحمد للہ الذی فرض اعانۃ سلاطین الاسلام علی المسلمین و فضل قریشا بخاتم النبیین وسید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم وبارك وسلم الٰی یوم الدین وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ کل اٰن وحین۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

ان الدین النصیحۃ للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم[1] رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی عن تمیم الداری والترمذی والنسائی عن ابی ھریرۃ واحمد عن ابن عباس والطبرانی فی الاوسط عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

بیشک دین یہ ہے کہ اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول سے سچا دل رکھے اور سلاطینِ اسلام اور جملہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرے (اسے احمد، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے تمیم داری سے اور ترمذی اور نسائی نے ابوہریرہ سے اور احمد نے ابن عباس سے اور طبرانی نے اوسط میں ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

سلطنت علیہ عثمانیہ ایدہا اللہ تعالٰی نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعتِ اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے اس میں قرشیت شرط ہونا کیا معنی ، دل سے خیر خواہی مطلقاً فرضِ عین ہے اور وقت حاجت دعا سے امداد و اعانت بھی ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس سے کوئی عاجز نہیں اور مال یا اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے اور ہر فرض بقدر قدرت ہر حکم بشرط استطاعت۔

قال تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[2] ، و قال تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔ (ت)

مفلس پر اعانتِ مال نہیں ، بے دست و پا پر اعانتِ اعمال نہیں ، و لہذا مسلمانانِ ہند پر حکمِ جہاد و قتال نہیں۔ بادشاہِ اسلام اگرچہ غیر قرشی ہو اگرچہ کوئی غلام حبشی ہو امور جائزہ میں اُس کی اطاعت تمام رعیت اور وقت حاجت اُس کی اعانت بقدر استطاعت سب اہلِ کفایت پر لازم ہے ، البتہ اہلسنت کے مذہب میں خلافت شرعیہ کیلئے ضرور قرشیت شرط ہے اس بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں ہیں اسی پر صحابہ کا اجماع ، تابعین کا اجماع ، اہلسنت کا اجماع ہے ، اس میں مخالف نہیں مگر خارجی یا کچھ معتزلی کتب عقائد و کتب

---

[1] صحیح مسلم | کتاب الایمان | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۵۴
سنن ابوداؤد | کتاب الادب | آفتاب عالم پریس لاہور | ۲/ ۳۲۰
مسند احمد بن حنبل | حدیث تمیم الداری | دارالفکر بیروت | ۴/ ۱۰۲

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[3] ″ ″ ۶۴/ ۱۶

حدیث وکتبِ فقہ اس سے مالامال ہیں، بادشاہ غیر قرشی کو سلطان، امام، امیر، والی، ملک کہیں گے مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المومنین کہ یہ بھی عرفاً اسی کا مترادف ہے، ہر بادشاہ قرشی کو بھی نہیں کہہ سکتے سوا اس کے جو ساتوں شرائط خلافت اسلام، عقل، بلوغ، حریت، ذکورت، قدرت، قرشیت سب کا جامع ہو کر تمام مسلمانوں کا فرمانروائے اعظم ہو۔

اجمالی کلام و واقعات عام و ازالہ اوہام جہال خام

اقول وباللہ التوفیق اسم خلافت میں یہ شرعی اصطلاح ہے جملہ صدیوں میں اسی پر اتفاقِ مسلمین رہا۔

(۱) زمانۂ صحابہ سے برابر علمائے کرام خلفاء، ملوک کو علیحدہ کرتے آئے حتیٰ کہ خود سلاطین اسی کے پابند رہے اور آج تک ہیں، بڑے بڑے جبار بادشاہ گزرے کبھی غیر قریش نے ترک ہوں یا مغل یا پٹھان یا کوئی اور اپنے آپ کو خلیفہ نہ کہلوایا نہ خلافت مصطفویہ شرعیہ کا دعویٰ کیا، جب تک خلافت عباسیہ قائم رہی خلیفہ ہی کی سرکار سے سلاطین کی تاجپوشی ہوتی، سلطان دستِ خلیفہ پر بیعت کرتا اور اس منصب شرعی کا مستحق اسی کو جانتا اگرچہ زور و طاقت و سطوت میں اُس سے کہیں زائد ہوتا، جب کفار تاتار کے دستِ ظلم سے محرم ۶۵۶ھ میں جامۂ خلافت تار تار ہوگیا علماء نے فرمایا ساڑھے تین برس تک خلافت منقطع رہی حالانکہ اس وقت بھی قاہر سلطنتیں موجود تھیں، مصر میں ملک ظاہر سلطان بیبرس کا دور دورہ تھا، امام جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں خاتم الخلفاء مستعصم باللہ کی شہادت کے بعد کا ذکر فرماتے ہیں:

ثم دخلت سنة سبع وخمسين والدنيا بلا خليفة۔[1] — پھر ۶۵۷ھ آیا اور دنیا بے خلیفہ تھی۔

پھر فرمایا:

ثم دخلت سنة ثمان وخمسين والوقت ايضا بلا خليفة۔[2] — پھر ۶۵۸ھ آیا اور زمانہ اسی طرح بے خلیفہ تھا۔

پھر فرمایا:

وتسلطن بيبرس وازال المظالم وتلقب بالملك الظاهر ثم دخلت سنة — بیبرس سلطان ہوا اور اس نے ظلم دفع کئے اور اپنا لقب ملک ظاہر رکھا، پھر ۶۵۹ھ آیا اور وقت

---

[1] تاریخ الخلفاء احوال المستعصم باللہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳۰

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۳۳۱

تسع و خمسین والوقت ایضا بلا خلیفة الی رجب فاقیمت بمصر الخلافة وبویع المستنصر و کان مدة انقطاع الخلافة ثلاث سنین و نصفا[1] (ملخصا)

ماہ رجب تک یونہی بے خلیفہ تھا یہاں تک کہ مصر میں پھر خلافت قائم کی گئی اور مستنصر باللہ عباسی کے ہاتھ پر بیعت ہوئی خلافت ساڑھے تین برس تک معدوم رہی۔ (ملخصاً)۔

یونہی حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں فرمایا:

لما اخذ التاتار بغداد وقتل الخلیفة اقامت الدنیا بلا خلیفة ثلث سنین و نصف سنة و ذلک من یوم الاربعاء رابع عشر صفر سنة ست وخمسین وھو یوم قتل الخلیفة المستعصم رحمه الله تعالی الی اثناء سنة تسع و خمسمائة[2]

یعنی جبکہ تاتاریوں نے بغداد مقدس لے لیا اور خلیفہ شہید ہوئے دنیا ساڑھے تین برس بے خلیفہ رہی اور یہ ۱۴ صفر روز چہارشنبہ ۶۵۶ھ سے کہ روز شہادت خلیفہ مستعصم رحمہ اللہ تعالیٰ تھا ۱۳ رجب ۶۵۹ھ تک کا زمانہ ہے۔

(۲) یہ خلافت کہ مصر میں قائم ہوئی اور ڈھائی سو برس سے زائد رہی خود سلطان کی قائم کی ہوئی تھی، سلطان بظاہر اس کا دست نگر ہوتا اور خلافت پر قادر تھا نظر بحقوق بے تفویض خلیفہ بھی نظم ونسق ورتق وفتق وامر وحکم میں سلطان مستقل تھا، خلیفہ امیر المومنین کہلانے اور بیعت لینے اور خطبہ وسکہ کو زینت اور سلاطین کو تاج و خلعت دینے کے لئے ہوتا بلکہ اس کی بنا خود خلافت بغداد میں پڑ چکی تھی، مقتدر باللہ کو ۲۹۶ھ میں تیرہ۱۳ برس کی عمر میں خلافت ملی، طفلی واشتغال بازی واختیارات زنان واستخدام یہود ونصارٰی نے ضعف پہنچایا ملک مغرب نکل گیا مصر نکل گیا قرامطہ ملعونوں کا زور ہوا، پھر ۳۲۴ھ میں واسطہ کا صوبہ محمد بن رائق خلیفہ راضی باللہ پر فائق ہوا خلیفہ نام کے لئے تھا پھر یہ بدعت شنیعہ مدتوں مستمر رہی مگر تمام علماء ومسلمین اور خود وہ جبارسے جبار سلاطین بھی خلافت انھیں قرشی خلفا کی مانتے اور انھیں سے پروانہ وخلعت سلطنت لیتے۔ اگر غیر قرشی بھی خلیفہ ہوسکتا تو سلاطین خود خلفا بنتے، کیا ضرورت تھی کہ ان قرشیوں کو اپنا تغلب مٹانے کے لئے حیلۂ شرعیہ کے واسطے خلیفہ بناتے اور اپنے زیردستوں کے حضور سربندگی جھکاتے اور ان کے ہاتھ سے تاج وخطاب پاتے مگر نہیں وہ مسلمان تھے سنی تھے جانتے تھے کہ ہم قرشی نہیں ہماری خلافت نہیں ہوسکتی اور بے تولیت خلافت بطور خود سلطنت کرینگے تو داغ تغلب ہماری پیشانی سے نہ مٹے گا اسی لئے ان عباسی قرشیوں کی خلافت رکھی تھی۔

---

[1] تاریخ الخلفاء احوال المستعصم باللہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳۱

[2] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ

(۳) پھر اُدھر ہی کے سلاطین نہیں اس دور دراز مملکت ہند کے متشرع سلاطین نے بھی انھیں خلفاء سے اپنے نام پروانۂ سلطنت کیا حالانکہ یہ کسی طرح بھی تسلط کی راہ سے اُن کے ماتحت نہ تھے، تاریخ الخلفاء میں ہے: 12

وفی سنة اربع عشرة ارسل غیاث الدین اعظم شاہ بن اسکندر شاہ ملك الهند یطلب التقلید من الخلیفة وارسل الیه مالاً وللسلطان هدیة[1]

سنہ آٹھ سو چودہ میں بادشاہِ ہند اعظم شاہ غیاث الدین بن سکندر شاہ نے خلیفہ مستعین باللہ ابوالفضل سے اپنے لئے پروانۂ تقررِ سلطنت مانگا اور خلیفہ کے لئے نذر اور سلطانِ مصر کو ہدیہ بھیجا۔

خود مسٹر آزاد کے اسی رسالۂ خلافت ص ۷۹ میں ہے:

"جب تک بغداد کی خلافت رہی ہندوستان کے تمام حکمران اُس کے فرماں بردار رہے جب ۶۶۰ھ ع میں مصر کی عباسی خلافت کا سلسلہ شروع ہوا تو اگرچہ یہ عباسیہ کے کاروان رفتہ کا محض ایک گرد و غبار تھا تاہم سلاطینِ ہند اس کی حلقہ بگوشی و غلامی کو اپنے لئے فخر سمجھتے رہے اور مرکزی خلافت کی عظمت دینی نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی طور پر منوا دینے کے لئے مقام خلافت سے پروانۂ نیابت حاصل کرتے رہیں۔"

پھر سلطان محمد بن تغلق شاہ و سلطان فیروز شاہ کی بندگی و غلامی جو اُس خلافت سے رہی اور فیروز شاہ کے لئے دربارِ خلافت سے دوبار پروانۂ تقررِ سلطنت و نشان و خلعت کا آنا لکھا اور یہ کہ سلطان نے اُس کی کمال تعظیم کی اور یہ سمجھا کہ گویا یہ عزت آسمان سے اُتری اور یہ سند بارگاہِ رسالت سے ملی، پھر کہا، (ص ۸۰)

"غور کرو مقامِ خلافت کی عظمت کا ہمیشہ کیا حال رہا خلافت بغداد مٹنے کے بعد بھی خلافت کی صرف ایک اسمی نسبت بھی اس درجہ جبروت رکھتی تھی کہ ہندوستان جیسے بعید گوشہ میں ایک عظیم الشان فرمانروائے اقلیم مصر کے دربار خلافت سے اذن و اجازت حاصل ہونے پر فخر کرتا ہے مٹنے پر بھی اس مقام کی عظمت تمام عالم اسلامی پر اس طرح چھائی رہتی ہے کہ وہاں کا فرمان آسمانی فرمان اور وہاں کا حکم بارگاہِ نبوت کا حکم سمجھا جاتا ہے۔"

خدا جانے مسٹر آزاد یہ کس جنگ یا کسی نشے کی ترنگ میں لکھ گئے، ان کا اعتقاد تو یہ ہے ص ۵۳ کہ،

ع یہ غلط ہے بلکہ ۹ رجب ۶۵۹ھ ۔ ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] تاریخ الخلفاء احوال المستعین باللہ ابوالفضل مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۵۷

"انتخاب خلیفہ کا موقع نہ رہا ہو تو خلیفہ تسلیم کرلینے کے لئے بجز اسلام اور حکومت کے جماؤ اور جگہ پکڑ لینے کے اور کوئی شرط نہیں۔"

سبحان اللہ! یہ سلاطینِ ہند و سلاطینِ مصر اور خود سلطان بیبرس جس نے اس خلافت کی بنیاد رکھی مسلمان ہی تھے اور اُن کی حکومتیں جمی ہوئی تھیں تو آپ کی کافی ساختہ دونوں شرطِ خلافت موجود تھیں پھر انھوں نے خود اپنے آپ کو خلیفہ کیوں نہ جانا اور ان کی حکومت شرعی طور پر ماننے کے قابل کیوں نہ ہوئی حالانکہ آپ کے نزدیک شریعت کا حکم ہے کہ،

"اُسی کو خلیفہ ماننا چاہئے خواہ تمام شرطیں اُس میں پائی جائیں یا نہ پائی جائیں"۔ (ص ۵۱)

"ہر مسلمان پر از رُوئے شرع واجب ہے کہ اُسی کو خلیفۂ اسلام تسلیم کرے"۔ (ص ۳۵)

خیر آپ کا تناقض آپ کو مبارک۔ سلاطینِ اسلام نے کیوں اپنی خلافت نہ مانی اور وُہ کیا بات اُن میں کم تھی جس کے لئے انھیں دوسرے کی خلافت جمانے اور اس کی اجازت کے صدقے اپنی حکومت کو شرعی منوانے کی ضرورت پڑی۔ ظاہر ہے کہ وُہ نہ تھی مگر شرطِ قرشیت۔

(۴) مسٹر کو چھوڑیے جنھوں نے دُو ہی شرطیں رکھیں، ائمۂ دین تو سات بتاتے ہیں دیکھئے شاید ان میں کی کوئی اور شرط مفقود ہونے کے سبب سلاطین نے اپنے آپ کو خلیفہ نہ سمجھا، اُوپر گزرا کہ وہ اسلام[۱] و حریت[۲] و ذکورت[۳] و عقل و بلوغ[۴] و قدرت[۵] و قرشیت[۶] ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ان سلاطین میں چھ موجود تھیں پہلی پانچ بداہۃً اور قدرت یوں کہ حکومت کا جماؤ بے اُس کے نہیں تو صرف ایک ہی شرط قرشیت نہ تھی لاجرم اُسی کے نہ ہونے سے تمام سلاطین نے اپنے آپ کو خلیفہ نہ مانا اور قرشی خلافت کا محتاج دست نگر جانا۔

(۵) بلکہ بطور مسٹر امر واضح تر ہے اُن نام کے خلفا میں اگر قرشیت موجود تھی قدرت مفقود تھی کہ وہ سلاطین کے ہاتھوں میں شطرنج کے بادشاہ تھے، جبار خونخوار متکبر متجبر سلاطین کے سر میں یوں بھی سودائے مساوات و بے نیازی نہ سمایا اور انھیں کو خلیفہ اور اپنے آپ کو اُن کا محتاج ٹھہرایا حتی کہ جب سلطان بیبرس نے مستنصر کو خلیفہ کیا اور اُس سے پروانۂ سلطنت لیا خلیفہ نے اظہارِ انقیاد کے لئے اُس کے پاؤں میں سونے کی بیڑیاں ڈالیں اور سلطان نے خدم حشم کے ساتھ یونہی قاہرہ اپنے دار السلطنت کا گشت کیا کہ گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں اور آگے آگے وزیر کے سر پر خلیفہ کا عطا کیا ہُوا پروانۂ سلطنت (حسن المحاضرہ) روشن ہُوا کہ وُہ شرط قرشیت کس درجہ اہم و ضروری تر جانتے تھے انھوں نے خیال کیا کہ قدرت مکتسبہ بھی ہوتی ہے بلکہ اُسے اکتساب سے مفر نہیں کہ ملکوں پر تنہا کا تسلط عادۃً نہیں ہوتا مگر افواج و اطاعت جماعت سے جب اقتدار والوں نے انھیں سر پر رکھ لیا تو مقصود اقتدار حاصل ہوگیا جیسے خلیفہ میں خود عالم اصول و فروع ہونے کی شرط اتفاقی نہ رہی کہ دُوسرے کے علم سے کام چل سکتا ہے لیکن قرشیت ایسی چیز نہیں کہ دوسرے سے مکتسب ہو لہذا اپنے اقتدار کا خیال نہ کیا اور

اُن کی قرشیت کے آگے سر جُھکا دیا۔

(۶) نہ صرف سلاطین بلکہ بکثرت ائمہ وعلماء نے اسی کو خلافت جانا خلافت بغداد پر پچھلی تین صدیاں جیسی گزریں انھیں جانے دو تو یہی خلافت مصر لو جسے تم کاروانِ رفتہ کی محض ایک نمودِ غبار رکھتے ہو۔

(ا) جب بیبرس نے مستنصر کی خلافت قائم کرنی چاہی سب میں پہلے امام اجل امام عزالدین بن عبدالسلام نے بیعت فرمائی پھر سلطان بیبرس پھر قاضی پھر امراء وغیرہم نے۔

(ب) پھر ابوالعباس حاکم بامر اللہ کے بیٹے تیسرے خلیفہ مصری مستکفی باللہ کی خلافت کا امضا اور اس کی صحت کا ثبوت امام اجل تقی الدین بن دقیق العید کے فتوے سے ہوا اُن کے عہد نامۂ خلافت میں تھا،

الحمد للّٰہ الذی ادام الائمۃ من قریش وجعل الناس تبعا لھم فی ھذا الامر فغیرھم بالخلافۃ العظمۃ لایدعی ولا یسمی[۱]

سب خوبیاں اللہ کو جس نے خلیفہ ہمیشہ قریش میں سے کئے اور تمام لوگوں کو خلافت میں اُن کا تابع کیا تو غیر قرشی کو نہ خلیفہ کہا جائے گا نہ وہ اس نام سے پکارا جائے۔

اس پر قاضی القضاۃ شمس الدین حنفی کے دستخط ہوئے۔

(ج) پھر مستکفی کے بیٹے ابوالعباس احمد حاکم بامر اللہ کی صحتِ خلافت پر امام قاضی القضاۃ عزالدین بن جماعہ نے شہادت دی اور ان کی مثالِ بیعت علامہ احمد شہاب ابن فضل اللہ نے لکھی اس میں اُن کو خلیفہ جامع شرائط خلافت لکھا اور لکھا کہ ، وصل الحق الی مستحقہ[۲] حق بحقدار رسید، کل ذٰلک فی حسن المحاضرۃ (یہ سب کا سب حسن المحاضرہ میں موجود ہے۔ ت)

(د) امام اجل ابوزکریا نووی اسی خلافت مصریہ کے دور سے متعلق شرح صحیح مسلم میں فرمارہے ہیں :

قد ظھر ما قالہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فمن زمنہ الی الاٰن الخلافۃ فی قریش[۳]

رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ظاہر ہوگیا کہ جب سے آج تک خلافت قریش ہی میں ہے۔

دیکھو اکابر ائمہ برابر انھیں خلفاء مانتے آئے۔

(ہ) امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں یہ تمام خلافتیں بغدادی پھر مصری

---

[۱] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ

[۲] ایضاً

[۳] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

ذکر کیں اور خطبہ میں فرمایا:

ترجمت فیہ الخلفاء امراء المؤمنین القائمین بامر الامۃ من عھد ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی عھدنا ھذا۔[1]

میں نے اس کتاب میں اُن کے احوال بیان کئے جو خلیفہ امیر المؤمنین کار امت پر قیام کرنے والے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت سے ہمارے زمانے تک ہوئے۔

(۹) پھر فرمایا میں نے اس میں کسی عُبیدی کا ذکر نہ کیا کہ کئی وجہ سے ان کی خلافت صحیح نہیں، ایک تو وہ قرشی نہ تھے، دوسرے وُہ بد مذہب بے دین کم از کم رافضی تھے ومثل ھؤلاء لا تنعقد لھم بیعۃ ولا تصح لھم امامۃ[2] ایسوں کے لئے نہ بیعت ہو سکے نہ ان کی خلافت صحیح۔ تیسرے یہ کہ اُن کی بیعت اُس وقت ہُوئی کہ خلافت عباسی قائم تھی اور ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے، چوتھے یہ کہ حدیث فرما چکی کہ خلافت جب بنی عباس کو ملے گی پھر ظہورِ امام مہدی تک دوسرے کو نہ پہنچے گی، ان وجوہ سے میں نے عُبیدیوں کو ذکر نہ کیا وانما ذکرت الخلیفۃ المتفق علیٰ صحۃ امامتہ[3] میں نے وہی خلفاء ذکر کئے جن کی صحتِ خلافت پر اتفاق ہے۔ دیکھو کیسے صریح نص ہیں کہ یہ کمزور خلافتیں بھی صحیح خلافت ہیں آخر کس لئے، اس لئے کہ قرشی ہیں اور زبردست طاقتور سلاطین غیر قرشی۔

(ص) جب خلیفہ مستکفی باللہ نے شعبان ۷۴۰ھ یا ۷۴۱ھ میں وفات پائی اور اپنے بیٹے احمد حاکم بامر اللہ کو ولیعہد کیا سلطان ناصر الدین محمد بن قلاودن ترکی نے کہ ۷۳۶ھ میں مستکفی باللہ سے رنجیدہ ہو گیا اور ۱۸ ذی الحجہ کو اُسے مصر سے باہر شہر قوص میں مقیم کیا (اگرچہ ادارات پہلے سے بھی زائد کر دئے اور خطبہ وسکہ خلیفہ ہی کا جاری رہا) اس عہد کو نہ مانا اور جبراً خلیفہ مستکفی کے بھتیجے ابراہیم بن محمد بن حاکم بامر اللہ کے لئے بیعت لی (اگرچہ مرتے وقت خود اس پر نادم ہُوا اور سرداروں کو وصیت کی کہ خلافت ولیعہد مستکفی احمد ہی کے لئے ہو جس پر ابن فضل اللہ نے وُہ لکھا کہ حق بحقدار رسید) ابن قلاودن کی اس حرکت پر امام جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں فرمایا کہ اللہ عزّوجل نے ناصر بن قلاودن پر اُس کے سب سے زیادہ عزیز بیٹے امیر انوک کی موت کی مصیبت ڈالی یہ اسے پہلی سزا دی، پھر مستکفی کے بعد سلطنت سے متمتع نہ ہُوا ایک سال اور کچھ روزوں کے بعد اللہ عزّوجل نے اسے ہلاک کیا بلکہ بعض نے مستکفی کی وفات ۷۴۱ھ میں لکھی ہے تو یُوں تین ہی مہینے بعد مرا،

---

[1] تاریخ الخلفاء، خطبۂ کتاب، مطبع مجتبائی دہلی، ص ۶

[2] " " " " " " " ص ۷

[3] " " " " " " " ص ۸

سنة الله فیمن مس احدا من الخلفاء بسوء فان الله تعالیٰ یقصمه عاجلا وما یدخر له فی الآخرة من العذاب اشد[1]

سنّتِ الٰہیہ ہے کہ جو کوئی کسی خلیفہ سے برائی کرے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک فرما دیتا ہے اور وہ جو آخرت میں اس کے لئے رکھتا ہے سخت تر عذاب ہے۔

پھر اولاد ابن قلادون میں اس کی شامت کی سرایت بیان فرمائی کہ اُن میں جو بادشاہ ہوا تخت سے اتارا گیا اور قید یا جلاوطن یا قتل کیا گیا، خود اس کا صلبی بیٹا کہ اُس کے بعد تخت پر بیٹھا دو مہینے سے کم میں اتار دیا گیا اور مصر سے قوص ہی کو بھیجا گیا جہاں سلطان نے خلیفہ کو بھیجا تھا اور وہیں قتل کیا گیا، ناصر نے چالیس برس سے زیادہ سلطنت کی اور اس کی نسل سے بارہ[12] بادشاہ ہوئے جن کی مجموعی مدت اتنی نہ ہوئی۔

(۴) نیز امام ممدوح کتاب موصوف میں فرماتے ہیں:

اعلم ان مصر من حین صارت دار الخلافة عظم امرها وکثرت شعائر الاسلام فیها وعلت فیها السنة وعفت عنها البدعة وصارت محل سکن العلماء ومحط رحال الفضلاء وهذا سر من اسرار الله تعالیٰ اودعه فی الخلافة النبویة کما ورد ان الایمان والعلم یکونان مع الخلافة اینما کانت ولا یظن ان ذلك بسبب الملوك فقد کانت ملوك بنی ایوب اجل قدرا واعظم قدرا من ملوك جاءت بعدهم بکثیر ولم تکن مصر فی زمنهم کبغداد وفی اقطار الارض الآن من الملوك من هو اشد بأسا واکثر جندا من ملوك مصر کالعجم والعراق والروم والهند والمغرب ولیس الدین قائما ببلادهم کقیامه بمصر ولا شعائر الاسلام

یعنی مصر جب سے دار الخلافہ ہوا اس کی شان بڑھ گئی، شعائرِ اسلام کی اس میں کثرت ہوئی، سنّت غالب ہوئی بدعت مٹی، علماء کا جنگل فضلاء کا دنگل ہوگیا، اور یہ رازِ الٰہی ہے کہ اس نے خلافتِ نبوت میں رکھا ہے جس طرح حدیث میں آیا کہ خلافت جہاں ہوگی علم و ایمان اس کے ساتھ ہوں گے، اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ مصر میں یہ دین کی ترقی سلاطین کے سبب ہوئی کہ سلاطینِ بنی ایوب سلاطینِ مابعد سے بہت زیادہ جلیل القدر تھے اور ان کے زمانے میں مصر بغداد کو نہ پہنچا تھا اور اب اطرافِ زمین میں وہ سلاطین ہیں کہ سلاطینِ مصر سے اُن کی آنچ سخت اور لشکر زائد جیسے ایران، عراق، روم، مغرب، ہندوستان۔ مگر دین وہاں ایسا قائم نہیں جیسا مصر میں ہے، نہ شعائرِ اسلام ایسے ظاہر نہ سنت و حدیث و علم کا ایسا شیوع، یہ سب خلافت ہی کی برکت ہے، دیکھو کیسا جبار و با اقتدار

[1] حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاهرة۔

ظاہرۃ فی اقطارھم کظھورھا فی مصر ولانشرت السنۃ والحدیث والعلم فیھا کما فی مصر[1]۔

سلاطین کو جن میں ترک بھی ہیں الگ کر دیا اور خلافت نبوت ایسی کمزور خلافت مصر میں مانی۔ آخر یہ فرق قرشیت نہیں تو کیا ہے۔

(۷) اگر کہئے وہ خلافت سے نامزد ہو چکے تھے لہذا بعد کے سلاطین نے اگرچہ جامع شروط تھے اپنے آپ کو خلیفہ نہ جانا کہ خلافت جب ایک کے لئے ہولے دوسرا نہیں ہو سکتا،

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) **اولاً** یہ ہو تو سلاطین مابعد میں ہو، بیبرس کی سلطنت تو پہلے منعقد ہولی تھی پھر دوسرے کو خلیفہ بنانے اور اس کے آگے ہاتھ پھیلانے اور یہ سلسلۂ ماضیہ جلانے جمانے کے کیا معنی تھے، کاش سلطان اپنے آپ کو معزول کرلیتا اور مستنصر ہی کے ہاتھ میں باگ دیتا مگر نہیں وہ سلطنت پر قائم رہا اور تمہارے زعم میں خود بیبرس کی خلافت صحیحہ اور ہر مسلمان پر شرعاً واجب التسلیم تھی، اب اس نے انتخاب کی طرف آکر اپنی صحیح شرعی خلافت تو باطل کردی اور ایک اسمی رسمی قائم کی، یہ کیسا جنون ہوا جسے تمام علمائے عصر نے بھی پسند کیا طرفہ تر یہ کہ یہ اپنی حکومت شرعی طور پر منوانے کے لئے کیا جس کا مسٹر کو بھی اعتراف ہے حالانکہ اس سے پہلے ہی اُس کی خلافت کا ماننا آپ کے نزدیک شرعاً واجب تھا اور اب نہ رہا کہ انتخاب نے شرائط عائد کیں وہ نہ اس میں ہیں نہ اُس خلیفہ میں، تو اپنی خلافت کھوئی خلیفہ اسمی سے تولیت لی وہ گئی اور یہ نہ ہوئی دونوں دین سے گئے اسی لئے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنی تھیں۔ع

بیکسیہائے تمنا کہ نہ دنیا و نہ دیں

(بیکسی کی آرزو پر افسوس ہے کہ نہ دنیا ہاتھ آئی نہ دین حاصل ہوا۔ ت)

غرض یہ ایجاد آزاد وہ مہمل و بمعنی ہذیان ہے جو سلاطین وعلماء کی خواب میں بھی نہ تھا وہ یقیناً جانتے تھے کہ خلافت میں ہمارا کچھ حصہ نہیں اور داغِ تغلب ہم سے نہ مٹے گا جب تک کسی خلیفہ قرشی سے اذن نہ لیں لہذا یہ صورت خلافت قائم کی کہ مالا یدرك کله لایترك کله (جسے مکمل طور پر حاصل کیا جاسکتا ہے نہ ہی اسے چھوڑا جاسکتا ہے۔ ت)

(۸) **ثانیاً** دنیا میں اسلامی سلطنتیں مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں اور ہر ایک اپنے ملک کا حاکم مستقل اور آپ کی دونوں شرط خلافت کا جامع تھا اور تبدل ایام و موت و تقرر سلاطین سے کبھی یہاں کی سلطنت پہلے ہوتی کبھی وہاں کی، ان میں کسی متاخر نے یہ نہ جانا کہ خلافت اس دوسرے سلطان کا حق ہے مجھے اُس سے

---

[1] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ

اذن و پروانہ لینا چاہئے لیکن سمجھا تو اسی قریشی خلافت کا محتاج سمجھا تو ہرگز اس کی بنا پر تقدم و تاخر نہ تھی بلکہ وہی ایک اکیلی شرط قرشیت کہ نا مقتدری خلیفہ کی حالت میں بھی اپنا رنگ جماتی اور بڑے بڑے اقتدار و جبروت والوں کا سر اپنے سامنے جھکاتی تھی ۔ الحمد للہ کیسے روشن بیانوں سے ثابت ہُوا کہ یہ سارے جلوے شرط قرشیت کے تھے تمام سلاطین کا خود یہی عقیدہ تھا کہ ہم بوجہ عدم قرشیت لائقِ خلافت نہیں ، قرشی کے سوا دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہوسکتا کہ ہر وقت و قرن کے علماء انھیں یہی بتاتے رہے ، اور قطعاً یہی مذہبِ اہلسنت ہے اور اسی پر احادیثِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی متواتر شہادت ہے فماذا بعد الحق الا الضلٰل (تو حق کے بعد کیا ہے صرف گمراہی ہے ۔ ت)

رہا مسئلۂ اعانت ، کیا آپ لوگوں کے زعم میں سلطانِ اسلام کی اعانت کچھ ضرور نہیں صرف خلیفہ کی اعانت جائز ہے کہ مسلمانوں کو اعانت پر اُبھارنے کے لئے ادعائے خلافت ضرور ہُوا یا سلطان مسلمین کی اعانت صرف قادروں پر ہے اور خلیفہ کی اطاعت بلاقدرت بھی فرض ہے ، یہ نصوص قطعیہ قرآن کے خلاف ہے ، اور جب کوئی وجہ نہیں پھر کیا ضرورت تھی کہ سیدھی بات میں جھگڑا ڈالنے کے لئے جملہ علمائے کرام کی واضح تصریحاتِ متظافرہ اور اجماعِ صحابہ و اجماعِ امت و احادیثِ متواترہ کے خلاف یہ تحریک لفظ خلافت سے شروع کرکے عقیدۂ اجماعیہ اہلسنّت کا خلاف کیا جائے ، خارجیوں معتزلیوں کا ساتھ دیا جائے ، دُور ازکار تاویلوں تبدیلیوں تحریفوں ، خیانتوں ، عنادوں ، مکابروں سے حق چھپانے اور باطل پھیلانے کا ٹھیکا لیا جائے ، والعیاذ باللہ تعالےٰ ۔

اب ہم بتوفیقہ تعالیٰ اس اجمال مفصل کی تفصیل مجمل کے لئے کلام کو ایک مقدمہ اور تین فصل پر منقسم کرتے ہیں ،

مقدمہ : خلیفہ و سلطان کے فرق اور یہ کہ کسی عرف حادث سے مسئلۂ خلافت مصطلحۂ شرعیہ پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا ۔

فصل اوّل : احادیث متواترہ و اجماع صحابہ و تابعین و مذہب مہذب اہلسنت نصرھم اللہ تعالےٰ سے شرطِ قرشیت کے روشن ثبوت ۔

فصل دوم : خطبۂ صدارت میں مولوی فرنگی محلی صاحب کی پندرہ سطری کارگزاری کی ناز برداری ۔

فصل سوم : رسالۂ خلافت میں مسٹر ابوالکلام آزاد کے ہذیانات و تلبیسات کی خدمتگزاری ۔

وباللہ التوفیق لارب سواہ ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ مصطفاہ و اٰلہ و صحبہ ومن والاہ ۔

مقدمہ

خلیفہ وسلطان کے فرق اور یہ کہ سلطان کہہ دیا جانا ہی خلیفہ نہ ہونے کی کافی دلیل ہے اور یہ کہ لفظ خلیفہ میں اگر کوئی عرف حادث ہو بھی تو اس سے خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کیا اثر۔

(۱) خلیفہ حکمرانی و جہانبانی میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نائب مطلق تمام اُمت پر ولایت عامہ والا ہے، شرح عقائد نسفی میں ہے:

(خلافتھم) ای نیابتھم عن الرسول فی اقامۃ الدین بحیث یجب علی کافۃ الامم الاتباع۔[1]

ان کی خلافت یعنی دین کی اقامت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت کا مقام یہ ہے کہ تمام امت پر اس کی اتباع واجب ہے (ت)

خودسر کفار کا اسے نہ ماننا شرعاً اس کے استحقاق ولایت عامہ میں مخل نہیں جس طرح اُن کا خود نبی کو نہ ماننا یُونہی رُوئے زمین کے مسلمانوں میں جو اُسے نہ مانے گا اس کی خلافت میں خلل نہ آئے گا یہ خود ہی باغی قرار پائے گا اور اصطلاح میں سلطان وُہ بادشاہ ہے جس کا تسلط قہری ملکوں پر ہو چھوٹے چھوٹے والیانِ ملک اس کے زیرِ حکم ہوں،

کما ذکرہ الامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالٰی فی حسن المحاضرۃ عن ابن فضل اللہ فی المسالک عن علی بن سعید۔

جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی نے حسن المحاضرہ میں ابن فضل اللہ سے انھوں نے مسالک میں علی بن سعید سے اسے ذکر کیا۔ (ت)

یہ دو قسم ہے:

(i) مُولّٰی جسے خلیفہ نے والی کیا ہو اس کی ولایت حسبِ عطائے خلیفہ ہوگی جس قدر پر والی کرے۔

(ii) دوسرا متغلّب کہ بزور شمشیر ملک دبا بیٹھا اس کی ولایت اپنی قلمرو پر ہوگی وبس۔

(۲) کہ اول پر متفرع ہے خلیفہ کی اطاعت غیر معصیت الٰہی میں تمام اُمّت پر فرض ہے جس کا منشا خود اس کا منصب ہے کہ نائب رسولِ رب ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور سلطان کی اطاعت صرف اپنی قلمرو پر، پھر اگر مولّٰی ہے تو بواسطہ عطائے خلیفہ اس منصب ہی کی وجہ سے کہ اُس کا امر امرِ خلیفہ ہے اور امرِ خلیفہ امرِ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور اگر متغلب ہے تو نہ اُس کے منصب سے کہ وُہ شرعی نہیں بلکہ

---

[1] شرح العقائد النسفیۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار، افغانستان ص ۱۰۸

دفعِ فتنہ اور اپنے تحفظ کے لئے خود مسٹر آزاد نے فتح الباری سے دربارۂ سلطان متغلب نقل کیا (ص ۵۱)۔

طاعتہ خیر من الخروج علیہ لما فی ذٰلک من حقن الدماء وتسکین الدھماء[1]

اس کے خلاف کے مقابلہ میں اس کی طاعت بہتر ہے کیونکہ اس میں جانوں کا تحفظ اور شورش سے سکون ہے (ت)

(۳) کہ دوم پر متفرع ہے خلیفہ نے جس مباح کا حکم دیا حقیقۃً فرض ہوگیا جس مباح سے منع کیا حقیقۃً حرام ہوگیا یہاں تک کہ تنہائی و خلوت میں بھی اس کا خلاف جائز نہیں کہ خلیفہ نہ دیکھے اللہ دیکھتا ہے ایک زمانے میں خلیفہ منصور نے امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فتوٰی دینے سے منع کر دیا تھا، امام ہمام کی صاحبزادی نے گھر میں ایک مسئلہ پوچھا، امام نے فرمایا، میں جواب نہیں دے سکتا خلیفہ نے منع کیا ہے یہاں سے ظاہر ہوا کہ خلیفہ کا حکم مباح درکنار فرض کفایہ پر غالب ہے جبکہ دوسرے اُس کے ادا کرنے والے موجود ہوں کہ اب اُس کا ترک معصیت نہیں تو حکم خلیفہ نافذ ہوگا اگرچہ خلیفہ ظالم بلکہ خود اس کا وہ حکم ظلم ہو کہ امام کو فتوٰی سے روکنا نہ ہوگا مگر ظلماً، اور سلطان متغلب جس کی ولایت خلیفہ سے مستفاد نہ ہو اس کے امر و نہی سے مباحات فی نفسہا واجب حرام نہ ہوجائیں گے تنہائی میں اس طور پر کہ اُسے اطلاع پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو مباح اپنی اباحت پر رہے گا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی صاحب نسیم الریاض و عنایۃ القاضی وغیرہما کتب نافعہ کے زمانے میں سلطان نے حقہ پینے سے لوگوں کو منع کیا تھا پردہ ڈال کر پیتے۔ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی رسالہ الصلح بین الاخوان میں فرماتے ہیں:

"نہ خود حقہ پیتا ہوں نہ میرے گھر بھر میں کوئی پیتا ہے مگر مباح کو حرام نہیں کہہ سکتا۔"[2]

اور منع سلطانی کے جواب میں شرح ہدیہ ابن العماد میں فرماتے ہیں:

لیت شعری ای امر من امریہ یتمسک بہ امرہ الناس بترکہ او امرہ باعطاء المکس علیہ علی ان المراد من اولی الامر فی الاٰیۃ العلماء علی اصح الاقوال کما ذکرہ العینی فی اٰخر مسائل شتی من شرح الکنز وایضا

یعنی کاش میں جانوں کہ سلطان کا کون سا حکم لیا جائے یہ کہ لوگ حقہ نہ پئیں یا یہ کہ تمباکو پر ٹیکس دیں معہذا آیہ کریمہ میں اصح قول یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں جس طرح شرح کنز امام عینی میں ہے نیز کیا ظالم سلاطین کا حکم حکم شرعی ہو جائے گا حالانکہ

---

[1] مسئلہ خلافت بحث بعض کتب مشہورہ عقائد و فقہ مکتبہ داتا پبلشرز لاہور ص ۱۰۶

[2] رسالہ الصلح بین الاخوان لعبد الغنی نابلسی

هل منع السلاطين الظلمة يثبت حکما شرعیا وقد قالوا من قال لسلطان زماننا عادل کفر[1]. | ائمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے کافر ہو جائیگا انتہی۔

یہ ارشاد امام علم الہدٰی ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اپنے زمانے کے سلاطین میں ہے جنھیں ہزار برس سے زائد ہوئے نہ کہ اب۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۴) کہ نیز دوم پر متفرع ہے خلیفہ ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین دس ملکوں میں دس۔ خود مسٹر آزاد لکھتے ہیں (ص ۸۴):

"اسلام نے مسلمانوں کی حکومت ایک ہی قرار دی تھی یعنی رُوئے زمین پر مسلمانوں کا صرف ایک ہی فرمانروا و خلیفہ ہو۔"

(۵) کوئی سلطان اپنے انعقادِ سلطنت میں دوسرے سلطان کے اذن کا محتاج نہیں مگر ہر سلطان اذنِ خلیفہ کا محتاج ہے کہ بے اس کے اس کی حکومت شرعی و مرضی شرع نہیں ہو سکتی، خود آزاد کے ص ۹۷ سے گزرا کہ:

"خلافت کی عظمت دینی نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی طور پر منوا دینے کے لئے مقامِ خلافت سے پروانۂ نیابت حاصل کرتے رہیں۔"

(۶) خلیفہ بلا وجہ شرعی کسی بڑے سے بڑے سلطان کے معزول کئے معزول نہیں ہو سکتا، خود جبار و سرکش قواد ترک کہ متوکل بن معتصم بن ہارون رشید کو قتل کر کے خلفاء پر حاوی ہو گئے تھے جب اُن میں کسی کو زندہ رکھ کر معزول کرنا چاہتے خود اُسے مجبور کرتے کہ خلافت سے استعفٰی دے تاکہ عزل صحیح ہو جائے بخلاف سلطان کہ خلیفہ کا صرف زبان سے کہہ دینا "میں نے تجھے معزول کیا" اس کے عزل کو بس ہے۔

(۷) سلطنت کے لئے قرشیت درکنار حریت بھی شرط نہیں، بہتیرے غلام بادشاہ ہوئے، خود رسالۂ آزاد صفحہ ۵۵ میں ہے:

"غلاموں نے بادشاہت کی ہے اور تمام سادات و قریش نے ان کے آگے اطاعت کا سر جھکایا ہے۔"

اور خلافت کے لئے حریت باجماعِ جملہ اہلِ قبلہ شرط ہے کما فی المواقف وشرحہ وعامۃ الکتب (جیسا کہ مواقف اور اس کی شرح اور عامہ کتب میں ہے۔ ت) یہاں سے خلیفہ و سلطان کے فرق ظاہر ہو گئے، نیز

---

[1] شرح ہدیۃ ابن العماد

کھل گیا کہ سلطان خلیفہ سے بہت نیچا درجہ ہے، ولہذا کبھی خلیفہ کے نام کے ساتھ لفظ سلطان نہیں کہا جاتا کہ اس کی کسرِ شان ہے آج تک کسی نے سلطان ابوبکر صدیق، سلطان عمر فاروق، سلطان عثمان غنی، سلطان علی المرتضٰے بلکہ سلطان عمر بن عبدالعزیز بلکہ سلطان ہارون رشید نہ سنا ہوگا، کسی خلیفہ اموی یا عباسی کے نام کے ساتھ لے نہ پائیے گا، تو کھل گیا کہ جس کے نام کے ساتھ سلطان لگاتے ہیں اسے خلیفہ نہیں مانتے کہ خلیفہ اس سے بلند و بالا ہے۔ یہی وہ خلافت مصطلحہ شرعیہ ہے جس کی بحث ہے، اسی کے لئے قرشیت وغیرہا سات شرطیں لازمی ہیں عرف حادث میں اگر کسی سلطان کو بھی خلیفہ کہیں یا مدح میں ذکر کر جائیں وہ نہ حکم شرع کا نافی ہے نہ اصطلاح شرع کا منافی۔ جس طرح اجماع اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں جو دوسرے کو معصوم مانے اہلسنت سے خارج ہے، پھر عرف حادث میں بچوں کو بھی معصوم کہتے ہیں یہ خارج از بحث ہے جیسے لڑکوں کے معلم تک کو خلیفہ کہتے ہیں، یہ مبحث واجب الحفظ ہے کہ دھوکا نہ ہو وباللہ التوفیق۔

فصل اوّل

احادیث متواترہ سرکار رسالت و اجماع صحابہ و تابعین و ائمہ امت و مذہب مہذب اہلسنت و جماعت سے شرط قرشیت کے روشن ثبوت

احادیث شریفہ کو میں جدا لاؤں ان کی تخریج و شان تواتر بتاؤں ان سے اتمام تقریب و وجہ احتجاج دکھاؤں اس سے یہی بہتر کہ کتب عقائد و کتب حدیث و کتب فقہ سے اقوال جلیلہ ائمہ کرام و علمائے اعلام سناؤں کہ ان میں وہ سب کچھ بفضلہ تعالٰے بر وجہ کافی و وافی ہے ہر وہم و وسوسہ کا نافی و شافی ہے وہی تمہیں بتا دیں گے کہ حدیثیں متواتر ہیں ان کی حجتیں قاہرہ ہیں ہر طبقہ و قرن کے اجماع متظافر ہیں مخالف سنی نہیں خارجی معتزلی گمراہ خاسر ہیں وباللہ التوفیق۔

کتبِ عقائد

امام ہمام مفتی الجن والانس عارف باللہ نجم الملۃ والدین عمر نسفی استاذ امام برہان الملۃ والدین صاحب ہدایہ رحمہما اللہ تعالٰے کا متن عقائد مشہور بہ عقائد نسفی جو سلسلہ نظامیہ و دیگر سلاسل تعلیمیہ میں عقائد اہلسنت کی درسی کتاب ہے جسے درس میں اسی لئے رکھا ہے کہ طلبہ عقائد اہلسنت سے آگاہ ہو جائیں، اس کتاب جلیل میں ہے، ویکون من قریش ولا یجوز من غیرھم[1] یعنی خلیفہ قریش سے ہو غیر قریشی جائز نہیں۔

[1] شرح العقائد النسفیۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار، افغانستان ص ۱۱۱

شرح[1] علامہ تفتازانی میں ہے:

لم یخالف فیه الا الخوارج و بعض المعتزلة[1]

قرشیت کی شرط میں کسی نے خلاف نہ کیا مگر خارجیوں اور بعض معتزلیوں نے۔

اُسی[2] میں ہے:

یشترط ان یکون الامام قرشیا لقوله علیه الصلوٰة والسلام الائمة من قریش. وهذا وان کان خبرا واحدا لکن لما رواه ابوبکر محتجا به علی الانصار ولم ینکره احد فصار مجمعا علیه[2]

یعنی شرط یہ ہے کہ خلیفہ قریشی ہو بدلیل قول نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم الائمة من قریش اور یہ حدیث اگرچہ خبر واحد ہے لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انصار پر حجت میں اسے پیش کیا اور صحابہ کرام میں کسی نے اس پر انکار نہ کیا تو اس پر اجماع ہوگیا۔

کتاب[3] قواعد العقائد امام حجۃ الاسلام غزالی میں ہے:

شرط الامامة نسبة قریش لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش[3]

خلافت کی شرط نسب قریشی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا خلفاء قریش سے ہیں۔

اس کی شرح اتحاف[4] میں ہے:

ان کثیرا من المعتزلة نفی هذا الاشتراط ودلیل اهل السنة قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش قال العراقی اخرجه النسائی من حدیث انس والحاکم من حدیث علی وصححه اھ قلت وکذا اخرجه البخاری فی التاریخ وابویعلی والطیالسی والبزار عن انس واخرجه احمد من حدیث ابی هریرة وابی بکر الصدیق

یعنی بہت معتزلیوں نے شرط قرشیت کا انکار کیا اور اہلسنت کی دلیل، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہوں، امام زین الدین عراقی نے فرمایا یہ حدیث نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ اور حاکم نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ سے روایت کی اور کہا یہ حدیث صحیح ہے اھ میں میں کہتا ہوں یونہی اسے امام بخاری نے کتاب التاریخ

---

[1] شرح العقائد النسفیۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار، افغانستان ص ۱۱۲

[2] " " " " " " " " ص ۱۱۱ و ۱۱۲

[3] احیاء العلوم کتاب قواعد العقائد الفصل الثالث الرکن الرابع مکتبۃ المشہد الحسینی قاہرہ مصر ۱/۱۱۵

والطبرانی من حدیث علی وعنده عن انس بلفظ ان الملك فی قریش واخرج یعقوب بن سفیان وابویعلی والطبرانی من طریق سکین من عبدالعزیز حدثنا سیار بن سلامۃ ابوالمنہال قال دخلت مع ابی علی ابی برزۃ الاسلمی فسمعته یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول الامراء من قریش[1] الخ (ملخصا)۔

اور ابویعلٰی وابوداؤد طیالسی وبزار نے انس اور امام احمد نے ابوہریرہ وحضرت صدیق اکبر اور طبرانی نے مولٰی علی سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین نیز طبرانی کے یہاں بروایت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لفظوں سے ہے کہ سلطنت قریش میں ہے اور یعقوب بن سفیان وابویعلٰی وطبرانی نے سکین بن عبدالعزیز سے روایت کی کہ ہم سے سیار بن سلامہ ابوالمنہال نے حدیث بیان کی کہ میں اپنے والد کے ساتھ ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس گیا انھیں یہ حدیث روایت کرتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی کو فرماتے سنا کہ خلفاء قریش سے ہیں الخ (ملخصا)

ثم ذکر تخاریج حدیث لایزال ھذا الامر فی قریش[2] وشواھدہ وکلہ ماخوذ من الفتح۔

پھر انھوں نے حدیث، کہ یہ خلافت ہمیشہ قریش میں ہوگی، کی تخریجات اور شواہدات کو ذکر کیا اور یہ سب فتح الباری سے ماخوذ ہے (ت)

مسایرہ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین بن الہمام میں ہے:

شرط الامام نسب قریش خلافا لکثیر من المعتزلۃ[3]

خلیفہ کی شرط نسب قرشی ہے بہت معتزلیوں کا اس میں خلاف ہے (ت)

مسامرہ علامہ ابن ابی شریف شافعی تلمیذ امام ابن الہمام میں ہے:

لنا قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش قدمنا تخریجہ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الناس تبع لقریش اخرجہ الشیخان وفی البخاری من حدیث معٰویۃ رضی اللہ تعالٰی

ہم اہلسنت کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہیں، ہم نے اس حدیث کی تخریج اوپر بیان کی نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ سب آدمی قریش کے تابع ہیں، اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا، نیز بخاری میں

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب قواعد العقائد دارالفکر بیروت ۲/۲۳۱
[2] " " " " " " " "
[3] مسایرۃ مع المسامرۃ شروط الامام مکتبۃ تجاریۃ کبرٰی مصر ص ۲۳۹

عنہ ان ھذا الامر فی قریش[1] — امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کی حدیث سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا بیشک خلافت قریش میں ہے۔

اور تخریج حدیث چھ ورق اوپر بیان کی،

رواہ النسائی من حدیث انس ورواہ بمعناہ الطبرانی فی الدعاء والبزار والبیھقی وافردہ شیخنا الامام الحافظ ابو الفضل بن حجر بجزء جمع فیہ طرقہ عن نحو من اربعین صحابیا[2]

یہ حدیث نسائی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی اور یہی مضمون طبرانی نے کتاب الدعاء اور بزار و بیہقی نے روایت کیا اور ہمارے شیخ امام حافظ ابو الفضل ابن حجر عسقلانی نے خاص اس حدیث میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں اس کی روایات قریب چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے جمع کیں۔

علامہ امام قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ ابن الہمام تعلیقات مسایرہ میں فرماتے ہیں،

اما عندنا فالشروط انواع بعضھا لازم لا تنعقد بدونہ، وھی الاسلام والذکورۃ والحریۃ والعقل والبلوغ واصل الشجاعۃ وان یکون قرشیا[3]

ہمارے نزدیک خلافت کی شرطیں کئی قسم ہیں بعض تو شروط لازم ہیں کہ اُن کے بغیر خلافت صحیح ہی نہیں ہو سکتی وہ یہ ہیں اسلام اور مرد ہونا اور آزادی و عقل و بلوغ و اصل شجاعت اور قرشی ہونا۔

پھر فرمایا:

اما نسب قریش فلقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش رواہ البزار وھذا وان کان خبر واحد فقد اتفقت الصحابۃ علی قبولہ قالہ الامام ابو العباس الصابونی وغیرہ[4]

قریشی ہونا اس لئے شرط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قریش سے ہوں۔ اسے بزار نے روایت کیا، اور یہ اگرچہ خبر احاد ہو مگر صحابہ کرام نے اس کے قبول پر اجماع فرمایا، یہ امام ابو العباس صابونی وغیرہ نے افادہ فرمایا۔

طوالع الانوار علامہ بیضاوی میں ہے،

---

[1] مسامرۃ شرح مسایرہ — شروط الامام — مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر — ص ۳۲۰

[2] 〃 〃 〃 — 〃 — 〃 〃 〃 — ص ۳۰۶

[3] تعلیقات مسایرۃ مع المسامرۃ — 〃 — 〃 〃 〃 — ص ۳۱۹ و ۳۲۰

[4] 〃 〃 〃 〃 — 〃 — 〃 〃 〃 — ص ۳۲۰

التاسعة کونه قرشیا خلافا للخوارج وجمع من المعتزلۃ لنا قوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش واللام فی الجمع حیث لا عھد للعموم[1]

یعنی خلافت کی نویں شرط قریشی ہونا ہے اس میں خارجیوں اور ایک گروہ معتزلہ کو خلاف ہے کہ وہ خلیفہ کا قریشی ہونا ضروری نہیں جانتے، ہماری دلیل رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفاء قریش سے ہوں جہاں عہد نہ ہو جمع پر لام استغراق کے لئے ہوتا ہے یعنی تمام خلفاء قریش ہی سے ہوں۔

مواقف[12] میں ہے:

یکون قرشیا ومنعہ الخوارج وبعض المعتزلۃ لنا قوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش ثم ان الصحابۃ عملوا بمضمون ھذا الحدیث واجمعوا علیہ فصار قاطعا[2]

یعنی خلیفہ قریشی ہو خارجی اور بعض معتزلی اس شرط کے منکر ہیں ہماری دلیل نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلیفہ قریشی ہو، پھر صحابہ کرام اس حدیث کے مضمون پر عامل ہوئے اور اُن کا اس پر اجماع ہوا تو وہ دلیل قطعی ہو گئی۔

شرح[13] علامہ سید شریف میں ہے:

صار دلیلا قاطعا یفید الیقین باشتراط القرشیۃ[3]

یعنی دلیل قطعی ہو گئی جس سے قرشیت کا شرط ہونا یقینی ہو گیا۔

اُسی[14] میں ہے، اشترطه الاشاعرۃ[4] یعنی اہلسنّت کے نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے۔

مقاصد[15] میں ہے:

یشترط فی الامام کونه قرشیا لقوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش[5]

امام میں شرط ہے کہ قرشی ہو، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قریش سے ہوں۔

شرح[16] مقاصد میں ہے:

---

[1] طوالع الانوار علامہ بیضاوی

[2] مواقف مع شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ منشورات الشریف رضی قم ایران ۸/۳۵۰

[3] " " " " " " " " " "

[4] " " " " " " " " " "

[5] مقاصد علی ہامش شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامۃ المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۷

اتفقت الامۃ علی اشتراط کونہ قرشیا خلافا للخوارج لنا السنۃ والاجماع اما السنۃ فقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش واما الاجماع فھو انہ لما قال الانصار یوم السقیفۃ منا امیر ومنکم امیر منعھم ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ بعدم کونھم من قریش ولم ینکرہ علیہ احد من الصحابۃ فکان اجماعا۔[1]

یعنی تمام اُمت کا اجماع ہے کہ خلیفہ کا قریش ہونا شرط ہے اس میں مخالف خارجی ہیں اور اکثر معتزلی ہماری دلیل حدیث و اجماعِ اُمت ہے، حدیث تو حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفاء قریش سے ہیں، اور اجماع یُوں کہ جب انصار رضی اللہ تعالٰی عنہم نے روزِ سقیفہ بنی ساعدہ مہاجرین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کہا ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے، اُنھیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی نے دعاوی خلافت سے یُوں باز رکھا کہ تم قریشی نہیں (اور خلیفہ کا قریشی ہونا لازم ہے) اس پر کسی صحابی نے انکار نہ کیا تو اجماع ہوگیا۔

شرح فقہ اکبر[17] میں ہے:

یشترط ان یکون الامام قرشیا لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش وھو حدیث مشہور ولیس المراد بہ الامامۃ فی الصلٰوۃ اتفاقا فتعینت الامامۃ الکبری خلافا للخوارج وبعض المعتزلۃ۔[2]

یعنی شرط یہ ہے کہ خلیفہ قریشی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ائمہ قریش سے ہیں۔ اور یہ حدیث مشہور ہے اور اس میں امامت نماز باجماع مراد نہیں تو ضرور خلافت مراد ہے اس میں مخالف خارجی ہیں یا بعض معتزلی۔

طریقہ محمدیہ[18] میں ہے:

المسلمون لابد لھم من امام قرشی ولا یشترط ان یکون ھاشمیا۔[3]

یعنی مسلمانوں کے لئے ضرور ہے کہ کوئی قریشی خلیفہ ہو اور ہاشمی ہونا شرط نہیں۔

حدیقہ ندیہ[19] میں ہے:

یکون من قریش ولا یجوز من غیرھم۔[4]

خلیفہ قریشی ہو غیر قریشی کی خلافت درست نہیں۔

---

[1] شرح المقاصد — الفصل الرابع فی الامامۃ — دار المعارف النعمانیہ لاہور — ٢/ ٢٧٧

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر — نصب الامام واجب — مصطفٰی البابی مصر — ص ١٤٧

[3] طریقہ محمدیہ — المسلمون لابد لہم من امام — مکتبہ حنفیہ کوئٹہ — ١/ ٤١

[4] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ " " " " — مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد — ١/ ٢٩٥

تمہید[۲۰] امام ابوالشکور سالمی جسے سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین نے درس میں پڑھا اُس میں ہے:

اجمعنا علی ان الامام من قریش ولا یکون من غیرہ۔[۱]

ہم اہلسنت کا اجماع ہے کہ خلیفہ قریش سے ہو اُن کے غیر سے نہیں۔

کُتبِ حدیث

صحیح مسلم و صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایزال ھذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان۔[۲]

خلافت ہمیشہ قریش کے لئے ہے جب تک دنیا میں دو آدمی بھی ہیں۔

شرح[۲۱] صحیح مسلم للامام النووی و شرح[۲۲] صحیح بخاری للامام القسطلانی و مرقاۃ[۲۳] علی قاری میں ہے:

بین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ھذا الحکم مستمر الٰی اٰخر الدنیا ما بقی من الناس اثنان۔[۳]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ظاہر فرمادیا کہ یہ حکم ختمِ دنیا تک ہے جب تک دو آدمی بھی رہیں۔

ارشاد[۲۴] الساری شرح صحیح بخاری میں ابن[۲۵] المنیر سے اور عمدۃ[۲۶] القاری امام بدر محمود عینی حنفی میں ہے:

قریش ھم اصحاب الخلافۃ و ھی مستمرۃ لھم الٰی اٰخر الدنیا ما بقی من الناس اثنان۔[۴]

قریش ہی خلافت والے ہیں وہ ختمِ دنیا تک اُنھیں کے لئے ہے جب تک دو آدمی بھی باقی رہیں۔

امام قرطبی کی مفہم[۲۷] شرح صحیح مسلم میں پھر عمدۃ[۲۸] القاری و فتح[۲۹] الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:

ھذا الحدیث خبر عن المشروعیۃ ای لاتنعقد الامامۃ الکبرٰی الا لقرشی مھما وجد

اس حدیث میں حکمِ شرعی کا بیان ہے یہ فرمایا ہے کہ جب تک دنیا میں ایک قرشی بھی باقی رہے اوروں کی

---

[۱] التمہید فی بیان التوحید الباب الحادی عشر فی الخلافۃ دار العلوم حزب الاحناف لاہور ص ۱۵۹
[۲] صحیح بخاری کتاب الاحکام باب الامراء من قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۷
صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع الناس لقریش " " " ۲/ ۱۱۹
[۳] شرح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ " " " ۲/ ۱۱۹
ارشاد الساری باب الامراء من قریش دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۲۱۸
[۴] عمدۃ القاری شرح البخاری " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ ۱۶/ ۷۵

منهم احد[1] خلافت صحیح نہیں۔

امام[30] نووی شرح صحیح مسلم پھر امام[31] قسطلانی شرح صحیح بخاری اور علامہ[32] طیبی و علامہ[33] سید شریف و علی قاری شروحِ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ،

هذه الاحادیث واشباهها دلیل ظاهر ان الخلافة مختصة لقریش لایجوز عقدها لاحد من غیرهم وعلی هذا انعقد الاجماع فی زمن الصحابة وکذلك بعدهم ومن خالف فیه من اهل البدع او اعرض بخلاف من غیرهم فهو محجوج باجماع الصحابة والتابعین فمن بعدهم بالاحادیث الصحیحة[2]۔

یہ حدیثیں اور ان کے مثل اور احادیث روشن دلیلیں ہیں کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے ان کے سوا کسی کو خلیفہ بنانا جائز نہیں ، اسی پر زمانہ صحابہ میں یُوں ہی اُن کے بعد اجماع منعقد ہُوا تو جن بد مذہبوں نے اس میں خلاف کیا یا جس نے اور کسی کے خلاف کا اشارہ کیا اس کا قول صحابہ و تابعین و علمائے مابعد کے اجماع اور صحیح حدیثوں سے مردود ہے۔

علامہ[35] ابن المنیر پھر حافظ[36] عسقلانی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں ؛

الصحابة اتفقوا علی افادة المفهوم للحصر خلافا لمن انکر ذلك والی هذا ذهب جمهور اهل العلم ان شرط الامام ان یکون قرشیا وقالت الخوارج وطائفة من المعتزلة یجوز ان یکون الامام غیر قرشی و بالغ ضرار بن عمرو فقال تولیة غیر القرشی اولی و قال ابوبکر الطیب لم یعرج المسلمون علی هذا القول بعد ثبوت حدیث الائمة من قریش وعمل المسلمون به قرنا بعد قرن وانعقد الاجماع علی اعتبار ذالك قبل ان یقع

یعنی صحابہ نے اتفاق فرمایا کہ حدیث الائمۃ من قریش خلافت کا قریشی میں حصر فرماتی ہے برخلاف اُس کے جو اس کا منکر ہو اور یہی مذہب جمہور اہل علم کا ہے کہ خلیفہ کے لئے قریشی ہونا شرط اور خارجیوں اور ایک گروہ معتزلہ نے کہا کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے اور ضرار بن عمرو تو یہاں تک بڑھ گیا کہ کہا غیر قریشی کا خلیفہ کرنا بہتر ہے۔ امام[37] ابوبکر ابن الطیب نے فرمایا مسلمانوں نے اس قول کی طرف التفات نہ کیا بعد اس کے کہ حدیث الائمۃ من قریش ثابت ہو چکی اور ہر قرن میں مسلمان اس پر عامل رہے اور اس اختلاف

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/۲۳۵

[2] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۹

الاختلاف [1] اُٹھنے سے پہلے اُس کے ماننے پر اجماع منعقد ہولیا۔

امام احمد ناصر الدین اسکندرانی پھر امام شہاب الدین کنانی وجہ دلالت حدیث لایزال ھذا الامر فی قریش میں فرماتے ہیں،

البتۃ بالحقیقۃ ھٰھنا ھو الامر الواقع صفۃ لھذا وھذا لایوصف الا بالجنس فمقتضاہ حصر جنس الامر فی قریش کانہ قال لا امر الا فی قریش والحدیث وان کان بلفظ الخبر فھو بمعنی الامر، وبقیۃ طرق الحدیث تؤید ذٰلک [2]

یعنی حاصلِ حدیث یہ ہے کہ ھذا الامر فی قریش دائماً یہ امر خلافت ہمیشہ قریش کے لئے ہے ھذا مبتدا ہے اور امر اس کی صفت اور ھذا کی صفت میں ہمیشہ جنس ہی آتی ہے، تو مطلب یہ کہ جنس خلافت قریش ہی کے لئے ہے (ان کے غیر کے لئے اس کا کوئی فرد نہیں) گویا الفاظ یوں ارشاد ہوئے کہ خلافت نہیں مگر قریش میں، اور حدیث اگرچہ صورۃً خبر ہے معنیً امر ہے، حدیث کی باقی روایتیں اس معنی کی مؤید ہیں۔

امام ابن حجر اور اُن سے پہلے امام ابن بطال شرح بخاری مہلب سے ناقل،

یجوز ان یکون ملک یغلب علی الناس بغیر ان یکون خلیفۃ، وانما انکر معٰویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ خشیۃ ان یظن احد ان الخلافۃ تجوز فی غیر قریش، فلما خطب بذلک دل علی ان ذٰلک الحکم عندھم کذلک اذ لم ینقل عن احد منھم انکر علیہ [3]

یعنی جب حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہا کہ عنقریب ایک بادشاہ قبیلۂ قحطان سے ہوگا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس پر سخت انکار کیا اور خطبہ پڑھا اس میں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خلافت قریش میں ہے، یہ انکار اس بنا پر نہ تھا کہ کوئی غیر قرشی بادشاہ بھی نہیں ہوسکتا، یہ تو جائز ہے کہ کوئی بادشاہ لوگوں پر تغلب کرے اور خلیفہ نہ ہو بلکہ انکار کی وجہ یہ تھی کہ کوئی یہ

ع تنبیہ ضروری، یہ کلام جلیل یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہٖ تعالٰی اس سے اہلِ باطل کا ئنہ کالا ہوگا ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/۲۳۶

[2] " " " " " " " " " "

[3] " " " " " " " " " ۱۶/۲۳۲

نہ سمجھ بیٹھے کہ غیر قرشی خلیفہ ہو سکتا ہے لہذا حضرت امیر معاویہ نے خطبہ پڑھا کہ کوئی غیر قرشی خلیفہ نہیں ہو سکتا اور اس پر کسی صحابی و تابعی نے انکار نہ کیا تو معلوم ہُوا کہ اُن سب کا یہی مذہب ہے۔

مہلب پھر ابن بطال پھر عینی و عسقلانی و قسطلانی سب شروح بخاری میں فرماتے ہیں:

ان القحطانی اذا قام ولیس من بیت النبوۃ ولا من قریش الذین جعل اللہ فیھم الخلافۃ فھو من اکبر تغیر الزمان وتبدیل الاحکام[1]۔

جب قحطانی قائم ہوگا اور وُہ نہ خاندان نبوت سے ہے نہ قریش سے جن میں اللہ عزوجل نے خلافت رکھی ہے تو یہ ایک بڑا تغیر زمانہ اور احکام شریعت کی تبدیل ہوگا۔

امام اجل قاضی عیاض پھر امام ابوزکریا نووی شروح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

اشتراط کونہ قرشیا ھو مذھب العلماء کافۃ وقد احتج بہ ابوبکر وعمر علی الانصار یوم السقیفۃ فلم ینکرہ احد وقد عدھا العلماء فی مسائل الاجماع ولم ینقل عن احد من السلف فیھا قول ولا فعل یخالف ما ذکرنا وکذلک من بعدھم فی جمیع الاعصار ولا اعتداد بقول النظام ومن وافقہ من الخوارج واھل البدع انہ یجوز کونہ من غیر قریش لما ھو علیہ من مخالفۃ اجماع المسلمین[2]۔

خلیفہ میں قرشی ہونے کی شرط جمیع علماء کا مذہب ہے اور بیشک اسی سے صدیق اکبر و فاروق اعظم نے روز سقیفہ انصار پر حجت قائم فرمائی اور صحابہ میں کسی نے اس کا انکار نہ کیا اور بیشک علمائے اسے مسائل اجماع میں گنا اور سلف صالح میں کوئی قول یا فعل اس کے خلاف منقول نہ ہُوا، یونہی تمام زمانوں میں علمائے مابعد سے اور وُہ جو نظام معتزلی اور خارجیوں اور بدمذہبوں نے کہا کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے کچھ گنتی شمار میں نہیں کہ اجماعِ مسلمین کے خلاف ہے۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

گفت آں حضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیشہ می باشد امر خلافت در قریش یعنی مے باید کہ در ایشاں باشد و جائز نیست شرعاً عقد خلافت مر غیر ایشاں را و بریں منعقد شد اجماع در زمن صحابہ و بایں حجت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: خلافت ہمیشہ قریش میں ہوگی یعنی انہی میں ہونا چاہیے اور شرعاً ان کے غیر میں خلافت کا انعقاد جائز نہیں صحابہ کے زمانہ میں اس پر اجماع ہو چکا ہے اور اسی حدیث کو

۱؎ فتح الباری کتاب الفتن باب تغیر الزمان حتی یعبد الاوثان مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۱۹۱

۲؎ شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

کروند مہاجران برانصار۔[1] — مہاجرین نے انصار پر بطورِ حجت پیش کیا۔ (ت)

امام جلال الدین کی تاریخ الخلفاء سے گزرا:

لم اورد احدا من الخلفاء العبیدیین لان امامتهم غیر صحیحة لانهم غیر قریش۔[2] — میں نے اس کتاب میں خلفائے عبیدیہ سے کسی کا ذکر نہ کیا اس لئے کہ اُن کی خلافت باطل ہے کہ وہ قرشی نہیں۔

کُتبِ فقہ حنفی

فتاوٰی سراجیہ کتاب الاستحسان باب مسائل اعتقادیہ میں ہے:

یشترط ان یکون الخلیفة قرشیا ولا یشترط ان یکون ھاشمیا۔[3] — خلیفہ میں شرط ہے کہ قرشی ہو اور ہاشمی ہونا شرط نہیں۔

اشباہ والنظائر فن ثالث بیان فرق پھر ابوالسعود ازہری علی الکنز میں ہے:

یشترط فی الامام ان یکون قرشیا۔[4] — خلیفہ میں شرط ہے کہ قریشی ہو۔

غمز العیون میں ہے:

یشترط نسب قریش لقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش۔[5] — قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قریشی ہوں۔

درمختار میں ہے:

یشترط کونه مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا — خلیفہ ہونے کے لئے شرط ہے کہ مسلمان آزاد،

عہ اوردہ آخر کتب الحدیث تبعا ۱۲ منہ غفرلہ — اس کو کتب حدیث کے آخر میں تابع ہونے کی حیثیت سے ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] اشعة اللمعات شرح المشکوٰة باب مناقب قریش فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۶۱۹
[2] تاریخ الخلفاء خطبۂ کتاب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷
[3] فتاوٰی سراجیہ کتاب الاستحسان باب مسائل اعتقاد نولکشور لکھنؤ ص ۷۰
[4] الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارة القرآن کراچی ۲/ ۲۵۳ ، ۶۵۴
[5] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الثالث " " " ۲/ ۲۵۳، ۶۵۴

قادرا قرشیا[1]

مرد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہو۔

طحطاوی علی الدر میں ہے:

اشترط کونہ قرشیا لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش وقد سلمت الانصار الخلافۃ لقریش بھذا الحدیث[2]

خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قرشی ہوں۔ اسی حدیث سے انصار نے قریش کو خلافت تسلیم کر دی۔

ردالمحتار میں اسی کے مثل لکھ کر فرمایا:

وبہ یبطل قول الضراریۃ ان الامامۃ تصلح فی غیر قریش والکعبیۃ ان القرشی اولی بھا[3]

یعنی اسی حدیث واتفاق صحابہ کرام سے ضراریہ کا قول باطل ہوا جو کہتے ہیں کہ خلافت غیر قریش میں لائق ہے اور کعبیہ کا جو کہتے ہیں خلافت کے لئے قرشی ہونا صرف اولٰی ہے یعنی ان دونوں گمراہ فرقوں نے اہلسنت کا خلاف کیا، اول نے غیر قرشی کی خلافت کو اولٰی جانا دوم نے قرشی کی خلافت کو صرف اولٰی سمجھا لازم نہ جانا، اہلسنت کے نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا لازم ہے دوسرا خلیفہ شرعی نہیں ہوسکتا۔

تمہید امام ابو شکور سالمی میں امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم[4] رضی اللہ تعالٰے عنہ کے نص سے اس کی تصریح ہے کہ:

قال ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ یصح امامتہ اذا کان قرشیا برا کان او فاجرا[4]

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے فرمایا: خلافت صحیح ہے بشرطیکہ قرشی ہو نیک خواہ بد۔

ازالہ وہم میں عبارات کتب عقائد وحدیث

بالجملہ مسئلہ قطعاً یقیناً اہلسنت کا اجماعی ہے ولہٰذا حدیث بخاری:

اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی[5]

سنو اور مانو اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام عامل کیا جائے۔

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۸۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار | " | دار المعرفۃ بیروت | ۱/ ۲۳۹

[3] ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/ ۳۶۸

[4] تمہید ابو شکور سالمی | الباب الحادی عشر فی الخلافۃ والامامۃ | دارالعلوم حزب الاحناف لاہور | ص ۱۵۹

[5] صحیح بخاری | کتاب الاحکام | باب السمع والطاعۃ للامام | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/ ۱۰۵۷

اُس کی شرح میں علما قاطبۃً ازالہ وہم کی طرف متوجہ ہوئے، شرح مقاصد[61] میں ہے:

ذٰلک فی غیر الامام من الحکام[1] — یہ حدیث خلیفہ کے سوا اور حکام ماتحت کے بارے میں ہے۔

مواقف[62] میں ہے:

ذٰلک الحدیث فی من امرہ الامام علی سریۃ وغیرھا[2] — یہ حدیث اُس کے بارے میں ہے جسے کسی لشکر وغیرہ پر سردار کرے۔

شرح مواقف[63] میں ہے:

یجب حملہ علی ھذا دفعا للتعارض بینہ و بین الاجماع، اونقول ھو مبالغۃ علی سبیل الفرض ویدل علیہ انہ لایجوز کون الامام عبدا اجماعا[3] — حدیث کو اس معنی پر حمل کرنا واجب ہے کہ اجماع کے مخالف نہ پڑے، یا یوں کہیں کہ وہ بروجہ مبالغہ بطورِ فرض ارشاد ہوا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام کا غلام ہونا بالاجماع باطل ہے۔

ابن الجوزی[63] نے تحقیق پھر امام[64] بدر محمود عینی نے عمدۃ القاری[65]، پھر حافظ عسقلانی نے شرح بخاری کتاب الصلوٰۃ میں فرمایا:

ھذا فی الامراء والعمال لا الائمۃ والخلفاء فان الخلافۃ فی قریش لامدخل فیھا لغیرھم[4] — یہ حدیث سرداروں اور عاملوں کے بارے میں ہے نہ خلفا میں کہ خلافت تو قریش میں ہے دوسروں کو اس میں دخل ہی نہیں۔

یہیں فتح الباری[66] میں ہے:

امر بطاعۃ العبد الحبشی والامامۃ العظمی انما تکون بالاستحقاق فی قریش فیکون غیرھم متغلبا[5] — حبشی غلام کی اطاعت کا حکم فرمایا اور خلافت تو صرف قریش کا حق ہے تو غیر قریشی متغلب ہوگا یعنی زبردستی امیر بن بیٹھنے والا۔

---

[1] شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامۃ المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۷

[2] مواقف شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ منشورات الشریف الرضی، قم، ایران ۸/۳۵۰

[3] شرح المواقف " " " " " " " "

[4] عمدۃ القاری شرح البخاری باب امامۃ العبد والمولیٰ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵/۲۲۸

[5] فتح الباری " " " " مصطفی البابی مصر ۱۶/۲۳۹

عمدۃ القاری[66] و فتح الباری[67] کتاب الاحکام میں اسی حدیث کے نیچے ہے:

ای جعل عاملا بان امر امارۃ عامۃ علی البلد مثلا او ولی فیہا ولایۃ خاصۃ کالامامۃ فی الصلوۃ او جبایۃ الخراج او مباشرۃ الحرب فقد کان فی زمن الخلفاء الراشدین من تجمع لہ الامور الثلثۃ و من یختص ببعضہا۔[1]

مراد یہ ہے کہ وہ عامل کیا جائے، یُوں کہ خلیفہ غلام حبشی کو کسی شہر کا عام والی کردے یا کسی خاص منصب کی ولایت دے جیسے نماز کی امامت یا خراج کی تحصیل یا کسی لشکر کی سرداری، خلفائے راشدین کے زمانے میں یہ تینوں باتیں بعض میں جمع ہوجاتی تھیں اور کسی میں بعض۔

امام ابو سلیمٰن[69] خطابی پھر امام عینی[70] و امام عسقلانی[71] و علی قاری[72] نے فرمایا:

قد یضرب المثل بما لایقع فی الوجود و ھذا من ذالک واطلق العبد الحبشی مبالغۃ فی الامر بالطاعۃ وان کان لایتصور شرعا ان یلی ذلک۔[2] بلفظ المرقاۃ قال الخطابی قد یضرب المثل بما لا یکاد یصح فی الوجود۔[3]

یعنی کبھی ضرب مثل میں وہ بات کہی جاتی ہے جو واقع نہ ہوگی، یہ حدیث اسی قبیل سے ہے، حبشی کا ذکر حکمِ اطاعت میں مبالغہ کے لئے فرمایا اگرچہ حبشی غلام کا والی بننا شرعاً متصور نہیں، مرقاۃ کے الفاظ یہ ہیں خطابی نے کہا کبھی ضرب مثل میں وُہ بات کہی جاتی ہے جو واقع نہ ہوگی۔ (ت)

اشعۃ اللمعات[73] میں ہے:

ذکر عبد برائے مبالغہ است بر وتیرہ قول آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر کہ بنا کند مسجدے اگرچہ مثل آشیانہ کنجشک و مسجد ہرگز مثل آشیانہ کنجشک نباشد لیکن مقصود مبالغہ است یا مراد نائب خلیفہ است۔[4]

غلام کا ذکر بطور مبالغہ ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس ارشاد کے طور پر، جو مسجد بنائے اگرچہ چڑیا کے گھونسلے کی مثل ہو، حالانکہ مسجد ہرگز چڑیا کے گھونسلے کی مثل نہیں ہوتی، لیکن مقصود مبالغہ ہے یا خلیفہ کا کوئی نائب مراد ہے (ت)

---

[1] فتح الباری باب السمع والطاعۃ مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۹
[2] فتح الباری " " " ۱۶/ ۲۴۰
[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/ ۲۴۶
[4] اشعۃ اللمعات کتاب الامارۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۰۱

عمدۃ[1] القاری وکواکب[2] الدراری ومجمع[3] البحار میں ہے:

هذا فی الامراء والعمال دون الخلفاء لان الحبشی لایتولی الخلافۃ لان الائمۃ من قریش[1]

یہ حدیث سرداروں اور عاملوں میں ہے حبشی خلیفہ نہ ہوگا کہ خلفاء تو قریش سے ہیں۔

مہلب[4] پھر ابن بطال پھر ابن[5] حجر نے فتح میں کہا:

قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اسمعوا و اطیعوا لایوجب ان یکون المستعمل للعبد الا امام قرشی لما تقدم ان الامامۃ لاتکون الا فی قریش[2]

نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ غلام کی اطاعت کرو اسی کو واجب کرتا ہے کہ غلام کو قریشی خلیفہ نے عامل بنایا ہو کہ خلافت تو نہیں مگر قریش میں۔

فتح[6] الباری وارشاد[7] الساری ومرقاۃ[8] قاری میں ہے:

واللفظ لها (وان استعمل علیکم عبد حبشی) ای وان استعمله الامام الاعظم علی القوم لان العبد الحبشی هو الامام الاعظم فان الائمۃ من قریش[3]

اگرچہ تم پر غلام حبشی عامل کیا جائے یعنی اگرچہ خلیفہ کسی غلام کو عامل بنائے نہ یہ کہ خود غلام حبشی خلیفہ ہو کہ خلفاء تو قریش سے ہیں۔

مجمع[9] البحار الانوار میں ہے:

شرط الامام الحریۃ والقرشیۃ ولیس فی الحدیث انه یکون اماما بل یفوض الیه الامام امرا من الامور[4]

خلیفہ کے لئے شرط ہے کہ آزاد و قریشی ہو اور حدیث میں یہ نہیں کہ غلام خلیفہ ہو بلکہ یہ مراد کہ خلیفہ اُسے کوئی کام سپرد کرے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) بلکہ خود حدیث صحیح میں اس معنی کی تصریح صریح موجود جس کا بیان فصل سوم میں آئے گا ان شاء اللہ الغفور الودود۔

---

[1] عمدۃ القاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ ادارۃ المنیریۃ دمشق ۲۴/۲۲۴

[2] فتح الباری شرح البخاری باب السمع والطاعۃ مصطفی البابی مصر ۱۶/۳۴۰

[3] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/۲۴۶

[4] مجمع بحار الانوار تحت لفظ جدع مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۱/۳۳۰

بالجملہ دربارۂ خلافت ہر طبقے اور ہر مذہب کے علمائے اہلسنت ایسا ہی فرماتے آئے یہاں تک کہ اب دورِ آخر میں مولوی عبد الباری صاحب کے جدِّ اعلیٰ[عہ] حضرت ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی لکھنوی فرنگی محلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح فقہ اکبر سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خلافتِ صدیقی پر اجماع قطعی کے منعقد ہونے میں فرمایا:

باقی ماند کہ سعد بن عبادہ از بیعت متخلف ماند میگویم کہ سعد بن عبادہ امارت خود می خواست و ایں مخالف نص ست چہ حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ و سلم فرمودہ اند الائمۃ من قریش ائمہ از قریش اند پس مخالفت او در اجماع قدح ندارد چہ مخالفت مر رائہائے صحابہ نبود بلکہ مخالفتِ اجماع داو اعتبار ندارد[۱]

باقی رہا یہ کہ سعد بن عبادہ نے بیعت نہ کی، تو ہم کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ اپنے لئے خلافت کے خواہشمند تھے ان کی یہ خواہش نص کے خلاف تھی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے لہذا ان کی مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہے کیونکہ یہ محض صحابہ کرام کی رائے کی مخالفت نہ تھی بلکہ اجماع کی مخالفت تھی جس کا اعتبار نہیں ہے۔(ت)

پھر خلافتِ فاروقی پر انعقاد اجماع میں فرمایا:

ہمہ صحابہ برآں عمل کردند و بیعت حضرت امیر المومنین عمر کردند و دریں ہم کسے مخالفت نکرد سوائے سعد بن عبادہ لیکن مخالفت او مخالفت نص بود چہ امارت خود میخواست چنانچہ دانستی[۲]

سب نے اس حدیث پر عمل کیا اور امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی اس میں بھی سوائے سعد بن عبادہ کے کسی نے مخالفت نہ کی لیکن ان کی مخالفت نص کے خلاف تھی کیونکہ وہ اپنے لئے امارت کے خواہشمند تھے جیسا کہ آپ نے جان لیا۔(ت)

اب سب سے اخیر دور میں حضرت مولانا فضل رسول[عہ] صاحب مرحوم اپنی کتاب عقائد المعتقد المنتقد میں فرماتے ہیں:

یشترط نسب قریش خلافا لکثیر من المعتزلۃ ولا یشترط کونہ ھاشمیا خلافا للروافض[۳]

خلیفہ کا قریشی النسب ہونا شرط ہے برخلاف بہت معتزلیوں کے، اور ہاشمی ہونا شرط نہیں برخلاف رافضیوں کے۔

عہ بدایونی لیڈر عبد الماجد صاحب کے دادا کے دادا ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[۱] شرح الفقہ الاکبر لعبد العلی فرنگی محلی

[۲] " " " " " "

[۳] المعتقد المنتقد الباب الرابع فی الامامۃ مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۱۹۷

حضرت مولٰنا عبدالقادر صاحب بدایونی مرحوم[ع] اپنے رسالہ عقائد احسن الکلام میں فرماتے ہیں،

نعتقد انہ یجب علی المسلمین نصب امام من قریش[۱]

ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں پر قریشی خلیفہ قائم کرنا فرض ہے۔

نوعِ دگر از کُتب عقائد

علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں،

فان قیل فعلی ما ذکر من ان مدۃ الخلافۃ ثلثون سنۃ یکون الزمان بعد الخلفاء الراشدین خالیا عن الامام فتعصی الامۃ کلھم، قلنا المراد بالخلافۃ الکاملۃ ولو سلم فلعل الخلافۃ تنقضی دون الامامۃ بناء علی ان الامامۃ اعم لکن ھذا الاصطلاح لم نجدہ من القوم واما بعد الخلفاء العباسیۃ فالامر مشکل[۲] (ملخصاً)

یعنی اگر کہا جائے کہ جب خلافت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تیس ہی برس رہی تو خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد زمانہ امام سے خالی رہا اور معاذ اللہ تمام اُمت گنہگار ٹھہری کہ نصب امام اُمت پر واجب تھا تو ہم جواب دیں گے کہ وہ جو تیس برس پر ختم ہوگئی خلافت راشدہ کاملہ تھی نہ کہ مطلق خلافت، اور اگر تسلیم بھی کرلیں تو شاید خلافت ختم ہوگئی امامت بعد کو رہی اور واجب نصب امام ہی تھا تو امت گنہگار نہ ہوئی یہ اس پر مبنی ہوگا کہ امامت خلافت سے عام ہے مگر ہم نے قوم سے یہ اصطلاح نہ پائی، بہرحال جب سے خلفائے عباسیہ نہ رہے امر مشکل ہے کہ اُس وقت سے نہ کوئی امام ہے نہ کوئی خلیفہ، تو اعتراض نہ اُٹھا انتہی (ملخصاً)۔

اقول اولاً صحیح جواب اول ہے اور اشکال کا جواب خود علامہ کے کلام سے آتا ہے اُس وقت نظر اس پر نہ کہی تھی۔

ثانیاً امامت بیشک عام ہے جس کا بیان ہم کریں گے ان شاء اللہ۔ نیز علامہ موصوف شرح مقاصد میں اسی اعتراض کو ذکر کرکے بہت صحیح و واضح جواب سے دفع فرماتے ہیں:

فان قیل لو وجب نصب الامام لزم

اگر کہا جائے کہ نصب امام واجب ہوتا تو اکثر

ع مذکور مستندِ بدایونی (ہداہ اللہ تعالٰی) کے پردادا ۱۲ حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ

---

[۱] احسن الکلام

[۲] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعۃ قندھار، افغانستان ص ۱۱۰ و ۱۱۱

اطباق الامة فی اکثر الاعصار علی ترک الواجب لانتفاء الامام المتصف بما یجب من الصفات سیما بعد انقضاء الدولة العباسیة قلنا انما یلزم الضلالة لو ترکوه عن قدرة واختیار لا عجز واضطرار[1]

زمانوں میں ترک واجب پر امت کا اتفاق لازم آتا ہے کہ امام کے لئے جو صفات لازم ہیں ایسا مدت سے نہیں خصوصاً جب سے دولتِ عباسیہ نہ رہی خلافت کا نام نشان تک نہ رہا اور ایسا ترک واجب گمراہی ہے اور گمراہی پر اُمت کا اتفاق محال، تو ہم جواب دیں گے کہ گمراہی تو جب ہوتی کہ اُن کے بعد اُمت نصب امام پر قادر ہوتی اور قصداً ترک کرتی، عجز و مجبوری کی حالت میں کیا الزام ہو۔

یہی مضمون مولوی علی[90] الخیالی میں ہے حدیث عجز و اضطرار بیان کرکے کہا:

وبهذا الحدیث یندفع الاشکال بعد الخلفاء الراشدین والعباسیة ایضاً[2]

یعنی خلفائے عباسیہ کے بعد تمام عالم سے خلافت ضرور مفقود ہے مگر اُمت پر الزام نہیں آتا کہ عذر مجبوری موجود ہے۔

شرح عقائد[91] امام نسفی پھر تعلیقات[92] المسایرة للعلامة قاسم الحنفی تلمیذ الامام ابن الہمام رحمہم اللہ تعالٰی میں ضرورت خلیفہ بتاکر کہ دین و دنیا کے ان امور کے انتظام کو اس کا ہونا ضرور ہے پھر فرمایا:

فان قیل فلیکتف بذی شوکة له الریاسة العامة اماما کان او غیر امام فان انتظام الامر یحصل بذلک کما فی عهد الاتراک قلنا نعم یحصل بعض النظام فی امر الدنیا ولکن یختل امر الدین وهو المقصود الاهم[3]

یعنی اگر کوئی کہے کہ انتظام ہی کی ضرورت ہے تو ایک عام ریاست والے پر کیوں نہ قناعت ہو جائے وہ خلیفہ ہو یا نہ ہو کہ انتظام اس سے بھی حاصل ہو جائیگا جیسے سلطنت ترکی سے کہ خلافت نہیں اور انتظام کر رہی ہے پھر خلیفہ کی کیا ضرورت، تو ہم جواب دینگے ہاں ایسی سلطنتوں سے دنیاوی کاموں کا کچھ انتظام چل جائے گا مگر دینی کاموں میں خلل آئے گا وہ بے خلیفہ نہ بنیں گے اور دین ہی مقصود اعظم ہے۔

لہذا ترکی سلطنت یا اور بادشاہیاں کافی نہیں خلیفہ کی ضرورت ہے، کیا ان سے بھی صاف نص کی

---

[1] شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامة المبحث الاول فی نصب الامام دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۵

[2] مولوی علی الخیالی مطبع ہندو پریس دہلی ص ۲۵۷

[3] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعت قندھار افغانستان ص ۱۱۰

حاجت ہے وللہ الحجۃ البالغۃ۔

تنبیہ: اسی نوع سے ہے وُہ حدیث کہ صدر کلام میں امام خاتم الحفاظ سے گزری کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت جب بنی عباس کو پہنچے گی ظہور مہدی تک اور کو نہ ملے گی۔ ظاہر ہوا کہ ۱۳۳ھ سے آج تک اور آج سے ظہور حضرت امام مہدی تک کوئی غیر عباسی خلیفہ نہ ہُوا ہے نہ ہوگا جو دوسرے کو خلیفہ مانے حدیث کی تکذیب کرتا ہے یہ حدیث اپنے طرق عدیدہ سے حسن ہے اسے طبرانی نے معجم کبیر میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا، اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اُنھیں سے بسند دیگر اور دارقطنی نے افراد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مرفوعاً اور خطیب نے بسند خلفاء حضرت حبر الامۃ سے موقوفاً اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے، حدیث طبرانی کے لفظ یہ ہیں:

لکنہا فی ولد عمی صنو ابی حتی یسلموھا الی الدجال۔[1]

ہاں خلافت میرے چچا میرے باپ کی جگہ عباس کی اولاد میں ہے یہاں تک کہ اُسے سپرد دجال کرینگے۔

اور حدیث ابن مسعود میں ہے:

لاتذھب الایام واللیالی حتی یملک رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی فیملؤھا قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما۔[2]

شب و روز گزرنے کے بعد وہ خلافت کو میرے اہلبیت سے ایک مرد کے سپرد کریں گے جس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح ظلم و ستم سے بھر گئی تھی یعنی حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

امام خاتم الحفاظ نے اس حدیث سے استناد اور اُس پر اعتماد کیا کما تقدم (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) یہ ہیں تقریباً پچاس حدیثیں اور کتب عقائد و تفسیر و حدیث و فقہ کی بانوے ۹۲ عبارتیں۔ سُنّی با انصاف کو اسی قدر کافی و وافی ہیں۔ وللہ الحمد والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالےٰ علٰی سیدنا و مولٰنا محمد و الہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۱۶ مروی از ام سلمہ رضی اللہ عنہا مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۳/ ۴۲۰

[2] المستدرک للحاکم کتاب الفتن والملاحم دار الفکر بیروت ۴/ ۴۴۲

فصل دوم

خطبۂ صدارت مولوی فرنگی محلی میں ۱۵ سطری کارگزاری کی نازبرداری

(۱) مسلمانو! تم نے دیکھا خلافت کے لئے شرطِ قرشیت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی متواتر حدیثیں، صحابہ کا اجماع، تابعین کا اجماع، اُمت کا اجماع، جملہ اہلسنت کا عقیدہ، ائمہ و اکابرِ حنفیہ کی کتبِ عقائد میں تصریحیں، کتبِ حدیث میں تصریحیں، کتبِ فقہ میں تصریحیں ایسے عظیم الشان جلیل البرہان اجماعی قطعی یقینی مسئلے کو فرنگی محلی کا خطبۂ صدارت میں صرف شافعیہ کی طرف نسبت کرنا اور حنفیہ میں فقط بعض کے کلام سے وُہ بھی تصریح نہیں، فحوٰی سے سمجھے جانے کا ادعا کرنا کس درجہ خلافِ دیانت و اغوائے عوام ہے۔

(۲) تمہید میں تو اُس پر خود حضرتِ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا نص صریح مذکور، شاید امام اعظم کا نص بھی کسی مقلد حنفی کا فحوائے کلام ہوگا۔

(۳) اُس پر نقول قاہرۂ اجماع کو یُوں گرانا کہ بعض بے اجماع نقل کیا، کیسی تلبیس ہے۔

(۴) یہ کہنا کہ ابتدا اس کی قاضی عیاض سے معلوم ہوتی ہے مگر ثبوتِ اجماع مشکل ہے، ثقاتِ ائمہ کی تکذیب کا اشعار ہے، امام اجل ثقہ عدل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے پہلے ائمہ نے اُس پر اجماع نقل کیا، بعد کے علماء نے نقل کیا سب نے مقبول و مقرر رکھا کسی نے اُس میں خلافِ اہلسنت کا پتا نہ دیا معاذ اللہ یہ سب جھوٹے ہیں اور فرنگی محلی سچے۔

(۵) جب نقولِ ائمہ مردود و نامعتبر ٹھہریں تو آپ ہی ہزاروں اجماعوں کا ثبوت مشکل بلکہ ناممکن ہوجائیگا کہ آخر قرآن و حدیث نے فرمایا نہیں کہ بعد عصرِ نبوت فلاں فلاں مسئلہ پر اجماع ہوگا ہم نے اہل اجماع کو دیکھا تک نہیں، نہ وُہ سب مل کر اپنے اجماع کی دستاویزیں رجسٹری کرا گئے اب نہ رہیں مگر نقولِ ائمہ وہ ان تازہ لیڈروں کو مقبول نہیں، پھر ثبوتِ اجماع کی صورت ہی کیا رہی۔

(۶) جب وہ نقلِ اجماع میں متہم تو نقل اقوال خاصہ میں کیوں معتمد ہوں گے، فقہ بھی گئی، یہ دیا بیہ ؔ غیر مقلدین کی تعظیم و تکریم اور جلسوں میں اُن کی صدارت و تقدیم کی شامت ہے کہ وہی غیر مقلد کا مسئلہ آگیا ؏

قیاس فاسد و اجماع بے اثر آمد

(قیاس فاسد ہے اور اجماع بے اثر ہے۔ت)

(۷) امام اجل قاضی عیاض نے ابتداءً دعویٰ اجماع نہ کیا بلکہ یہ فرمایا کہ علمائے کرام نے اُسے مسائلِ اجماع میں گنا تو ان سے ابتداءً بتانا تکذیب وگستاخی کی انتہا دکھانا ہے۔

(۸) صدر اسلام میں ڈیڑھ سو برس تک تصانیف نہ ہوئیں، پھر اگلی صدیوں کی ہزاروں کتابیں مفقود ہوگئیں، اب صدہا مسائلِ اجماعیہ میں سب سے پہلے جس امام کے کلام میں نقلِ اجماع نظر آئے اسی کے سر رکھ دیا جائے کہ ابتداء ان سے معلوم ہوتی ہے کتنا آسان طریقہ ردِ اجماع کا ہے۔

(۹) ائمہ کرام اُس پر صحابہ وتابعین وسلف صالحین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے اب تک تمام اہلسنت کا اجماع بتاتے، اور اسی بناء پر کتب عقائد میں اُسے قطعیہ یقینیہ فرماتے ہیں اُس کے مقابل اگر کسی صحابی سے کوئی اثر ملے تو اگر وہ انعقادِ اجماع سے پہلے کی گفتگو ہے اُس سے نقضِ اجماع جنون خالص ہے یونہی اگر تاریخ معلوم نہ ہوا اور اگر بعد کی ہے اور سند صحیح نہیں تو آپ ہی مردود اور صحیح وقابلِ تاویل ہے تو واجب التاویل ورنہ شاذ روایت اجماع کے مقابل قطعاً مضمحل نہ کہ الٹا اُس سے اجماع باطل۔

(۱۰) قریش میں حصر خلافت کی احادیث بیشک متواتر ہیں بہت متکلمین کی نظر احادیث پر زیادہ وسیع نہ تھی کہ فن دوسرا ہے انھوں نے خبر احاد سمجھا تو ساتھ ہی قبول صحابہ سے قطعی یقینی بتا دیا مگر مسامرہ سے گزرا کہ حافظ الحدیث امام عسقلانی نے ایک حدیث الائمۃ من قریش کو چالیس کے قریب صحابہ کرام سے مروی دکھا دیا اور اس میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام امام سخاوی نے مقاصد حسنہ[1] میں لذۃ العیش فی طرق حدیث الائمۃ من قریش بتایا یہ عدد صحابہ کرام میں یقیناً تواتر کا ہے یہ ایک حدیث کا حال تھا اسی مدعا پر اور احادیث علاوہ۔

(۱۱) اس سے قطع نظر کیجئے تو اس قدر تو آج کل کی قاصر نگاہوں سے بھی نظر آرہا ہے کہ وہ بلاشبہہ مشہور اور بالفاظ عدیدہ وطرق کثیرہ بہت صحابۂ کرام سے ماثور، اور برابر صدر اول سے امت مرحومہ میں احتجاج وعمل کیلئے مقبول ومنظور، پھر اس کے خاص الفاظ کے احاد سے ہونے کا ذکر جس کا جواب علمائے عقائد مواقف و شرح مقاصد وشرح مواقف وغیرہا میں دے چکے کیا انصاف ہے۔

(۱۲) ائمہ نے الائمۃ من قریش سے استدلال فرمایا اور جمع محلی باللام کے افادہ استغراق سے اتمام تقریب فرما دیا اسے الخلافۃ فی قریش سے بدلنا اور القضاء فی الانصار سے نقض کرنا کیا مقتضائے دیانت ہے۔

(۱۳) حدیث صحیح لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی من الناس

---

[1] مقاصد الحسنہ تحت حدیث عالم قریش الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۸۲

اثنان[1] (خلافت ہمیشہ قریش کے لئے ہے جب تک دنیا میں دو آدمی بھی ہیں ۔ ت) سے استدلال ائمہ کا کیا رد ہوا، کیا کسی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:

لایزال ھذا القضاء فی الانصار وھذا الاذان فی الحبشة مابقی من الناس اثنان۔	ہمیشہ عہدۂ قضا انصار میں اور عہدۂ اذان حبشیوں میں رہے جب تک دنیا میں دو آدمی بھی رہیں۔

جب ائمہ فرما چکے کہ صحابۂ کرام نے حدیث سے حصر سمجھا اور اُسی پر عمل فرمایا تو صحابہ کے مقابل اپنی چہ میگوئیاں نکالنا کیا شانِ دین ہے۔

(۱۵ و ۱۶) محققینِ اہلسنت عموماً اور امام ابوبکر باقلانی کی طرف خصوصاً اس نسبت کی جرأت کہ قرشیت کی شرط سے بالکل عدول کرتے ہیں کس قدر دروغ بیمزہ ہے اکابر ائمہ واعاظم علماء اجماع صحابہ اجماع تابعین اجماع امت نقل فرما رہے ہیں، ناقلان خلاف صرف خارجیوں معتزلیوں کا خلاف بتاتے ہیں، مخالفت میں ضرار و کعبی دو گمراہوں کے قول نقل کرتے ہیں معاذ اللہ اگر تمام محققینِ اہل سنت درکنار صرف امام سنت باقلانی کا خلاف ہوتا تو خارجیوں معتزلیوں کو مخالف بتایا جاتا، دو گمراہوں کا نام ان کے نام نامی سے زیادہ پیارا اور قابلِ ذکر عظمت والا تھا کہ انھیں چھوڑ کر اُن دو کا نام گنایا جاتا۔ شرح عقائد نسفی کے الفاظ تو آب زر سے لکھنے کے ہیں کہ لم یخالف الا الخوارج وبعض المعتزلة[2] اس میں کسی نے خلاف نہ کیا سوا خارجیوں اور بعض معتزلیوں کے۔ تمام نقول اجماع کا یہی مطلب ہے مگر اس میں محققینِ اہلسنت وامام باقلانی کی طرف اُس نسبتِ باطلہ کی روشن تر تفضیح ہے وللہ الحمد اجلۂ اکابر ائمۂ اہلسنت ائمۂ کلام واکابر حدیث واعاظم فقہ سب کے ارشادات پس پشت ڈالنا اور ایک متاخر مورخ ابن خلدون کے قول بے سند پر (جس کے مذہب کی بھی کوئی ٹھیک نہیں نہ تاریخ نویسی کے سوا کسی علم دینی میں اس کا نام زبانوں پر آتا ہے) سر منڈا بیٹھنا کیا شرط دین پرستی ہے اجلۂ ائمۂ جہابذۂ ناقدین کو نہ معلوم ہوا کہ خود امام سنت باقلانی ومحققین اہلسنت اس مسئلہ میں مخالف ہیں برابر اجماع نقل فرماتے رہے مسئلہ پر جزم ویقین فرمایا کہ اہل خلاف کو خارجی معتزلی بدعتی کہتے رہے مگر آٹھویں صدی کے اخیر میں اس مورخ کو حقیقتِ حال معلوم ہوئی کہ اس میں تو محققینِ اہلسنت وامام سنت مخالف ہیں۔

(۱۷) طرفہ یہ کہ ابن خلدون نے اتنا کہا تھا:

---

[1] صحیح بخاری	کتاب الاحکام	قدیمی کتب خانہ کراچی	ص ۱۰۵۷
صحیح مسلم	کتاب الامارۃ	" " "	۲/ ۱۱۹
[2] شرح العقائد النسفیۃ		دار الاشاعت العربیہ قندھار افغانستان	ص ۱۱۲

14 اشتبہ ذٰلک علی کثیر من المحققین [1] بہت سے محققوں کو اس میں شبہہ لگا۔

فرنگی محلی تحریر نے "شبہہ لگنا اُڑادیا" اور "کثیر" کا لفظ گھٹادیا، اسے یُوں بنایا کہ محققین عدول کرتے ہیں یعنی ان کا عدول ازراہِ اشتباہ نہیں بلکہ ازراہِ تحقیق ہے اور وُہ جو اس شرط پر قائم رہے یعنی تمام اہلسنت وہ تحقیق سے عاری ہیں۔

(۱۸) ان دونوں سے بڑھ کر چالاکی یہ کہ فرنگی محلی تحریر نے محققین کے ساتھ لفظ "اہلسنت" بڑھا لیا یہ لفظ ابن خلدون کی عبارت میں نہیں، وہ خدا جانے کن کو محققین کہہ رہا ہے، ائمہ فرما چکے کہ اس میں مخالف خارجی ہیں یا معتزلی، تو انھیں میں سے کسی فریق کو محققین کہا اور ظاہراً معتزلہ کو کہا کہ دربارۂ خلافت جو مضمون اُس نے نقل کیا وہ ضرار بن عمرو معتزلی ہی کی مخالفت کا مؤید، نہیں نہیں بلکہ اُس سے بھی کہیں زائد ہے فاشکی الی اللہ تعالٰی۔

(۱۹) ابن خلدون کی حالت عجیب ہے اُس کے کلام سے کہیں اعتزال کی بُو آتی ہے کہیں نیچریانہ اسباب پرستی کی جھلک پائی جاتی ہے، اولیائے کرام کا صاف دشمن ہے، اُن کو رافضیوں کا مقلد بتاتا ہے، کہتا ہے اُن کے دلوں میں رافضیوں کے اقوال رچ گئے اور اُن کے مذاہب کو اپنا دین بنانے میں توغل کیا یہاں تک کہ طریقت کا سلسلہ علی تک پہنچایا اور کہا انھوں نے حسن بصری کو خرقہ پہنایا اور اُن سے اُن کے پیر جنید تک پہنچا اس تخصیص علی اور ان کی اور باتوں سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ رافضیوں میں داخل ہیں، ولہذا رافضیوں کی طرح ایک امام مہدی کے انتظار میں ہیں جن کے آنے کی کچھ صحت نہیں، اسی طرح اقطاب و ابدال کا ایک لخت منکر ہے اس میں بھی اولیاء کے مقلد روافض ہونے کا مشعر ہے کہ جس طرح رافضیوں نے ہر زمانے میں ایک امام باطن اور اس کے نیچے نقبا مانے ہیں، یُونہی اُن سے سیکھ کر صوفیہ نے ہر دور میں ایک قطب اور اس کے ماتحت ابدال گھڑے ہیں، حالانکہ احادیث مرفوعہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علاوہ جن کے بیان میں امام جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ و دیگر اجلّہ اقطاب کرام

عہ دور کیوں جائیے اپنے اخ معظم مولوی عبدالحی صاحب کا فتاوٰی جلد اوّل طبع اول ص ۲ اور خود اپنا جمع کردہ فتاوی قیام ص ۳۰۶ ملاحظہ کیجئے۔ علامہ عبدالرحمان حضرمی معتزلی معروف بہ ابن خلدون ۱۲ عبید الرضا حشمت علی رضوی غفرلہ۔

---

[1] تاریخ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامۃ فی حکم ہذا المنصب و شروطہ۔ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/۱۹۳

14/14

قدست اسرارہم سب سے اقطاب و ابدال کی حقیقت متواتر ہے یونہی کون سا صاحب سلسلہ ہے جس کا سلسلہ امیر المومنین علی تک نہیں پہنچتا تو وہ ان تمام حضرات اکابر کرام کو معاذ اللہ دین میں مخترع اور رافضیوں کا متبع بلکہ سالک روافض میں منسلک ٹھہراتا ہے، فتوحات[۱۰] اسلام کا راز عربی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا وحشی ہونا بتایا ہے، اور[۱۱] یہ کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جہاد پر بھیجتے وقت انھیں وحشیت پر اور ابھار دیا کیونکہ وحشی ہی قوم کا ملک وسیع ہوتا ہے، نیز[۱۲] کہتا ہے صحابہ وحشی ہونے کے سبب لکھنا ٹھیک نہ جانتے تھے، اس[۱۳] لئے قرآن عظیم جابجا غلط لکھا ہے، اور[۱۴] اولیاء کو جادوگروں کے حکم میں رکھنے کے لئے کہا جو کسی کو اپنی کرامت سے قتل کرے وہ صاحب کرامت قتل کیا جائے گا جیسے ساحر کو اپنے سحر سے قتل کرے۔ اجلۂ اکابر محبوبان خدا کو نام بنام حتی کہ شیخ الاسلام ہروی کو لکھتا ہے کہ یہ حلولی تھے اور یہ کفر انھوں نے روافض اسمٰعیلیہ سے سیکھا الٰی غیر ذٰلک من ھفواتہ الشنیعۃ (اس کے علاوہ اس کے بہت سے بُرے ہفوات ہیں[۱۵])، اور پھر تستر کے لئے یا خود اپنے حال سے ناواقفی کے باعث جابجا سنیت و اعتقاد اولیاء کا اظہار بھی کرتا ہے جس نے محققین و شیخ الاسلام امام ہروی کی طرف کفر میں تقلید روافض نسبت کردی وہ اگر محققین و امام باقلانی کی طرف بدعت میں تقلید خوارج نسبت کردے کیا بعید ہے، ہاں عجب اُن مدعیان سنت سے کہ تمام اکابر ائمہ و علمائے اہلسنت کے ارشادات عالیہ پر پانی پھیرنے کے لئے ایک ایسے مورخ کا دامن تھامیں، کیا آیۂ کریمہ بئس للظّٰلمین بدلا[۱] (ظالموں کو کیا ہی بُرا بدلہ ملا۔ ت) یہاں وارد نہ ہوگی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

غالباً اس نسبت مخترعہ سے بھی اُسے صوفیہ کرام پر چوٹ کرنی منظور ہے وہ بھی شرط قرشیت کو اجماعی مانتے ہیں خود اسی شخص نے اسی مقدمۂ تاریخ فصل فاطمی میں ان اکابر کرام سے نقل کیا:

قالوا انما کان امر الخلافۃ لقریش حکما شرعیا بالاجماع الذی لایوھنہ انکار من لم یزاول علمہ[۲] الخ۔

یعنی صوفیۂ کرام نے فرمایا خلافت خاص قریش کیلئے ہونا حکم شرعی ہے ایسے اجماع سے ثابت جو ناواقف ناشناس کے انکار سے سست نہیں ہوسکتا الخ

لہٰذا محققین و امام سنت کا خلاف بتایا کہ ان کی تکذیب ہو۔

(۲۰) نہیں نہیں بلکہ اس کا راز اور ہے خود اسی مبحث سے روشن کہ وہ آپ مبتدع اور خوارج کا

---

[۱] القرآن الکریم ۱۸/ ۵۰

[۲] مقدمہ ابن خلدون فصل فی امر الفاطمی موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۳۲۴

تتبع اور اجماعِ صحابہ کرام کا خارق، اور ضراریہ و معتزلہ کا موافق ہے، اس نے اولاً شرائط خلافت میں کہا:

اما النسب القرشی فلاجماع الصحابة علی ذٰلک[1] — قرشیت کی شرط اس لئے ہے کہ صحابۂ کرام نے اس پر اجماع فرمایا۔

پھر اس اجماع کی منشا و مستند حدیثیں ذکر کیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: الائمة من قریش[2] خلفاء قریشی ہوں۔ اور فرمایا:

لایزال ھذا الامر فی ھذا الحی من قریش[3] — خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی۔

اور کہا اس پر دلائل بکثرت ہیں، پھر آہستہ آہستہ ردِ احادیث و اجماع کی طرف سرکا کہ:

لما ضعف امر قریش وتلاشت عصبیتھم فاشتبه ذٰلک علی کثیر من المحققین حتی ذھبوا الی نفی اشتراط القرشیة[4] — جب قریش میں ضعف آیا اور اُن کی حمیت جاتی رہی تو بہت محققوں کو یہاں شبہہ لگا یہاں تک کہ نفی شرط قرشیت کی طرف گئے۔

یہاں دونوں پہلو دیکھیے، اشتباہ کہا جس سے مفہوم ہو کہ اُن کو غلطی پر جانتا ہے اور انھیں محققین کہا جس سے مترشح ہو کہ اُن کے زعم کو تحقیق مانتا ہے پھر اُن کے دو شبہے ذکر کئے ایک اُسی حدیث دربارۂ غلام حبشی سے جس کے جواب کلام ائمہ سے گزرے اور اس پر زیادہ کلام ان شاء اللہ تعالٰی آگے آتا ہے اس نے جواب خطائی اختیار کیا کہ یہ مبالغۃً بطور فرض ہے، دوسرا شبہہ اس روایت سے کہ امیر المومنین فاروق سے مروی ہوا:

لوکان سالم مولی ابی حذیفة حیا لولیته[5] — اگر ابو حذیفہ کے غلام آزاد شدہ سالم زندہ ہوتے تو میں ضرور اُن کو والی بناتا۔

یا فرمایا: لما دخلتنی فیه الظنة[6] اُن پر مجھے کوئی بدگمانی نہ ہوتی۔

اس کا کھلا ہوا روشن جواب تھا کہ امیر المومنین نے فرمایا ہے لولیته میں اُنھیں والی کرتا، نہ کہ استخلفته میں اُنھیں خلیفہ کرتا، والی ایک صوبہ کا بھی ہوتا ہے ایک شہر کا بھی ہوتا ہے جسے خلیفہ مقرر فرمائے تو اُسے یہاں سے کیا علاقہ، اس روشن جواب کو چھوڑ کر اول تو یہ جواب دیا کہ مذھب الصحابی لیس بحجة یعنی یہ اگر ہے تو عمر کا قول ہے اور عمر کا قول کچھ حجت نہیں۔ شانِ فاروقی میں یہ کلمہ جیسا ہے اہلِ ادب پر ظاہر ہے جن کی نسبت خاص حکم احکم حضور پُرنور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے:

---

[1] تا [4] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامۃ فی حکم ہذا المنصب و شروطہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/۱۹۳

اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ ابی بکر و عمر[1]

اُن دو کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

یہاں تک تو یہی تھا آگے دوسرے جواب کے تیور دیکھئے، کہتا ہے:

وایضا مولی القوم منھم وعصبیۃ الولاء حاصلۃ لسالم فی قریش وھی الفائدۃ فی اشتراط النسب وصراحۃ النسب غیر محتاج الیہ اذ الفائدۃ فی النسب انما ھی العصبیۃ وھی حاصلۃ من الولاء[2]

یعنی دوسرا جواب یہ کہ کسی قوم کا آزاد شدہ غلام انھیں میں سے ہے اور اس رشتہ ولا کے باعث قریش سالم کی حمیت کرتے اور یہی قومی حمیت شرطِ نسب کا فائدہ ہے صاف نسب کی حاجت نہیں کہ وہ تو اسی حمیت کی غرض سے ہے اور حمیت اپنے آزاد کئے ہوئے غلام کی بھی کرتے ہیں۔

لِلّٰہ انصاف! دکھانا تو یہ ہے کہ جو شرطِ قرشیت نہیں مانتے ان کے شبہہ کا جواب دے رہا ہے اور جواب وُہ دیا جس نے شرطِ قرشیت کو اکھاڑ پھینکا کہ نسب کی کوئی حاجت نہیں قومی حمیت سے کام ہے جس طرح بھی ہو پھر بھی قرشیت کا کچھ ڈورا لگا رکھا کہ قریشی نہ ہو تو اس کا آزاد کردہ غلام تو ہو اگرچہ یہاں اس میں بھی کلام ہے سالم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ابوحذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آزاد نہ فرمایا نہ وُہ ان کے غلام تھے بلکہ اُن کی بی بی ثبیتہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے غلام تھے انھیں نے آزاد کیا اور وُہ انصاریہ ہیں نہ کہ قرشیہ۔ ہاں براہِ موالات و دوستی مولٰی ابی حذیفہ کہلاتے ہیں، ابوحذیفہ نے ان کو متبنّٰی کیا تھا اور اپنی بھتیجی فاطمہ سے ان کی شادی کردی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ فتح الباری میں ہے:

کان مولی لامرأۃ من الانصار فتبناہ ابوحذیفۃ لما تزوجھا فنسب الیہ[3]

یعنی سالم ایک انصاریہ بی بی کے غلام آزاد شدہ تھے جب ابوحذیفہ نے اس بی بی سے نکاح کیا ان کو متبنّٰی بنایا، جب سے ابوحذیفہ کی طرف منسوب ہونے لگے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین

لہٰذا ارشاد الساری میں مولٰی ابی حذیفہ کی یُوں شرح کی:

(مولی) امرأۃ ابی حذیفۃ[4] ابوحذیفہ کے مولٰی یعنی ان کی زوجہ کے مولٰی۔

---

[1] جامع ترمذی — ابواب المناقب — امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۲۰۷

[2] مقدمہ ابن خلدون — فصل فی اختلاف فی حکم ہذا المنصب وشروطہ — موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/۱۹۴

[3] فتح الباری شرح البخاری — مناقب سالم — مصطفی البابی مصر ۸/۱۰۲ و ۱۰۳

[4] ارشاد الساری شرح البخاری — مناقب سالم مولٰی ابی حذیفہ — دار الکتاب العربی بیروت ۶/۱۳۸

غرض یہاں تک بھی دونوں پلے بچائے مگر نفی کا پلہ غالب کر دیا کہ یہ حقیقت ہے اور یہاں قرشیت کا لگاؤ رہنا مجازاً، اب اندیشہ کیا کہ لوگ خارجی معتزلی سمجھیں گے کہ صحابہ کا اجماع چھوڑ کر ان گمراہوں کی تقلید کی، اس کے علاج کو یہ مخالفت امام سنت کے سر رکھ دی اور کہا:

ومن القائلین بنفی اشتراط القرشیة القاضی ابوبکر الباقلانی لما ادرك عصبیة قریش من التلاشی فاسقط شرط القرشیة وان کان موافقا لرأی الخوارج وبقی الجمهور علی القول باشتراطها ولو کان عاجزا عن القیام بامور المسلمین وورد علیهم سقوط شرط الکفایة لانه اذا ذهبت الشوکة بذهاب العصبیة فقد ذهبت الکفایة واذا وقع الاخلال بشرط الکفایة تطرق ذلك ایضا الی العلم والدین و سقط اعتبار شروط هذا المنصب وهو خلاف الاجماع[1] (ملخصاً)

یعنی امام قاضی ابوبکر باقلانی نے قرشیت شرط نہ مانی کہ قریش کی حمیت فنا ہوگئی ولہذا اس کی شرط انھوں نے ساقط کر دی اگرچہ یہ خارجیوں کے مذہب کے موافق ہے اور جمہور اب بھی شرطِ قرشیت مانتے رہے اگرچہ خلیفہ مسلمانوں کا کام بنانے سے عاجز ہو اور ان پر یہ اعتراض ہے کہ لیاقت کار کی شرط جاتی رہی کہ جب حمیت جانے سے شوکت گئی کام کیا بنا سکے گا اور جب شرط کفایت چھوٹی یہی راہ شرط علم و شرط دین کی طرف چلے گی اور خلافت کی شرطیں ساقط الاعتبار ہو جائیں گی اور یہ خلافِ اجماع ہے (ملخصاً)

اس کلام کے پیچ دیکھئے کیا کیا کروٹیں بدلی ہیں، اوّل تو امام سنت پر وہ تہمت رکھی کہ قریش کی بے حمیتی دیکھ کر شرطِ قرشیت ساقط کر بیٹھے، یہ اپنا بچاؤ اور جانب نفی کی تائید تھی کہ ایک مجھی کو شرطِ قرشیت میں کلام نہیں، اہلسنت کے اتنے بڑے امام اسے استعفا دے چکے ہیں، پھر ساتھ ہی کہہ دیا کہ اس میں وہ خارجیوں کے مذہب پر چلے، یہ جانب اثبات کی رعایت سے تھی، پھر اسی پہلو کا لحاظ بڑھایا کہ جمہور اسی پر رہے، پھر پہلوئے نفی کو کروٹ لی کر اُن پر بے اعتباریِ شرائط کا الزام قائم ہوتا ہے، یہ جھوٹا الزام صراحۃً خود اس پر حق تھا کہ قرشیت شرط تھی اور اس نے ساقط کی تو یوں ہی علم و دین و کفایت بھی ساقط ہو سکیں گی کہ یہ راہ ہر شرط کی طرف چلے گی اور جاہل بے دین عاجز چمار کو خلیفہ کر دینا جائز ہو جائے گا اور یہ خلافِ اجماع ہے، اس کی پیش بندی کی کہ جمہور اہلسنت کے سر پہ افترا جڑ دیا کہ وہ صرف قرشیت چاہتے ہیں اگرچہ کام سے بالکل عاجز ہو حالانکہ کتبِ عقائد و فقہ و حدیث شاہد ہیں کہ قرشیت و قدرت دونوں شرط ہیں اور اُن کے ساتھ اسلام و حریت و ذکورت و بلوغ بھی نہ یہ کہ صرف قریشی ہونا

---

[1] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف فی حکم ہذا المنصب و شروطہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۱۹۴ و ۱۹۵

بس ہے، یہ پہیلیاں کھیل کر آخر میں دل کی صاف کھول دی ؛

اذا بحثنا عن حكمة اشتراط القرشي ومقصد الشارع منه لم يقتصر على التبرك بوصلة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كما هو مشهور والمصلحة لم نجدها الا اعتبار العصبية و ذلك ان قريشا كان لهم العزة بالكثرة و العصبية والشرف فاشترط نسبهم ليكون ابلغ في انتظام الملة كما وقع في ايام الفتوحات واستمر بعدها في الدولتين الى ان تلاشت عصبية العرب فاذا ثبت ان اشتراط القرشية انما هو للعصبية والغلب والشارع لا يخص الاحكام بجيل فطردنا العلة وهي العصبية فاشترطنا في القائم بامور المسلمين ان يكون من قوم اولي عصبية قوية غالبة ثم ان الوجود شاهد بذلك فانه لا يقوم بامر امة او جيل الا من غلب عليهم وقل ان يكون الامر الشرعي مخالفا للامر الوجودي[1] (ملخصًا)۔

یعنی ہم جو نظر کریں کہ شرط قرشیت کی حکمت اور اُس سے شارع کا مقصود کیا ہے تو وہ علاقۂ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبرک پر موقوف نہیں جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہو رہا ہے کہ قربِ نبوی کے سبب قریش کو یہ فضل ملا ہے اس میں آن اور قومی حمیت کے اعتبار کے سوا کوئی مصلحت نہیں، یہ اس لئے کہ قریش اپنی کثرت اور آن اور شرافت کے سبب غالب تھے لہذا اُن کا نسب شرط کیا گیا کہ دین کا انتظام خوب ہو جیسا کہ زمانۂ فتوحات میں ہوا اور اُس کے بعد بنی امیہ و بنی عباس کی دولتوں میں رہا یہاں تک کہ عرب نرے بے حمیت ہو گئے اور جبکہ ثابت ہو لیا کہ قرشیت کی شرط فقط اُن کی حمیت و غلبہ کے سبب تھی اور شریعت احکام کو کسی قبیلہ کے ساتھ خاص نہیں کرتی تو ہم نے علتِ حمیت کو عام کر دیا کہ خلیفہ میں ضرور ہے کہ کسی قوی غالب حمیت والی قوم میں کا ہو پھر واقعات بھی اسی پر گواہ ہیں کہ قبیلے یا گروہ کا سردار وہی ہوتا ہے جو ان پر غالب ہو اور یہ کم ہوگا کہ شریعت نیچر کے خلاف حکم دے (ملخصًا)

ظاہر کر دیا کہ قرشیت شرط نہیں عصبیت شرط ہے، قرشیت اس لئے شرط تھی کہ ان میں قومی حمیت جاہلیت تھی جب قریش بلکہ تمام اہل عرب بے حمیت ہو گئے تو اب اُن کی خلافت کیسی بلکہ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس ، بالجملہ نہ فقط شرط قرشیت کی نفی کی بلکہ نفی قرشیت بلکہ نفی عربیت شرط کر دی کہ اصل شرط خلافت قومی حمیت ٹھہرائی اور صاف کہہ دیا کہ نہ صرف قریش بلکہ تمام عرب بے حمیت ہو گئے تو خلافت کے لئے شرط ہوا کہ خلیفہ نہ قریشی ہو نہ عربی بلکہ یہ شرط ہے کہ کسی خونخوار قوم کا ہو، یہ تو ضرار معتزلی سے بھی بہت اُونچا اُڑا اُس نے تو یہی کہا تھا

---

[1] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف فی حکم ہذا المنصب و شروطہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/۱۹۵ و ۱۹۶

کہ غیر قریشی اولٰی ہے اس نے یہ جمائی کہ قرشی بلکہ کسی عربی کی خلافت جائز ہی نہیں اور خود کہہ چکا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کہ ہمیشہ خلافت قریش ہی کے لئے ہوگی جب تک دُنیا میں دو آدمی بھی رہیں یہ ہے اس کا حدیث پر ایمان اور یہ ہے اس کا اجماعِ صحابہ کرام پر ایقان۔ اور سرے سے یہ اشد سا اشد ظلم قابل تماشا کہ وہ عصبیت جس سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بشدت منع فرمایا جسے نہ قریش بلکہ تمام عرب کے دل سے دھو دیا اُسی کو اصل مقصودِ شارع اور خاص شرطِ خلافت ٹھہراتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قاتل تحت رایۃ عمیۃ یغضب لعصبۃ اویدعو الی عصبۃ اوینصر عصبیۃ فقتل فقتلۃ جاھلیۃ[1]، وفی اخری فلیس من امتی[2]۔ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کسی اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے کہ عصبیت (یعنی قومی حمیت شیوۂ جاہلیت) کے لئے غضب کرے یا عصبیت کی طرف بلائے یا عصبیت کی مدد کرے اور مارا جائے تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی جاہلیت و زمانۂ کفر و غفلت میں قتل کیا جائے وہ میری امت سے نہیں (اسے مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

نیز فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

لیس منا من دعا الٰی عصبیۃ ولیس منا من قاتل عصبیۃ ولیس منا من مات علٰی عصبیۃ[3]۔ رواہ ابوداؤد عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہمارے گروہ سے نہیں جو عصبیت (قومی حمیت) کی طرف بلائے ہم میں سے نہیں، جو عصبیت پر لڑے ہم سے نہیں جو عصبیت پر مرے ہم سے نہیں (اسے ابوداؤد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

تو شارع صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے مبغوض کو شارع کا مقصود بنانا کیسا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افترائے بیباک و اجترائے ناپاک ہے والعیاذ باللہ تعالٰے۔ عجب ایک مدعی سنیت سے ہے کہ صحابہ و ائمہ و خود ارشاد حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب کو پیٹھ دے کر ایک گمراہ مخالف حدیث و خارقِ اجماع و محدث فی الدین کا دامن تھامے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۱) تحریر فرنگی محلی نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہ صراحۃً اجماع صحابہ لکھ کر پھر امام باقلانی کو اس کا مخالف اور خارجی مذہب کا موافق لکھتا ہے اُس نے کہا تو کہا ایک مدعی سنیت کو تو امام سنت پر ایسے شنیع الزام رکھتے شرم چاہئے تھی۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب ملازمۃ المسلمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲۸/۲

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱۲۸/۲

[3] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی العصبیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۳۴۲/۲

(۲۲ ؎) عبارت نمبر ۳۶ آپ نے سُنی معلوم ہے یہ امام ابوبکر ابن الطیب کون ہیں وہی امام اجل امام سنت قاضی ابوبکر باقلانی ہیں، شرح الشفاء لعلی قاری میں ہے:

(وھو مذھب القاضی ابی بکر) ای ابن الطیب الباقلانی۔[1]

اور یہی قاضی ابوبکر یعنی ابن الطیب الباقلانی کا مذہب ہے (ت)

نسیم الریاض میں ہے:

(وھو مذھب القاضی ابی بکر) الباقلانی۔[2]

اور قاضی ابوبکر الباقلانی کا یہی مذہب ہے (ت)

وفیات الاعیان میں ہے:

القاضی ابوبکر محمد بن الطیب المعروف بالباقلانی المتکلم المشھور توفی سنۃ ثلث واربعمائۃ ببغداد۔[3]

القاضی ابوبکر محمد بن الطیب المعروف بہ باقلانی متکلم مشہور ہیں ۴۰۳ھ میں بغداد میں فوت ہوئے (ت)

دیکھا کہ ان امام نے کیا ارشاد فرمایا، پھر سُن لو، اور کان کھول کر سُنو، امام ابن المنیر مالکی پھر فتح الباری میں امام ابن حجر عسقلانی شافعی کا یہی کلام علامہ سید مرتضٰی زبیدی حنفی نے اتحاف السادۃ المتقین جلد دوم صفحہ ۲۳۲ میں یوں نقل فرمایا:

قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری قال ابن المنیر قال القاضی ابوبکر الباقلانی لم یعرج المسلمون علی ھذا القول بعد ثبوت الحدیث الائمۃ من قریش وعمل المسلمون بہ قرنا

یعنی امام ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں فرمایا کہ امام ابن المنیر نے فرمایا کہ امام قاضی ابوبکر باقلانی نے فرمایا کہ معتزلی کے اس قول کی طرف مسلمانوں نے التفات نہ کیا بعد اس کے کہ حدیث کا ارشاد ثابت ہو لیا کہ خلفاء قریش ہی سے ہوں

؎ یہاں تک کلام قاطع رگ اوہام تھا اب آگے وہ آتا ہے جسے دیکھ کر گنگوہیوں مفتریوں کی آنکھیں پھٹ کر رہ جائیں ۱۲ عبید الرضا حشمت علی قادری غفرلہ۔

---

[1] شرح الشفاء لعلی القاری علی ہامش نسیم الریاض فصل واما ما یتعلق بالجوارح دار الفکر بیروت ۴/ ۱۳۷
[2] " " " " " " " " " " "
[3] وفیات الاعیان ترجمہ ۶۰۸ محمد بن الطیب الباقلانی دار الثقافت بیروت ۴/ ۲۶۹، ۲۷۰

بعد قرن والعقد الاجماع علی اعتبار ذٰلک قبل ان یقع الاختلاف [1]

اور اسی پر مسلمانوں کا ہر طبقہ میں عمل رہا اور ان اختلاف کرنے والوں کے وجود سے پہلے اس پر اجماع ہولیا۔

الحمدللہ یہ ارشاد ہے امام ابوبکر باقلانی کا جس نے اُس مورخ کا سفید جھوٹ اور سیاہ افترا ثابت کیا اور صحابہ وائمہ اہلسنت کو چھوڑ کر اس کا دامن تھامنے والوں کا مُنہ کالا کیا، وللہ الحمد۔

(۲۳) الحمدللہ یہاں سے فرنگی محلی تحریر کی امام قاضی عیاض پر وہ طعنہ زنی بھی باطل ہوگئی کہ ذکرِ اجماع کی ابتدا ان سے ہوئی امام قاضی عیاض چھٹی صدی میں تھے اور امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی چوتھی صدی میں، وہ اجماع نقل فرمارہے ہیں وللہ الحمد۔

(۲۴) اس کے بعد تحریر فرنگی محلی میں ہے، حنفیہ کی کتب میں ایسی فضول بات نہیں جیسی شافعیہ کی کتب میں ہے کہ الائمۃ سے ہر قسم کا امام مراد ہے کہ امام شافعی کے امام فی المذہب ہونے کی تاکید ہو کیونکہ وہ قریشی تھے' یہ شافعیہ نے کہیں نہ کہا کہ ہر قسم کا امام مراد ہے، نہ کوئی ادنیٰ طالب علم کہہ سکتا ہے کہ نماز کی امامت بھی قرشی سے خاص علما ہے دوسرا امام نہیں ہوسکتا وہ اس سے امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے ایک فضیلت ثابت کرتے ہیں کہ دوسرا عالم غیر قریشی جب دین وعلم میں امام شافعی کے برابر ہو تو اس پر بوجہ قرشیت ان کو ترجیح ہے دیکھو فتح الباری کہ:

الاستدلال علی تقدیم الشافعی علی من ساواہ فی العلم والدین من غیر قریش لان الشافعی قرشی [2]

امام شافعی کے برابر علم اور دین والے غیر قرشی پر امام شافعی کے مقدم ہونے پر یہ استدلال ہے کیونکہ امام شافعی قرشی تھے (ت)

(۲۵) بالفرض ایسا ہوتا تو اُس فضول بات کا یہاں ذکر اُس سے بدتر فضول' جس سے مطلب ہو تو صرف اتنا کہ جاہل عوام سمجھیں کہ اصل مسئلہ خلافتِ قریش ہی بعض شافعیہ کی فضولی ہے کتبِ حنفیہ اُس سے پاک ہیں۔

(۲۶) پھر کہا پھر بھی محققین شافعیہ اس کو شرطِ اختیاری کہنے پر مجبور ہوئے، یہ پھر بھی اسی قصدِ تلبیس کی تائید ہے کہ نفسِ خلافتِ قریش کو شافعیہ کی فضولی کہا کہ اسی کو اختیاری کہا ہے پھر اس میں شافعیہ کی تخصیص ایک تلبیس اور ان میں بھی محققین کی قید دوسرا کید اور لفظِ اختیاری سے جہال کو دھوکا دینا کیدِ عظیم ہے، اختیاری کے معنے سمجھ جائیںگے

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین الاصل التاسع ان شرائط الامامۃ الخ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۳۲

[2] فتح الباری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۷

کہ اپنی خوشی پر ہے چاہے خلیفہ میں قرشیت کا اعتبار کریں یا نہیں، یہ شافعیہ خواہ اُن کے محققین جس پر کھوصریح افترا کا ذہب ہے اور خود عقل وفہم سے بیگانہ ومجانب، شرط وہ جس کے فوت سے مشروط فوت ہو اور اختیاری وہ جس پر کچھ توقف نہ ہو، اصل بات جس کی صورت بگاڑ کر یوں دھوکا دینا چاہا یہ ہے کہ ملک پر تسلط دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ اہل حل وعقد کسی جامع شرائط کو امام پسند کرکے اُس کے ہاتھ پر بیعت کریں جیسے صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ، تسلط بلا منازعت ہوجانا اُس کی شرط نہیں، نہ منازع سے قتال وجدال اس کے منافی جیسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

دوم یہ کہ جس کی امامت اس طرح ہوچکی ہو وہ دوسرے کے لئے وصیت کرے جیسے فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے۔ خلافت شرعیہ انھیں دو وجہ پر ہوتی ہے اور ہر ایک پسند واختیار سے ہے پہلی میں اختیار وانتخاب اہل حل وعقد ہے اور دوسری میں اختیار وارتضائے خلیفہ سابق۔ ان دونوں میں قرشیت وغیرہا شرائط یقینًا ہیں، نہ اہل حل وعقد کو جائز کہ کسی غیر قرشی کو خلیفہ کریں نہ خلیفہ کو حلال کہ غیر قرشی کو ولیعہد کرے، تو خلافت شرعیہ اختیاری ہے کہ اختیار وپسند سے ناشی ہوتی ہے اور اُس میں قرشیت وغیرہا شرائط ضرور یہ لازم وضروری ہیں نہ کہ اختیاری اگر ترک کی جائیں گی خلافت شرعیہ نہ ہوگی بلکہ قسم دوم تغلب کے حکم میں رہے گی، وہ تسلط کی دوسری صورت ہے کہ کوئی شخص اپنی شوکت وسطوت سے ملک دبا بیٹھے بادشاہ بن جائے اگرچہ لوگ اس کے قہر وغلبہ کے سبب اُس کے ہاتھ پر بیعت بھی کریں، یہ صورت بے اختیاری ومجبوری ہے اس میں مسلمان شرائط کا لحاظ کیا کرسکتے ہیں کہ نہ اُن کے اختیار سے ہے نہ اُسے معزول کرنا اُن کے قابو میں، یہاں اقامت جمعہ واعیاد وتزویج صغار وولایت مال وتولیت قضا وغیر ذلک امور مفوضہ خلیفہ میں اس کے ہاتھ کے سب کام نافذ ہوں گے امر جائز شرعی میں اس کی اطاعت کرنی ہوگی اگرچہ قرشی نہ ہو بلکہ آزاد بھی نہ ہو حبشی غلام ہو کہ اثارت فتنہ جائز نہیں، یہ نہ صرف شافعیہ بلکہ سب اہل مذاہب مانتے ہیں اور اسے انتفائے شرط قرشیت سے علاقہ نہیں جبرًا وجوب اطاعت اور، اور اُس کا خلیفہ شرعی ہوجانا اور، اطاعت ہوگی اور خلافت ہرگز نہ ہوگی، بلکہ متغلب ہوگا، ان کے بعض عوام پارٹی کے خود ساختہ امام نے یہی دھوکا دیا ہے عبارتیں وہ نقل کرتا ہے جن میں متغلب کی اطاعت کا ذکر ہے اور ان میں اپنی طرف سے پخر لگا لیتا ہے کہ اُسی کو خلیفہ ماننا چاہئے، یہ محض باطل ہے، اور اسی میں بحث ہے نہ کہ اطاعت میں، خود انھیں محققین شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ متغلب ہوگا نہ کہ خلیفہ۔ فتح الباری سے گزرا کہ قریش کے سوا جو کوئی ہوگا متغلب ہوگا۔ اُسی میں ہے:

ھذا کلہ انما ھو فیما یکون بطریق الاختیار واما لو تغلب عبد بطریق الشوکۃ

یعنی یہ سب اس حالت میں ہے کہ کسی کو بطور اختیار امامت دی جائے اور کوئی غلام اپنی شوکت سے

فان طاعتہ تجب اخماد اللفتنۃ مالم یأمر بمعصیۃ[1]

زبردستی ملک دبا بیٹھے تو فتنہ بجھانے کے لئے اطاعت اس کی بھی واجب ہوگی جب تک گناہ کا حکم نہ دے۔

دیکھو امامت کو اختیاری کہا کہ اختیار و پسند سے ہو نہ کہ شرط قرشیت کو اختیاری کر چاہے رکھو یا نہ رکھو غیر قرشی کو متغلب ہی کہا۔ شرح مقاصد میں ہے:

وبالجملۃ مبنی ماذکر فی باب الامامۃ علی الاختیار والاقتدار واما عند العجز والاضطرار واستیلاء الظلمۃ والاشرار فقد صارت الریاسۃ الدنیویۃ تغلبیۃ وبنیت علیہا الاحکام الدینیۃ المنوطۃ بالامام ضرورۃ ولم یعبأ بعدم العلم والعدالۃ وسائر الشرائط والضرورات تبیح المحظورات والی اللہ المشتکی فی النائبات[2]

یعنی وہ جو باب امامت میں مذکور ہوا اس کی بناء اختیار و قدرت پر ہے اور جب حالت مجبوری و ناچاری ہو ظالم شریر لوگ تسلط پائیں تو اس وقت یہ دنیوی ریاست تغلب پر رہ جائے گی اور وہ دینی احکام کہ خلیفہ سے متعلق ہیں مجبوری اسی دنیوی ریاست پر بنا کئے جائیں گے اور علم و عدالت وغیرہ شرائط نہ ہونے کا لحاظ نہ ہوگا، مجبوریاں ناجائز کو روا کرلیتی ہیں اور ان مصیبتوں میں اللہ ہی سے فریاد ہے۔

آنکھ کھول کر دیکھو کہ وہ محققین کیا فرمارہے ہیں اور یونکرا سے تغلب اور دنیوی ریاست بتارہے ہیں مگر دھوکا دینے والے فریب سے باز نہیں آتے۔

تنبیہ: یہاں کام جاہلوں سے پڑا ہے جنہیں علم کا ادعا ہے۔ کوئی جاہل اس عبارت شامی سے دھوکا نہ دے:

یصیر اماما بالمبایعۃ وباستخلاف امام قبلہ وبالتغلب والقہر[3]

بیعت اور پہلے امام کے خلیفہ بنا دینے اور غلبہ اور جبر سے امام بن جاتا ہے (ت)

آگے مسایرہ سے ہے:

لو تعذر وجود العلم والعدالۃ فیمن تصدی للامامۃ وکان فی صرفہ

امامت پر تسلط جمانے والے میں اگر علم اور عدالت کا وجود متعذر ہو جائے اور اس کو امامت سے ہٹانا ناقابل برداشت

---

[1] فتح الباری باب السمع والطاعۃ للامام الخ مصطفی البابی مصر ۱۶/۲۴۰

[2] شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۲-۲۷۷

[3] ردالمحتار باب البغاۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۱۰

عنها اثارۃ فتنۃ لانطاق حکمنا بانعقاد امامتہ کی لاتکون کمن یبنی قصرا ویھدم مصرا۔[1]

فتنہ کھڑا کرنا قرار پائے تو ہم اس کی امامت کے انعقاد کا حکم دیں گے تاکہ وہ صورت نہ بنے جو شخص ایک مکان بنائے اور پورے شہر مسمار کرے (ت)

کہ دیکھو جو زبردستی بادشاہ بن جائے اور اس کے جُدا کرنے میں ناقابلِ برداشت فتنہ ہوا، اسے امام مانا، اس کی امامت کو منعقد جانا، اور یہی خلافت شرعیہ ہے، حاشا یہ محض دھوکا ہے صاف تصریح ہے کہ یہ تغلب ہے جو خلافت شرعیہ کی صریح ضد ہے نیز بلا فصل اس عبارت کے بعد ہے،

واذا تغلب اٰخر علی المتغلب وقعد مکانہ انعزل الاول وصار الثانی اماما۔[2]

اس متغلب پر دوسرا تغلب کرکے اس کی جگہ بیٹھ جائے تو پہلا معزول اور اب یہ دوسرا متغلب امام بن جائے گا۔

یہیں اس کے ایک سطر بعد ہے،

لکن الثالث فی الامام المتغلب۔[3]

لیکن تیسرا غلبہ پانے والے امام ہیں۔ (ت)

نیز باآنکہ خود سلطنت ترک میں تھے صاف لکھ دیا کہ،

قد یکون بالتغلب وھو الواقع فی سلاطین الزمان نصرھم الرحمٰن۔[4]

کبھی تغلب سے امام ہوجاتا ہے جیسے موجودہ دور کے سلاطین حضرات، اللہ تعالٰی ان کی مدد فرمائے (ت)

دیکھو باآنکہ سلاطین ترک کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی تھی عدم بعض شرائط مثل قرشیت وغیرہا کے باعث تصریح فرمادی کہ باوصف بیعت ہیں متغلبہ، رحمٰن عزوجل انھیں نصرت دے۔ میں کہتا ہوں آمین اللھم آمین۔ بلکہ یہاں لفظِ امامت کا اطلاق عرفِ فقہا میں وسیع تر ہے (دیکھو بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ بیان سوادعت وصلح) لاجرم یہاں امامت محض بمعنی سلطنت ہے خواہ صحیحہ جائزہ عادلہ ہو یا ظالمہ غاصبہ باطلہ نہ کہ بمعنے خلافت شرعیہ، اگرچہ اپنے محل میں وہ بھی مراد ہوتی ہے جیسے حدیث الائمۃ من قریش میں، اس کی نظیر لفظ امیر ہے کہ ہرگز خلیفہ کے ساتھ خاص نہیں، والیِ شہر وسردار حجاج کو

---

[1] ردالمحتار | باب البغاۃ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/۳۱۰
[2] " | " | " | "
[3] " | " | " | "
[4] " | " | " | "

بھی کہتے ہیں مگر الائمۃ من قریش میں قطعاً خلفاء ہی مراد۔

تنبیہ: امامت متغلب صحتِ خلافت بالائے طاق حکم اتباع بھی نہیں لاتی جہاں تک اثارتِ فتنہ یا ضرر و تاذی نہ ہو جس کا بیان مقدمہ میں گزرا، جیعت ان پر جو مسلمان کہلا کر امر دینی میں مشرک کے پس رو بنتے اور اُسے اپنا رہنما بناتے ہیں،

وقد امروا ان یکفروا بہ و یرید الشیطٰن ان یضلھم ضلٰلاً بعیدا[1] اور حکم یہ تھا کہ اُسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دُور بہکا دے۔ (ت)

کیا خوف نہیں کرتے کہ روزِ قیامت انھیں کے گروہ میں محشور ہوں جن کو قرآن عظیم نے فرمایا:

وقاتلوا ائمۃ الکفر (کفر کے اماموں سے لڑو)[2] اور فرمایا: وجعلنٰھم ائمۃ یدعون الی النار (ہم نے انھیں ایسے امام کیا کہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں)[3] وقال اللہ تعالٰی یوم ندعوا کل اناس بامامھم[4] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے) یعنی جس کو انھوں نے امرِ دین میں رہنما بنایا اور اس کے پس رو ہوئے اگرچہ مشرک ہو کہ آگے تفصیل میں دونوں ہی قسموں کا بیان فرمایا ہے فمن اوتی کتٰبہ بیمینہ (جن کا نامۂ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا گیا) اور من کان فی ھٰذہ اعمٰی[5] (یہاں راہِ حق سے اندھے تھے) نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۲۷) پھر تحریر فرنگی محلی میں ہے: "اور حنفیہ کی کتب سے تو استحبابی ہونا اربابِ عقل پر پوشیدہ نہیں۔" یہ حنفیہ اور ان کی کتب پر سخت افترائے فظیع ہے۔ اس قدر عبارات کہ یہاں گزریں انھیں میں عقائد امام مفتی الجن والانس نجم الملۃ والدین عمر نسفی، اتحاف علامہ سید مرتضٰی زبیدی، مسایرہ محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین، تعالیق علامہ قاسم بن قطلوبغا، شرح مواقف علامہ سید شریف، منح الروض علی قاری، طریقہ محمدیہ امام برکوی، حدیقہ ندیہ سیدی عارف باللہ عبدالغنی نابلسی، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ قاری، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری امام عینی، شرح مشکوٰۃ سید جرجانی، اشعۃ اللمعات شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، فتاوٰی سراجیہ علامہ سراج الدین، اشباہ والنظائر محقق زین بن نجیم، فتح اللہ المعین سید ازہری، غمز العیون علامہ سید حموی، درمختار مدقق علائی حصکفی، حاشیہ علامہ سید احمد طحطاوی، ردالمحتار علامہ سید ابن عابدین شامی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۰
[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۲
[3] " " ۲۸/ ۴۱
[4] " " ۱۷/ ۷۱
[5] " " ۱۷/ ۷۲

تمہید امام ابوالشکور سالمی، مجمع البحار علامہ طاہر فتنی، شرح فقہ اکبر بحر العلوم وغیرہم حنفیہ کرام کی تیس عبارتوں سے زائد مذکور ہوئیں اور خود حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خاص نص شریف گزرا، کیا اب بھی تحریر فرنگی محلی کے کذب و اغوائے عوام پر کچھ پردہ رہا۔

(۲۸) پھر کہا لفظ ینبغی عقائد نسفی کی دونوں احتمال رکھتی ہے، عقائد شریفہ کی عبارت یہ ہے:

ان یکون الامام ظاھرا لا مختفیا ولا منتظرا ویکون من قریش ولا یجوز من غیرھم[۱]۔ امام کا ظاہر غیر مخفی اور غیر منتظر ہونا ضروری ہے اور قریش میں سے ہونا بھی ضروری ہے خلیفہ غیر قرشی سے جائز نہیں (ت)

قطع نظر اس سے کہ اگر لفظ ینبغی اصلا محتمل وجوب نہ ہوتا معنے استحباب میں مفسر ہوتا جب بھی یہاں حرج نہ تھا، سائر ائمہ کی تصریحات قاہرہ اہلسنت کا عقیدۂ اجماعیہ ظاہرہ قرینہ قاطعہ ہوتا کہ یکون یکون پر معطوف نہیں بلکہ ینبغی پر یہاں تو نفس عبارت میں امام صاف فرمارہے ہیں: لایجوز من غیرھم غیر قریش سے خلیفہ ہونا جائز ہی نہیں، پھر دونوں احتمال بتانا کس درجہ آفتاب کو جھٹلانا ہے افسوس کہ اتنے فاصلہ سے لفظ ینبغی دکھائی دیا اور بلا فصل ملا ہوا لایجوز من غیرھم نظر نہ آیا۔

(۲۹) ایسا ہی ظلم ایک اور تحریر فرنگی محلی نے عبارت شرح مواقف پر ڈھایا کہ اس میں لکھا ہے:

للامۃ ان ینصبوا فاقدھا[۲] امت کو اختیار ہے کہ جس میں یہ شرطیں نہ ہوں اسے خلیفہ کردے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ انہوں نے ابتدائً تین مختلف فیہ شرطیں بیان کیں، اصول و فروع میں مجتہد ہونا، امورِ جنگ میں ذی رائے ہونا، شجاع ہونا، ان کی نسبت فرمایا کہ جن میں یہ شرطیں نہ ہوں امت انہیں بھی خلیفہ کرسکتی ہے اس کے بعد شرط قرشیت لکھی اور اسے فرمایا یہ شرط یقینی قطعی ہے اور اہلسنت کا مذہب ہے اس میں مخالف خارجی معتزلی ہیں۔ ان اختلافی شرائط پر جو اُوپر کہا تھا اُسے یہاں لگا لینا کس درجہ صریح تحریف کلام و اغوائے عوام ہے اس کی نظیر یہی ہے کہ عالم فرمائے نماز کی شرطیں نجاست حقیقیہ سے جسم و ثوب و مکان کی طہارت ہے، یہ شرطیں بعض اوقات ساقط بھی ہوجاتی ہیں اور اس کی شرط قطعی یقینی نجاست حکمیہ سے طہارت ہے کہ وضو و غسل یا تیمم سے حاصل ہوتی ہے اس پر کوئی فرنگی محلی صاحب فتوٰی دیں کہ بعض اوقات بے وضو اور بحالِ جنابت بھی

---

[۱] عقائد نسفی مع شرح عقائد نسفی دارالاشاعت قندھار، افغانستان ص ۱۱۱

[۲] شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ المقصد الثانی فی شروط الامامۃ منشورات الشریف رضی ۸/ ۳۵۰

نماز صحیح ہوجاتی ہے کہ عالم نے فرمایا ہے کہ یہ شرطیں بعض وقت ساقط بھی ہوجاتی ہیں، عالم نے کن شرطوں کو فرمایا تھا اور انھوں نے کس میں لگالیا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانو! دیکھا دین وسنت ومذہب وملت پر کیا کیا ظلم جوتے جاتے ہیں اور پھر پیروانِ شریعت کو آنکھیں دکھاتے ہیں، مگر ہے یہ کہ مجبور ہیں باطل کی تائید باطل ہی سے ہوتی ہے ورنہ وما یبدئ الباطل وما یعید[1] (اور باطل نہ پہل کرے اور نہ پھر کر آئے۔ ت) محققینِ اہلسنت پر افترا، امام سنت علیہ الرحمۃ پر افترا، شافعیہ پر افترا، حنفیہ پر افترا، واضحات سے عناد، تحریف سے استمداد، ائمہ کی تکذیب، اہلسنت کی تخریب، اجماعِ صحابہ سے برکنار، اجماعِ اُمت سے برسرپیکار، اور پھر یہ سب کس لئے محض بلاوجہ محض بیکار، جس کا بیان اوپر گزرا اور ابھی خود مخالف کے اقرار سے سنئے گا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۳۰) یہ سب کچھ کہہ کر خاتمہ اس پر کیا کہ "باوجود بحث طلب ہونے کے میں نے کبھی اشتراطِ قرشیت سے انکار نہیں کیا" سبحان اللہ دروغ گوئی برُوئے من، اس پر اجماع ثابت نہیں، حدیث سے دلیل نہیں، محققینِ اہلسنت کو نامقبول، امامِ سنت کو یکسر اس سے عدول، محققین شافعیہ کے نزدیک اختیاری، کتبِ حنفیہ سے محض استحبابی۔ اور کیا انکار شرطیت کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔

(۳۱) الحمدللہ کہ آپ کو شرطِ قرشیت سے انکار نہیں تو ضرور آپ کے نزدیک غیر قرشی خلیفہ نہیں ہوسکتا اور بداہۃً معلوم کہ ہمارے ترک بھائی قرشی نہیں تو آپ کے نزدیک سلطان ترکی ایدہ اللہ تعالٰی خلیفۃ المسلمین نہیں خلافت کمیٹی تو فنا کی گود میں لیٹی، مگر سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک تو شرطِ خلافت پر نہ اجماع نہ نص نہ مذہب حنفیہ نہ مقبول اہلسنت، پھر زبردستی اُسے مان کر خلافت ترک فنا کرکے آپ ترک کے خیر خواہ ہوئے یا پکے بدخواہ۔ ان قومی لیڈروں کے حواس کدھر گئے ہیں کہ اتنے بڑے منکرِ خلافت کو حامیِ خلافت سمجھ رہے ہیں۔ اے جناب! آپ کے بڑے لیڈر مسٹر آزاد تو دہلی میں ۱۶ جنوری ۱۹۲۰ء کو خلافت ڈپوٹیشن کے جلسہ خیر مقدم میں صاف کہہ چکے ہیں کہ "اگرچہ نماز کا پابند ہو، روزے رکھتا ہو، لیکن اگر خلافت سے منکر ہو تو دائرہ اسلام سے خارج ہے، یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس سے الگ ہو کر مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا"[عہ۱] دوسرے بدایونی خطبہ صدارت[عہ۲] خلافت کانفرنس

عہ۱ اخبارِ مدینہ ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ ۲۵ جنوری ۱۹۲۰ء نمبر ۷ جلد ۹۔ عبید الرضا حشمت علی۔

عہ۲ یعنی مسٹر عبد الماجد کا خطبہ ۱۲ حشمت علی رضوی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۴ /۴۹

منعقدہ ستمبر ۱۹۲۰ء میں ہے کہ "اگر کوئی[عہ] مسلمان مسئلہ خلافت کی امداد سے گریز اور اس میں دلچسپی لینے سے احتراز کرے تو مجھے اُسے کافر کہنے میں کسی قسم کا پس و پیش نہ ہوگا۔" اب دیکھئے یہ آزاد والی تکفیر، یہ بدایونی جنگی تقریر آپ کو بھی اسلام سے آزاد و کفر کا پابند بناتی ہے یا آپ آزاد لائے مستثنیات عامہ میں ہیں، وہ قانون حرف کالے لوگوں کے لئے ہے۔

(۳۲) پھر کہا "بلکہ ہم نے تو کسی موقع پر بھی خصوصیت جزئیت رسول کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔" وجوباً یا اولویۃً؟ اول مذہب روافض سے بھی بڑھ کر ہے وہ بھی صرف ہاشمیت شرط کرتے ہیں کہ خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی خلافت سے انکار کریں آپ نے جزئیت شرط کرکے مولا علی کی خلافت رَد کردی اور برتقدیر دوم اسے مبحث سے کیا علاقہ ہوا کیا قرشیت بھی صرف مرتبۂ اولویت میں ہے تو یہ کعبی معتزلی کا مذہب ہوا اور اس کا رَد جو ابھی آپ نے کہا تھا کہ میں نے کبھی اشتراط قرشیت سے انکار نہ کیا یا قرشیت واجب ہے تو اپنی پارٹی سے اپنا حکم پوچھئے، وہ دیکھئے مسٹر آزاد بدایونی کفر کا فتوٰی لگا چکے، بہرحال اس بلکہ نے کیا فائدہ دیا۔

(۳۳) پھر کہا "یہاں خلافۃ فی القریش میں بحث نہیں یہاں خلیفۂ مسلم پر بغاوت کا مسئلہ ہے" بے قرشیت خلیفہ کہا اور خلافۃ فی القریش کی بحث نہ آئی کچھ بھی سمجھ کر فرمائی۔

(۳۴) بغاوت خلافت اگر خانگی اصطلاحیں ہیں تو ان سے کام نہیں اور اگر معانی شرعیہ مراد ہیں تو کیا آپ اس ارشاد ائمہ کا مطلب بتاسکیں گے جو انھوں نے صدہا سال سے سلاطین کی نسبت لکھا، وہ جو فصول عمادی و در منتقی شرح ملتقی و تہذیب قلانسی و جامع الفصولین و طحطاوی علی الدر المختار وغیرہا میں ہے:

هذا کان فی زمانهم واما فی زماننا فالحکم للغلبة لان الکل یطلبون الدنیا فلا یدری العادل من الباغی ۔[1]

یعنی یہ امتیاز کہ فلاں عادل ہے اور دوسرا باغی زمانۂ سابق میں تھا ہمارے وقت میں غلبہ کا حکم ہے اس لئے کہ سب دنیا طلب ہیں تو عادل و باغی کا امتیاز نہیں۔

(۳۵) آغاز میں کہا "اہل سنت مسلم متغلب یعنی فاقد الشروط کی اطاعت کو فرض اور امامت کو درست مانتے ہیں۔" امامت سے اگر خلافت مراد ہو جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو قطعاً مردود جس کا روشن بیان گزرا اور اگر سلطنت مقصود ہو تو حق ہے مگر گزارش یہ ہے کہ جب مسئلہ یوں تھا اور بیشک تھا کہ متغلب کی بھی سلطنت صحیح اور اطاعت واجب، تو کیا ضرورت تھی کہ خواہی نخواہی مسئلہ خلافت چھیڑا جائے اجماعِ صحابہ واُمت

عہ دیکھو اخبار ہمدم ۱۲ ستمبر ۱۹۲۰ء

---

[1] الدر المنتقی بحوالہ الفصول العمادی علی ہامش مجمع الانہر باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۹

اُکھیڑا جائے مذہب اہلسنت وجماعت اُدھیڑا جائے، سلطانِ اسلام بلکہ اعظم سلاطین موجودہ اسلام کی اعانت 15
بقدر قدرت کیا واجب نہ تھی، ظاہرًا اس شقِ مسلمین و ردِ اجماعِ صحابہ وائمۂ دین ومخالفتِ مذہب اہلسنت
جماعت وموافقتِ خوارج وغیرہم اہلِ ضلالت میں تین فائدے سوچے :

اولاً درپردہ حمایت ترکوں سے مخالفت جس پر باعث وہابیہ و دیوبندیہ سے یارانہ موافقت، وہابی و دیوبندی ترکوں کو ابوجہل کے برابر مشرک جانتے ہیں جیسا کہ تمام اہلسنت کو یوں ہی مانتے ہیں لہٰذا دل میں ان کے پکے دشمن ہیں اور دوست کا دشمن اپنا دشمن، اس لئے اُن کی حمایت اُس آواز سے اٹھائی جس میں مخالفت پیدا ہو۔

ثانیاً اپنے محسود دین اہلسنت سے بخار نکالنا معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہیں سکتے نہ خود نہ وہ، خالی چیخ پکار کا نام حمایت رکھا ہے، اہلِ محفل و دین اول تو غوغاء بے ثمر کو خود ہی عبث جان کر صرف توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے اور اگر شاید شرکت چاہیں تو انھیں مذہب اہلسنت ہر شی سے زیادہ عزیز ہے مذہب ہی اُن کے نزدیک چیز ہے لہٰذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہلسنت ہو کہ وہ شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں، اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھئے انھیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں یہ تو معاذ اللہ نصاری سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام ان سے بھڑکیں اور دیوبندیت و وہابیت کے پیچھے جمیں۔

ثالثاً ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے اصل مقصود لغلامی ہنود سوراج کی چکھی ہے، بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے بھاری بھرکم خلافت کا نام لو عوام بپھریں چندہ خوب ملے اور گنگا وجمنا کی مقدس زمینیں آزاد کرانے کا کام چلے ؎

اے لیس روِ مشرکان بزمزم نرسی
کیں رہ کہ تو میروی بہ گنگ و جمن ست

(اے مشرکوں کے پیروکار! تو زمزم تک نہیں پہنچ سکتا
جس راہ پر تو چل رہا ہے یہ گنگا وجمنا کو جاتا ہے ت)

نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

ترکی سلاطینِ اسلام پر رحمتیں ہوں وہ خود اہلسنّت تھے اور ہیں مخالفت انھیں کیونکر گوارا ہوتی، اُنھوں نے خود خلافت شرعیہ کا دعوٰی نہ فرمایا اپنے آپ کو سلطان ہی کہا سلطان ہی کہلوایا اس لحاظ مذہب کی برکت نے انھیں وہ پیارا خطاب دلایا کہ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین سے دلکشی میں کم نہ آیا یعنی خادم الحرمین الشریفین، کیا ان القاب سے کام نہ چلتا جب تک مذہب واجماع اہلسنّت پاؤں کے نیچے نہ کچلتا

نعوذ باللہ مما لا یرضاہ والصلٰوۃ والسلام علی مصطفاہ و آلہ وصحبہ الاکارم الہداۃ۔

فصل سوم

رسالہ خلافت میں مسٹر ابوالکلام آزاد کی تلبیسات وہذیانات کی خدمتگزاری

یہ ۳۵ رد قاہر خطبہ صدارت فرنگی محلی کی ۵ سطری تحریر پر قلم برداشتہ تھے، اب بعونہ تعالٰی چار حرف ان کے بڑے آزاد لیڈر صاحب کی تحریر پر بھی گزارش ہوں وباللہ التوفیق۔ اور سلسلہ شمار وہی رہے کہ بعضھم من بعض یہاں کلام چند مبحث پر ہے۔

مبحث اوّل: مسٹر کا قیاسی ڈھکوسلے سے دین کو رد کرنا

(۳۶) مسٹر آزاد نے بڑا زور اس پر دیا ہے کہ "اسلام تو قومی امتیاز کے اٹھانے کو آیا ہے پھر وہ خلافت کو قریش کے لئے کیسے خاص کرسکتا ہے"۔ یہ اعتراض مسٹر آزاد کا طبع زاد نہیں خارجی خبیثوں سے سیکھا ہے،

کذٰلک قال الذین من قبلہم مثل قولہم تشابہت قلوبہم[1]

یونہی ان کے اگلوں نے انھیں کی سی کہی تھی ان کے دل ایک سے ہیں۔

خارجیوں نے بھی یہی اعتراض کیا تھا جس کا اہلسنت نے رد کیا، مقاصد میں ہے،

یشترط کونہ قرشیا وخالفت الخوارج لانہ لاعبرۃ بالنسب فی مصالح الملک والدین وردبان لشرف الانساب اثرا فی جمیع الاٰراء وبذل الطاعۃ ولا اشرف من قریش سیما وقد ظہر منہم خیر الانبیاء[2] (ملخصا)

امام کا قریشی ہونا شرط ہے اور خارجیوں نے اس میں خلاف کیا اس دلیل سے کہ مصالح سلطنت ودین میں نسب کا کچھ اعتبار نہیں، اہلسنت نے اس کا رد کیا کہ ضرور شرفِ نسب کو اس میں اثر ہے کہ رعایا کی رائیں اس پر اتفاق کریں اور دل خوشی سے اس کے مطیع ہوں، اور قریش کے برابر کوئی شریف نہیں خصوصًا اس حالت میں کہ افضل الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم نے انھیں میں سے ظہور فرمایا۔ (ملخصًا)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۸

[2] مقاصد مع شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الثانی دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۷

شرح مقاصد میں ہے:

ولهذا شاع فی الاعصار ان یکون الملک فی قبیلة مخصوصة حتی یری الانتقال عنه من الخطوب العظیمة والاتفاقات العجیبة ولا الیق بذلک من قریش الذین ہم اشرف الناس سیما وقد اقتصر علیہم ختم الرسالة و انتشرت منہم الشریعة الباقیة الی یوم القیٰمة۔ [1]

اسی اعتبار نسب کے سبب تمام زمانوں میں شائع رہا کہ سلطنت ایک خاص قبیلے میں ہو یہاں تک کہ اُس سے دوسرے قبیلے کی طرف انتقالِ سلطنت کو سخت کام اور عجیب اتفاق سمجھا جاتا ہے اور قریش سے زائد اس کا لائق کوئی نہیں کہ وہ تمام جہان سے زیادہ شریف ہیں خصوصًا اب کہ انھیں پر رسالت ختم ہوئی اور انھیں سے وہ شریعت پھیلی کہ قیامت تک رہے گی۔

کتاب مبارک ارارۃ الادب لفاضل النسب مطالعہ ہو، کس قدر احادیث کثیرہ نے کہاں کہاں فضیلتِ نسب کا اعتبار فرمایا ہے، اور نکاح میں شرعًا اعتبارِ کفاءت سے تو عالم بننے والے جہال بھی ناواقف نہ ہونگے جس سے تمام کتبِ فقہ گونج رہی ہیں، اور اس میں خود احادیث وارد، آیات واحادیث اس سے منع فرماتی ہیں کہ کوئی علم و تقوٰی و فضائل دینیہ کو بھولے اور خالی نسب پر تفاخرًا پھولے۔

(۳۷) مسٹر نے احادیث الائمۃ من قریش ولا یزال ہذا الامر فی قریش [2] (ائمہ قریش میں سے ہیں یہ خلافت قریش میں رہے گی۔ ت) سے تو یوں جان بچائی کہ "یہ کوئی حکم نبوی نہیں کہ احکام میں فضیلتِ نسب کا اعتبار ٹھہرے بلکہ نری پیشگوئی ہے" جس کا رد بعونہٖ تعالٰی ابھی آتا ہے مگر اس حدیث جلیل کا کیا علاج کریں گے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

قدموا قریشا ولا تقدموھا۔ [3] قریش کو مقدم رکھو اور اُن پر تقدم نہ کرو۔

یہ حدیث چھ صحابہ کرام کی روایت سے ہے بزار نے امیر المؤمنین مولٰی علی اور ابن عدی نے ابوہریرہ اور ابونعیم و دیلمی نے انس بن مالک اور بیہقی نے جبیر بن مطعم اور طبرانی نے عبداللہ بن حنطب نیز عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کی نیز مرسل ابوبکر بن سلیمٰن بن ابی حثمہ و مرسل ابن شہاب زہری سے آئی یہ تو صریح امر و نہی ہے اسے تو مسٹر خبر نہیں بنا سکتے اس میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیسا صریح حکم

---

[1] شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۷

[2] صحیح البخاری کتاب الاحکام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۷

صحیح مسلم کتاب الامارۃ " " " ۲/ ۱۱۹

[3] کنز العمال حدیث ۳۳۷۸۹ و ۳۳۷۹۰ و ۳۳۷۹۱ بحوالہ بزار و ابن عدی و طبرانی موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۲

فرمارہے ہیں کہ قریش ہی کو مقدم کرنا قریش سے آگے قدم نہ دھرنا۔ اب تو مسٹر ضرور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر طعن کریں گے کہ "اسلام کا داعی تمام دنیا کو تو قومی و نسلی امتیازات کی غلامی سے نجات دلانا چاہتا مساوات عامہ کی طرف بلاتا ہو لیکن (نعوذ باللہ) خود اتنا خود غرض ہو کہ (تقدیم و ترجیح) صرف اپنے ہی ملک، ملک نہیں اپنے ہی وطن، وطن نہیں خاص اپنے قبیلے، قبیلہ نہیں صرف اپنے ہی خاندان کے لئے مخصوص کر دے، ساری دنیا سے کہے تمہارے بتائے ہوئے حق جھوٹے ہیں سچا حق صرف عمل و اہلیت کا ہے لیکن خود اپنے لئے یہ کر جائے کہ عمل نہ اہلیت صرف قوم صرف نسل صرف خاندان"۔ اپنی طعن بھری عبارت سے صرف لفظ خلافت کو لفظ تقدیم و ترجیح سے بدل لیجئے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر اپنے طعن کی یہ شدید بوچھار ملاحظہ کیجئے بلکہ اس تبدیلی کی بھی حاجت نہیں خلافت خود اعلیٰ تقدیمات سے ہے۔

(۳۸) تخصیص قریش کو تخصیص ملک پھر اس سے بھی تنگ تر تخصیص وطن ٹھہرانا کیسی جہالت ہے نہ قریش کسی ملک و وطن کا نام نہ اُن کے لئے لزوماً کوئی خاص مقام ع

شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست

(پھول کی شاخ جہاں بھی اُگے گی وہ پھول بن کر ہی اُگے گی۔ ت)

(۳۹) قریش کو قبیلہ سے بھی تنگ تر صرف خاندان ٹھہرانا دوسری جہالت ہے کیا رافضیوں کے مذہب کی طرف گئے کہ خلافت بنی ہاشم سے خاص ہے۔

(۴۰) نہ عمل نہ اہلیت صرف خاندان کا اتہام رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وصحابہ و اہلسنت پر افترا ہے کس نے کہا ہے کہ خلافت کے لئے صرف قریشی ہونا درکار ہے اگرچہ نااہل محض ہو، قرشیت کے ساتھ اہلیت کی شرط بھی بالاجماع ہے، یہ گمان بد کہ کسی وقت تمام جہان میں سب سادات عظام سب قریش کرام نالائق نااہل ہوجائیں وسوسۂ ابلیس ہے ایسا کبھی نہ ہوگا کہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سارے جگر پارے ناقابل نالائق رہ جائیں صرف اراغیر اہلیت کا پھندنا لٹکائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرما چکے کہ دنیا میں جب تک دو آدمی بھی رہیں گے خلافت کا استحقاق صرف قریشی کو ہوگا تو قطعاً قیامت تک کوئی نہ کوئی قریشی امر کا اہل ضرور رہے گا ولہذا بعض فقہائے شافعیہ وغیرہم نے جب یہ صورت باطلہ فرض کی محققین نے تصریح فرما دی کہ یہ صرف فرض ہے واقع کبھی نہ ہوگی۔ شرح بخاری للحافظ میں ہے:

قالوا انما فرض الفقهاء ذلك على عادتهم فی ذکر ما یمکن ان یقع عقلا وان کان لا یقع

یعنی علماء نے فرمایا اُن فقہاء نے یہ صورت اپنی اُس عادت پر فرض کی کہ ایسی بات بھی ذکر کرتے ہیں جو صرف امکان عقلی رکھتی عادۃً یا شرعاً کبھی

عادۃ او شرعًا[1]   واقع نہ ہو۔

خصوصًا حدیث کو پیشگوئی مان کر تو اس کے خلاف کا ادعا جہل صریح بلکہ ضلال قبیح ہے۔

عہ قال الحافظ قلت والذی حمل قائل هذا القول علیه انه فهم منه (ای من قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لایزال هذا الامر فی قریش) الخبر المحض وخبر الصادق لایتخلف، واما من حمله علی الامر فلا یحتاج الی هذا التاویل[2] اھ وکتبت علیه اقول بلٰی یحتاج الیه فانه لو صح شرعًا وعادۃً ان تکون القریش فی شیئ من الازمنة ساقطین عن اهلیة الخلافة کما زعمه بعض مبطلی زماننا وقد امر صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ان لا تجعل الخلافة ابدا الا فی قریش فیکون ذلك فی ذلك الزمان امرا باستخلاف غیر الاهل وهو محال ثم لا ادری ای تاویل فیه وای صرف عن الظاهر انما هو استنباط امر یفیده منطوق الحدیث فافهم ۱۲ منه۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا: میں کہتا ہُوں اس قول کے قائل کو جس چیز نے اس پر آمادہ کیا وُہ یہ کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد "یہ خلافت ہمیشہ قریش میں ہوگی" کو خالص خبر سمجھا اور سچے نبی کی خبر خلافِ واقع نہیں ہوتی لیکن جس نے اس حدیث کو امر (حکم) قرار دیا وُہ اس تاویل کا محتاج نہیں ہے اھ، میں نے اس پر حاشیہ لکھا، اقول اس کی حاجت کیوں نہیں حاجت ہے کیونکہ اگر شرعًا اور عادۃً کسی وقت قریش کا خلافت کے لئے نااہل ہونا صحیح ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ کے بعض باطل لوگ خیال کرتے ہیں حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ "کبھی بھی خلافت غیر قریش کو نہ دی جائے" تو خلافت اس نااہلیت کے زمانہ میں نااہل کو خلیفہ بنانے کا حکم ہوگا جو کہ محال ہے، پھر معلوم نہیں یہ کیا تاویل اور کیا ظاہر سے پھرنا ہُوا، حالانکہ یہ تو صرف منطوقِ حدیث سے ایک مفاد کا استنباط ہے، فافہم ۱۲ منہ۔ (ت)

---

[1] فتح الباری شرح البخاری   باب الامراء من قریش   مصطفی البابی مصر   ۱۶/ ۲۳۷

[2] ؎ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

(۴۱) مسٹر نے کہا "خیر یہ بات کتنی ہی عجیب ہوتی لیکن ہم باور کر لیتے اگر قرآن وسنت نے واقعی ٹھہرائی ہوتی ہمارے نزدیک کسی اسلامی اعتقاد کی صحت کا معیار صرف یہ ہے کہ کتاب وسنت سے بطریق صحیح ثابت ہو نہ کہ عقول کا ادراک۔ استعجاب کی بنیاد ہمارا قیاسی استبعاد نہیں بہی ہے کہ کسی نص سے ایسا ثابت نہیں"

الحمدللہ، یہاں تو کچھ اسلامی جامے میں ہیں گویا آزادی سے بالکل جُدا ہیں، ہم نصوص متواترہ واجماع صحابہ واجماع امت سے ثابت کر چکے کہ خلافت قریش ہی سے خاص ہے اب تو وہ اپنا استبعاد کہ "بھلا اسلام کہیں خصوصیت نسل مان سکتا ہے" جس کو خود کہہ رہے ہو یہ تمہارا نرا عقلی قیاسی ڈھکوسلا ہے واپس لیجئے اور اجماع امت و ارشادات حضرت رسالت علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ پر ایمان لائیے۔

مبحث دوم: رَدِّ احادیث نبوی میں مسٹر کی بے سُود کوشش

(۴۲) بزور زبان بڑا زور اس پر دیا ہے ص۶۱ کہ "خلافت قریش کی نسبت جس قدر روایات ہیں سب پیشگوئی و خبر ہیں کہ قریشی خلیفہ ہوں گے نہ کہ حکم کہ قریشی ہی خلیفہ ہوں"۔ شرح عقائد نسفی و قواعد العقائد امام حجۃ الاسلام و اتحاف سید زبیدی و مسامرہ شرح مسایرہ و تعلیقات علامہ قاسم و طوالع الانوار علامہ بیضاوی، و مواقف علامہ قاضی عضد و شرح مواقف علامہ سید شریف و مقاصد و شرح مقاصد و شرح صحیح مسلم للامام النووی و ارشاد الساری و مرقاۃ قاری و شرح صحیح مسلم للقرطبی و ابن المنیر و عمدۃ القاری امام عینی و فتح الباری امام عسقلانی و شرح مشکوۃ علامہ طیبی و شرح مشکوۃ علامہ سید شریف و امام اجل ابوبکر باقلانی و اشعۃ اللمعات شیخ محقق و غمز العیون سید حموی و حاشیۃ الدر للسید الطحطاوی و للسید ابن عابدین و کواکب کرمانی و مجمع البحار و شرح فقہ اکبر بحر العلوم وغیرہا کی عبارات کثیرہ کہ ابھی گزریں اس مہملہ کے رُد کو بس ہیں، مسٹر آزاد اگرچہ اپنے نشے میں تمام ائمہ مجتہدین کرام سے اپنے آپ کو اعلیٰ جانتے ہیں اُن کے ارشادات کو ظنی اور اپنے توہمات کو وحی سے مکتسب قطعی مانتے ہیں اور سلطان کا نام محض دکھاوا ہے تمام امت سے اپنی امامت مطلقہ منوانے کا دعوٰی ہے دیکھو رسالہ خلافت کا اخیر مضمون اتبعون اھدکم سبیل الرشاد میرے پیرو ہو جاؤ میں تمھیں راہ حق کی ہدایت کروں گا، جس کا بیان بعونہٖ تعالیٰ مبحث اخیر میں آتا ہے مگر الحمدللہ مسلمانوں میں اب بھی لاکھوں ہوں گے کہ ارشادات ائمہ کے مقابل ایسے نشے کی بالاخوانیوں امنگوں شطحیات کی بہکی ترنگوں کو بادشتر سے زیادہ نہیں جانتے۔

(۴۳ تا ۵۰) اشد ظلم حدیث صحیحین لا یزال ھذا الامر فی قریش پر ہے اس میں لفظ وہ لئے جو صحیح بخاری میں واقع ہوئے ما بقی منھم اثنان[۱]۔ اور کہہ دیا ص۶۳ "اس سے ہمارے بیان کی مزید

[۱] صحیح بخاری کتاب الاحکام ۲/ ۱۰۵۰ [۲] صحیح مسلم کتاب الامارۃ ۲/ ۱۱۹

تصدیق ہوگئی حدیث کا منطوق صریح پیشین گوئی کا ہے اگر اس کا یہ مطلب قرار دیا جائے کہ جب تک دو انسان بھی قریش میں ہیں خلافت انھیں کے قبضہ میں رہے گی تو یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے' ہزاروں قرشی موجود رہے اور خلافت قریش سے نکل گئی پس ضرور ہے کہ مابقی منھم اثنان کے منطوق پر مفہوم کو ترجیح دی جائے اور وہ یہی ہے کہ اگر قریش میں دو بھی خلافت کے اہل ہوں گے تو کبھی خلافت سے یہ خاندان محروم نہ ہوگا مگر جب دو بھی اہل نہ رہیں تو مشیتِ الٰہی قانونِ انتخاب اصلح کے مطابق دوسروں کو اس کام پر مامور فرما دے گی اور قریش خلافت سے محروم ہوجائیں گے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا جب دو قریش بھی دنیا میں حکمرانی کے اہل نہ رہے خلافت نے معًا صفحہ الٹ دیا اور ایک قلم غیر عربی و غیر قرشی خلافت کا دور شروع ہوگیا۔"

اور بکمال جسارت وبیباکی یہ کہ نام صحیح مسلم کا بھی لیا اور کہا ص۶۱: "متعدد طرق وہ ہیں جو بخاری نے اختیار کئے ہیں لیکن کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں جس سے ثابت ہو کہ مقصود پیشینگوئی نہ تھا تشریع و امر تھا۔"

الحق شوخ چشمی ہو تو اتنی تو ہو،

اولاً مسلم نے یہ حدیث خود انھیں استاذ بخاری احمد بن عبداللہ یونس سے جس نے بخاری سے سُنی یوں روایت کی،

لا یزال ھذا الامر فی قریش مابقی من الناس اثنان۔

ہمیشہ خلافت قریش ہی میں رہے گی جب تک دنیا میں دو آدمی بھی باقی رہیں۔

اسی طرح اسمٰعیلی نے مستخرج میں روایت کی، مابقی فی الناس اثنان جب تک آدمیوں میں دو بھی رہیں۔

یہ روایتیں روایت بخاری کی مفسر ہیں کہ منھم سے مراد من الناس ہے، لاجرم مرقاۃ علی قاری میں اس کی یہی تفسیر کردی (منھم) ای من الناس (اثنان)[1] جب تک ان میں سے یعنی آدمیوں میں سے دو بھی رہیں، ولہذا امام اجل ابوزکریا نووی نے اولاً مسلم کی روایتیں ذکر کیں پھر فرمایا،

وفی روایۃ البخاری مابقی منھم اثنان ھذہ الاحادیث واشباھھا دلیل ظاھر ان الخلافۃ مختصۃ بقریش لایجوز عقدھا لاحد من غیرھم[2]۔

بخاری کی روایت میں ہے جب تک ان میں سے دو آدمی باقی رہیں یہ اور ان کی مثل حدیثیں صریح دلیل ہیں کہ خلافت خاص قریش کے لئے ہے کوئی غیر قرشی خلیفہ نہیں کیا جاسکتا۔

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب مناقب قریش مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۰/ ۳۳۴

[2] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

حدیث کا یہی مفاد امام قسطلانی نے خود شرح روایت بخاری میں لکھا، امام عینی و امام ابن حجر نے شروح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں امام قرطبی کا قول نقل کیا اور مقرر رکھا کہ:

ای لا تنعقد الامامۃ الکبری الا لقرشی مھما وجد احد منھم[1] | یعنی مرادِ حدیث یہ ہے کہ جب تک ایک قریشی بھی دنیا میں رہے دوسرے کے لئے امامت کبرٰی ہو ہی نہیں سکتی۔

دیکھو اس روایت بخاری سے بھی ائمہ نے وہی مطلب سمجھا جو روایت مسلم میں تھا۔

ثانیاً اگر تفسیر مانو تو تعارض جانو تو متعدد کی روایت کیوں نہ ارجح ہو اور نہ سہی معارض تو ہوگی تو تمہاری سند کہ منھم ہے ثابت نہ رہے گی۔

ثالثاً کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز ہے اور حدیث وفقہ کا سمجھنا اور، وہ من کا ترجمہ "سے" اور الی کا ترجمہ "تک" کر لینے سے نہیں آتا اگر ضمیر قریش کی طرف ہوتی تو اثنان کی جگہ احد فرمایا جاتا یعنی جب تک ایک قریشی بھی رہے جس طرح ابھی امام قرطبی و امام عینی و امام عسقلانی کے لفظ سن چکے اس کی تاویل آپ حسب عادت کہ قرآن کریم میں اپنی طرف سے اضافے کر لیتے ہیں حدیث میں یہ بحر بڑھاتے کہ یعنی جب تک کہ ایک قریش خلافت کا اہل رہے دو کی اہلیت پر موقوف فرمانا کیا معنی، کیا خلیفہ ایک وقت میں دو بھی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، ہاں آدمیوں کی طرف ضمیر ہو تو ضرور دو کی ضرورت تھی کہ خلافت حکومت ہے اور حکومت کو کم سے کم دو درکار، ایک حاکم ایک محکوم، اب تو آپ نے جانا کہ منھم کی ضمیر قریش کی طرف پھیرنا کیسی سخت جہالت تھا۔

رابعاً جانے دو آخر اس قدر کے تو منکر نہیں ہو سکتے کہ صحیح مسلم میں لفظ حدیث "ما بقی من الناس اثنان[2]" ہیں اب کہاں گئی وہ آپ کی بالا خوانی کہ کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں، اب دیکھیں اسے کیسے پیشگوئی بناتے ہو، حدیث کا ارشاد تو یہ ہے کہ "جب تک دنیا میں دو آدمی بھی ہوں خلافت قریش کے لئے ہے" اسے خبر بمعنی مزعوم مسٹر وہی ٹھہرائے گا جو اللہ و رسول کو جھٹلائے گا، اور اگر اپنی بحر پیچئے تو معنے یہ ہوں گے کہ جب تک دنیا میں دو آدمی بھی حکمرانی کے اہل رہیں گے خلافت قریش ہی کے قبضے میں رہے گی اب کیوں نہیں اور بھی زیادہ اُچھل کر کہتے کہ یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے خلافت صدہا سال سے قریش کے قبضے سے نکل گئی اور، ہرگز کوئی وقت ایسا نہ ہوا کہ دنیا میں دو آدمی بھی حکمرانی کے اہل نہ ہوں۔ کیا مسٹر اپنی تاریخ دانی و تیز زبانی یہاں دکھا کر ثبوت دیں گے کہ اٹھارہ کم سات سو برس سے یا بلحاظ خلافت مصری گیارہ کم چار سو برس سے دنیا میں دو شخص بھی قابل حکمرانی نہ رہے۔

---

[1] فتح الباری شرح البخاری | باب الامراء من قریش | مصطفی البابی مصر | ۱۶/ ۲۳۵

[2] صحیح مسلم | کتاب الامارۃ | باب الناس تبع لقریش | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/ ۱۱۹

خامسًا آپ کے نزدیک چار سو سولہ برس سے خلافت شرعیہ ترکوں میں ہے تو ضرور ہے کہ وہ سب حکمرانی کے اہل ہوں کہ نااہل خلیفہ نہیں ہوسکتا معہذا قریش سے نکالی تو ان کی نااہلی کے باعث، اور پھر دی جاتی نااہلوں کو، یہ کون سا قانون اصلح ہے، اور جب وہ اہل تھے اور ہیں تو واجب کہ چار سو سولہ برس سے رُوئے زمین پر کوئی دوسرا انسان قابلِ حکمرانی نہ ہو، ورنہ دنیا میں وہ شخص اہلِ حکمرانی نکلتے اور خلافت قریش سے نہ جاتی، اب اس بدیہی البطلان بات کا ثبوت آپ کے ذمے ہے کہ سولہ اور چار سو برس سے تمام جہان میں سلطان ترکی کے سوا کوئی متنفس قابلِ حکمرانی پیدا نہ ہوا، کابل و بخارا و ایران و مغرب و ہندوستان وغیرہا تمام ملکِ خدا میں سب نرے نالائق گزرے پھر خدا جانے صدہا سال ان کی حکومتیں چلیں کیسے، سلطان کافر کُش دین پرور اورنگ زیب محی الملۃ والدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی انار اللہ تعالٰی برہانہ اگر آپ کے نزدیک اس جرم پر کہ متشرع تھے اور کفار پر غلظت رکھتے نااہل تھے تو اکبر تو نالائق نہ تھا جو آپ ہی کا ہم مشرب اور اتحادِ مشرکین کا دلدادہ تھا غرض پیشگوئی بناکر تکذیبِ حدیث کے سوا مسٹر کو کچھ مفر نہیں۔

سادسًا آپ فرماتے ہیں تاریخ شاہد ہے کہ وہ قریش بھی حکمرانی کے اہل نہ رہے۔ کون سی تاریخ شاہد ہے کہ سات سو یا چار سو برس سے تمام رُوئے زمین پر کوئی دو قریشی دو ہاشمی دو سید ابن الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حکمرانی کے لائق پیدا ہی نہ ہوئے بفضلِ الٰہی قوم محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و خاندانِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و آلِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صدہا سال سے اٹھا لیا گیا اور این و آں کو بٹتا ہے اور بٹا گیا، کیا آپ کے نزدیک مدار لیاقت وقوع پر ہے، جس نے حکمرانی نہ پائی نااہل تھا؟ جس نے پائی اہل تھا؟ تو ضرور آپ پلید مرید خبیث عنید نجس یزید کو لائق بتائیں گے اور حضرت امام عرش مقام علٰی جدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ معاذ اللہ نالائق ٹھہرائیں گے، اور جب یہ معیار نہیں بلکہ صفات ذاتیہ پر مدار ہے تو کیا آپ نے سات سو چار سو برس سے آج تک کے تمام قریشیوں کی جانچ کرلی ہے کہ نالائق تھے، چار سو برس چھوڑیئے کسی ایک برس کے سب قریشی جانے دیجئے صرف بنی ہاشم، سب بنی ہاشم بھی نہیں صرف سادات کرام کے فقط نام گنا دیجئے کہ جہان بھر میں اُس سال یہ یہ سید تھے، نام گنانا بھی نہ سہی فقط کسی سال کے تمام سادات کی مردم شماری بتادیجئے، جب اس قدر پر قادر نہیں تو سات سو چار سو برس کے تمام عالم کے تمام قریشیوں کی جانچ آپ نے ضرور کرلی اور معلوم کرلیا کہ سب

ع۵ یہ بھی جانے دو وہی منہم والی روایت اور قریش کی طرف ضمیر اور وہی اپنے پکڑ لو زبان کے آگے بارہ ہل چلتے ہیں ادعا آسان ہے ثبوت دیتے دام کھلتے ہیں "ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین" اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو ۱۲ حشمت علی رضوی غفرلہ۔

نالائق تھے اور اب تک سب نالائق ہیں، افسوس آپ کا مبلغ علم یہی تاریخی کہانیاں تھا اُن پر بھی ایسا جیتا افترا جوڑا تاریخیں ہزار بے تکی ہوں ایسا پورے قصے کا ہذیان بکتے" انھیں بھی مار آئے گی۔

سابعًا فصل اول میں ائمہ کی تصریحیں گزریں کہ یہ حدیث خبر بمعنے امر ہے اسے آپ نہیں مانتے کہ پیروی ائمہ آپ کی شانِ انانیت کو زہر ہے نہ سہی خبر کیا پیشگوئی میں منحصر ہے جو محض خلافِ واقع ہو، اور اپنی طرف سے بچر لگانے کی ضرورت پڑے کیوں نہ کہئے جس طرح امام قرطبی و امام عینی و امام عسقلانی سے گزرا کہ یہ خبر تشریعی ہے جو عین منصب شارع صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہے اور اصلاً محتاجِ تاویل نہیں یعنی خلافتِ شرعیہ ہمیشہ قریش ہی میں ہیگی اُن کے غیر کی حکومت کبھی خلافت شرعیہ نہ ہوگی، یہ خلافت کے لئے لزوم قرشیت سے خبر ہوئی نہ کہ بلافصل استمرارِ خلافت سے جسے خلافِ واقعات کہئے، مثلاً گلاب کا کھلنا ہمیشہ موسم بہار میں ہے اس کے یہ معنی کہ پھول جب کھلے گا بہار ہی میں کھلے گا نہ یہ کہ گلاب سدا گلاب ہے اور بہار بارہ مہینے۔

ثامنًا اقول بلافصل استمرار ہی لیجئے تو کیوں نہ ہو کہ ھذا الامر سے مراد استحقاقِ خلافت ہو اور وُہ بلاشبہہ قریش میں مستمر اور اُنھیں میں منحصر ہے جس طرح امام عسقلانی سے گزرا کہ استحقاقِ خلافت قریش ہی کو ہے ان کا غیر نہ ہوگا مگر متغلب۔

(۵۱) مسٹر نے یونہی دوسری حدیث الائمۃ من قریش سے تشریع اڑانے اور نری خبر بنانے کے لئے کیا کیا ڈوبتے سوار پکڑے ہیں ص ۶۳: "صحیح بخاری کے ترجمۂ باب سے صاف واضح ہے کہ امام بخاری کا بھی مذہب یہی ہے انھوں نے باب باندھا (الامراء من قریش) قریش میں امارت و امراء۔ اس مضمون کا باب نہ باندھا کہ امارت ہمیشہ قریش ہی میں ہونی چاہیئے۔" سبحان اللہ! زہے مسٹری و لیڈری و ایڈیٹری۔ امام بخاری کی عادت ہے کہ الفاظ حدیث سے ترجمۂ باب کرتے ہیں نیز وُہ الفاظ جو اُن کی شرط پر نہ ہوں ترجمہ سے اُن کا پتا دیتے ہیں حدیث انھیں لفظوں سے تھی انھیں سے باب باندھا نیز یہ لفظ اُن کی شرط پر نہ تھے ترجمہ سے اُن کا اشعار کیا، اس سے یہ سمجھ لینا کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے اور پھر اس پر یہ تحکم کہ صاف واضح ہے کس درجہ جہل فاضح ہے، فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

لفظ الترجمۃ لفظ حدیث اخرجہ یعقوب بن سفین و ابو یعلی و الطبرانی[1]

ترجمۂ باب کی عبارت اُس حدیث کے لفظ ہیں جو یعقوب بن سفین و ابویعلی و طبرانی نے ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۰

پھر فرمایا:

لما لم یکن شیٔ منھا علیٰ شرط المصنف اقتصر علی الترجمة واورد الذی صح علی شرطہ[1]

یہ روایتیں شروط بخاری پر نہ تھیں لہٰذا ان الفاظ کو ترجمہ میں لانے پر اقتصار کیا اور ان کے مؤید وہ حدیثیں لائے جو اُن کی شرط پر تھیں۔

(۵۲) ص ۶۱ "ایک اور حدیث ہے کہ ضرور ہے کہ بارہ خلیفہ ہوں سب قریش سے ہوں گے اس طرز بیان نے ظاہر کر دیا کہ اس بارے میں جو کچھ کہا ہے اُس سے صرف آیندہ کی اطلاع مقصود ہے حکم و تشریع نہیں"۔ بارہ خلافتوں کی پیشگوئی اگر خبر ہے تو دنیا بھر کی حدیثیں سب خبر ہیں اس زبردستی و دیدہ دلیری کی کوئی حد ہے یعنی شارع جب کسی امر کے بارے میں کچھ پیشگوئی فرمائے تو اس میں جتنی حدیثیں ہیں سب حکم شرعی سے خالی ہو جاتی ہیں اور سب کو بزور زبان اگرچہ اپنی طرف سے چڑیں لگا کر خبر پر ڈھال دینا واجب ہو جاتا ہے ارشاد اقدس:

قدموا قریشا ولا تقدموھا[2] قریش کو مقدم رکھو اور ان پر تقدم نہ کرو۔

یہ بھی امر و نہی نہیں خبر ہوگا کیونکہ ان کی "صرف دانی" میں قدموا صیغہ مضارع ہے اور لا تقدموا صیغہ ماضی، بات وہی ہے کہ یتشبث بکل حشیش۔

(۵۳ تا ۵۴) ص ۶۲ "ائمہ حدیث نے حدیث قحطانی و حدیث قریش میں تطبیق دیتے ہوئے صاف صاف لکھ دیا کہ امارت قریش والی روایت تشریع نہیں محض خبر ہے"۔

اولاً یہ عیاری و چالاکی ملاحظہ ہو امارت قریش والی روایت میں کہا جس سے حدیث الامراء من قریش و حدیث الائمة من قریش و حدیث لا یزال ھذا الامر فی قریش کی طرف ذہن جائے حالانکہ ائمہ حدیث نے ہرگز نہ کہا کہ ان سے تشریع ثابت نہیں نری خبر ہیں زیر نمبر ۴۲ کتب کثیرہ کے نام گنا چکا ہوں اُن کی عبارتیں فصل اول میں دیکھئے اور اس کذب صریح سے توبہ کیجئے، ائمہ حدیث کی اگر مانتے ہو تو ان کی ان روشن تصریحوں سے کیوں منکر ہو۔

ثانیاً ائمہ نے حدیث قحطانی سے جس حدیث کی تطبیق دی وہ یہ ہے:

ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم احد الا اکبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا

بیشک یہ امر قریش میں ہے جو ان سے عداوت کرے گا اللہ اُسے اوندھے منہ گرائے گا جب تک قریش

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۱

[2] کنز العمال حدیث ۳۳۷۸۹، ۳۳۷۹۰، ۳۳۷۹۱ بحوالہ البزار و ابن عدی طبرانی مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۲

الدین[1]۔ دین قائم رکھیں۔

اسے اگر خبر بتایا کہ یہ اقامتِ دین سے مقید ہے تو احادیث مطلقہ کا خبر ہوجانا کیوں لازم آیا وہ تشریع ہیں اور اپنے اطلاق پر یعنی شرعاً خلافت صرف قریش کے لئے ہے اور یہ خبر ہے اور مقیدہ یعنی وُہ اپنے حق سے بہرہ مند رہیں گے جب تک دین قائم رکھیں، جب اُسے چھوڑیں گے خلافت جاتی رہے گی۔

ثالثاً عجب ہے کہ ایک حدیث خاص میں دو چار شراح نے جو لکھا وُہ تو ان کا دامن پکڑ کر سب احادیث کو بزور زبان عام کرلیا جائے اور خود اُن باقی احادیث میں جو اُن کی عام جماعتوں نے لکھا اور مذہب اہل سنّت و اجماعِ صحابہ بتایا وُہ انھیں کے کلام سے رُد کر دیا جائے اور کیا یحرفون الکلم عن مواضعہ[2] کے سر پر سینگ ہوتے ہیں، قرآن عظیم نے اسے خصلتِ یہود بتایا کہ بات کو اُس کی جگہ سے پھیر دیتے ہیں۔

رابعاً جب جماعت ائمہ حدیث کی روشن و قاہر تصریحات حتی کہ اجماعِ صحابہ وعقیدۂ اہل سنت مقبول نہ ہو تو ایک حدیث خاص میں ایک خاص وجہ سے اُن کے دو چار کا کہنا کیوں حجت ہو، آپ تو مجتہدین سے بھی اُونچے اُڑتے ہیں، ان دو چار ٹھیٹ مقلدوں کا دامن نہ تھامیے، حدیث سے چلئے، حدیث میں ما اقاموا الدین بعد جملہ لا یعادیھم احد الا اکبہ اللّٰہ ہے اسی سے کیوں نہ متعلق ہو اس سے توڑ کر دور کے جملہ ان ھذا الامر فی قریش سے کیوں جوڑ دیا جائے وُہ اپنے اطلاق پر رہے اور یہ قید اسی جملہ میں ہو جس سے یہ متصل ہے تو معنیٰ حدیث یہ ہیں کہ بیشک شرعی خلافت قریش میں منحصر ہے دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہوسکتا اور قریش جب تک دین قائم رکھیں گے ان کا مخالف ذلیل و رُسوا ہوگا اب اپنے اجتہاد کی خبر لیجئے۔

(۵۷ تا ۶۰) حدیث جلیل "الائمہ من قریش" پر ایک ہاتھ من حیث السند بھی صاف کیا، ص ۴۶ "یہ الفاظ اور حضرت ابوبکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں، فتح الباری میں ہے:

الائمۃ من القریش[عہ] رجالہ رجال الصحیح ولکن فی سندہ انقطاع[3]۔ حدیث "الائمہ من قریش" کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں لیکن اس کی سند میں انقطاع ہے (ت)

عہ نہ فتح الباری میں من القریش ہے نہ حدیث میں، پہلے بھی آپ نے اپنے کلام میں حدیث ان لفظوں سے لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت کی تھی مگر امام ابن حجر پر تو اس افترا علی المصطفٰی کی تہمت نہ رکھئے ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۷

[2] القرآن الکریم ۵/ ۱۳

[3] فتح الباری شرح صحیح البخاری باب الامر من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۱

اولاً فتح الباری میں یہ حدیث متعدد الفاظ و کثیر طرق سے حضرت ابو برزہ اسلمی و حضرت امیر المومنین مولیٰ علی و حضرت انس بن مالک و حضرت ابو ہریرہ و حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے بروایت یعقوب بن سفیٰن و ابو یعلی و طبرانی و ابوداؤد طیالسی و بزار و تاریخ امام بخاری و نسائی و امام احمد و حاکم ذکر کی ، یہ لفظ کہ اس کی سند کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں انقطاع ہے ، صرف صدیق اکبر سے روایت احمد کی نسبت لکھے ہیں کہ مسند احمد میں صدیق سے اس کے راوی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف احد العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صاحبزادہ امام ثقہ تابعی جلیل حضرت حُمید بن عبد الرحمٰن ہیں اُن کو صدیق اکبر سے سماع نہیں - فتح الباری کی عبارت ملخصاً یہ ہے احادیث ابو برزہ و مولیٰ علی و بعض طرق حدیثِ انس ذکر کرکے کہا :

واخرجه النسائی والبخاری ایضا فی التاریخ وابو یعلی من طریق بکیر الجزری عن انس وله طرق متعددة عن انس ، واخرج احمد هذا اللفظ من حدیث ابی هریرة ومن حدیث ابی بکر الصدیق ورجاله رجال الصحیح لکن فی سنده انقطاع ، واخرجه الطبرانی و الحاکم من حدیث علی بهذا اللفظ الاخیر[1]

یعنی نیز یہ حدیث امام نسائی اور امام بخاری نے تاریخ میں اور ابو یعلی نے بروایت بکیر جزری حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی اور امام احمد نے یہی لفظ الائمۃ من قریش حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث سے روایت کئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے اور اس کے رجال رجال صحیح ہیں مگر اس کی سند میں انقطاع ہے ، اور یہ حدیث طبرانی و حاکم نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ سے روایت کی انھیں لفظوں سے کہ الائمۃ من قریش۔

مسٹر نے اول آخر سب اُڑا کر مطلقاً اس حدیث ہی پر حکم لگا دیا کہ فتح الباری میں اس کی سند منقطع بتائی یہ کیسی خیانت ہے۔

ثانیاً فصلِ اوّل میں گزرا کہ انھیں صاحب فتح الباری امام ابن حجر نے اسی حدیث الائمۃ من قریش کے تتبع طرق میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اُسے چالیس کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی روایت سے دکھایا حدیثِ متواتر کو کہنا کہ بطریق اتصال ثابت ہی نہیں کیسا ظلم شدید و اغوائے جہال ہے اور پھر انھیں ابن حجر پر اس کے متن کے منقطع السند بتانے کی تہمت کیسی جراٗت پر وبال ہے۔

ثالثاً طرفہ یہ کہ خود ہی ص۵٦ پر کہہ چکے تھے " احادیث اس بارے میں جس قدر موجود ہیں

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری باب الامراء من قریش مصطفےٰ البابی مصر ١٦/٢٣١

سب صحیح ہیں"۔ اب یہاں یہ "بطریق اتصال ثابت ہی نہیں" چارہی ورق بعد نسی ماقدمت یداہ (اپنے ہاتھوں پیش کیا ہوا بھول گیا۔ ت)

رابعًا وہیں اُس کے متصل تھا "یہ بھی حق ہے کہ حضرت ابوبکر نے مجمع صحابہ میں اُس کو پیش کیا اور کسی نے انکار نہ کیا" اب اُس حق کی سند میں بھی کلام ہونے لگا، اگر یہ کلام اُس کے حق ہونے میں خلل انداز ہے تو حق کو ناحق بنانے کی کوشش کرنے والا کون ہوتا ہے اور اگر اس سے اُس کے حق ہونے پر کچھ حرف نہیں آتا تو ردِّ اعتراض کے لئے کہنا "اس سے بھی شرعًا اختصاص قریش کے دعوٰی کی کوئی مدد نہیں مل سکتی اولًا یہ الفاظ اور حضرت ابوبکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں" کیسا اغوائے جہال ہے۔ یہ ہے مسٹر کی حدیث دانی اور ارشاداتِ نبوت پر ظلم رانی، ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

مسئلہ ۲۵ تا ۲۹ ازشہر بنارس محلہ کچی باغ مرسلہ محمد امان اللہ مدرس مدرسہ مظہر العلوم ۸ شعبان ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماقولکم ایھا العلماء الکرام دام فضلکم (اے علماء کرام اللہ تمہیں بزرگی عطا فرمائے اس بارے میں تمہارا کیا قول ہے۔ ت) ایک عورت بالغہ کافرہ دختر ہنود کا بیاہ اسی کی قوم کے ایک مرد سے ہوا، پر قبل ملاقات ویکجا ہونے وبات چیت ہونے کے اس مرد سے، باپ عورت مذکورہ کا بعض خرابیوں کے خیال سے اس مرد ہنود سے دختر کو اپنی چھڑا لایا، اور اُس مرد ہنود نے عورت مذکورہ کو چھوڑ کر دُوسرا بیاہ اپنی قوم میں کرلیا، عورت مذکورہ بعد اس کے کئی سال ماں باپ کے یہاں رہ کر محنت مزدوری سے بسراوقات کرتی تھی، اسی حالت میں اسے توفیق قبولِ اسلام کی ملی، ماں باپ سے پوشیدہ اسلام لاکر ایک مسلمان سے اس نے بہ گواہی دو مرد مسلمان بالغ عاقل کے نکاح کرلیا، نکاح کے ایک سال کے بعد اس ناکح سے اس عورت کو ایک دختر پیدا ہوئی، جس کی عمر اس وقت پانچ سال سے متجاوز ہے اور وہ دختر اپنی ماں کے ساتھ اس مکان میں رہا کرتی ہے جس مکان کو ناکح کے باپ نے اس دختر اور اس کی ماں کے رہنے کو دیا ہے بسبب اسلام لانے اور مسلمان سے نکاح کرنے کے اس عورت کے ماں باپ بہنیں کافرہ کو رنج وعناد ہوا، بہت کچھ فکر اس کے پھرنے کی اسلام سے اور مرد ناکح سے چھڑانے کی کرکے سب طرح عاجز ہوکر اب کہ اس دختر کا کان بطریقہ ورواجِ مسلمانان چھدوایا گیا اور اس کی دینی تعلیم دینے کا ارادہ ماں باپ نے اس کے ظاہر کیا، عناد ماں باپ بہنیں کافرہ کا اس عورت نومسلمہ سے بڑھ گیا، کمال عناد سے اس دختر کے ہندو بنانے کی فکر میں ہوکر یہ افترا شروع کیا ہے کہ دختر مذکورہ کو محض جھوٹ وغلط مرد ہندو کی طرف منسوب کرتے ہیں جس سے مادر دختر کو کا ہے اتفاق ملاقات ویکجا ہونے وبات چیت

گزیکا بھی موقع نہیں ہوا اور بناء بر اس افترا کے اس دختر کو اس کے ماں باپ سے چھڑا کر اپنے یہاں لے جا کر ہندو بنا کر ہنود سے شادی بیاہ اس کا کرنا چاہتے ہیں، بعضے ہنود جو تعصب مذہبی رکھتے ہیں اور بعضے وہ مسلمانان جن کو ماں باپ بہنیں کافرہ مذکورہ سے غرض دنیاوی و نفسانی کا تعلق ہے اور بعضے وہ مسلمانان جو مرد ناکح اور عورت نومسلمہ مذکورہ سے کچھ رنجش دنیاوی و حسد و عناد رکھتے ہیں، معین و مددگاران کفار کے ہو رہے ہیں، اس وجہ سے شورپشتی ان سبھوں کی اس درجہ کو بڑھ گئی ہے کہ مرد ناکح و عورت نومسلمہ مذکورہ کو بر سر کوچہ و بازار برملا گالیاں دے کر کہتے پھرتے ہیں کہ اس دختر کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے اور مسلمہ نہیں ہونے دیں گے بلکہ جس طرح ہوگا اپنے یہاں لا کر اسے ہنود بنا کر ہندو کے ساتھ شادی بیاہ کر دیں گے اور طرح طرح کے افترا پردازی و مقدمہ بازی جھوٹ کی بندشیں ہو رہی ہیں اور بے عزتی و ذلت مرد ناکح و عورت مسلمہ مذکورہ کی دھمکی دی جاتی ہے جس میں وہ دونوں ڈر کر بخیال بچنے کے ذلتِ دنیا سے اس دختر کو ماں باپ بہنیں کافرہ کے حوالہ کر دیں، ایسے حال میں حکم خدا و رسول کیا ہے؟

(۱) آیا مرد ناکح و عورت مسلمہ مذکورہ اپنے نطفہ و بطن کی دختر کو دھمکی و ڈر سے ان شورپشتوں کے اور دنیاوی ذلت کے خوف سے حوالہ کفار دیں کہ وہ اسے لیجا کر کافرہ بنائیں؟

(۲) یا اپنی ذلتِ دنیاوی کا خیال چھوڑ کر جان توڑ کر کوشش اس دختر کی حفاظت کی کریں جس میں وہ دختر قبضۂ ہنود میں جا کر ہندو نہ بننے پائے؟

(۳) اور مسلمانان کو اس شہر کے ہر طرح کی حمایت و مدد ایسی کرنی جس میں مسلمان کی لڑکی ہنود کے قبضہ میں جا کر کافرہ نہ بننے پائے، شرعاً بحکم خدا و رسول لازم و ضرور ہے یا نہیں؟

(۴) اور جو مسلمان اس کے خلاف حمایت کفار کی کرے وہ خدا و رسول کے نزدیک کیسا ہے اور اس کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے؟

(۵) اور اگر مسلمانانِ شہر کی غفلت و ناتوجہی و مدد نہ کرنے سے اور اس وجہ سے عورت نومسلمہ اور اس کے ناکح مرد کے مجبور و بے بس ہو جانے سے دختر مذکورہ قبضۂ ہنود میں جا کر ہندو بنائی جائے تو اس کا الزام و مواخذہ خدا و رسول کی طرف سے مسلمانانِ شہر پر ہوگا یا نہیں؟

ہر شق سوال کا جواب اردو میں عام فہم، مفصل و مدلل بسندِ قرآن و حدیث و کتبِ دینیہ اور ایسے موقع پر سیرت صحابۂ کرام و ائمۂ عظام کیا ہے بہ نقل اس کے درکار ہے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) حرام حرام حرام جب تک حالت اکراہ شرعی کی نہ ہو،

قال اللہ تعالیٰ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان[1]
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ (ت)

(۲) فرض فرض فرض ہے کہ ہر جائز کوشش کو حدِ امکان تک پہنچا دیں اور کسی طرح اس میں سستی یا کم ہمتی کو کام نہ دیں۔

قال اللہ تعالیٰ یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا[2]
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

(۳) فرض فرض فرض ہے کہ ہر مسلمان بقدرِ قدرت اس مسلمان (لڑکی) کو اس سخت تر آفت سے بچانے اور کوئی کوشش جس حد تک جائز اور ممکن ہے اسے اٹھا نہ رکھے۔

قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر و التقوٰی[3]
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (ت)

یہ فرض کفایہ ہے جتنے مسلمانوں کی کوشش سے کام چل جائے کافی ہے سب پر فرض اتر جائے گا ورنہ سب گنہ گار اور سخت وبال میں گرفتار رہیں گے۔ والعیاذ باللہ۔

(۴) اس کے لئے نار ہے نار نا اس پر غضب ہے غضب ہے غضبِ جبار،

قال اللہ تعالیٰ لا تعاونوا علی الاثم و العدوان[4]
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔ (ت)

علما نے دوسرے کے کفر پر راضی ہونے کو کفر لکھا ہے الرضا بالکفر کفر نہ کہ دوسرے کو کافر بنانے میں کوشش یہ بلاشبہہ بحکمِ فقہاء کفر ہے بحکمِ فقہائے کرام ایسے شخص کی عورت اس کے نکاح سے نکل جائیگی اور وہ ان تمام امور کا سزاوار ہوگا جو ایک مرتد کے ساتھ کئے جانے کا حکم کہ اس کے پاس بیٹھنا، بات چیت، میل جول، شادی بیاہت، بیمار پرسی، جنازہ پر جانا، اسے غسل دینا، کفن دینا، نماز جنازہ پڑھنا، جنازہ پہ تکریم اٹھانا، مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا سب یک قلم ناجائز و گناہ ہے۔

(۵) اس کا جواب جواب سوم میں آگیا، اگر ایک مالدار ذی وجاہت مسلمان کی کوشش سے کام چل جائے تو ایک ہی کافی ہے اور سب مسلمانوں کی مجموعی قوت سے جائز کوشش اثر پذیر ہوگی تو سب پر فرض ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶
[2] القرآن الکریم ۶۶/ ۶
[3] القرآن الکریم ۵/ ۲
[4] القرآن الکریم ۵/ ۲

16 مل کر ہر امکانی پسندیدہ جائز کوشش انتہا تک پہنچا دیں، اگر پھر بھی کامیاب ہوں تو معذور رہیں جس کے کسل و بے توجہی سے کام میں خلل پڑے گا وہ مستحقِ نار و غضبِ جبار رہے والعیاذ باللہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰: از پیلی بھیت محلہ منیر خاں مدرسۃ الحدیث مرسلہ مولانا محمد سورتی ۴ ذی القعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس شخص کے حق میں جس نے سید صحیح النسب بالخصوص اور تمام ساداتِ گیلانیہ اولاد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو علی العموم سوا چار پیروں کے برسر بازار علٰی رؤس الاشہاد یہودی، نصرانی، خنزیر، کتا وغیرہ وغیرہ بُری گالیاں کہی ہوں اور اوصاف ذمیمہ مذکورہ ان حضرات کے حق میں اعتقاداً استعمال کئے ہوں اور کرتا رہے از روئے شرع اس شخص اور اس کے مددگاروں کا خواہ مولوی کہلاتے ہوں یا سیٹھ وغیرہ کیا حکم ہے؟ بینوا بحوالۃ الکتاب توجروا یوم الحساب، اس سوال کا جواب مجھے کسی کتاب میں نہ ملا اس وجہ حضور کو تکلیف دیتا ہوں۔

الجواب

ایسے شخص کو از سرِ نو تجدیدِ اسلام چاہئے اور اگر عورت رکھتا ہو تو اس سے بعد توبہ و تجدیدِ اسلام پھر نکاح کرے کہ علمائے کرام نے ایسے شخص پر حکمِ کفر فرمایا ہے، مجمع الانہر میں ہے:

والاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم او لعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر۔[1]

سادات اور علماء کی بے عزتی کرنا کفر ہے، جو شخص تحقیر کے ارادے سے عالم کو عویلم اور علوی کو علیوی کہے وُہ کافر ہوجاتا ہے۔ (ت)

رہے اس کے معاونین خواہ مولوی کہلاتے ہوں یا سیٹھ اگر خود ان کلمات ملعونہ میں اس کے معاون ہیں یا ان کو جائز رکھتے ہیں یا ہلکا جانتے ہیں تو ان سب کا بھی یہی حکم ہے جو اس کا ہے اور اگر ایسا نہیں جب بھی ایسے شخص کے ساتھ میل جول کے سبب عاصی و مخالف حکم شرع ہیں۔

قال اللہ عزوجل واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

قال اللہ عزوجل ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۹۵

[2] القرآن الکریم ۶/۶۸ [3] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

6/6 **مسئلہ ۳۱** از کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ سید اکبر شاہ طالب علم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مرزائی کے نابالغ لڑکے کا بخیال ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ (ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔ت) حنفی اگر امام کے پیچھے جنازہ کی نماز ادا کرے تو عند الشرع درست ہے یا نہیں؟ پڑھنے والا ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ حنفیوں پر دیکھنے ایسی میت سے نماز جنازہ واجب ہوگی یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر مرزائی کا بچہ سات برس یا زیادہ کی عمر کا تھا، اچھے بُرے کی تمیز رکھتا تھا، اور اس حالت میں اس نے اپنے باپ کے خلاف پر دینِ اسلام اختیار کیا اور قادیانی کو کافر جانا اسی پر انتقال ہوا تو وہ ضرور مسلمان تھا، مسلمانوں پر اسے غسل و کفن دینا اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا فرض ہے، اور ممکن ہو تو اس کے باپ وغیرہ کفار کو اسے ہاتھ نہ لگانے دیں جس طرح حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے یہودی کو اس کے بیٹے کے سرہانے سے اٹھا دینے کا حکم فرمایا جبکہ وہ نزع میں اسلام لا کر انتقال کر گیا، اور اگر اسی عمرو تمیز میں اپنے باپ کی طرح کفر بکتا تھا تو یقیناً کافر تھا، اب وہ سب کام مسلمان پر حرام ہیں، نہ غسل دیں نہ کفن دیں نہ دفن میں شریک ہوں، اور ان سب سے بدتر اس کے جنازہ پر نماز ہے کہ خود کفر کا پہلو رکھتی ہے، اور اگر اس سے کفر یا اسلام کچھ ظاہر نہ ہوا یا نا سمجھ بچہ تھا کہ اس تمیز کے قابل ہی نہ تھا تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی ماں بھی اس کے باپ کی طرح قادیانی یا اور کسی کفری عقیدہ والی ہے تو وہ بچہ بھی کافر سمجھا جائے گا اور اس کے لئے وہ سب کام مسلمانوں پر حرام ہوں گے، اور اگر ماں مسلمان ہے تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتی ہے اور قادیانی کو کافر جانتی ہے تو اس صورت میں وہ بچہ جس سے کفر خود ظاہر نہ ہوا اور نابالغی میں مرگیا اپنی ماں کا تابع قرار پا کر مسلمان سمجھا جائے گا اور وہ سب کام اہل اسلام پر واجب ہونگے، حدیث ما من مولود اس حالت میں نافع ہے کہ بچہ سمجھ وال ہو کر خود کفر نہ کرے نہ ناسمجھی کی حالت میں ماں باپ دونوں کافر ہوں ورنہ اگر خود کفر کیا تو اچھی فطرت سے بدلا اور اگر خود سمجھ وال ہو کر اسلام نہ لایا اگرچہ کفر بھی نہ کیا اور ماں باپ دونوں کافر ہیں تو ثم ابواہ یھودانہ[1] (پھر اس کے والدین اسے یہودی بنا دیں۔ت) میں داخل ہے اور حکمِ کفر اسے شامل ہے۔ تنویر میں ہے:

اذا ارتد صبی عاقل صح کاسلامہ جب عقلمند بچہ مرتد ہوجائے تو اس کا ارتداد اس کے

---

[1] صحیح مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۳۶

والعاقل الممیز[1]

اسلام کی طرح صحیح ہوگا اور عاقل سے مراد امتیاز کرنیوالا ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

وھو ابن سبع فاکثر مجتبی و سراجیۃ۔[2]

وہ سات سال یا اس سے زائد عمر کا ہو، مجتبٰی و سراجیہ۔(ت)

اسی میں ہے:

زوجان ارتدا فولدت ولدا یجبر علی الاسلام لتبعیتہ لابویہ[3] (ملخصاً)

خاوند و بیوی دونوں مرتد ہوگئے، عورت نے بچہ جنا تو اسے اسلام پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ دین میں وہ اپنے والدین کے تابع ہے(ملخصاً)(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای فی الاسلام والردۃ وھما یجبران فکذا ھو۔[4]

یعنی اسلام اور مرتد ہونے میں اور ان دونوں کو بھی اسلام کے لئے مجبور کیا جائے گا پس اسی طرح اس بچے کو بھی۔(ت)

تنویر میں ہے:

الولد یتبع خیر الابوین دینا۔[5]

بچہ اپنے والدین میں سے اس کے تابع ہوگا جو دین کے اعتبار سے بہتر ہوگا۔(ت)

شامی میں بعد ذکر حدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ فرمایا:

انھم قالوا انہ جعل اتفاقھما ناقلا لہ عن الفطرۃ۔[6] واللہ تعالٰی اعلم

فقہاء نے فرمایا ماں باپ کے کفر پر اتفاق نے بچے کو فطرت سے ہٹا دیا۔(ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۱
[2] درمختار " " " ″
[3] " " " " ″
[4] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۰۶
[5] درمختار شرح تنویر الابصار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰
[6] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۹۴

مسئلہ ۳۲: از ملک بنگال موضع رام پور ڈاکخانہ کجرہ ضلع پیرہ حال مقام خواجہ قطب بریلی محمد الہ طالبعلم
۲ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں کو انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض انگریزی خواں کہتے ہیں مولوی لوگ کیا جانتے ہیں۔ کیا اس لفظ سے علم کی حقارت نہیں ہوئی؟ اگر ایسا کہے تو کافر ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے دین کی توہین دل میں آئے، انگریزی ہو خواہ کچھ ہو ایسی چیز پڑھنا حرام ہے، اور یہ لفظ کہ "مولوی لوگ کیا جانتے ہیں" اس سے ضرور علماء کی تحقیر نکلتی ہے اور علمائے دین کی تحقیر کفر ہے،

قال اللہ تعالٰی ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ واٰیاتہ ورسولہ کنتم تستھزءون، لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[۱]۔ اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما وابن جریر عن زید بن اسلم وعن محمد بن کعب وغیرھما قال رجل فی غزوۃ تبوک فی مجلس یوما مارأینا مثل قرائنا ھٰؤلاء ولا ارغب بطونا ولا اکذب السنۃ ولا اجبن عند اللقاء، فقال رجل فی المجلس کذبت ولکنک منافق لاخبرن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل القراٰن قال عبداللہ فانا رأیتہ متعلقا بحقب ناقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اگر آپ ان سے پُوچھیں تو کہیں گے ہم تو دلچسپی اور کھیل کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کیا اللہ تعالٰی، اس کی نشانیوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہوگئے ہو۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن جریر نے حضرت زید بن اسلم اور محمد بن کعب وغیرہما رضی اللہ عنہم نے حدیث کی تخریج کی کہ ایک شخص نے ایک دن ایک مجلس میں غزوہ تبوک کے موقع پر کہا کہ ہم نے اپنے ان قاریوں کی مانند اور نہ دیکھے نہ کھانے کے لالچی اور نہ زبان کے جھوٹے اور نہ دشمن کے مقابلہ میں بزدل، تو اس مجلس میں ایک شخص نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے تو منافق معلوم ہوتا ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور اس بات کی خبر دوں گا، تو اس کی یہ بات حضور اکرم کو معلوم ہوئی اور قرآن نازل ہوا حضرت عبداللہ نے فرمایا تو میں نے اس شخص کو حضور اکرم کی اونٹنی کے

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[۱] القرآن الکریم ۹/۶۵

وسلم والحجارۃ تنکبہ وھو یقول یارسول اللہ انما کنا نخوض ونلعب والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول اباللہ وایٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تنگ کے ساتھ لٹکا ہوا دیکھا پتھر اسے زخمی کررہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا یارسول اللہ! ہم تو دلچسپی اور کھیل کررہے تھے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو فرمارہے تھے کیا اللہ تعالٰی، اس کی آیات اور اس کے رسول سے تم ٹھٹھا کرتے ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳: از بریلی محلہ چک شہر کہنہ مسئولہ صفدر علی خاں ومبارک علی خاں ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید سنی المذہب نے بکر کو سنی باور کرکے اپنی لڑکی نابالغہ کا بکر کے نابالغ لڑکے کے ساتھ اس کو سُنّی باور کرکے ولایۃً نکاح کردیا مگر بوجہ نابالغ ہونے کے رخصتی نہیں ہوئی اور آمد ورفت بھی دونوں کی نہیں ہوئی نہ یکجائی ہوئی، سات سال کے بعد دونوں کو بلوغ ہوا، زید کو یہ اطلاع ملی کہ بکر بھی پکا سُنّی نہیں اور اس کا بیٹا قطعی رافضی ہے جس کا ثبوت یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اس کے معمولی عمل میں ظاہر ہوتا ہے نماز شیعہ کی پڑھتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا قذف کرتا ہے اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صحابیت کا منکر ہے اور تبرا کہتا ہے اور ایسے مجالس میں شرکت کرتا ہے جس میں سُنّی شریک نہیں ہوتے ہیں، زید نے اسی خبر کو سُن کر رخصتی سے انکار شروع کیا اس پر بکر نے رخصت کرانے کی ضرورت سے لڑکے کو اس بات پر آمادہ کیا کہ لڑکا اپنے کو سُنّی ظاہر کرے چنانچہ از راہِ تقیہ لڑکے نے اپنے کو سُنّی ظاہر کیا لیکن کوئی ثبوت لڑکے کے سُنّی ہونے کا زید کو نہیں ملا بلکہ حال میں ۱۱ محرم ۱۳۳۳ھ کو مقام مرزا گنج پر ایک شخص جماعت اہل السنت والجماعت کو مدحِ صحابہ پڑھنے سے با اعلان اسی لڑکے نے روکا اور اپنے ایک ملازم شیعہ مذہب سے پٹوایا اور اس کے باپ یعنی بکر نے حکام سے مدحِ صحابہ با اعلان کئے جانے کی شکایت کی اس وجہ سے حکام جمع ہوتے تو کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ لڑکی جس کا نابالغیت میں نکاح کیا گیا وہ لڑکی کو حالت موجودہ میں منظور نہیں ہے اور زید کو بھی انکار ہے، آیا نکاح باقی رہا یا فسخ ہوگیا، فقط۔

الجواب

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا قذف کفر خالص ہے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی

---

[1] تفسیر درمنثور بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابی الشیخ وابن مردویہ تحت آیۃ انما کنا نخوض مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۳/۲۵۴
جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیہ انما کنا نخوض ونلعب المطبعۃ المیمنۃ مصر ۱۰/۱۰۴ و ۱۰۵

صحابیت کا انکار کفر خالص ہے، اسی طرح تبرائیانِ زمانہ میں اور بھی کفر و ارتداد کی قطعی وجوہ ہیں جن کی تفصیل رد الرفضہ میں ہے اور ان کا کافر مرتد ہونا عامہ کتب معتمدہ خلاصہ و فتح القدیر و ظہیریہ و عالمگیری و رد المحتار و عقود الدریہ و بحر الرائق و نہر الفائق و تبیین الحقائق و بدائع و بزازیہ و برجندی و انقرویہ و واقعات المفتین و اشباہ و مجمع الانہر و طحطاوی علی الدر و غنیہ و نظم الفرائد و برہان شرح مواہب الرحمٰن و تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ و معین المستفتی و تنویر الابصار و منح الغفار و اصول امام شمس الائمہ و کشف البزدوی و شفا شریف و روضہ امام نووی و اعلام امام ابن حجر و کتاب الانوار و شرح عقائد و منح الروض و فواتح الرحموت و ارشاد الساری و فتاوی علامہ مفتی ابو السعود و علامہ نوح آفندی و شیخ الاسلام عبد اللہ آفندی و احمد مصری علی مراقی الفلاح و شلبی علی الزیلعی وغیرہا سے ثابت و روشن ہے۔ خزانۃ الفقہ پھر فتاوی ہندیہ میں ہے:

لو قذف عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بالزنٰی کفر باللہ تعالٰی[1]

اگر کسی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمتِ زنا لگائی تو اس نے اللہ تعالٰی کے ساتھ کفر کیا۔ (ت)

شرح ملتقی الابحر میں ہے:

یکفر بقولہ لا ادری ان النبی فی القبر مؤمن او کافر وبقولہ ماکان علینا نعمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان البعثۃ من اعظم النعم وبقذفہ عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وانکار صحبۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]

اگر کسی نے کہا میں نہیں جانتا کہ نبی قبر میں حالتِ ایمان میں ہے یا کفر میں، تو کافر ہوجائے گا۔ اسی طرح کافر ہوجائے گا اگر یہ کہتا ہے کہ ہم پر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کوئی نعمت نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سب سے بڑی نعمت ہے، یا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمت لگاتا ہے یا سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا انکار کرتا ہے (ت)

تو پسرِ بکر اگر مرتد نہ تھا اب مرتد ہوگیا۔ خزانۃ المفتین و ظہیریہ و عالمگیریہ و حدیقہ ندیہ وغیرہا میں منکرانِ ضروریاتِ دین رافضیوں کے بارہ میں ہے:

---

[1] فتاوی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۶۲

هؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام و احکامهم احکام المرتدین[1]

یہ لوگ ملتِ اسلامیہ سے خارج ہیں اور ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ (ت)

اس کے مرتد ہوتے ہی نکاح فوراً فوراً فسخ و باطل محض ہوگیا، تنویر الابصار و شرح علائی میں ہے:

ارتداد احد الزوجین فسخ عاجل بلا قضاء[2] (ملخصاً)

زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہوجانے سے بلاتاخیر نکاح فسخ ہوجاتا ہے (ت)

عورت کو حرام قطعی ہے کہ اسے شوہر سمجھے، زید پر حرام قطعی ہے کہ دختر کو رخصت کرے، اگر قربت واقع ہوگی زنائے خالص ہوگا، اگر اولاد ہوگی ولد الزنا ہوگی۔ درمختار میں ہے:

فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا[3]

شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو چیز بالاتفاق کفر ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہے اور اس کی اولاد ولدِ زنا قرار پاتی ہے۔ (ت)

اگر بالفرض پسرِ بکر اب اپنے آپ کو سُنی ظاہر کرے بلکہ حقیقۃً سچا پکا خالص مخلص سُنی ہوجائے تو نکاح کہ فسخ و باطل ہوگیا عود نہیں کرسکتا، نہ عورت پر جبر ہوسکتا ہے کہ اس سے از سرِ نو نکاح کرے، جامع الفصولین میں ہے:

لو ارتد ھو لا تجبر المرأۃ علی التزوج[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر خاوند مرتد ہوجائے تو عورت کو (دوبارہ) نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۰

[3] درمختار " باب المرتد " " " ۱/ ۳۵۹

[4] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۷

رسالہ

رَدُّ الرِّفضۃ

۱۳۲۰ھ

(تبرائی رافضیوں کا رَد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۴ از سیتاپور مرسلہ جناب حکیم سید محمد مہدی صاحب ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بی بی سیدہ سُنّی المذہب نے انتقال کیا اس کے بعض بنی عم رافضی تبرائی ہیں، وہ عصبہ بن کر ورثہ سے ترکہ لینا چاہتے ہیں حالانکہ روافض کے یہاں عصوبت اصلاً نہیں، اس صورت میں وہ مستحق ارث ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

الحمد للہ الذی ھدانا وکفانا واوانا عن الرفض والخروج، وکل بلاء نجانا، والصلٰوۃ والسلام علٰی سیدنا ومولٰنا وملجانا ومادانا محمد واٰلہ وصحبہ الاولین ایمانا والاحسنین احسانا والامکنین ایقانا اٰمین!

سب حمدیں اس اللہ تعالٰی کے لیے جس نے ہمیں ہدایت دی اور رفض اور خروج سے کفایت اور پناہ دی اور ہر بلاء سے نجات دی، اور صلٰوۃ وسلام ہو ہمارے آقا، مولٰی، ہمارے ملجا اور ماوٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کی آل وصحابہ پر جو ایمان لانے میں پہلے اور نیکی میں احسن اور ایمان ویقین میں پختہ ہیں، آمین!

صورتِ مستفسرہ میں یہ رافضی اس مرحومہ سیدہ سنیہ کے ترکہ سے کچھ نہیں پا سکتے اصلاً کسی قسم کا استحقاق نہیں رکھتے اگرچہ بنی عم نہیں خاص حقیقی بھائی بلکہ اس سے بھی قریب رشتے کے کہلاتے اگرچہ وہ عصوبت کے منکر بھی ہوتے کہ ان کی محرومی دینی اختلاف کے باعث ہے۔ سراجیہ میں ہے :

موانع الارث اربعة (الی قولہ) واختلاف الدینین[1]۔ | وراثت کے موانع چار ہیں، دین کا اختلاف" تک بیان کیا۔ (ت)

تحقیق مقام و تفصیلِ مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما خواہ ان میں سے ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے اگرچہ صرف اسی قدر کہ انھیں امام و خلیفہ برحق نہ مانے۔ کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامہ ائمہ ترجیح و فتوٰی کی تصحیحات پر مطلقاً کافر ہے۔ درمختار مطبوعہ مطبع ہاشمی صفحہ ۶۴ میں ہے :

ان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بھا کقولہ ان اللہ تعالٰی جسم کالاجسام و انکارہ صحبۃ الصدیق[2]۔ | اگر ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا منکر ہو تو کافر ہے مثلاً یہ کہنا کہ اللہ تعالٰی اجسام کے مانند جسم ہے یا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا منکر ہونا۔

طحطاوی حاشیہ درمطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۴۴ میں ہے : وکذا خلافتہ[3] اور ایسے ہی آپ کی خلافت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ فتاوٰی خلاصہ قلمی کتاب الصلوٰۃ فصل ۱۵ اور خزانۃ المفتین قلمی کتاب الصلوٰۃ فصل فی من یصح الاقتداء بہ و من لایصح میں ہے :

الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر[4]۔ | رافضی اگر مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو سب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔

فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اول ص ۲۴۸ اور حاشیہ تبیین العلامہ احمد الشلبی مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۳۵ میں ہے :

---

[1] السراجی فی المیراث | فصل فی الموانع | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۴
[2] درمختار | باب الامامۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار | باب الامامۃ | دار المعرفۃ بیروت | ۱/۲۴۴
[4] خزانۃ المفتین | کتاب الصلوٰۃ فصل فی من یصح الاقتداء بہ و من لایصح | قلمی | ۱/۲۸

فی الروافض من فضل علیا علی الثلثۃ فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق اوعمر رضی اللہ عنہما فھو کافر[1]۔

رافضیوں میں جو شخص مولٰی علی کو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل کہے گمراہ ہے اور اگر صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔

وجیز امام کردری مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۳۱۸ میں ہے:

من انکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر فی الصحیح ومن انکر خلافۃ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر فی الاصح[2]۔

خلافتِ ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر کافر ہے، یہی صحیح ہے۔ اور خلافتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی کافر ہے، یہی صحیح تر ہے۔

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۳۴ میں ہے:

قال المرغینانی تجوز الصلوۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ ولا تجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبہ ومن یقول بخلق القراٰن حاصلہ ان کان ھوی لا یکفر بہ صاحبہ تجوز مع الکراھۃ والا فلا[3]۔

امام مرغینانی نے فرمایا بدمذہب بدعتی کے پیچھے نماز ادا ہو جائے گی اور رافضی، جہمی، قدری، تشبیہی کے پیچھے ہوگی ہی نہیں، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس بدمذہبی کے باعث وہ کافر نہ ہو تو نماز اس کے پیچھے کراہت کے ساتھ ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

فتاوٰی عالمگیریہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۸۴ میں اس عبارت کے بعد ہے:

ھکذا فی التبیین والخلاصۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع۔

ایسا ہی تبیین الحقائق و خلاصہ میں ہے اور یہی صحیح ہے، ایسا ہی بدائع میں ہے۔

اُسی کی جلد ۳ صفحہ ۲۶۴ اور بزازیہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۹ اور الاشباہ قلمی فن ثانی کتاب السیر اور اتحاف الابصار والبصائر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۷ اور فتاوٰی انقرویہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۵ اور واقعات المفتین مطبوعہ مصر ص ۱۳ سب میں فتاوٰی خلاصہ سے ہے:

الرافضی ان کان یسب الشیخین ویلعنھما (والعیاذ باللہ تعالٰی) فھو کافر وان کان

رافضی تبرائی جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو معاذ اللہ بُرا کہے کافر ہے، اور اگر مولا علی کرم اللہ

---

[1] حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۱/ ۱۳۵

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ نوع فیما یتصل بہا مما یجب اکفارہ من اہل البدع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۱۸

[3] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۱/ ۱۳۴

یفضل علیا کرم اللہ تعالٰی وجہہ علیہما فھو مبتدع[1]

تو کافر نہ ہوگا مگر گمراہ ہے۔ (اگر مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے افضل بتائے)

اُسی کے صفحہ مذکورہ اور برجندی شرح نقایہ مطبوعہ لکھنؤ جلد ۴ ص ۲۱ میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر وعلی قول بعضھم ھو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انہ کافر وکذٰلک من انکر خلافۃ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی اصح الاقوال[2]

امامت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر کافر ہے اور بعض نے کہا بدمذہب ہے کافر نہیں، اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے، اسی طرح خلافت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی صحیح قول پر کافر ہے۔

وہیں فتاوٰی بزازیہ سے ہے:

ویجب اکفارھم باکفار عثمان وعلی وطلحۃ وزبیر وعائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم[3]

رافضیوں، ناصبیوں اور خارجیوں کو کافر کہنا واجب ہے اس سبب سے کہ وہ امیر المومنین عثمان و مولٰی علی وحضرت طلحہ وحضرت زبیر وحضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو کافر کہتے ہیں۔

بحر الرائق مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۱۳۱ میں ہے:

یکفر بانکارہ امامۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاصح کانکارہ خلافۃ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاصح[4]

اصح یہ ہے کہ ابوبکر یا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی امامت وخلافت کا منکر کافر ہے۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مطبوعہ قسطنطنیہ جلد اول ص ۱۰۵ میں ہے:

الرافضی ان فضل علیا فھو مبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر[5]

رافضی اگر صرف تفضیلیہ ہو تو بدمذہب ہے اور اگر خلافتِ صدیق کا منکر ہو تو کافر ہے۔

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ نوع فیما یتصل بہا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۱۹

[2] برجندی شرح نقایہ کتاب الشہادۃ فصل لایقبل الشہادۃ من اہل الھواء نولکشور لکھنؤ ۴/ ۲۰، ۲۱

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ نوع فیما یتصل بہا مما یجب اکفارہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۱۸

[4] بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۱

[5] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الصلوٰۃ فصل الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۰۸

اُسی کے صفحہ ۶۳۱ میں ہے:

یکفر بانکارہ صحبۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ وبانکارہ امامتہ علی الاصح وبانکارہ صحبۃ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاصح۔[1]

جو شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا منکر ہو کافر ہے۔ یونہی جو اُن کے امام برحق ہونے کا انکار کرے مذہب اصح میں کافر ہے، یونہی عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا انکار قولِ اصح پر کفر ہے۔

غنیہ شرح منیہ مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۵۱۴ میں ہے:

المراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف مایعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ وانما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھۃ اذا لم یکن مایعتقدہ یؤدی الی الکفر عند اھل السنۃ اما لوکان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلا کالغلاۃ من الروافض الذین یدعون الالوھیۃ لعلی رضی اللہ تعالٰی عنہ اوان النبوۃ کانت لہ فغلط جبریل ونحو ذٰلک مما ھو کفر وکذا من یقذف الصدیقۃ اوینکر صحبۃ الصدیق اوخلافتہ اویسب الشیخین۔[2]

بدمذہب سے وہ مراد ہے جو کسی بات کا اہلسنت وجماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو، اور اس کی اقتدا کراہت کے ساتھ اُس حال میں جائز ہے جب اُس کا عقیدہ اہلسنت کے نزدیک کفر تک نہ پہنچا ہو، اگر کفر تک پہنچائے تو اصلاً جائز نہیں، جیسے غالی رافضی کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو خدا کہتے ہیں، یا یہ کہ نبوت ان کے لئے تھی جبریل نے غلطی کی۔ اور اسی قسم کی اور باتیں کہ کفر ہیں، اور یونہی جو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو معاذ اللہ اُس تہمت ملعونہ کی طرف نسبت کرے یا صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت یا خلافت کا انکار کرے یا شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بُرا کہے۔

کفایہ شرح ہدایہ مطبع بمبئی جلد اول اور مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مطبع احمدی ص ۳۲ میں ہے:

ان کان ھواہ یکفر اھلہ کالجھمی والقدری الذی قال بخلق القراٰن والرافضی الغالی الذی ینکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ لاتجوز الصلٰوۃ خلفہ۔[3]

بدمذہبی اگر کافر کردے جیسے جہمی اور قدری کہ قرآن کو مخلوق کہے، اور رافضی غالی کہ خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا انکار کرے اُس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر | باب المرتد فصل ان الفاظ الکفر انواع | داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۲

[2] غنیہ المستملی | فصل الاولٰی بالامامۃ | سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۵

[3] مستخلص الحقائق | باب فی بیان احکام الامامۃ | مطبع کانشی رام بروکس لاہور ۱/ ۲۰۲

الکفایۃ مع فتح القدیر | باب الامامۃ | نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۵

شرح کنز للملا مسکین مطبع مصر جلد اول ص ۲۰۸ علی ہامش فتح المعین میں ہے:

فی الخلاصة یصح الاقتداء باهل الاهواء الا الجهمیة والجبریة والقدریة والرافضی الغالی ومن یقول بخلق القرآن والمشبه، وجملته ان من کان من اهل قبلتنا ولم یغل فی هواه حتی لم یحکم بکونه کافرا تجوز الصلٰوة خلفه وتکره واراد بالرافضی الغالی الذی ینکر خلافة ابی بکر رضی اللّٰه تعالٰی عنه[1]

خلاصہ میں ہے بد مذہبوں کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے سوائے جہمیہ و جبریہ و قدریہ و رافضی غالی قائل خلق قرآن و مشبہ کے اور حاصل یہ کہ اہل قبلہ سے جو اپنی بد مذہبی میں غالی نہ ہو یہاں تک کہ اُسے کافر کہا جائے اُس کے پیچھے نماز بکراہت جائز ہے۔ اور رافضی غالی سے وہ مراد ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت کا منکر ہو۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح مطبع مصر ص ۱۹۰ میں ہے:

ان انکر خلافة الصدیق کفر والحق فی الفتح عمر بالصدیق فی هذا الحکم والحق فی البرهان عثمان بهما ایضا ولا تجوز الصلٰوة خلف منکر المسح علی الخفین او صحبة الصدیق ومن یسب الشیخین او یقذف الصدیقة ولا خلف من انکر بعض ما علم من الدین ضرورة لکفره ولا یلتفت الی تاویله و اجتهاده[2]

یعنی خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر کافر ہے، اور فتح القدیر میں فرمایا کہ خلافتِ فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی کافر ہے، اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں فرمایا خلافتِ عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی کافر ہے اور نماز اس کے پیچھے جائز نہیں جو مسح موزہ یا صحابیتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر ہو یا شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بُرا کہے یا صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمت رکھے، اور نہ اس کے پیچھے جو ضروریاتِ دین سے کسی شئے کا منکر ہو کہ وہ کافر ہے اور اُس کی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا نہ اس جانب کہ اس نے رائے کی غلطی سے ایسا کہا۔

نظم الفرائد منظومہ علامہ ابن وہبان مطبوعہ مصر ہامش مجلبہ ص ۴۲ اور نسخہ قدیمہ قلمیہ مع الشرح فصل من کتاب السیر میں ہے:

ومن لعن الشیخین اوسب کافر　　ومن قال فی الایدی الجوارح اکفر
وصحح تکفیر منکر خلافة ال　　عتیق وفی الفاروق ذٰلک الاظهر[3]

---

[1] شرح کنز للملا مسکین علی ہامش فتح المعین　باب الامامۃ　ایچ ایم سعید کمپنی کراچی　۱/ ۲۰۸
[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح　باب الامامۃ　نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی　ص ۱۶۵
[3] نظم الفرائد منظومہ ابن وہبان

جو شخص حضرات شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر تبرا بکے یا بُرا کہے کافر ہے، اور جو کہے یداللہ سے ہاتھ مراد ہے وُہ اس سے بڑھ کر کافر ہے اور خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انکار میں قول مصحح تکفیر ہے اور یہی در بارۂ انکار خلافتِ فاروق رضی اللہ عنہ اظہر ہے۔

تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ للعلامہ الشرنبلالی قلمی کتاب السیر میں ہے:

الرافضی اذا سب ابابکر وعمر رضی اللہ تعالےٰ عنھما ولعنھما یکون کافرا وان فضل علیھما علیا لایکفر وھو مبتدع[1]

رافضی اگر شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا کہے یا اُن پر تبرا بکے کافر ہو جائے۔ اور اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو اُن سے افضل کہے کافر نہیں گمراہ بدمذہب ہے۔

اسی میں وہیں ہے:

من انکر خلافۃ ابی بکر الصدیق فھو کافر فی الصحیح وکذا منکر خلافۃ ابی حفص عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الاظھر[2]

خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر مذہبِ صحیح پر کافر ہے، اور ایسا ہی قولِ اظہر میں خلافتِ فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا منکر بھی۔

فتاویٰ علامہ نوح آفندی، پھر مجموعہ شیخ الاسلام عبید اللہ آفندی، پھر مغنی المستفتی عن سوال المفتی، پھر عقود الدریہ مطبع مصر جلد اول ص ۹۲ و ۹۳ میں ہے:

الروافض کفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر منھا انھم ینکرون خلافۃ الشیخین ومنھا انھم یسبون الشیخین سود اللہ وجوھھم فی الدارین فمن اتصف بواحد من ھذہ الامور فھو کافر ملتقطا[3]

رافضی کافر ہیں طرح طرح کے کفروں کے مجمع ہیں از انجملہ خلافت شیخین کا انکار کرتے ہیں از انجملہ شیخین کو بُرا کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں رافضیوں کا منہ کالا کرے، جو ان میں کسی بات سے متصف ہو کافر ہے۔ ملتقطا۔

انھیں میں ہے:

---

[1] تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ للشرنبلالی

[2] " " " "

[3] عقود الدریہ باب الردۃ والتعزیر ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۴ - ۱۰۳

اما سب الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما فانہ کسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال الصدر الشہید من سب الشیخین اولعنہما یکفر[1]

شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بُرا کہنا ایسا ہے جیسا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنا، اور امام صدر شہید نے فرمایا: جو شیخین کو بُرا کہے یا تبرا کہے کافر ہے۔

عقود الدریہ میں بعد نقل فتوٰی مذکورہ ہے،

وقد اکثر مشائخ الاسلام من علماء الدولۃ العثمانیۃ لازالت مؤیدۃ بالنصرۃ العلیۃ الافتاء فی شان الشیعۃ المذکورین وقد اشبع الکلام فی ذلک کثیر منہم والفوا فیہ الرسائل وممن افتی بنحو ذلک فیہم المحقق المفسر ابوالسعود أفندی العمادی ونقل عبارتہ العلامۃ الکواکبی الحلبی فی شرحہ علی منظومتہ الفقہیۃ المسماۃ بالفوائد السنیۃ[2]

علمائے دولتِ عثمانیہ کہ ہمیشہ نصرتِ الٰہی سے مؤید رہے، اُن سے جو اکابر شیخ الاسلام ہوئے انھوں نے شیعہ کے باب میں کثرت سے فتوے دئے، بہت نے طویل بیان لکھے اور اس بارے میں رسالے تصنیف کئے، اور انھیں میں سے جنھوں نے روافض کے کفر و ارتداد کا فتوٰی دیا۔ محقق مفسر ابومسعود آفندی عمادی (سردار مفتیان دولت علیہ عثمانیہ) ہیں اور اُن کی عبارت علامہ کواکبی حلبی نے اپنے منظومہ فقہیہ مسمّٰی بہ فرائد سنیہ کی شرح میں نقل کی۔

اشباہ قلمی فن ثانی باب الرواۃ اور اتحاف ص۱۸۶ اور الفتوی جلد اول ص۲۵ اور واقعات المفتین ص۱۳ سب میں مناقب کردری سے ہے،

یکفر اذا انکر خلافتہما او یبغضہما لمحبۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لہما[3]

جو خلافتِ شیخین کا انکار کرے یا اُن سے بغض رکھے کافر ہے کہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبوب ہیں

بلکہ بہت اکابر نے تصریح فرمائی کہ رافضی تبرائی ایسے کافر ہیں جن کی توبہ بھی قبول نہیں، تنویر الابصار متن درمختار مطبع ہاشمی ص ۳۱۹ میں ہے،

۱؎ عقود الدریۃ — باب الردۃ والتعزیر — ارگ بازار قندھار افغانستان — ۱/۱۰۴
۲؎ " " — " " — " " — ۱/۱۰۵
۳؎ واقعات المفتین — کتاب السیر — دائرۃ معارف اسلامیہ، بلوچستان — ص ۱۳

17 کل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسب النبی او الشیخین او احدھما [1]

ہر مرتد کی توبہ قبول ہے مگر وہ جو کسی نبی یا حضرات شیخین یا ان میں ایک کی شان میں گستاخی سے کافر ہوا۔

اشباہ والنظائر قلمی فن ثانی کتاب السیر اور فتاوٰی خیریہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۹۴ و ۹۵ اور اتحاف الابصار والبصائر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۶ میں ہے:

کافر تاب فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا والاخرۃ الا جماعۃ الکافر بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسائر الانبیاء وبسب الشیخین او احدھما [2]

جو کافر توبہ کرے اس کی توبہ دنیا و آخرت میں قبول ہے مگر کچھ کافر ایسے ہیں جن کی توبہ مقبول نہیں ایک وہ جو ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا، دوسرا وہ کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں یا ایک کو برا کہنے کے باعث کافر ہوا۔

درمختار میں ہے:

فی البحر عن الجوھرۃ معزیا للشھید من سب الشیخین او طعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتوی انتھی وجزم بہ الاشباہ واقرہ المصنف [3]

یعنی بحر الرائق میں بحوالہ جوہرہ نیرہ شرح مختصر قدوری امام صدر شہید سے منقول ہے جو شخص حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو برا کہے یا ان پر طعن کرے وہ کافر ہے اس کی توبہ قبول نہیں، اور اسی پر امام دبوسی و امام فقیہ ابو اللیث ثمرقندی نے فتوٰی دیا، اور یہی قول فتوٰی کے لئے مختار ہے، اسی پر اشباہ میں جزم کیا اور علامہ شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ غزی تمرتاشی نے اسے برقرار رکھا۔

اور بہ ظاہر کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ترکہ نہیں پا سکتا، درمختار صفحہ ۲۸۳ میں:

موانعہ الرق والقتل واختلاف الملتین اسلاما وکفرا ملتقطا [4]

یعنی میراث کے مانع ہیں غلام ہونا اور مورث کو قتل کرنا اور مورث و وارث میں اسلام و کفر کا اختلاف۔

تبیین الحقائق جلد ۶ ص ۲۴۰ اور عالمگیری جلد ۶ ص ۴۵۴ میں ہے:

---

[1] درمختار — کتاب الجہاد — باب المرتد — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۵۷-۳۵۶

[2] فتاوٰی خیریہ — کتاب السیر — باب المرتدین — دار المعرفۃ بیروت — ۱/ ۱۰۲

[3] درمختار شرح تنویر الابصار — باب المرتد — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۳۵۷

[4] درمختار — " " " — کتاب الفرائض — ۲/ ۳۵۴

17/17

اختلاف الدین ایضا یمنع الارث والمراد بہ الاختلاف بین الاسلام والکفر۱؎

مورث و وارث میں دینی اختلاف بھی مانع میراث ہے، اور اس سے مراد اسلام و کفر کا اختلاف ہے۔

بلکہ رافضی خواہ وہابی خواہ کوئی کلمہ گو جو باوصف ادعائے اسلام عقیدۂ کفر رکھے وہ تو بتصریح ائمۂ دین سب کافروں سے بدتر کافر یعنی مرتد کے حکم میں ہے۔ ہدایہ مطبع مصطفائی جلد اخیر صفحہ ۵۶۳ اور درمختار صفحہ ۶۶۸ اور عالمگیری جلد ۶ صفحہ ۱۴۲ میں ہے:

صاحب الھوی ان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد۲؎

بدمذہب اگر عقیدہ کفریہ رکھتا ہو تو مرتد کی جگہ ہے۔

غرر متن درر طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۴۴۶ میں ہے:

ذوھوی ان اکفر فکالمرتد۳؎

بدمذہب اگر تکفیر کیا جائے تو مثل مرتد کے ہے۔

ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر جلد ۲ صفحہ ۶۸۹ میں ہے:

ان حکم بکفرہ بما ارتکبہ من الھوی فکالمرتد۴؎

اگر اُسی بدمذہبی کے سبب اُس کے کفر کا حکم دیا جائے تو وہ مرتد کی مثل ہے۔

نیز فتاوٰی ہندیہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۴ اور طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸ اور برجندی شرح نقایہ جلد ۴ صفحہ ۲۰ میں ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا (الی قولہ) وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ۵؎

یعنی رافضیوں کو اُن کے عقائد کفریہ کے باعث کافر کہنا واجب ہے، یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اُن کے احکام بعینہٖ مرتدین کے احکام ہیں، ایسا ہی فتاوٰی ظہیریہ میں ہے۔

اور مرتد اصلاً صالح وراثت نہیں، مسلمان تو مسلمان کسی کافر حتی کہ خود اپنے ہم مذہب مرتد کا

۱؎ تبیین الحقائق کتاب الفرائض المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۶/۲۴۰
۲؎ فتاوٰی ہندیہ الباب الثامن فی وصیۃ الذمی والحربی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۳۰
۳؎ غرر الاحکام مع الدرر الحکام کتاب الوصایا فصل وصایا الذمی احمد کامل الکائنۃ العلیہ مصر ۲/۴۴۶
۴؎ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الوصایا باب وصیۃ الذمی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۷۱۰
۵؎ فتاوٰی ہندیہ باب المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴

ترکہ بھی ہرگز اسے نہیں پہنچ سکتا۔ عالمگیری جلد ۶ ص ۴۵۵ میں ہے:

المرتد لایرث من مسلم ولا من مرتد مثلہ کذا فی المحیط[1] — مرتد نہ کسی مسلمان اور نہ ہی اپنے جیسے مرتد کا وارث ہوگا، ایسے ہی محیط میں ہے۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے:

المرتد لایرث من احد لا من المسلم ولا من الذمی ولا من مرتد مثلہ[2] — مرتد کسی کا بھی وارث نہ بنے گا نہ مسلمان نہ ذمی اور نہ ہی اپنے جیسے مرتد کا۔ (ت)

یہ حکمِ فقہی مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے اگرچہ تبرّا و انکار خلافتِ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے سوا ضروریاتِ دین کا انکار نہ کرتے ہوں،

والاحوط فیہ قول المتکلمین انھم ضلال من کلاب النار لاکفار وبہ ناخذ۔ — اس میں محتاط متکلمین کا قول ہے کہ وُہ گمراہ اور جہنمی کُتّے ہیں کافر نہیں، اور یہی ہمارا مسلک ہے (ت)

اور روافضِ زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکرانِ ضروریاتِ دین اور باجماعِ مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ جو انھیں کافر نہ جانے خود کافر ہے، بہت عقاید کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں اُن کے عالم جاہل مرد عورت چھوٹے بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں،

کفر اوّل: قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کہتا ہے اُس میں سے کچھ سورتیں امیر المومنین عثمان غنی ذوالنورین یا دیگر صحابہ یا اہلسنت رضی اللہ تعالٰی عنہم نے گھٹا دیں، کوئی کہتا ہے کچھ لفظ بدل دیے، کوئی کہتا ہے یہ نقص و تبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت یا نقص یا تبدیل کسی طرح کے تصرفِ بشری کا دخل مانے یا اُسے محتمل جانے بالاجماع کافر مرتد ہے کہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے، اللہ عزوجل سورۂ حجر میں فرماتا ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون[3] — بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور بیشک بالیقین ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

بیضاوی شریف مطبع لکھنؤ صفحہ ۴۲۸ میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الفرائض الباب السادس فی میراث اہل الکفر الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۴۵۵

[2] خزانۃ المفتین کتاب الفرائض قلمی ۲/۲۵۰

[3] القرآن الکریم ۱۵/۹

لحفظون ای من التحریف والزیادۃ و النقص[1]

تبدیل وتحریف اور کمی بیشی سے حفاظت کرنے والے ہیں۔ (ت)

جلالین شریف میں ہے:

لحفظون من التبدیل والتحریف والزیادۃ والنقص[2]

یعنی حق تعالٰی فرماتا ہے ہم خود اُس کے نگہبان ہیں اُس سے کہ کوئی اُسے بدل دے یا اُلٹ پلٹ کردے یا کچھ بڑھادے یا گھٹادے۔

جمل مطبع مصر جلد ٢ ص ٥٩١ میں ہے:

بخلاف سائر الکتب المنزلۃ فقد دخل فیھا التحریف والتبدیل بخلاف القراٰن فانہ محفوظ عن ذلك لایقدر احد من جمیع الخلق الانس والجن ان یزید فیہ اوینقص منہ حرفا واحدا اوکلمۃ واحدۃ[3]

یعنی بخلاف اور کُتبِ آسمانی کے کہ اُن میں تحریف و تبدیل نے دخل پایا، اور قرآن اس سے محفوظ ہے، تمام مخلوق جن و انس کسی کی جان نہیں کہ اُس میں ایک لفظ یا ایک حرف بڑھادیں یا کم کردیں۔

اللہ تعالٰی سورہ حٰم السجدہ میں فرماتا ہے:

وانہ لکتٰب عزیز ○ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولامن خلفہ تنزیل من حکیم حمید[4] ○

بیشک یہ قرآن شریف معزز کتاب ہے باطل کو اس کی طرف اصلاً راہ نہیں، نہ سامنے سے نہ پیچھے سے، یہ اتارا ہُوا ہے حکمت والے سراہے ہُوئے کا۔

تفسیر معالم التنزیل شریف مطبوعہ بمبئی جلد ٣ ص ٣٥ میں ہے:

قال قتادۃ والسدی الباطل ھو الشیطان لایستطیع ان یغیر او یزید فیہ اوینقص منہ قال الزجاج معناہ انہ محفوظ من

یعنی قتادہ وسُدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہے قرآن میں کچھ گھٹا بڑھا بدل نہیں سکتا۔ زجاج نے کہا باطل کہ زیادت ونقصان ہیں قرآن اُن سے محفوظ

---

[1] انوار التنزیل المعروف بالبیضاوی تحت آیۃ انا نحن نزلنا الذکر الخ مطبع مجتبائی دہلی ٢/ ٣٠٠
[2] تفسیر جلالین " " " " " " " " اصح المطابع دہلی ص ٢١١
[3] الفتوحات الالٰہیہ " " " " " " " " مصطفی البابی مصر ٢/ ٥٣٩
[4] القرآن الکریم ٤١/ ٤١ و ٤٢

ان ینقص منه فیأتیه الباطل من بین یدیه اویزاد فیه فیأتیه الباطل من خلفه وعلی هذا المعنی الباطل الزیادة والنقصان۔[1]

ہے، کچھ کم ہوجائے تو باطل سامنے سے آئے بڑھ جائے تو پس پشت سے۔ اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے۔

کشف الاسرار امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری شرح اصول امام ہمام فخر الاسلام بزدوی مطبوع قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۸۸ و ۸۹ میں ہے:

کان نسخ التلاوۃ والحکم جمیعا جائزا فی حیاۃ النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فاما بعد وفاتہ فلا یجوز قال بعض الرافضۃ والملحدۃ ممن یتستر باظہار الاسلام وھو قاصد الی افسادہ ھذا جائز بعد وفاتہ ایضا وزعموا ان فی القراٰن کانت اٰیات فی امامۃ علی وفی فضائل اھل البیت فکتمھا الصحابۃ فلم تبق باندراس زمانھم والدلیل علی بطلان ھذا القول قولہ تعالٰی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون، کذا فی اصول الفقہ لشمس الائمۃ ملتقطا۔[2]

قرآن عظیم سے کسی چیز کی تلاوت وحکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانۂ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں جائز تھا، بعد وفات اقدس ممکن نہیں، بعض وہ لوگ کہ رافضی اور نرے زندیق ہیں بظاہر مسلمانی کا نام لے کر اپنا پردہ ڈھانکتے ہیں اور حقیقۃً انھیں اسلام کو تباہ کرنا مقصود ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے، وہ بکتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں امامت مولٰی علی اور فضائل اہلبیت میں تھیں کہ صحابہ نے چھپا ڈالیں جب وہ زمانہ مٹ گیا باقی نہ رہیں اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ ایسا ہی امام شمس الائمہ کی کتاب اصول الفقہ میں ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف مطبع صدیقی ص ۳۶۴ میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کرکے فرماتے ہیں:

وکذلک من انکر القراٰن او حرفا منہ او غیر شیئا منہ

یعنی اسی طرح وہ بھی قطعاً اجماعاً کافر ہے جو قرآن عظیم یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اس میں سے

---

[1] معالم التنزیل علی ھامش الخازن تحت آیۃ وانہ لکتاب عزیز لایأتیہ الخ مصطفی البابی مصر ۶/۱۱۳

[2] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تفصیل المنسوخ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۸۸-۸۹

اوزادفیہ[1]۔ کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجودہ میں کچھ زیادہ بتائے۔

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنؤ ص ۶۱۲ میں ہے:

اعلم انی رأیت فی مجمع البیان تفسیر الشیعۃ انہ ذھب بعض اصحابھم الی ان القراٰن العیاذ باللہ کان زائدا علی ھذا المکتوب المقروء قد ذھب بتقصیر من الصحابۃ الجامعین العیاذ باللہ لم یختر صاحب ذلک التفسیر ھذا القول فمن قال بھذا القول فھو کافر لانکارہ الضروری[2]۔

یعنی میں نے طبرسی رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذاللہ اس قدر موجود سے زائد تھا جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذاً باللہ اُن کے قصور سے جاتا رہا اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا، جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے۔

کفر دوم: ان کا ہر متنفس سیّدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے باجماع مسلمین کافر بے دین ہے۔ شفاء شریف صفحہ ۳۶۵ میں انہی اجماعی کفروں کے بیان میں ہے:

وکذلک نقطع بتکفیر غلاۃ الرافضۃ فی قولھم ان الائمۃ افضل من الانبیاء[3]۔

اور اسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں اُن غالی رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں۔

امام اجل نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام مطبع مصر صفحہ ۴۴ میں کلام شفا نقل فرماتے اور مقرر رکھتے ہیں، ملا علی قاری شرح شفا مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۲۶ میں فرماتے ہیں:

ھذا کفر صریح[4] یہ کھلا کفر ہے۔ منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر مطبع حنفی ص ۱۴۶ میں ہے:

ما نقل عن بعض الکرامیۃ من جواز کون الولی افضل من النبی کفر وضلالۃ والحاد

وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے یہ کفر و ضلالت و بے دینی و

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ما ہو من مقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۲۷۴

[2] فواتح الرحموت بذیل المستصفیٰ مسئلہ کل مجتہد فی المسئلۃ الاجتہاد الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۳۸۶

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ما ھو من المقالات ۲/ ۲۷۵

[4] شرح الشفاء لملا علی قاری " " " " " " دار الفکر بیروت ۴/ ۵۱۹

وجہالۃ[1] جہالت ہے۔

شرح مقاصد مطبوع قسطنطنیہ جلد ۲ ص ۳۰۵ اور طریقہ محمدیہ علامہ برکوی قلمی آخر فصل اول باب ثانی میں ہے:

واللفظ لہا ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء[2] — بیشک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد اول ص ۲۱۵ میں ہے:

التفضیل علی نبی تفضیل علی کل نبی[3] — کسی غیر نبی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیاء سے افضل بتانا ہے۔

شرح عقائد نسفی مطبع قدیم ص ۶۵ پھر طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ ص ۲۱۵ میں ہے:

واللفظ لہما (تفضیل الولی علی النبی) مرسلا کان اولا (کفر وضلال کیف وھو تحقیر للنبی) بالنسبۃ الی الولی (وخرق الاجماع) حیث اجمع المسلمون علی فضیلۃ النبی علی الولی الخ باختصار[4]۔ — ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر وضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کا رد ہے کہ ولی سے نبی کے افضل ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے الخ اختصاراً۔

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۷۵ میں ہے:

النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من الشرع بالضرورۃ[5]۔ — نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب الولی لایبلغ درجۃ النبی مصطفی البابی مصر ص ۱۲۱

[2] طریقہ محمدیہ ان الولی لایبلغ درجۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/۸۴

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۱۵

[4] " " " " " " " " " " " " " ۱/۲۱۶

[5] ارشاد الساری کتاب العلم باب مایستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۱۴

روافض کے مجتہدانِ حال نے اپنے فتووں میں ان صریح کفروں کا صاف اقرار کیا ہے۔

یہ فتویٰ رسالہ تکملہ رد روافض و رسالہ اظہار الحق مطبوعات مطبع صبح صادق سیتاپور ۱۲۹۳ھ م ۱۸۷۶ء میں مفصل مذکور ہیں جن میں اس مقام کے متعلق یہ الفاظ ہیں:

فتویٰ (۱): چہ می فرمایند مجتہدین دریں مسئلہ کہ مرتبہ ولی مصطفےٰ علی مرتضےٰ علیہ السلام از سائر انبیائے سابقین علیہم السلام سوائے سرور کائنات محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم افضل ست یا نہ؟ بیّنوا وتوجروا۔

الجواب: افضل ست واللہ یعلم۔

ہو العالم ۱۲۸۳

الراقم میر آغا عفی عنہ

فتویٰ (۲): چہ میفرمایند دریں مسئلہ کہ در کلام مجید جمع کردہ عثمان تحریف از تخریج آیات مدائح جناب امیر علیہ السلام وغیرہ واقع شدہ یا نہ؟

جواب: ایں امر بر سبیل جزم وقطع ثابت نیست لیکن متحمل ست۔ واللہ یعلم۔

ہو العالم ۱۲۸۳

الراقم میر آغا عفی عنہ

فتویٰ (۳): مسئلہ دوم مرتبہ اہلبیت نبوی صلوات اللہ علیہم اجمعین سیما حضرت علی مرتضےٰ از سائر انبیاء افضل ست یا نہ؟

جواب: البتہ مراتب ائمہ ہدیٰ از سائر انبیاء بلکہ رسولان اولوالعزم سوائے حضرت خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہ زیادہ بود ورتبۂ جناب امیر نیز۔

سید علی محمد ۱۲۶۳

فتویٰ (۲): کیا فرماتے ہیں مجتہدین دین اس مسئلہ میں کہ ولی مصطفےٰ علی مرتضےٰ علیہ السلام ماسوائے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے باقی تمام انبیائے سابقین سے افضل ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب: افضل ہیں، اللہ جانتا ہے۔ (ت)

ہو العالم ۱۲۸۳

الراقم میر آغا عفی عنہ

فتویٰ (۲): آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ عثمان کے جمع کردہ قرآن مجید میں امیر علیہ السلام کی مدح والی آیات میں تحریف کی گئی ہے یا نہیں؟

جواب: یہ چیز یقینی اور قطعی نہیں تاہم احتمال ہے، اللہ جانتا ہے۔

ہو العالم ۱۲۸۳

الراقم میر آغا عفی عنہ

فتویٰ (۳): دوسرا مسئلہ کہ نبی کے اہل بیت صلوات اللہ علیہم اجمعین خصوصاً علی مرتضےٰ تمام انبیاء سے افضل ہیں یا نہیں؟

جواب: البتہ ائمہ ہدیٰ کا مرتبہ تمام انبیاء بلکہ رسولوں سے ماسوائے خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہ کے زیادہ تھا اور رتبہ جناب امیر کا بھی۔

سید علی محمد ۱۲۶۳

فتوٰی (۴): مسئلہ ہفتم در قرآن مجید جمع کردۂ عثمان تحریف و نقصان واقع شدہ یا نہ؟

جواب: تحریف جامع القرآن بلکہ محرق و محرف قرآن در نظم قرآن یعنی ترتیب آیات از کلام مفسرین فریقین و عنوان نظم قرآن مستغنی عن البیان و ہچنیں نقصان بعضی آیات واردہ در فضیلت اہلبیت علیہم السلام مدلول قرائن بسیار و آثار بیشمار۔

سید علی محمد ۱۲۶۳

فتوٰی (۴): ساتواں مسئلہ، عثمان کے جمع کردہ قرآن مجید میں تحریف اور کمی واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن کے جامع بلکہ جلانے والے اور تحریف کرنے والے کی تحریف نظم قرآن یعنی ترتیب آیات میں فریقین کے مفسرین کے کلام اور نظم قرآن کے عنوان سے واضح ہے، اور یونہی اہلبیت علیہم السلام کی فضیلت میں وارد بعض آیات میں کمی بہت سے قرائن اور بے شمار آثار سے ثابت ہے۔

سید علی محمد ۱۲۶۳

روافض علی العموم اپنے مجتہدوں کے پیرو کار ہوتے ہیں، اگر بالفرض غلط کوئی جاہل رافضی ان کھلے کفروں سے خالی الذہن بھی ہو تو فتوائے مجتہدان کے قبول سے اُسے چارہ نہیں اور بفرض باطل یہ بھی مان لیجئے کہ کوئی رافضی ایسا نکلے جو اپنے مجتہدین کے فتوٰی بھی تہ مانے تو الاقل اتنا یقیناً ہوگا کہ ان کفروں کی وجہ سے اپنے مجتہدوں کو کافر نہ کہے گا، بلکہ اُنھیں اپنے دین کا عالم و پیشوا و مجتہد ہی جانے گا اور جو کسی کافر منکر ضروریات دین کو کافر نہ مانے خود کافر مرتد ہے۔ شفاء شریف ص ۳۶۲ میں اجماعی کفر کے بیان میں ہے:

ولهذا نكفر من لم يكفر من دان بغير ملة المسلمين من الملل او وقف فيهم او شك اوصحح مذهبهم وان اظهر مع ذلك الاسلام واعتقده واعتقد ابطال كل مذهب سواه فهو كافر باظهاره ما اظهر من خلاف ذلك[1]

ہم اسی واسطے کافر کہتے ہیں ہر اس شخص کو جو کافروں کو کافر نہ کہے یا ان کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے یا اُن کے مذہب کی تصحیح کرے اگرچہ اس کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان جتاتا اور اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا ہر مذہب کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اُس کے خلاف اُس اظہار سے کہ کافر کو کافر نہ کہا خود کافر ہے۔

اُسی کے صفحہ ۳۲۱ اور فتاوٰی بزازیہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۲ اور درر وغرر مطبع مصر جلد اول صفحہ ۳۰۰ اور فتاوٰی خیریہ جلد اول صفحہ ۹۴ و ۹۵ اور درمختار صفحہ ۳۱۹ اور مجمع الانہر جلد اول صفحہ ۶۱۸ میں ہے:

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ما ھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ص ۲۷۱

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] | جواس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بالیقین خود کافر ہے۔

علمائے کرام نے خود روافض کے بارے میں بالخصوص اس حکم کی تصریح فرمائی، علامہ نوح آفندی وشیخ الاسلام عبداللہ آفندی وعلامہ حامد عمادی آفندی مفتی دمشق الشام وعلامہ سید ابن عابدین شامی عقود جلد اول ص ۹۲ میں اس سوال کے جواب میں کہ رافضیوں کے باب میں کیا حکم فرماتے ہیں:

ھٰؤلاء الکفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر ومن توقف فی کفرھم فھو کافر مثلھم[2] اھ مختصرا۔ | یہ کافر طرح طرح کے کفروں کے مجمع ہیں جو ان کے کفر میں توقف کرے خود انھیں کی طرح کافر ہے اھ مختصراً۔

علامۃ الوجود مفتی ابو السعود اپنے فتاوٰی پھر علامہ کواکبی شرح فرائد سنیہ پھر علامہ محمد امین الدین شامی تنقیح الحامدیۃ ص ۹۳ میں فرماتے ہیں:

اجمع علماء الاعصار علی ان من شك فی کفرھم کان کافرا[3] | تمام زمانوں کے علماء کا اجماع ہے کہ جو ان رافضیوں کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔

تنبیہ جلیل: مسلمانو! اصل مدار ضروریاتِ دین ہیں اور ضروریات اپنے ذاتی روشن بدیہی ثبوت کے سبب مطلقاً ہر ثبوت سے غنی ہوتے ہیں یہاں تک کہ اگر بالخصوص ان پر کوئی نص قطعی اصلاً نہ ہو جب بھی اُن کا وہی حکم رہے گا کہ منکر یقیناً کافر مثلاً عالم بجمیع اجزائہ حادث ہونے کی تصریح کسی نص قطعی میں نہ ملے گی۔ غایت یہ کہ آسمان وزمین کا حدوث ارشاد ہوا ہے مگر باجماعِ مسلمین کسی غیر خدا کو قدیم ماننے والا قطعاً کافر ہے جس کی اسانید کثیرہ فقیر کے رسالہ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید[1] میں مذکور تو وجہ وہی ہے کہ حدوث جمیع ماسوی اللہ ضروریات دین سے ہے کہ اسے کسی ثبوت خاص کی حاجت نہیں۔ اعلام امام ابن حجر ص[2] میں ہے:

زاد النووی فی الروضۃ ان الصواب | علامہ نووی نے روضہ میں یہ زائد کہا کہ درست

---

[1] درمختار | کتاب الجہاد | باب المرتد | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۵۶

[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ | باب الردۃ والتعذیر | ارگ بازار قندھار افغانستان | ۱/۱۰۲-۱۰۳

[3] " " " " " " " " " | ۱/۱۰۵

تقیدہ بما اذا جحد مجمعًا علیہ یعلم من دین الاسلام ضرورۃ سواء کان فیہ نص ام لا۔[1]

یہ ہے اسے اس چیز سے مقید کیا جائے جس کا ضروریاتِ اسلام سے ہونا بالاجماع معلوم ہو اس میں کوئی نص ہو یا نہ ہو۔ (ت)

یہی سبب ہے کہ ضروریاتِ دین میں تاویل مسموع نہیں ہوتی اور شک نہیں کہ قرآن عظیم جو بحمد اللہ تعالٰی شرقاً غرباً قرناً فقرناً تیرہ سو برس سے آج تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود محفوظ ہے باجماع مسلمین بلا کم وکاست وہی تنزیل رب العالمین ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پہنچائی اور ان کے ہاتھوں میں اُن کے ایمان اُن کے اعتقاد اُن کے اعمال کے لئے چھوڑی، اسی کا ہر نقص وزیادت وتغیر وتحریف سے مصئون ومحفوظ، اور اُسی کا وعدۂ حقہ صادقہ "انا لہ لحافظون" میں مراد ومحفوظ ہونا ہی یقیناً ضروریاتِ دین سے ہے نہ یہ کہ قرآن جو تمام جہان کے مسلمانوں کے ہاتھ میں تیرہ سو برس سے آج تک ہے یہ تو نقص وتحریف سے محفوظ نہیں، ہاں ایک وہم تراشیدہ صورت ناکشیدہ دندان غول کی خواہر پوشیدہ غار سامرہ میں اصلی قرآن بغل کتمان میں دبائے بیٹھی ہے "انا لہ لحافظون" کا مطلب یہی ہے یعنی مسلمانوں سے عمل تو اُسی محرف مبدل ناقص نامکمل پر کرائیں گے اور اس اصلی جعلی کو ع

برائے نہادن چہ سنگ وچہ زر

(رکھنے کے لئے پتھر اور سونا برابر ہیں۔ ت)

کی کھوہ میں چھپائیں گے، گویا "حافظون" کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کو مسلمانوں سے محفوظ رکھیں گے، انھیں اس کی پرچھائیں نہ دکھائیں گے، بعض ناپاکوں نے اس سے بڑھ کر تاویل نکالی ہے کہ قرآن اگرچہ کتنا ہی بدل جائے مگر علم الٰہی ولوحِ محفوظ میں تو بدستور باقی ہے حالانکہ علم الٰہی میں کوئی شے نہیں بدل سکتی، پھر قرآن کی کیا خوبی نکلی۔ توریت وانجیل درکنار، مہمل سی مہمل ردی سی ردی کوئی تحریر جس میں مصنف کا ایک لفظ ٹھکانے سے نہ رہا بلکہ دنیا سے سراسر معدوم ہوگئی ہو علم الٰہی ولوحِ محفوظ میں یقیناً بدستور باقی ہے، ایسی ناپاک تاویلات ضروریاتِ دین کے مقابل نہ مسموع ہوں نہ اُن سے کفر وارتداد اصلاً مدفوع ہو، اُن کی حالت وہی ہے جو نیچریہ نے آسمان کو بلندی، جبریل وملائکہ کو قوتِ خیر، ابلیس وشیاطین کو قوتِ بدی، حشر ونشر وجنت ونار کو محض روحانی نہ جسدی بنالیا۔ قادیانی مرتد نے خاتم النبیین کو افضل المرسلین، ایک دوسرے شقی نے نبی بالذات سے بدل دیا، ایسی تاویلیں سُن لی جائیں تو اسلام وایمان قطعاً درہم برہم ہوجائیں، بت پرست لا الٰہ الا اللہ

---

[1] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۵۳

کی تاویل کرلیں گے کہ یہ افضل واعلیٰ میں حصر ہے یعنی خدا کے برابر دُوسرا خدا ہے وہ سب دوسروں سے بڑھ کر خدا ہے نہ یہ کہ دوسرا خدا ہی نہیں جیسے لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار (علی کرم اللہ وجہہ کے بغیر کوئی بہادر جوان نہیں اور ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں۔ ت) وغیرہ محاوراتِ عرب سے روشن ہے یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ ایسے مرتدان لیام مدعیان اسلام کے مکروہ اوہام سے نجات وشفا ہے وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العٰلمین۔

بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے

کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں اُن کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہر الٰہی ہے۔ اگر مرد سُنّی اور عورت ان خبیثوں میں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہ ہوگا محض زنا ہوگا، اولاد ولد الزنا ہوگی باپ کا ترکہ نہ پائے گی اگرچہ اولاد بھی سُنّی ہی ہو کہ شرعاً ولد الزنا کا باپ کوئی نہیں، عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی نہ مہر کی کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں، رافضی اپنے کسی قریب حتیٰ کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پاسکتا۔ سُنّی تو سُنّی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں اس کا اصلاً کچھ حصہ نہیں، ان کے مرد عورت عالم جاہل کسی سے میل جول، سلام کلام سب سخت کبیرہ اشد حرام، جو ان کے ان ملعون عقیدوں پر آگاہ ہوکر پھر بھی انھیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے، اور اُس کے لئے بھی یہی سب احکام ہیں جو اُن کے لئے مذکور ہُوئے، مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتوٰی کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کرکے سچے پکے مسلمان سُنّی بنیں، وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبـــــــــــــــــــــــــہ
عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری
عبد المصطفٰی احمد رضا خاں

مسئلہ ۳۵: ازمانڈے سورتی مسجد ملک برہما مسئولہ مولوی احمد مختار صاحب صدیقی ۶ رجب ۱۳۳۳ھ

ایک شخص ہمیشہ علماء کو بُرا کہتا رہتا ہے چنانچہ ایک روز اس کے سامنے ذکر ہوا کہ فلاں عالم نے تشریف لانے والے ہیں تو وہ فوراً کہتا ہے کہ ہاں آتے ہوں گے کوئی بھاڑ کھاؤ ایسے بدگو علماء کیلئے شریعت غرہ میں کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسے شخص کی نسبت حدیث فرماتی ہے منافق ہے، فقہاء فرماتے ہیں کافر ہے۔ خطیب حضرت ابوہریرہ اور ابوالشیخ ابن حبان کتاب التوبیخ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاثۃ لایستخف بحقھم الا منافق بین النفاق ذوالشیبۃ فی الاسلام والامام المقسط ومعلم الخیر[1]

تین افراد کو منافق کے علاوہ کوئی حقیر نہیں سمجھے گا، وُہ بُوڑھا جو حالتِ اسلام میں بوڑھا ہوا، عادل امیر اور خیر کی تعلیم دینے والا۔ (ت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال لعالم عویلم او لعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سادات اور علماء کی تحقیر کفر ہے، جو عالم کو عویلم، علوی کو علیوی حقارت کی نیت سے کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۶: مسئولہ اکبر یار خاں صاحب ساکن شہر کہنہ محصل چندہ مدرسہ اہلسنّت وجماعت ۹ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ دوشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ سب عبادتیں محض اللہ رب العزت تبارک وتعالٰی ہی کے واسطے کرنا چاہئے اگرچہ اس کی ذات پاک بے نیاز ہے۔ کسی کی عبادت، ریاضت وغیرہ کی اس کو ضرورت نہیں ہے وہ اس سے پاک اور

---

[1] تاریخ بغداد ۸/۲۷ و ۱۴/۶۱ دارالکتاب العربی بیروت
کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی التوبیخ عن جابر حدیث ۴۳۸۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۳۲
[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۹۵

منزہ اور مبرا ہے، مگر بندۂ ناچیز کو اپنے مولا کی تعمیلِ حکم کرنا چاہئے، بکر کہتا ہے کہ زید کا دماغ خشک ہوگیا اس لئے کہتا ہے، یہ سب غلط ہے بلکہ جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ سب اپنی ذات کے لئے کرتے ہیں اور کرنا چاہئے، ایسی صورت میں زید وبکر کے قول کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب

زید وبکر اپنی اپنی مراد پر دونوں سچے ہیں، بیشک نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب اللہ عزوجل ہی کے لئے ہیں یعنی ان سے اسی کی عبادت ونجابت تعظیم مقصود ہے،

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین لا شریک لہ[1] بیشک میری نماز اور قربانی اور جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو مالک ہے سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں۔

اور بیشک تمام عبادات واعمال حسنہ اپنے ہی لئے ہیں یعنی اپنے فائدے کو ہیں من عمل صالحا فلنفسہ[2] جو نیک کام کرے وہ اپنے لئے کرتا ہے۔ دونوں قول قرآن عظیم میں موجود ہیں، ہاں بکر کا یہ کہنا کہ زید کا دماغ خشک ہوگیا ہے، مفت ایذائے مسلم ہے اس سے معافی چاہے اور اس کا کہنا کہ یہ سب غلط ہے بہت سخت کلمہ ہے اسے تجدید اسلام چاہئے کہ اس نے ایسے واضح دینی قرآنی قول کی تغلیط کی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ایضاً زید اپنے آپ کو گنہگار، خطاوار جانتا ہے مگر بروقت گفتگو زید یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان مومن سچا ہوں اور بکر بھی اپنے آپ کو گنہگار خیال کرتا ہے مگر بروقت بکر یہ کہتا ہے کہ میں ہرگز مسلمان نہیں ہوں چنانچہ زید کو اپنے بابت سچا مومن کہنا اور بکر کو مسلمان ہونے سے انکار کرنا کیسا ہے، دونوں کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب

زید کے قول میں حرج نہیں، ہاں اسے حمدِ الٰہی بڑھالینا چاہئے تھا، الحمدللہ میں مسلمان ہوں، بکر کا قول بہت قبیح ہے، ائمہ نے فرمایا ہے جو اپنے مسلمان ہونے سے انکار کرے وہ مسلمان نہیں اسے توبہ اور تجدید اسلام پھر تجدید نکاح چاہئے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳ از شہر کہنہ مسئولہ سید نوراللہ صاحب محرر دارالافتاء ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

(۱) زید بے علم ہے مگر ہر عالم درویش پر از رُوے اہانت اعتراض کرتا ہے اور عیب جوئی میں ساعی رہتا ہے، پس اہانتِ علماء وغیرہ شرعاً کیسا فعل ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۳

[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۶

(۲) کیا فیصلہ اور حکمِ شرعی سے متجاوز اور منکر ہونا کفر ہے یا گناہ کبیرہ؟ فقط

الجواب

(۱) عیب جوئی ہر مسلمان کی حرام ہے نہ کہ علماء کی، قال تعالٰی لا تجسسوا[۱] (اللہ تعالٰی نے فرمایا عیب نہ ڈھونڈو۔ ت) اور علمائے دین کی اہانت کفر ہے کما فی مجمع الانھر وغیرہ (جیسا کہ مجمع الانہر وغیرہ میں ہے۔ ت)

(۲) انکار بمعنی تکذیب کفر ہے اور تجاوز فسق و معصیت۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹ از ضلع بریلی ڈاک خانہ نجیہ رامپور موضع سات بیلہ مسئولہ رجب علی ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ شنبہ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی مسئلہ (کہ چند مولویان معہود بمکان شخصے کہ از و کارے خلاف شرع سرزدہ شدہ بود یعنی با زنِ مغلظہ خود تا مدت دو سہ ماہ با عیش ازدواج اوقات بسر برد) بوجود علم بلا تعمیل و تنبیہ ختم خوانی کردہ طعام خوری نمودند از یں جہت شخصے معتبر عالم دوست حاجی الحرمین کہ از مریدان جناب شاہ عبداللطیف شہنودی است و جناب شاہ صاحب نیز برائے تنبیہ امور شرع او را تاکید بسیار نمودہ و او برائے تعمیل ارشاد جناب شاہ صاحب اکثر مقدمات شرع شریف و معاملات دنیوی فیصلہ میکند و فی الحال در کار شرع بسیار مستحکم مستقیم ایشاں را گفتہ کہ مولویان ایں زماں در ریدہ سرگیں دہان افگنند و میان حرام و حلال تمیز نکنند پس دریں صورت شخص موصوف موافق شرع کافر شود یا نہ یا بروے فقط حکم تجدید نکاح کردہ شود یا نہ اگر شرعاً کافر نہ شود کسے او را کافر گوید بروئش چہ حکم

اس معاملہ میں آپ کا کیا قول ہے اللہ تعالٰی تم پر رحمت نازل فرمائے (کہ چند مقامی علماء نے ایک شخص کے مکان پر جس نے شریعت کی خلاف ورزی کر رکھی ہے یعنی اس نے اپنی مغلظہ عورت دو تین ماہ سے رکھی ہوئی ہے اور اس سے ازدواجی تعلقات قائم کئے ہوئے ہے ان لوگوں کو اس بات کا علم بھی تھا انھوں نے تنبیہ کے بغیر وہاں ختم پڑھا اور اس کا کھانا بھی کھایا اور ایک شخص معتبر عالم دوست، حرمین کا حاجی اور شاہ عبداللطیف شہنودی کا مرید ہے جناب شاہ صاحب نے بھی اسے امورِ شرع کے بارے میں خوب تاکید فرمائی اور وہ بحکم شاہ صاحب اکثر مقدمات شرعیہ اور معاملاتِ دنیوی کے فیصلے بھی کرتا ہے اس وقت وہ امورِ شرعیہ میں مستحکم اور مستقیم ہے اس نے انکے حق میں یہ کلمات کہے ہیں کہ اس زمانہ کے مولویوں نے گندگی میں منہ ڈالا ہوا ہے اور حلال و حرام میں وہ کوئی تمیز نہیں کرتے وہ شخص شرعی حکم کے مطابق کافر ہوگا یا نہ؟ یا اس پر فقط تجدید نکاح کا حکم جاری ہوگا یا نہیں اگر وہ

---

[۱] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

بیّنوا بسند الکتاب توجروا عند الله یوم الحساب، فقط۔

شرعاً کافر نہیں تو جو اُسے کافر کہے اس کا کیا حکم ہے؟ کتاب وسنّت کے حوالے سے بیان کیجئے اور یوم قیامت اللہ تعالٰی سے اجر پایئے۔ فقط (ت)

الجواب

کسے کہ بازن سہ طلاقہ خود بے تحلیل طرح معاشرت انداخت وزن زناشوئی باخت بجائے خود بزہ کار است وباچنیں گناہگاراں معاملہ پیشوایان دین مختلف بودہ است ہم بہ نرمی کار کردہ اند وہم بہ درشتی چنانکہ در احیاء العلوم رنگ تفصیل دادہ اند مولویان کہ بخانہ او ختم خواندند وچیزے خوردند گناہے نکردند کسے کہ آناں رابد افسانی الفاظ بدیاد کرد چیزے شنیع آورد باز حکم خاص بر آناں نہ نمود بلکہ عام مولویان ایں زمان گفت شناعتش از حد گزشت تکفیر او نشاید اما تجدید اسلام ونکاح سزد کہ باید وآنکہ تکفیر او کردہ است نیز کار از حد بروں بردہ است او را نیز توبہ باید۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں اور اس کے بعد بغیر حلال ہونے کے اس کے ساتھ مباشرت کرنا زنا اور بدکرداری ہے، ایسے گنہگار لوگوں کے ساتھ علمائے دین کا معاملہ مختلف ہوتا ہے کبھی ان پر نرمی کرنا پڑتی ہے اور کبھی سختی، اس کی تفصیل احیاء العلوم میں دیکھئے، مولویوں نے جو اس کے گھر ختم پڑھا اور کوئی چیز کھائی تو اس سے وہ گناہگار نہیں ہوجائے جو شخص انھیں بدالفاظ سے یاد کرتا ہے وہ بُرا کرتا ہے پھر ان پر حکم خاص نہیں رکھا بلکہ عام مولویوں کی بات کرتا ہے تو اگرچہ یہ بات نہایت بُری ہے لیکن اس پر تکفیر کا حکم جاری نہیں ہوسکتا، رہا تجدید اسلام اور نکاح کا معاملہ تو یہ مناسب ہے اور جس نے اس کی تکفیر کی ہے وہ بھی حد سے بڑھ گیا اس کو بھی توبہ کرنی چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ از شہر سورت محلہ سیدواڑہ مسئولہ سید صدرالدین زری والے
۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ چہارشنبہ

عالی خدمت عالی جناب مولانا مولوی حضرت احمد رضا خاں صاحب دام ظلکم بعد ادائے آداب تسلیمات کے گزارش ہے کہ در شہر سورت خیریت آنجناب کی شب و روز درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہوں، دیگر گزارش یہ کہ قبل از اس کے ایک گزارش نامہ در طلب ردوہابیہ ارسال خدمت کیا تھا، ہنوز انتظار دست یابی نسخہ مذکور رہوں، اس اثناء میں ایک اور سوال بے ثبات فرقہ مذکورہ سے ایجاد ہوا وہ یہ کہ رسالتمآب کے والد ماجد حالت کفر میں تھے اور اسی حالت میں رحلت بھی فرمایا اس کے رد میں اہل تسنن نے یہ جواب دیا کہ

وہ کسی حالت سے بھی کافر نہیں ہوسکتے تھے تو یہ کفر کا اطلاق نامعقول ہے یہ جواب دیا مگر قیاسی و یا سندی نہیں ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے جو اس بات کا پورا پورا جواب کریں اس لئے آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس کا بھی رد و ثبوت سرفراز ہو جائے تو عین سرفرازی ہے تمام کیفیت کما حقہٗ اس خط سے اور آگے کے خط سے گوش زد کیا ہوں، فقط۔ 18

الجواب

مذہب صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہما اہلِ توحید و اسلام و نجات تھے، بلکہ حضور کے آباد امہات حضرت عبداللہ و آمنہ سے حضرت آدم و حوا تک مذہب ارجح میں سب اہلِ اسلام و توحید ہیں۔ قال اللہ تعالٰی الذی یرٰک حین تقوم و تقلبك فی الساجدین[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو (ت)

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نور ایک نمازی سے دوسرے نمازی کی طرف منتقل ہوتا آیا[2]۔ اور حدیث میں ہے کہ رب عزوجل نے نور اقدس کی نسبت فرمایا کہ اسے اصلاب طیبہ و ارحام طاہرہ میں رکھوں گا[3] اور رب عزوجل کبھی کسی کافر کو طیب و طاہر نہ فرمائے گا، انما المشرکون نجس[4] (بیشک مشرکین نجس ہیں۔ ت) اس بارے میں ہمارا ایک خاص رسالہ ہے شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام۔ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس باب میں چھ رسالے لکھے۔ فشکر اللہ سعیہ واجزل ثوابہ (اللہ تعالٰی ان کی کاوش قبول فرمائے اور انھیں اجر عظیم سے نوازے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۱ تا ۴۳ مسئولہ معرفت مصطفٰے میاں سلمہ، بروز چہارشنبہ ۲۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) ایک سُنی کے سامنے ذکر آیا کہ شیعہ و معتزلہ دارجنت میں رؤیتِ باری عزوجل کے منکر ہیں، ان صاحب نے کہا وہ سچ کہتے ہیں انھیں تو نہیں ہوگی شاید لفظ مومنین کے لئے بھی ذکر میں تھا اگرچہ یہ ایک شبہہ سا یاد پڑتا ہے۔ یہ کہنا کیسا ہے؟

(۲) ارتضا حسین پیر میاں صاحب نے جو خود اپنا نام ابو البرکات رکھا اور اس پر اب آزاد کا اور اضافہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۱۹-۲۱۸

[2] معالم التنزیل مع الخازن آیہ وتقلبک فی الساجدین کے تحت مصطفی البابی مصر ۵/ ۹۹

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ مصر ۱/ ۶۳

[4] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

کیا، جس کی ایک واہی تباہی روایت چھپوا کر تقسیم کی، اس کی بابت ایک صاحب نے کہا کہ یہ نام انھوں نے کہاں سے رکھا، کچھ اللہ میاں کے یہاں تو آپ کا یہ نام لکھا ہُوا ہے نہیں جس پر کہا گیا کہ لوحِ محفوظ میں تو سب لکھا ہُوا ہے یہ بھی لکھا ہوا ہے، اس پر ان صاحب نے کہا کہ میں نے اس بنا پر کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ نام ماں باپ رکھتے ہیں وُہ نام اللہ میاں کے یہاں لکھا جاتا ہے، ظاہراً ان قائل کا مطلب یہ تھا کہ نام کرکے وہی نام لکھا جاتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہے اور جو خود گھڑ لے وہ بطور ایک امرِ واقع کے لکھا ہوتا ہے کہ فلاں اپنا یہ نام رکھے گا نام کرکے نہیں کہ فلاں کا یہ نام ہے، الغرض اس کا وُہ مقولہ کیسا ہے اور اس کی کیا اصل ہے کہ نام وہی ہوتا جو ماں باپ کا رکھا ہے یا خود رکھا ہُوا۔

(۳) ایک سُنّی صاحب کے سامنے میں نے کہا کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بہت خصائص ہیں، وُہ احکام شرعیہ جو عام نہیں ان سے حضور نے بعض صحابہ کو مستثنیٰ کیا تھا ان پر ان صاحب نے کہا کہ جبھی تو بعض جُہلا کہنے لگے تھے کہ اللہ عزّوجل رضا جوئے محمدی ہے، اس پر میں نے کہا کہ بعض جہلا کی کیا تخصیص ہے، اللہ عزّوجل تو رضا جوئے محمدی ہے انھوں نے بھی اس کا صاف اقرار کیا اور کہا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن بھی یہ کہنے لگی تھیں، مگر اصل بات یہ ہے کہ حضور اللہ عزّوجل کے فرمودہ سے باہر قدم ہی نہیں رکھتے تھے وہی فرماتے تھے جو اللہ عزّوجل کا حکم تھا تو اصل میں حضور متبعِ حکمِ الٰہی اور رضا جوئے الٰہی بھی ہوئے، ان کی اس وقت کی طرز تقریر وحالت سے ان کا مطلب یہ معلوم ہوتا تھا کہ جُہلا تو یہ سمجھ کر اللہ عزّوجل کو رضا جوئے محمدی کہنے لگے تھے کہ حضور خود ایک حکم دیتے ہیں اور پھر اللہ عزّوجل بھی ویسی ہی وحی نازل فرمادیتا ہے یعنی اللہ عزّوجل حضور کا اتباع فرماتا ہے حالانکہ اصل میں حکمِ الٰہی وہی ہوتا ہے اور اس کے اتباع سے حضور حکم دیتے ہیں، غرض اس کا یہ مقولہ کہ جبھی تو بعض جہلا بھی الخ کا کیا حکم ہے اس کل مقولہ کا کیا جو اس کے بعد کہا گیا۔

الجواب

(۱) مولا عزّوجل فرماتا ہے: انا عند ظن عبدی بی[1] (میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں۔ ت) روافض ومعتزلہ کہ رویتِ الٰہی سے مایوس ہیں مایوس ہی رہیں گے، وہابیہ شفاعت سے منکر ہیں محروم ہی رہیں گے تو ان کا انکار ان کے اعتبار سے صحیح ہوا ظاہراً قائل کی یہی مراد ہے کہ ان کی نفی ان کے حق میں سچی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں جو اس کے قول کی تصدیق بمعنی نفی مطلق کرے وُہ ضرور گمراہ وخارج از اہلسنت ہے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل   حدیث واثلہ بن الاسقع   دار الفکر بیروت   ۴/۱۰۶

(۲) بلاشبہہ لوحِ محفوظ میں ہر صغیر و کبیر مستطر ہے جو اسم بحیثیت علم دنیا میں کسی کے لئے ہے لوح محفوظ میں وہی بحیثیت علم مکتوب ہے خواہ ماں باپ کا رکھا ہے یا اپنایا اور کا اور جس میں تغیر واقع ہوا مغیر اور مغیر الیہ دونوں اپنے اپنے زمانہ کی قید سے مکتوب ہیں، حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بہت صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نام تبدیل فرمائے کہ اگلے نام متروک ہوگئے اور وہ انھیں دوسرے ناموں سے مشہور ہیں تو عنداللہ بھی اب یہی ان کے نام ہیں اور انھیں ناموں سے روزِ قیامت پکارے جائیں گے، اور جو شخص اپنا نام بدل کر کچھ رکھے اور بحیثیت علم معروف نہ ہو تو اللہ عزوجل کے یہاں بھی وہ نام علم ہو کر لکھا نہ گیا، ہاں یہ واقعہ ضرور مکتوب ہے ظاہراً یہی مرادِ قائل ہے، قائل نے یہ نہ کہا کہ اللہ تعالٰی کے یہاں یہ نہیں لکھا ہے بلکہ یہ کہا کہ اس کا نام یہ نہیں لکھا ہے تو کتابت نہیں بلکہ سببِ کتابت علمیت ہے، اور یہ صحیح ہے کہ جب کہ اس وضع کئے ہوئے نام نے حیثیتِ علمیت پیدا نہ کی، ہاں ایسی جگہ کلام بہت ہوشیاری سے چاہئے جس میں کوئی پہلوئے ناقص نہ نکلے، سوال میں اسم جلالت کے لفظ "میاں" مکتوب ہے یہ ممنوع و معیوب ہے، زبان اردو میں "میاں" کے تین معنی ہیں جن میں دو اس پر محال ہیں اور شرع سے ورود نہیں لہٰذا اس کا اطلاق محمود نہیں۔

(۳) قائل کا کہنا کہ جب ہی تو بعض جہلا الخ بہت سخت قبیح و شنیع واقع ہوا اور جو معنی اس نے بعد کو قرار دیئے اس میں بھی وہ حقیقت کو نہ پہنچا بلاشبہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تابع مرضی الٰہی ہیں اور بلاشبہہ کوئی بات اس کے خلافِ حکم نہیں فرماتے اور بلاشبہہ اللہ عزوجل حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے

ولسوف یعطیك ربك فترضٰی[1]، قد نرٰی تقلب وجهك فی السماء فلنولینك قبلة ترضها فول وجهك شطر المسجد الحرام[2]

اور بیشک قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمھارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمھیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمھاری خوشی ہے پس ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔ (ت)

حکم الٰہی بیت المقدس کی طرف استقبال کا تھا حضور تابع فرمان تھے یہ حضور کی طرف سے رضا جوئی الٰہی تھی مگر قلبِ اقدس کعبہ کی طرف استقبال چاہتا تھا، مولٰی عزوجل نے مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۵
[2] " " ۲/ ۱۴۴

منسوخ فرمادیا اور حضور جو چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وہ ہی قبلہ مقرر فرمادیا، یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضا جوئی محمدی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں:

ماارٰی ربك الا یسارع فی ھوٰك[1]۔ رواہ البخاری۔ میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

یہ ہے وہ کلمہ کہ بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا تو قائل کا کہنا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات یہ کہنے لگی تھیں دراصل بات یہ ہے الخ یہ بتارہا ہے کہ ان بعض ازواج مطہرات نے خلافِ اصل بات کہی اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر رکھی، حدیث روزِ محشر میں ہے رب عزوجل اولین وآخرین کو جمع کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمائے گا:

کلھم یطلبون رضائی وانا اطلبك رضاك یامحمد[2]۔ یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب! میں تمہاری رضا چاہتا ہوں۔

؎ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

بالجملہ کلمہ بہت سخت وشنیع تھا اور بعد تاویل بھی شناعت سے بری نہ ہوا، تو یہ لازم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۵: ازمقام چتوڑ گڑھ علاقہ اودیپور راجپوتانہ مسئولہ عبدالکریم صاحب بروز شنبہ ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

(۱) جو شخص انگریزی ٹوپی وکوٹ پتلون محض ان کی موافقت کی وجہ سے پہنے تو وہ کافر ہے یا نہیں، غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار باب مرتدین میں لکھا ہے کہ جو شخص بلا ضرورت سردی وگرمی کے مجوسی کی ٹوپی پہنے وہ کافر ہے، اسی طرح جو شخص زنار باندھے وہ بھی کافر ہے، مگر بضرورت اب اگر انگریزی ٹوپی وکوٹ وپتلون بلا ضرورت پہننے والا کافر نہیں ہے تو زنار باندھنے والے کو غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار باب المرتدین میں کافر کیوں کہا؟

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر الاحزاب باب قولہ ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۶
[2] التفسیر الکبیر تحت آیۃ "فلنولینك قبلۃ ترضٰھا" المطبعۃ المصریۃ مصر ۴/ ۱۰۶

(۲) جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہے اور تعزیہ داری کو جائز کرے اور سجدہ تعظیمی کرائے اور محدثین صحاح ستّہ پر الزام نکال ڈالے احادیث صحیحہ کا لگائے اس شخص کی نسبت علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟

الجواب

(۱) بلاضرورت زنار باندھنا یا ہیٹ یعنی انگریزی ٹوپی رکھنا بلاشبہہ کفر ہے، حدیقہ ندیہ میں فرمایا:
لبس ذی الافرنج کفر علی الصحیح[1] (ملخصًا) فرنگیوں کا ہیٹ پہننا صحیح قول کے مطابق کفر ہے (ت)
رہے کوٹ پتلون وہ اگر موافقتِ نصارٰی اور ان کی وضع کے استحسان کے لئے ہے تو اسے بھی فقہائے کرام نے مطلقًا کفر فرمایا۔ غمز العیون میں ہے:
اتفق مشائخنا من رای امر الکفار حسنا فقد کفر[2] جس نے کافروں کے کسی فعل کو اچھا سمجھا باتفاقِ مشائخ کافر ہوگیا۔
اور اگر ایسا نہیں تو فسق ضرور ہے جبکہ بلاضرورتِ شرعیہ ہو اور اسے اختیار نہیں کرتا مگر وہ جس کے دل میں کجی ہے، جب حب فی اللہ اور بغض للہ کہ مناط ایمان ہیں قلب میں مستحکم ہوجاتے ہیں تو اولیاء اللہ کی ہر ادا اچھی معلوم ہوتی ہے اور اعداء اللہ کی ہر بات بُری، نسأل اللہ الھدایۃ (ہم اللہ تعالٰی سے ہدایت مانگتے ہیں۔ ت)

(۲) کسی بات کی طرف نظر کرنے کی حاجت نہیں بعد اس کے کہ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہے یقینًا کافر مرتد ہے،
من شك فی عذابه وکفره فقد کفر[3] جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ کافر ہوگیا۔ (ت)
جو اس کے قول پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے خود کافر، مسلمانوں کو اس کے پاس بیٹھنا، اس سے میل جول، سلام کلام سب قطعًا حرام۔
قال اللہ تعالٰی وامّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4] اللہ تعالٰی نے فرمایا اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثامن من الانواع الستین مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۰
[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۵
[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶
[4] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

وقال تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

وقال تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے (ت)

ان آیاتِ کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ، ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی، جو تم میں ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے، اگروہ علانیہ تائب ہو اور از سرِ نو مسلمان ہو فبہا ورنہ اگر وہ بیمار پڑے اس کی عیادت حرام، اگر مرجائے اُسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس کے جنازہ کی نماز سخت حرام، جنازہ کے ساتھ جانا حرام، مقابرِ مسلمین میں اسے دفن کرنا حرام، اسے ایصالِ ثواب سخت حرام بلکہ کفر، کوئی تنگ گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیں اور بغیر کسی فاصلہ کے اُوپر سے اینٹ پتھر خاک بلا جو کچھ ہو پاٹ دیں،

وذٰلک جزاء الظالمین[3]۔ نسأل اللہ الثبات علی الایمان والختم بالحسنٰی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے ایمان پر ثابت قدمی اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶: مسئولہ حافظ محمد علاء الدین صاحب پیش امام جامع مسجد مقام بلرام پور ڈاکخانہ رانگہ ڈیہہ ضلع مان بھوم یکم صفر ۱۳۳۵ھ

ایک شخص اپنا شجرہ مجھ سے پڑھانے لگا اس میں پہلے مولانا وارث حسن کا نام تھا، اس کے بعد رشید احمد گنگوہی کا نام تھا، رشید احمد گنگوہی کا نام پڑھتے ہی میں نے اس شجرہ کو نہیں پڑھا کیونکہ "حسام الحرمین" نے ان کے حال سے اچھی طرح خبردار کردیا ہے، مہربانی فرماکر ایک فہرست مطبع اہلسنت وجماعت کی مخصوص اپنے تصنیفات کی مرحمت فرمائی جائے اور ذیل کے استفسار پر کرم فرماکر جواب سے مشرف فرمائیے، مولانا وارث حسن کا کیا مذہب ہے؟

الجواب

جب آپ "حسام الحرمین" میں علمائے حرمین شریفین کے متفق علیہ فتوے دیکھ چکے تو اس کے بعد

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳
[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱
[3] 〃 〃 ۵/ ۲۹

اس سوال کی ضرورت نہ رہی وارث حسن کے مذہب پر فقیر کو اطلاع نہیں، نہ کبھی ملاقات، مگر اس قدر ضرور ہے کہ وہ جس کا مرید ہے تو اسے ولی جانے گا، کم از کم صحیح العقیدہ صالح نہ سہی مسلمان تو جانے گا، اور حکم شرع وہ ہے جو "حسام الحرمین" میں مذکور۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸ مرسلہ عبدالواحد خاں صاحب مسلم بمبئی اسلام پورہ معرفت عبداللطیف ہیڈ ماسٹر میونسپل اردو اسکول ۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

(۱) قادیانیوں سے کس طرح کس پیرایہ میں بحث کی جائے، یعنی ان کی تردید کے بھاری ذرائع کیا ہیں؟

(۲) کیا حدیثوں کے انکار سے انسان کافر ہوسکتا ہے؟ اگر ہاں تو کن حدیثوں کے انکار سے؟

الجواب

(۱) سب سے بھاری ذریعہ اس کے رد کا اول اول کلماتِ کفر پر گرفت ہے جو اس کی تصانیف میں برساتی حشرات کی طرح ابلے گھلے پھر رہے ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہینیں، عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں، ان کی ماں طیبہ طاہرہ پر طعن، اور یہ کہنا کہ یہودی کے جو اعتراض عیسٰی اور ان کی ماں پر ہیں ان کا جواب نہیں اور یہ کہ نبوتِ عیسٰی پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ عدمِ نبوت پر دلیل قائم ہے، یہ ماننا کہ قرآن نے ان کو انبیاء میں گنا ہے اور پھر صاف کہہ دینا کہ وہ نبی نہیں ہوسکتے، معجزاتِ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صراحۃً انکار، اور یہ کہنا کہ وہ مسمریزم سے یہ کچھ کیا کرتے تھے، اور یہ کہ میں ان باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو آج عیسٰی سے کم نہ ہوتا، تو وہ روشن معجزے جن کو قرآن مجید آیات بیّنات فرمارہا ہے یہ ان کو مسمریزم و مکروہ مانتا ہے، اپنے آپ کو اگلے انبیاء سے افضل بتانا اور یہ کہنا کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے، اور یہ کہنا کہ اگلے چار سو انبیاء کی پیشگوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے، اور یہ کہنا کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار دادیاں نانیاں معاذ اللہ زانیہ تھیں اور یہ کہ اسی خون سے عیسٰی کی پیدائش ہے۔ اپنے آپ کو نبی کہنا، اپنی طرف وحیِ الٰہی کا ادعا کرنا، اپنی بنائی ہوئی کتاب کو کلامِ الٰہی کہنا، اور یہ کہ آیۂ کریمہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد[1] (ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ ت) سے میں مراد ہوں، اور یہ کہ مجھ پر اترا ہے انا انزلناہ بالقادیان و بالحق نزل (ہم نے اسے قادیان میں اور حق کے ساتھ نازل کیا۔ ت) اور دوسرا بھاری ذریعہ اس خبیث کی پیشگوئیوں کا جھوٹا پڑنا جن میں بہت چمکتے روشن حرفوں سے لکھنے کے قابل دو واقعے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۶

ایک[1] اس کے بیٹے کا جس کی نسبت کہا تھا کہ انبیاء کا چاند پیدا ہوگا اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے، مگر شانِ الٰہی کہ چوں دم برداشتم مادہ برآمد (جب میں نے دُم اٹھا کر دیکھا تو مادہ پایا۔ ت) بیٹی پیدا ہوئی، اس کے اوپر کہا کہ وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اب کی جو ہوگا وہ انبیاء کا چاند ہوگا۔ بیٹی، بیٹے ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں اب کے ہوا بیٹا مگر چند روز جی کر مر گیا، بادشاہ کیا کسی محتاج نے بھی اس کے کپڑوں سے برکت نہ لی۔

دوسری[2] بہت بڑی بھاری پیشگوئی آسمانی جورو کی اپنی چچا زاد بہن احمدی کو لکھ کر بھیجا کہ اپنی بیٹی محمدی میرے نکاح میں دے دے، اس نے صاف انکار کر دیا، اس پر پہلے طمع دلائی پھر دھمکیاں دیں پھر کہا کہ وحی آگئی کہ زوجنا کہا ہم نے تیرا نکاح اس سے کر دیا، اور یہ کہ اس کا نکاح اگر تو دوسری جگہ کرے گی تو ڈھائی یا تین برس کے اندر اس کا شوہر مرجائے گا۔ مگر اس خدا کی بندی نے ایک نہیں سنی، سلطان محمد خاں سے نکاح کر دیا، وہ آسمانی نکاح دھرا ہی رہا، نہ وہ شوہر مرا، کتنے بچے اس سے ہو چکے اور یہ چل دیئے۔ غرض اس کے کفر و کذب حد شمار سے باہر ہیں کہاں تک گنے جائیں، اور اس کے ہوا خواہ ان باتوں کو ٹالتے ہیں، اور بحث کریں گے تو کا ہے میں کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا مع جسم کے اٹھائے گئے یا صرف روح مہدی و عیسٰی ایک ہیں یا متعدد، یہ ان کی عیاری ہوتی ہے، ان کفروں کے سامنے ان مباحث کا کیا ذکر، فرض کیجئے کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ نہیں، فرض کیجئے کہ وہ مع جسم نہیں اٹھائے گئے، فرض کیجئے کہ مہدی و عیسٰی ایک ہیں، پھر اس سے وہ تیرے کفر کیونکر مٹ گئے۔ کلام تو اس میں ہے کہ تو کہتا ہے میں نبی ہوں ہم کہتے ہیں تو کافر، اس کا فیصلہ ہونا چاہئے، انبیاء کی توہینیں، انبیاء کی تکذیبیں، معجزات سے استہزاء، نبوت کا ادعاء، اور پھر دوسرے درجہ میں انبیاء کے چاند والا بیٹا، آسمانی جورو، یہ تیری تکفیر تکذیب کو کافی ہیں۔

(۲) حدیثِ متواتر کے انکار پر تکفیر کی جاتی ہے خواہ متواتر باللفظ ہو یا متواتر المعنی، اور حدیث ٹھہرا کر جو کوئی استخفاف کرے تو یہ مطلقاً کفر ہے اگرچہ حدیث احاد بلکہ ضعیف بلکہ فی الواقع اس سے بھی نازل ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹: مرسلہ حکیم عبدالجبار خاں صاحب دھام پور ضلع بجنور ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا شیعوں کے سب فرقے اور غیر مقلدین سب کے سب کافر ہیں؟

الجواب

ان میں ضروریاتِ دین سے کسی شئے کا جو منکر ہے یقیناً کافر ہے اور جو قطعیات کے منکر ہیں ان پر

بحکم فقہاء لزوم کفر ہے اور اگر کوئی غیر مقلد ایسا پایا جائے کہ صرف انھیں فرعی اعمال میں مخالف ہو اور تمام عقائد قطعیہ میں اہلسنت کا موافق، یا وہ شیعی کہ صرف تفضیلی ہے تو ایسوں پر حکم تکفیر ناممکن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۱ از بنارس محلہ پتر کنڈہ مرسلہ مولانا مولوی محمد عبدالحمید صاحب پانی پتی ۱۱ شعبان ۱۳۲۵ھ

ہمارے سنی حنفی علماء کثرہم اللہ تعالٰی وابقاہم الٰی یوم الجزاء اس میں کیا فرماتے ہیں:

(۱) فرقہ غیر مقلدین اللہ تعالٰی کے لئے مکان کا قائل اور نیز اس کے لئے جہت کا قائل ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں کے رسالہ الاحتواء علٰی مسئلۃ الاستواء اور نیز ان کے دیگر رسائل سے ظاہر ہے، اور احناف کی فقہ کو باطل اور ناحق جانتا ہے، اور بدیں وجہ اس کی سخت توہین کرتا ہے چنانچہ ایک کلانوری غیر مقلد نے اپنے رسالہ الجرح علٰی اصول الفقہ میں فقہ احناف کے حق میں لکھا ہے (بلکہ بدبودار سنڈاس ہے کہ جب اس کے پاس جاؤ تو بدبو ہی آتی ہے) والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اور مولوی ابوالقاسم بنارسی کے رسالہ الجرح علی الامام کی ایک عبارت سے فقہ احناف کا موجب دخول دوزخ ہونا ثابت ہے، اور نیز امام صاحب رضی اللہ تعالٰی کی توہین بیحد کرتا ہے، چنانچہ مولوی ابوالقاسم بنارسی نے اپنے رسالہ مذکورہ میں منجملہ حضرت امام صاحب کے شان میں بے انتہا بے ادبیاں کیں آپ کی ولادت شریفہ کے سنہ کا مادہ لفظ "سگ" اور آپ کی وفات شریفہ کے سنہ کا مادہ لفظ "بدگم جہاں پاک" لکھا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، اور اجماع کا منکر ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں کے رسالہ "عرف الجادی" اور نیز ان کے دیگر رسائل سے ظاہر ہے اور یہ سب باتیں احناف کی فقہ کی مستند کتابوں مثل فتاوٰی قاضی خاں اور فتاوٰی عالمگیری اور نور الانوار وغیرہا کے بموجب کفر ہیں، پس فرقہ غیر مقلدین بوجوہ مذکورہ بحکم فقہ احناف کافر ہے یا نہیں، اور نیز فرقہ غیر مقلدین مفارق الجماعۃ ہے جیسا کہ ظاہر ہے پس بحکم حدیث شریف:

من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ[۱] (جو جماعت سے بالشت بھر دور ہوا اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پھندہ اتار دیا۔ ت)

کے خارج از اسلام ہوا یا نہیں؟ اور نیز فرقہ غیر مقلدین تقلید کو شرک اور مستلزم انتفاء ایمان اور مقلدین کو جن میں بے شمار علماء اور اولیاء بھی داخل ہیں، مشرک اور بے ایمان کہتا و جانتا ہے جیسا کہ مولوی سعید بنارسی کے رسالہ ھدایۃ المرتاب ص ۱۸ اور ان کے بیٹے ابوالقاسم بنارسی کے رسالہ العرجون القدیم ص ۲۰ اور نیز دیگر علمائے غیر مقلدین کے رسائل سے ظاہر ہے، پس بموجب حدیث:

---

[۱] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۵/ ۱۸۰

لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذٰلک۔[1]

کسی آدمی کا دوسرے کو فاسق و کافر کہنا اسی پر لوٹ آتا ہے اگر دوسرے میں کفر و فسق نہ ہو۔(ت)

کے یہ خود مشرک اور بے ایمان ہُوئے یا نہیں۔

(۲) اور نیز اس میں کہ رافضی تبرائی کا فر مرتد ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جواب سوال اوّل: بلاشبہہ طائفہ تائفہ غیر مقلدین گمراہ بددین اور بحکم فقہ کفار و مرتدین، جن پر بوجوہ کثیرہ لزوم کفر بیّن مبین، ہمارے رسالہ الکوکبۃ الشھابیۃ علٰی کفریات ابی الوھابیۃ و سل السیوف الھندیۃ علی کفریات بابا النجدیۃ و النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید وغیرہا میں اس کا بیان شافی ووافی۔ یہاں انہیں بعض وجوہ سے کلام کریں جن کی طرف سائل فاضل نے اشارہ کیا، وباللہ التوفیق۔

(۱) اللہ عزوجل کے لئے مکان ماننا کفر ہے، بحرالرائق جلد پنجم ص ۱۲۹ میں ہے:

یکفر بقولہ یجوز ان یفعل اللہ فعلا لا حکمۃ فیہ وباثبات المکان للہ تعالٰی۔[2]

اگر کوئی کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی سے ایسے فعل کا صدور ممکن ہے جس میں حکمت نہ ہو تو وہ کافر ہے یا وہ اللہ تعالٰی کے مکان کا اثبات تسلیم کرتا ہے(ت)

فتاوٰی قاضی خاں فخر المطابع جلد چہارم ص ۸۸۳:

یکون کفرا لان اللہ تعالٰی منزہ عن المکان۔[3]

کافر ہوجائے گا کیونکہ اللہ تعالٰی مکان سے پاک ہے(ت)

فتاوٰی خلاصہ قلمی کتاب الفاظ الکفر فصل ۲، جنس ۲:

یکفر لانہ اثبت المکان للہ تعالٰی۔[4]

وہ کافر ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالٰی کیلئے مکان ثابت کیا ہے(ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۵/ ۱۸۱

[2] بحرالرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۰

[3] فتاوٰی قاضی خان کتاب السیر باب یکون کفرًا و مالا یکون کفرًا نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۸۳

[4] خلاصۃ الفتاوٰی فصل الثانی فی الفاظ الکفر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۳

فتاوٰی عالمگیری مطبع مصر جلد دوم ص ۱۲۹ :

یکفر باثبات المکان للہ تعالٰی [1]۔

اللہ تعالٰی کے لئے مکان ثابت کرنا کفر ہے (ت)

جامع الفصولین جلد دوم ص ۲۹۸، فتاوٰی ذخیرہ سے :

قال اللہ تعالٰی فی السماء عالم لو اراد بہ المکان کفر [2]۔

کسی نے کہا اللہ تعالٰی آسمان میں عالم ہے اگر اس سے مراد مکان لیا ہے تو کفر ہے (ت)

(۲) مولٰی عزوجل کے لئے جہت ماننا بھی صریح ضلالت و بددینی ہے اور بہت ائمہ نے تکفیر فرمائی ۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحفہ اثنا عشریہ طبع کلکتہ ص ۲۵۵ بیان عقائد اہلسنت وجماعت میں ہے :

عقیدۂ سیزدہم آنکہ حق تعالٰی را مکان نیست و او را جہتے از فوق و تحت متصور نیست وہمیں ست مذہب اہل سنت وجماعت [3]۔

تیرھواں عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالٰی کیلئے مکان نہیں اور نہ اس کے لئے کوئی جہت نہ فوق اور نہ تحت، اور یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے (ت)

امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام طبع مصر ص ۱۵ بعد نقل کلام امام حجۃ الاسلام غزالی :

ھکذا کما تری ظاھر فی تکفیر القائلین بالجھۃ [4]۔

جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں جو لوگ جہت کے قائل ہیں ان کا کافر ہونا واضح ہے (ت)

اسی میں ان کلمات میں جو ہمارے ائمہ کے نزدیک بالاتفاق کفر ہیں ص ۳۲ پر ہے :

او قال اللہ تعالٰی فی السماء عالم او علی العرش وعنی بہ المکان اولیس لہ نیۃ او قال ینظر الینا ویبصرنا من العرش، او قال ھو فی السماء او علی الارض، او قال لایخلو منہ مکان او قال اللہ تعالٰی فوق وانت تحتہ اھ ونا بعہ

یا کہتا ہے کہ وہ آسمان میں عالم ہے یا عرش پر، اور اس سے مراد مکان لیتا ہے یا اسکی کوئی نیت نہیں یا کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی ہم کو عرش سے دیکھتا ہے، یا کہتا ہے وہ آسمان میں ہے یا زمین پر، یا کہتا ہے اس سے کوئی مکان خالی نہیں، یا کہتا ہے اللہ تعالٰی اوپر ہے اور تو نیچے اھ ابن حجر نے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ ۔۔ موجبات الکفر انواع ۔۔ نورانی کتب خانہ پشاور ۔۔ ۲/ ۲۵۹
[2] جامع الفصولین ۔۔ فصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر ۔۔ اسلامی کتب خانہ کراچی ۔۔ ۲/ ۲۹۸
[3] تحفہ اثنا عشریہ ۔۔ باب پنجم در الٰہیات ۔۔ سہیل اکیڈمی لاہور ۔۔ ص ۱۴۱
[4] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ ۔۔ مقدمہ کتاب ۔۔ مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی ۔۔ ص ۳۵۱

ابن حجر فی قوله لیس له نیة فقال فی الکفر نظر فضلا عن کونه متفقا علیه لان النیة القصد، وقد ذکر النووی عفا الله تعالٰی عنه فی شرح المهذب انه یقال قصد الله کذا بمعنی اراد فمن قال لیس له نیة ای قصد فان اراد انه لیس قصد کقصدنا فواضح، وکذا ان اطلق او اراد انه لا ارادة له اصلا فان اراد المعنی الذی تقوله المعتزلة فلا کفر ایضا، او اراد سلبها مطلقا لا بالمعنی الذی یقولونه فهو کفر[1] اھ اقول رحم الله الشیخ لیس له نیة لیس من الفاظ الکفر بل هو عطف علی قوله عنی به المکان ای یکفر ان اراد المکان، او اطلق ولم ینو شیئا قال فی البحر الرائق ان قال الله فی السماء فان قصد حکایة ما جاء فی ظاهر الاخبار لا یکفر وان اراد المکان کفر وان لم یکن له نیة کفر عند الاکثر وهو الاصح وعلیه الفتوٰی[2] اھ۔

"لیس له نیة" کی صورت میں اختلاف کیا اور کہا کہ اس صورت میں کفر میں اختلاف ہے چہ جائیکہ کفر بالاتفاق ہو کیونکہ نیت قصد کا نام ہے۔ امام نووی نے شرح المہذب میں کہا کہ جو کہا جاتا ہے "قصد الله کذا" یعنی اللہ نے ارادہ فرمایا کے معنی میں ہوتا ہے اور جس نے کہا "اللہ کے لئے نیت نہیں" یعنی قصد نہیں، اگر اس کی مراد یہ ہے کہ اس کا قصد ہمارے قصد کی طرح نہیں، تو یہ واضح ہے اسی طرح اگر یہ کلمہ مطلقاً ذکر کیا یا یہ مراد لیا کہ اللہ تعالٰی کے لئے کوئی ارادہ نہیں، اب اگر وہ معنی مراد لیا جو معتزلہ کہتے ہیں تو وہ بھی کفر نہیں یا مراد یہ ہے کہ مطلقاً ارادہ کی نفی ہے نہ کہ وہ معنی جو معتزلہ کا قول تو پھر کفر ہے اھ اقول اللہ تعالٰی شیخ پر رحم فرمائے "اس کی نیت نہیں" یہ الفاظ کفر میں سے نہیں بلکہ اس کا عطف "اس نے مکان مراد لیا" پر ہے یعنی وہ کافر ہوجائے گا جب اس نے مکان مراد لیا یا اس نے کلمہ بولا اور اس سے کوئی ارادہ نہ کیا، بحرالرائق میں ہے کہ اگر کسی نے کہا "اللہ آسمان میں ہے" اگر تو اس نے وہ مراد لیا جو ظاہراً اخبار میں ہے تو پھر کافر نہیں، اور اگر اس نے مکان مراد لیا تو کفر ہوگا اور اگر اس نے کوئی ارادہ نہ کیا تو اکثر کے نزدیک وہ کافر ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

نیز اسی کے فصل کفر متفق علیہ میں ہے ص ۳۹:

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل اول مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۶۷

[2] بحرالرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۰

او شبهه تعالٰی بشیئ او وصفه بالمکان او الجهات[1] | یا اس نے اللہ تعالٰی کو کسی شئی کے ساتھ مشابہت دی یا مکان یا جہت کے ساتھ اس کا وصف بیان کیا۔ (ت)

(۳) فقہ حنفی کو مطلقاً باطل و ناحق جاننا تو سخت خبیث و ملعون ہے کہ وُہ احکامِ قرآن عظیم و احکامِ صحاح احادیث پر مشتمل سب سے سہل تر احکام قیاس ہیں، اس کی نسبت فتاوٰی تاتارخانیہ پھر فتاوٰی عالمگیریہ جلد دوم صفحہ ۲۷۱ میں ہے :

رجل قال قیاس ابی حنیفۃ حق نیست یکفر[2] | جس نے یہ کہا کہ "قیاس ابوحنیفہ درست نہیں" اس نے کفر کیا (ت)

ہم نے خاص اس قول کی شرح میں بعونہ تعالٰی ایک نفیس رسالہ لکھا اور اس میں اسے مشرح و مفصل و مبرہن و مدلل کیا وللہ الحمد۔

(۴) یہیں سے توہین فقہ مبارک کا حکم ظاہر کہ صرف باطل کہنے سے وہ ملعون الفاظ بدرجہا بدتر، زید و عمرو مختلف ہوں کہ بحر اس وقت قائم ہے یا قاعد دونوں میں ایک ضرور باطل ہے مگر ان میں کوئی موجب دخول دوزخ نہیں، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

منح الروض ص ۲۱۲ : کفر باستخفاف کتاب الفقہ[4] (فقہ کی کتاب کی تحقیر سے کافر ہوگا۔ ت)

(۵) بعد وضوح صواب و کشف حجاب بحمد الوہاب امامت و ولایت و جلالت شان و رفعت مکان حضرات عالیہ ائمہ اربعہ علیہم الرضوان پر امت اجابت کا اجماع منعقد ہولیا خبثائے بتدعین مثل وہابیہ و رافضیہ و غیر مقلدین امت اجابت سے نہیں کافروں کی طرح امتِ دعوت سے ہیں، ولہذا اجماع میں ان کا اختلاف معتبر نہیں، اصول امام اجل فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ مبحث اجماع باب الاہلیۃ میں ہے :

صاحب الہوی المشہور بہ لیس من الامۃ علی الاطلاق[5] | دین میں جو گمراہی والا مشہور ہو وہ علی الاطلاق امت میں سے نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل اول مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۷۴
[2] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۱
[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[4] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر فصل فی العلم والعلماء مصطفی البابی مصر ص ۱۷۴
[5] اصول بزدوی باب الاہلیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۴۳

توضیح طبع قسطنطنیہ جلد دوم ص ۵۰۶ میں ہے:

صاحب البدعۃ یدعوا الناس الیھا لیس ھو من الامۃ علی الاطلاق[1]
اہلسنت کے مخالف عقیدے والا جو لوگوں کو اپنے عقیدے کی دعوت دے وہ علی الاطلاق امتی نہیں ہے (ت)

تلویح علامہ تفتازانی ص ۔ و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد پنجم ص ۶۵۴ میں ہے:

لان المبتدع وان کان من اھل القبلۃ فھو من امۃ الدعوۃ دون المتابعۃ کالکفار[2]
کیونکہ اعتقاد میں بدعتی اگرچہ اہل قبلہ سے ہے لیکن امت اجابت میں نہیں بلکہ وہ مثل کفار اُمتِ دعوت میں سے ہے۔ (ت)

اور اجماعِ امت بلاشبہہ حجت ہے تو حضرات ائمہ اربعہ خصوصاً امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے امامِ اُمت و اجلّہ اولیائے حضرت عزت سے ہونے کا اب انکار نہ کریگا مگر گمراہ بددین یا ملحد بے دین مرتد بالیقین اور بحکم فقہ اس پر لزوم کفر ظاہر و مبین۔ مجمع الانہر طبع مصر جلد اول ص ۶۳۳ و منح الروض ص ۲۱۲ میں ہے:

من قال لعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر[3]
جو شخص تحقیر کے ارادے سے عالم کو عویلم اور علوی کو علیوی کہے وہ کافر ہوجاتا ہے۔ (ت)

جب ایک عالم کو بنظرِ تحقیر مولویا کہنے کو کفر فرماتے ہیں تو عالم العلماء امام الائمہ کی نسبت ایسے ہفوات ملعونہ کس درجہ خبیث تر ہیں، اکابر اولیاء فرماتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مقام باقی اولیاء کرام کے مقام سے بالیقین بلند و بالا ہے۔ امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی جلد اول ص ۱۲۷:

سمعت سیدی علیا المرصفی رحمہ اللہ تعالٰی یقول اعتقادنا ان الاکابر الصحابۃ و التابعین والائمۃ المجتہدین کان مقامھم اکبر من مقام باقی الاولیاء بیقین[4]
میں نے سیدی علی المرصفی رحمہ اللہ تعالٰی سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ بیقین ہمارا اعتقاد ہے کہ اکابر صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کا مقام باقی اولیاء کرام سے بڑا تھا۔ (ت)

---

[1] و [2] توضیح علی التنقیح معہ التلویح — باب الاہلیۃ — المطبعۃ الخیریہ مصر ۲/ ۲۲۷

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — باب المرتد — داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر — فصل فی العلم والعلماء — مصطفٰی البابی مصر ص ۱۷۴

[4] میزان الشریعۃ الکبرٰی — باب صفۃ الصلوٰۃ — مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۱۵۰

تو بالیقین امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم اعاظم سرداران اولیاء اللہ عزوجل سے ہیں، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔[1] رواہ البخاری فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ عزوجل۔

جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان فرمادیا اس سے لڑائی کا۔ (اسے بخاری نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آپ نے اللہ عزوجل سے روایت کیا۔ ت)

ڈاکوؤں کی بابت فرمایا:

انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ[2] الآیۃ۔

یہ جو اللہ ورسول سے لڑتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سُولی دیئے جائیں، الٰی آخر الآیہ۔

سُود کے بارے میں فرمایا:

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ۔[3]

اگر سُود نہ چھوڑو تو اعلان کرو اللہ و رسول سے لڑائی کا۔

لیکن یہاں فرمایا جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے خود میں نے اس سے لڑائی کا اعلان فرمادیا، خود ابتداء فرمانا دلیل واضح ہے کہ عداوت سخت باعثِ ایذائے رب عزوجل ہے، اور رب عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ و اعدلھم عذابا مھینا۔[4]

بیشک وہ جو اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے لعنت فرمائی دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ظاہر ہے کہ مسلمان اگرچہ عاصی اگرچہ معاذ اللہ معذب ہو آخرت میں اپنے رب کا ملعون نہیں ورنہ بالآخر رحمت ونعمت وجنت ابدی نہ پاتا اس کی نار نارِ تطہیر ہے، نہ نارِ لعنت و ابعاد و تذلیل و تحقیر، تو جسے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳
[2] القرآن الکریم ۵/ ۳۳
[3] " " ۲/ ۲۷۹
[4] " " ۳۳/ ۵۷

اللہ عزوجل دنیا و آخرت میں ملعون کرے وہ نہ ہوگا مگر کافر۔ اور یہ وہاں ہے کہ بعد وضوحِ حق براہِ عناد ہو جس طرح اب وہابیہ مارِ دین اعدائے دین کا حال ہے قاتلہم اللہ انی یؤفکون[1] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) ان کے وصف کو ایک حدیث بس ہے کہ دارقطنی و ابوحاتم خزاعی نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اھل البدع کلاب اھل النار[2] — گمراہ لوگ دوزخیوں کے کُتّے ہیں۔

کُتّا اور وُہ بھی بدترین خلائق دوزخیوں کا جنکے متعلق فرمایا اولئک ھم شر البریۃ[3] وہ تمام مخلوقِ الٰہی سے بدتر ہیں، کُتّے سے بدتر، سور سے بدتر، سور کے لئے اگر کوئی کُتا فرض کیا جائے تو ایسے لوگ سور سے بدتروں کے کُتّے ہیں، الا لعنۃ اللہ علی الظالمین[4]۔

(۶) بلاشبہہ طائفہ غیر مقلدین اجماعِ اُمت کو اصلاً حجت نہیں مانتے بلکہ محض مہمل و نامعتبر جانتے ہیں، صدیق حسن بھوپالی کا مصرع ہے:

قیاس فاسد و اجماع بے اثر آمد

(قیاس فاسد ہے اور اجماع کوئی اثر نہیں رکھتا۔ ت)

اور ائمہ کرام و علمائے اعلام حجیتِ اجماع کو ضروریاتِ دین سے بتاتے اور مخالف اجماع قطعی کو کفر ٹھہراتے ہیں، مواقف قاضی عضد الدین و شرح مواقف علامہ سید شریف مطبوعہ استنبول جلد اول ص ۱۵۹:

کون الاجماع حجۃ قطعیۃ معلوم بالضرورۃ من الدین[5] — اجماع کا قطعی حجت ہونا ضروریاتِ دین سے ہے۔ (ت)

مسلم الثبوت و فواتح الرحموت جلد دوم ص ۲۹۴:

الاجماع حجۃ قطعا و یفید العلم الجازم عند جمیع اھل القبلۃ ولا یعتد بشرذمۃ — اجماع قطعی حجت ہے اور یہ تمام اہل قبلہ کے ہاں یقینی علم کا فائدہ دیتا ہے اور خارجی اور رافضی جھوٹی

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۰
[2] کنز العمال حدیث ۱۱۲۵ موسستہ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۲۳
[3] القرآن الکریم ۹۸/ ۶
[4] ؍؍ ؍؍ ۱۱/ ۱۸
[5] شرح المواقف باب المقصد السادس منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۲۵۵

19 من الحمقاء الخوارج و الروافض لانهم حادثون بعد الاتفاق یتشککون فی ضروریات الدین[1]

کے گروہ کا اعتبار نہیں کیونکہ یہ نئے فرقے ہیں جو ضروریاتِ دین میں تشکیک پیدا کرتے (ت)

اصول امام اجل فخر الاسلام بزدوی باب حکم الاجماع:

فصار الاجماع کآیۃ من الکتاب او حدیث متواتر فی وجوب العمل والعلم بہ فیکفر جاحدہ فی الاصل[2]

تو اجماع کتاب اللہ یا حدیث متواتر کی طرح وجوب علم وعمل ثابت کرتا ہے لہذا قاعدہ کی رُو سے اس کا منکر کافر قرار دیا جائے گا۔ (ت)

کشف الاسرار امام عبدالعزیز بخاری مطبوعہ قسطنطنیہ جلد چہارم ص ۲۶۱:

یحکم بکفر من انکر اصل الاجماع بان قال لیس الاجماع بحجۃ[3]

جو اجماع کے اصول میں ہونے سے انکار کرے اور کہے کہ اجماع حجت نہیں ہے اس کی تکفیر کی جائے گی (ت)

مسایرہ امام محقق ابن الہمام مطبوعہ مصر خاتمہ ص ۹:

وبالجملۃ فقد ضم الی التصدیق بالقلب فی تحقق الایمان امور الاخلال بہا اخلال بالایمان اتفاقا کترک السجود للصنم وقتل نبی والاستخفاف بہ ومخالفۃ ما اجمع علیہ وانکارہ بعد العلم بہ[4] (ملتقطا)

حاصل یہ کہ ایمان کے لئے تصدیق بالقلب کے ساتھ کچھ امور ایسے ہیں جو بالاتفاق ایمان میں خلل انداز ہوتے ہیں جن کا ترک ضروری ہے، مثلاً بُت کو سجدہ، نبی کا قتل اور اس کی توہین اور اجماع کی مخالفت اور اجماع کے علم پر اس کا انکار۔ (ملتقطا)

الفصول البدائع فی اصول الشرائع علامہ شمسی فناوی مطبوعہ استنبول جلد دوم ص ۲۷۴:

یکفر جاحد حجیۃ الاجماع مطلقا وھو المذھب عند مشائخنا[5]

اجماع کی حجیت کا مطلقاً انکار کرنے والا کافر پائیگا ہمارے مشائخ کا یہی مذہب ہے (ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی باب الاجماع حجۃ قطعاً منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۲۱۳

[2] اصول البزدوی باب حکم الاجماع قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۴۵

[3] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب حکم الاجماع الخ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۶۱

[4] المسایرۃ مع المسامرہ الخاتمۃ فی بحث الایمان المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر ۲۲۷

[5] فصول البدائع فی اصول الشرائع

9/9

تلویح جلد دوم ص ۵۱۵ :

الاجماع علی مراتب فالاولی بمنزلۃ الآیۃ و الخبر المتواتر یکفر جاحدہ۔[1]

اجماع کے مراتب ہیں پہلا مرتبہ بمنزلہ آیت کریمہ اور خبر متواتر ہے جس کا منکر کافر ہوگا (ت)

کشف الاسرار شرح المنار للامام المصنف النسفی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۱۱۱ :

یکفر جاحدہ کما یکفر جاحد ما ثبت بالکتاب او المتواتر۔[2]

اجماع کا منکر کافر ہے جس طرح کتاب اللہ یا خبر متواتر سے ثابت شدہ کا منکر کافر ہے (ت)

مرآۃ الاصول علامہ مولٰی خسرو مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۷۱ :

یکفر منکر حجیۃ الاجماع مطلقا ھو المختار عند مشائخنا۔[3]

مطلقًا اجماع کی حجیت کا منکر کافر ہے ہمارے مشائخ کے ہاں یہی مختار ہے (ت)

(۷) جماعت اسلام سے ان کی مفارقت اسی معنی پر ہے جو نزد فقہائے کرام ان کو خارج از اسلام کرتی ہے کما یظھر بما مرو یاتی وبالتفاصیل المودعۃ فی رسائلنا المذکورۃ (جیسا کہ گزشتہ اور آئندہ بیان اور ان تفاصیل سے ظاہر ہو جائیگا جو ہمارے رسائل میں شامل ہیں۔ ت) تو بلاشبہہ بحکم فقہ یہ طائفہ حدیث مذکور کے حکم ظاہر میں داخل اور اسلام سے خارج۔

(۸) یونہی تقلید کو مطلقاً شرک و منافی ایمان کہنا، قرآن و حدیث و اجماع امت سب کا انکار اور کفر ہے۔

کشف اصول بزدوی جلد ۳ ص ۳۸۸ میں ہے :

رجوع العامی الی قول المفتی وجب بالنص والاجماع۔[4] (ملخصًا)

عوام کا مفتی کے قول کی طرف رجوع کرنا نص اور اجماع کی بنار پر لازم ہے (ت)

فصول البدائع جلد دوم ص ۴۳۳ :

للعامی تقلید المجتھد فی فروع الشریعۃ خلافا لمعتزلۃ بغداد لنا ان علماء

عوام کے لئے فروع شریعت میں تقلید مجتہد لازم ہے، اس میں معتزلہ بغداد کا اختلاف ہے، ہماری دلیل

---

[1] تلویح علی التوضیح الامر الرابع فی حکم الاجماع المطبعۃ الخیریہ مصر ۲/۳۴۷
[2] کشف الاسرار شرح منار الانوار فی اصول الفقہ
[3] مرآۃ الاصول شرح مرقاۃ الوصول فی علم الاصول مولٰی خسرو
[4] کشف الاسرار عن اصول البزدوی قبیل باب حکم العلۃ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۳۸۸

الامصار لاینکرون علی العوام الاقتصار علی اقاویلھم فحصل الاجماع قبل حدوث المخالف[1]

یہ ہے کہ تمام علاقوں کے علماء نے عوام کو اپنے اقوال پر عمل سے نہیں روکا تو مخالف قول سے پہلے پہلے اس پر اجماع ہوچکا (ت)

فواتح الرحموت جلد اول ص ۷ :

المقلد یعلم وجوب العمل بقول المجتھد ضرورۃ من الدین او بالتقلید المحض[2] اھ **اقول** الاول فیمن کان مخالطاللمسلمین و الثانی فیمن لم یخالطھم بعد۔

مقلد مجتہد کے قول پر عمل کا وجوب ضروریاتِ دین یا تقلید محض کے طور پر جانتا ہے اھ **اقول** پہلی صورت وہاں ہے جہاں مسلمانوں کے ساتھ اختلاط ہو دوسری صورت وہاں جہاں ابھی مسلمانوں کے ساتھ اختلاط نہ ہوا ہو۔ (ت)

(۹) بلاشبہہ گیارہ سو برس سے عامہ اُمتِ محمدیہ علٰی صاحبہا وعلیہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ مقلدین ہیں مقلدوں کو مشرک کہنا عامہ امت مرحومہ کی تکفیر ہے اور بلاریب بحکم ظواہر احادیث و فتوٰی ائمہ فقہ کفر ہے۔ عالمگیری جلد دوم ص ۲۷۸، برجندی شرح نقایہ جلد چہارم ص ۴۸، حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد اول ص ۱۴۰ و ص ۱۵۶، جامع الفصولین جلد دوم ص ۳۱۱، بزازیہ جلد سوم ص ۳۳۱، رد المحتار جلد سوم ص ۲۸۳، درمختار ص ۲۹۳، جامع الرموز مطبوعہ کلکتہ جلد چہارم ص ۶۵۱، مجمع الانہر مطبوعہ قسطنطنیہ جلد اول ص ۵۶۶، خزانۃ المفتین قلمی، کتاب السیر آخر فصل الفاظ الکفر، نیز ان کتب میں ذخیرۃ الفتاوی و فصول عمادی و احکام علی الدرر و قاضیخاں و نہرالفائق و شرح وہبانیہ وغیرہا سے،

المختار للفتوی فی جنس ھٰذہ المسائل ان القائل بمثل ھذہ المسائل ان القائل بمثل ھذہ المقالات ان اراد الشتم ولایعتقدہ کافرا لایکفر وان کان یعتقدہ کافرا فخاطبہ بھذا بناء علی اعتقادہ انہ کافر یکفر[3]

ایسے مسائل میں فتوٰی کے لئے مختار یہ ہے کہ اگر ایسے کلمات سے مراد سب وشتم ہو اور کفر کا اعتقاد نہ ہو تو کافر نہیں ہوگا اور اگر مقلد کو کافر سمجھتا ہے اور اسے اپنے اس اعتقاد کے مطابق مخاطب کرتا ہے تو اب کافر ہوجائے گا۔ (ت)

---

[1] فصول البدائع فی اصول الشرائع

[2] فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقدمہ فی اصول الفقہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۱۲

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۸

(۱۰) نمبر ۶ میں ان کا منکرِ قیاس ہونا گزرا اور یہ اظہر من الشمس ہے، ولہٰذا فقہ کے منکر ہیں، علمائے کرام فرماتے ہیں قیاس وفقہ کی حجیت بھی ضروریاتِ دین سے ہے تو اس کا انکار ضرور کفر ہونا لازم، کشف البزدوی جلد ۳ ص ۲۸۰:

قد ثبت بالتواتر ان الصحابة رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم عملوا بالقیاس وشاع و ذاع ذلک فیما بینہم من غیر رد و انکار[1]۔

یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم قیاس پر عمل پیرا تھے اور عمل ان کے درمیان بغیر کسی رد وانکار جاری ومشہور تھا (ت)

ایضاً ص ۲۸۱:

انہم کانوا مجمعین علی ذلک فیما لا نص فیہ وکفی باجماعہم حجة[2]۔

جس حکم کے بارے میں نص نہ ہوتی صحابہ کا اس پر اجماع ہو جاتا اور ان کا اجماع ہی کافی ہے (ت)

ایضاً ص ۲۸۱ امام حجۃ الاسلام غزالی سے:

قد ثبت بالقواطع من جمیع الصحابة الاجتہاد والقول بالرای والسکوت عن القائلین بہ وثبت ذلک بالتواتر فی وقائع مشہورة ولم ینکرہا احد من الامة فاورث ذلک علما ضروریا فکیف یترک المعلوم ضرورة[3]۔

دلائل قطعیہ کے ساتھ ثابت ہے کہ تمام صحابہ اجتہاد اور رائے پر عمل کرتے اور دیگر صحابہ خاموش رہتے اور یہ بات بڑے بڑے مشہور مواقع کے بارے میں تواتر کے ساتھ منقول ہے اور امت میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا تو اس سے علم ضروری کا ثبوت ہو جائیگا جو ضروری طور پر معلوم ہوا سے کیسے ترک کیا جا سکتا۔ (ت)

فواتح الرحموت ص ۷:

الفقة عبارة عن العلم بوجوب العمل و ہو قطعی لا ریب فیہ ثابت بالاجماع القاطع بل ضروری فی الدین[4]۔

فقہ علم بوجوبِ عمل کا نام ہے اور یہ ایسی قطعی چیز ہے جس میں کوئی شک نہیں یہ اجماع قطعی سے ثابت بلکہ یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ (ت)

---

[1] کشف الاسرار عن اصول بزدوی باب القیاس دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۸۰
[2] " " " " " " ۳/ ۲۸۱
[3] " " " " " " ۳/ ۲۸۱
[4] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی باب المقدمہ فی اصول الفقہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۱۲

فواتح الرحموت میں ہے:

عن ابیه ملك العلماء عن المدقق صاحب المسلّم القیاس علی تقدیر کونه فعلا من الفقه اما ان کان عبارة عن المساواة المعتبرة شرعا فحجیته ضروریة دینیة کما سیصرح فی السنة ان حجیتها ضروریة دینیة[1]

اپنے والد گرامی ملک العلماء سے انھوں نے مدقق صاحب المسلم سے نقل کیا کہ قیاس اس تقدیر پر کہ وُہ فقہی فعل ہے تو یا وُہ شرعًا مساوات معتبرہ سے عبارت ہوگا تو اس کا حجت ہونا ضرورت دینی ہے جیسا کہ سنت کے بارے میں عنقریب تصریح آرہی ہے کہ اس کا حجت ہونا ضروریاتِ دین میں سے ہے (ت)

بالجملہ بحکم فقہ بلکہ بحکم حدیث بھی طائفہ غیر مقلدین پر بوجوہِ کثیرہ حکمِ کفر ہے، جسے زیادہ تفصیل پر اطلاع منظور ہو ہمارے رسائل مذکورہ کی طرف رجوع کرے واللہ الہادی۔

جواب سوال دوم: بلاشبہہ رافضی تبرائی بحکم فقہائے کرام مطلقًا کافر مرتد ہے، اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل کو ہمارا رسالہ ردالرفضة بحمد اللہ کافی و وافی، یہاں دوچار سندوں پر اقتصار،

درمختار مطبع ہاشمی ص ۳۱۹:

کل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا الکافر بسب نبی او الشیخین او احدهما[2]

ہر وہ مسلمان جو مرتد ہوگیا اس کی توبہ قبول ہے مگر وُہ کافر جس نے کسی نبی یا ابوبکر و عمر یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دی (ت)

درمختار میں ہے:

من سب الشیخین او طعن فیهما کفر ولا تقبل توبته[3]

جس نے حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کو گالی دی یا ان پر طعن کیا تو وہ کافر ہے اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی (ت)

فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اول ص ۱۳۵:

فی الروافض من فضل علیا علی الثلثة

رافضیوں میں سے جس نے حضرت علی کو باقی تین

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی قانون ثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/۱۶
[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶-۵۷
[3] " " " ۱/۳۵۷

رضی اللہ تعالٰی عنھم فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق او عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما فھو کافر۔[1]

صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم پر فضیلت دی وہ بدعتی ہے اور اگر کسی نے خلافت صدیقی اور خلافت فاروقی رضی اللہ تعالٰی عنھما کا انکار کیا تو وہ کافر ہے (ت)

فتاوٰی عالمگیری مطبوعہ مصر جلد اول ص ۸۴:

تجوز الصلٰوۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ ولا تجوز خلف الرافضی وحاصلہ ان کان ھوی لایکفر بہ صاحبہ تجوز الصلٰوۃ خلفہ مع الکراھۃ والا فلا ھکذا فی التبیین والخلاصۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع۔[2]

صاحب ہوٰی و بدعت کی اقتداء میں نماز جائز مگر رافضی کے پیچھے جائز نہیں، حاصل یہ ہے کہ اگر وہ ایسی بدعت ہے جس سے صاحبِ بدعت کافر نہیں ہوتا تو اس کے پیچھے کراہت کے ساتھ نماز جائز ہوگی اور اگر وہ بدعت کفر ہے تو نماز جائز ہی نہ ہوگی، تبیین اور خلاصہ میں اسی طرح ہے اور یہی صحیح ہے، بدائع میں بھی اسی طرح ہے (ت)

فتاوٰی خلاصہ مطبوعہ لاہور جلد اول ص ۱۰۷:

فی الروافض ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر۔[3]

رافضیوں میں سے اگر کوئی حضرت علی کو دوسرے صحابہ پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے اور اگر وہ خلافت صدیقی کا انکار کرتا ہے تو وہ کافر ہوگا۔ (ت)

عقود الدریہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۹۲ دربارۂ روافض:

اعلم اسعدک اللہ تعالٰی ان ھؤلاء الکفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر ومن توقف فی کفرھم والحادھم فھو کافر مثلھم۔[4]

اے مخاطب (اللہ تعالٰی تجھے نیک بخت بنائے) یہ کافر ہیں کہ انھوں نے اپنے اندر کفر کی مختلف صورتیں جمع کر رکھی ہیں جس نے ان کے کفر و الحاد میں توقف کیا وہ بھی انھی کی طرح کافر ہے۔ (ت)

ایضاً صفحہ نمبر ۹۲:

اما الکفر فمن وجوہ منھا انھم یستخفون

کئی وجوہ سے کفر ہے ایک یہ کہ لوگ دین کی تحقیر

[1] فتح القدیر — باب الامامۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ — نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۴

[3] خلاصۃ الفتاوٰی — فصل فی الامامۃ والاقتداء — مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۹

[4] العقود الدریۃ فی تنقیح فتاوٰی حامدیۃ — باب حکم الروافض وسب الشیخین — حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۱/۱۰۳

بالدین ومنها انهم یهینون العلم والعلماء ؎۱

کرتے ہیں دوسرا یہ کہ یہ علم اور علماء کی توہین و تذلیل کا ارتکاب کرتے ہیں (ت)

ایضاً صفحہ ۹۳:

ومنها انهم یسبون الشیخین سود اللہ وجوههم فی الدارین ؎۲

ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو گالیاں دیتے ہیں اللہ تعالٰی دنیا و آخرت میں انھیں ذلیل فرمائے (ت)

ایضاً صفحہ ۹۳:

فمن اتصف بواحدۃ من ھذہ الامور فھو کافر ؎۳

ان مذکورہ چیزوں میں سے جس میں ایک پائی جائے وہ کافر ہوجاتا ہے (ت)

ایضاً صفحہ ۹۳:

اما سب الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما فانہ کسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال الصدر الشہید من سب الشیخین اولعنھما یکفر ولا تقبل توبتہ واسلامہ ؎۴۔

شیخین کو گالیاں دینا ایسے ہی ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دینا ہے۔ صدر الشہید نے فرمایا: جس نے حضرات شیخین کو گالی دی یا ان پر لعنت کی وہ کافر ہوجائے گا اور اس کی توبہ اور اسلام قبول نہیں کیا جائے گا (ت)

ایضاً صفحہ ۹۳:

اجمع علماء الاعصار علی ان من شك فی کفرھم کان کافرا اھ ؎۵۔

تمام ادوار کے علماء کا اتفاق ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہوجائے گا اھ (ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

؎۱ العقود الدریۃ فی تنقیح فتاوٰی حامدیہ باب حکم الروافض وسب الشیخین حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/۲-۱۰۳

؎۲ تا ؎۶ " " " " " " " " " " " " " " " " "

مسئلہ ۵۲ ازجونپور ملاٹولہ مرسلہ مولوی عبدالاول صاحب ۶ رمضان مبارک ۱۳۳۵ھ

یہ جواب صحیح ہے یانہیں ؟ اگر صحیح ہو تو اور بھی دلائل سے مبرہن ومزین فرماکر مُہر ودستخط سے ممتاز فرمایا جائے۔

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان ممتحن نے زیرنگرانی دو شخص مسلمان کے پرچہ زبان دانی انگریزی سے عربی میں ترجمہ کرنے کے لئے مرتب کیا جس میں سب سے بڑے سوال میں نصف نمبر رکھے تھے، حضرت رسالتمآب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی اور توہین کے فقرات استعمال کئے تاکہ مسلمان طالب علم لامحالہ مجبور ہوکر اپنے قلم سے جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی معصوم ومقدس شان میں بدگوئی لکھیں جو برائے فتوٰی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :

"ابنِ عبداللہ نے اس قبیلہ میں تربیت پائی تھی جو عرب کی اصلی زبان بولنے کے لحاظ سے شریف ترین تھا اور اس کی فصاحت کی سنجیدگی باموقع سکوت پر عمل کرنے سے تصحیح اور ترقی ہوتی رہی باوجود اس فصاحت کے محمد ایک ناخواندہ وحشی تھا بچپن میں اسے نوشت وخواند کی تعلیم نہیں دی گئی تھی عام جہالت نے اسے شرم اور ملامت سے مبرا کردیا تھا مگر اس کی زندگی ایک ہستی کے تنگ دائرہ میں محدود تھی اور وہ اس آئینہ سے (جس کے ذریعہ سے ہمارے دلوں پر عقلمندوں اور نامور بہادروں کے خیالات کا عکس پڑتا ہے) محروم رہا تاہم اس کی نظروں کے سامنے ان کتابوں کے اوراق کھلے ہوئے تھے جس میں قدرت اور انسان کا مشاہدہ کرتا کچھ تمدنی اور فلسفی توہمات جو اسے عرب کے مسافر پر محمول کئے جاتے ہیں پیدا ہوگئے تھے۔"

جس شخص نے پرچہ مرتب کیا اور جن لوگوں نے اس کی نظرثانی کی وہ لوگ بوجہ استعمال الفاظ ناشائستہ جو بلاضرورت شانِ حضرت جناب رسالتمآب میں کئے گئے وہ بوجہ اس گستاخی کے دائرۂ اسلام سے خارج ہوگئے یانہیں اور ان کی کیا سزا ہے اور ان کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے فقط راقم مسلمانان جون پور

خلاصہ جواباتِ جون پور

الجواب : شخص مذکور فی السوال شرعًا ملعون وکافر ومرتد ہے،

فی الاشباہ والنظائر کل کافر تاب فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا والاٰخرۃ الاجماعۃ الکافر بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوبسب الشیخین

اشباہ ونظائر میں ہے ہر کافر توبہ کرے تو اس کی توبہ دنیا وآخرت میں مقبول ہے، مگر کافروں کی وہ جماعت جس نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اور شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ

اواحد هما[1] تعالٰی عنہما یا ان میں سے ایک کو گالی دی ہو۔ (ت)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ انبیا کی شان میں گستاخی کرنے والا مرتد ہے اور اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ بھی مقبول نہیں، شفا ص ۳۹۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا بُرا کہنے والا کافر ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے[2]، مجملہ ان علماء کے امام مالک اور امام لیث بن سعد مصری اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل وامام ابویوسف وامام محمد وزفر وسفیان ثوری واہلِ کوفہ وامام اوزاعی اور علمائے اسلام مکہ ومدینہ وبغداد ومصر ہیں اور اس میں سے کسی نے بھی شاتم الرسول کے مباح الدم ہونے میں خلاف نہیں کیا، واللہ اعلم

کتبہ الفقیر الی اللہ عزوجل عبدالاول الحنفی الجونپوری ۱۳ شعبان ۱۳۳۵ھ | عبدالاول بن علی جونپوری ۱۳۰۲

ساب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا کافر ہے، بغیر تجدید ایمان کے اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی، صحیح یہ ہے کہ تجدید ایمان کے بعد سزائے قتل نہ ہوگی جیسا کہ تنقیح حامدیہ میں ہے، ہاں اگر وہ مرتد توبہ نصوح کرے اور پھر سے ایمان لائے اور اپنا اسلام اور حال ٹھیک رکھے تو اس کی توبہ قبول ہونے پر بھی صاف نہ چھوڑا جائے گا بلکہ تعزیر وحبس کا مستحق ہوگا جیسا کہ تنقیح میں ہے:

ویکتفی بالتعزیر والحبس تأدیبًا۔[3] ادب کے پیش نظر صرف تعزیر اور قید کی سزا پر اکتفار کیا جائیگا۔ (ت)

رقمہ راجی رحمۃ رب العباد محمد حماد نجل الشیخ عبدالاول الحنفی الجونپوری ۲۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

ساب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم قطعی دین سے خارج ومرتد ہوجاتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز مجدد وخلیفہ راشد کا یہی مذہب ہے کہ سابِ رسول کو سزائے قتل دی جائے مگر جب کہ تجدید ایمان وحسن اسلام لائے۔

حررہ عبدالباطن بن مولانا الشیخ عبدالاول الجونفوری

الجواب

رب اعوذبک من ھمزات الشیطٰن اے میرے رب تیری پناہ شیطان کے وسوسوں سے
واعوذبک رب ان یحضرون ٥[4] اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔

[1] الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۲۸۹
[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع الباب الاول شرکۃ صحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ۲/ ۲۰۸
[3] العقود الدریۃ فی تنقیح فتاوٰی حامدیہ احکام المرتدین حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۷
[4] القرآن الکریم ۲۳/ ۹۷

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[1] ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا[2] الا لعنۃ اللہ علی الظلمین[3]

اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ (ت)

ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب کیا وہ کافر مرتد ہے جس جس نے اس پر نظر ثانی کرکے برقرار رکھا وہ کافر مرتد، جس جس کی نگرانی میں تیار ہُوا وہ کافر مرتد، طلبہ میں جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے بخوشی اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا اپنے نبی کی توہین پر راضی ہُوئے یا اسے ہلکا جانا یا اسے اپنے نمبر گھٹنے یا پاس نہ ہونے سے آسان سمجھا وُہ سب بھی کافر مرتد، بالغ ہوں خواہ نابالغ، ان چاروں فریق میں ہر شخص سے مسلمانوں کو سلام کلام حرام، میل جول حرام، نشست وبرخاست حرام، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام، اس کا جنازہ اٹھانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنانا حرام، اسے مٹی دینا حرام، اس پر فاتحہ حرام، اسے کوئی ثواب پہنچانا حرام، بلکہ خود کفر وقاطع اسلام، جب ان میں کوئی مرجائے اس کے اعزہ اقربا مسلمین اگر حکم شرع نہ مانیں تو اس کی لاش دفع عفونت کے لئے مردار کُتے کی طرح بھنگی چماروں سے ٹھیلے میں اٹھوا کر کسی تنگ گڑھے میں ڈلوا کر اُوپر سے آگ پتھر جو چاہیں پھینک کر پاٹ دیں کہ اس کی بدبُو سے ایذا نہ ہو، یہ احکام ان سب کے لئے عام ہیں اور جو جوان میں نکاح کئے ہوئے ہوں ان سب کی جوروئیں ان کے نکاحوں سے نکل گئیں اب اگر قربت ہوگی حرام حرام حرام وزنائے خالص ہوگی اور اس سے جو اولاد پیدا ہوگی ولد الزنا ہوگی، عورتوں کو شرعًا اختیار ہے کہ عدت گزرجانے پر جس سے چاہیں نکاح کرلیں ان میں جسے ہدایت ہو اور توبہ کرے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہوا پھر مسلمان ہو اس وقت یہ احکام جو اس کی موت سے متعلق تھے منتہی ہوں گے اور وُہ ممانعت جو اس سے میل جول کی تھی جب بھی باقی رہے گی یہاں تک کہ اس کے حال سے صدق ندامت وخلوص توبہ وصحت اسلام ظاہر وروشن ہو مگر عورتیں اس سے بھی نکاح میں واپس نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۱

[2] " " ۳۳/ ۵۷

[3] " " ۱۱/ ۱۸

آسکتیں انھیں اب بھی اختیار ہوگا کہ چاہیں دوسرے سے نکاح کرلیں یا کسی سے نہ کریں ان پر کوئی جبر نہیں پہنچتا ہاں ان کی مرضی ہو تو بعد اسلام ان سے بھی نکاح کر سکیں گی۔ شفاء شریف صفحہ ۳۲۱:

اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المتنقص لہ کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللہ تعالیٰ لہ وحکمہ عند الامۃ القتل ومن شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1]

یعنی اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذابِ الٰہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے بیشک وہ بھی کافر ہوگیا۔

نسیم الریاض جلد چہارم ص ۳۸۱ میں امام ابن حجر مکی سے ہے:

ماصرح بہ من کفر الساب والشاك فی کفرہ ھو ما علیہ ائمتنا وغیرھم[2]

یعنی جو یہ ارشاد فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ کافر، یہی مذہب ہمارے ائمہ وغیرہم کا ہے۔

وجیز امام کردری جلد ۳ ص ۳۲۱:

لو ارتد والعیاذ باللہ تعالیٰ تحرم امرأتہ ویجدد النکاح بعد اسلامہ والمولود بینھما قبل تجدید النکاح بالوطئ بعد التکلم بکلمۃ الکفر ولد زنا ثم ان اتی بکلمۃ الشھادۃ علی العادۃ لایجدیہ مالم یرجع عما قالہ لان باتیانھما علی العادۃ لایرتفع الکفر الا اذا سب الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوواحدا من الانبیاء علیھم الصلوٰۃ و

یعنی جو شخص معاذ اللہ مرتد ہوجائے اس کی عورت حرام ہوجاتی ہے، پھر اسلام لائے تو اس سے جدید نکاح کیا جائے اس سے پہلے اس کلمۂ کفر کے بعد کی صحبت سے جو بچہ ہوگا حرامی ہوگا اور یہ شخص اگر عادت کے طور پر کلمۂ شہادت پڑھتا رہے کچھ فائدہ نہ دے گا جب تک اپنے اس کفر سے توبہ نہ کرے کہ عادت کے طور پر مرتد کے کلمہ پڑھنے سے اس کا کفر نہیں جاتا۔ جو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے دنیا میں بعد توبہ بھی اسے قتل کی سزا دی جائیگی، یہاں تک کہ اگر نشہ کی

---

[1] کتاب الشفاء القسم الرابع فی وجوہ الاحکام فی من تنقص الباب الاول مکتبہ شرکت صحافیہ ترکی ۲/ ۲۰۸

[2] نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض " " " " " " دار الفکر بیروت ۴/ ۳۳۸

والسلام فلا توبة له واذا شتمه عليه الصلوٰة والسلام سکران لا یعفی و اجمع العلماء ان شاتمه کافر ومن شك فی عذابه وکفره کفر اھ ملتقطا کاکثر الاوراق للاختصار۔

بیہوشی میں کلمۂ گستاخی بکا جب بھی معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے اُمت کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور کافر بھی ایسا کہ جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وُہ بھی کافر ہے (ت)۔

فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق جلد پنجم ص ۴۰۷:

کل من ابغض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بقلبه کان مرتدا فالساب بطریق اولیٰ (المحضا) وان سب سکران لا یعفی عنه [2]

یعنی جس کے دل میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کینہ ہو وہ مرتد ہے تو گستاخی کرنے والا بدرجۂ اولیٰ کافر ہے اور اگر نشہ بلااکراہ پیا اور اس حالت میں کلمۂ گستاخی بکا جب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔

بحرالرائق جلد پنجم ص ۱۳۵ میں بعینہٖ کلمہ مذکورہ ذکر کرکے ص ۱۳۶ پر فرمایا:

سب واحد من الانبیاء کذٰلك فلا یفید الانکار مع البینة لانا نجعل انکار الردة توبة ان کانت مقبولة [3]

یعنی کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے یہی حکم ہے کہ اسے معافی نہ دیں گے اور بعد ثبوت اس کا انکار فائدہ نہ دے گا کہ مرتد کا ارتداد سے مکرنا تو دفع سزا کے لئے وہاں توبہ قرار پاتا ہے جہاں توبہ سُنی جائے اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی شان میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں اس سے یہاں اصلاً معافی نہ دینگے۔

درر الحکام علامہ مولیٰ خسرو جلد اول ص ۲۹۹:

اذا سبه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم او واحدا من الانبیاء صلوات اللہ تعالیٰ علیهم اجمعین مسلم فلا توبة له اصلا واجمع

یعنی اگر کوئی شخص مسلمان کہلا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اسے ہرگز معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے امت

---

[1] فتاویٰ بزازیہ علیٰ هامش فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی النوع الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۲۲-۳۲۱
[2] فتح القدیر باب احکام المرتدین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۳۳۲
[3] بحرالرائق 〃 〃 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۶

العلماء ان شاتمه کافر ومن شك فی عذابه وکفرہ کفر[1]

مرحومہ کا اجماع ہے اس پر کہ وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

غنیۃ ذوالاحکام ص ۳۰۱:

محل قبول توبة المرتد مالم تکن ردته بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان کان به لا تقبل توبته سواء جاء تائبا من نفسه او شهد علیه بذلك بخلاف غیرہ من المکفرات[2]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں ہر طرح کے مرتد کو بعد توبہ معافی دینے کا حکم ہے مگر اس کافر مرتد کے لئے اس کی اجازت نہیں۔

اشباہ والنظائر قلمی، باب الردۃ:

لا تصح ردة السکران الا الردة بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانه لا یعفی عنه کذا فی البزازیة وحکم الردة بینونة امرأته مطلقا[3] ای سواء رجع او لم یرجع اھ غمز العیون[4] واذا مات علی ردته لم یدفن فی مقابر المسلمین ولا اهل ملة وانما یلقی فی حفرة کالکلب، والمرتد اقبح کفرا من الکافر الاصلی، واذا شهدوا علی مسلم بالردة وهو منکر لا یتعرض له لا لتکذیب

یعنی نشہ کی بیہوشی میں اگر کسی سے کفر کی کوئی بات نکل جائے اسے بوجہ بیہوشی کافر نہ کہیں گے نہ سزائے کفر دیں گے مگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی وہ کفر ہے کہ نشہ کی بیہوشی سے بھی صادر ہو تو اسے معافی نہ دینگے کذا فی البزازیۃ اور معاذ اللہ ارتداد کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت فوراً اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے اگرچہ بعد کو پھر اسلام لائے جب بھی عورت نکاح میں واپس نہ جائے گی اور جب وہ اسی ارتداد پر مرجائے والعیاذ باللہ تعالٰی تو اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنے کی اجازت نہیں نہ کسی ملت والے مثلاً یہودی یا نصرانی کے گورستان میں دفن کیا جائے

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الجزیہ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادت بیروت ۱/۳۰۰-۲۹۹
[2] غنیۃ ذوی الاحکام فی درر الاحکام باب المرتد " " " " ۱/۳۰۱
[3] الاشباہ والنظائر باب الردۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸۹/۱ تا ۲۹۱
[4] غمز عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر مع الاشباہ باب المرتد " " " ۱/۲۹۰

الشهود العدول بل لان انكاره توبة و رجوع، فتثبت الاحكام التي للمرتد لوتاب من حبط الاعمال وبينونة الزوجة وقوله لايتعرض له انما هو في مرتد تقبل توبته في الدنيا لا الردة بسب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم[1] اھ الاولی تنكير النبي كما عبربه فيما سبق[2] اھ ملخصًا غمز العيون۔

وہ تو کُتّے کی طرح کسی گڑھے میں پھینک دیا جائے مرتد کا کفر اصلی کافر کے کفر سے بدتر ہے اور اگر کسی مسلمان پر گواہانِ عادل شہادت دیں کہ یہ فلاں قول یا فعل کے سبب مرتد ہوگیا اور وہ اس سے انکار کرتا ہو تو اس سے تعرض نہ کریں گے نہ اس لئے کہ گواہانِ عادل کو جھوٹا ٹھہرایا بلکہ اس لئے کہ اس کا مکرنا اس کفر سے توبہ و رجوع سمجھیں گے ولہذا گواہانِ عادل کی گواہی اور اس کے انکار سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ وہ شخص مرتد ہوگیا تھا اور اب توبہ کرلی تو مرتد تائب کے احکام اس پر جاری کرینگے کہ اس کے تمام اعمال حبط ہوگئے اور جورو نکاح سے باہر، باقی سزا نہ دی جائے گی، مگر نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کہ یہ وہ کفر ہے جس کی

اور یہ قول کہ اس سے تعرض نہ کیا جائے اس مرتد سے متعلق ہے جس کی توبہ دنیا میں مقبول ہے، نہ وہ مرتد جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے کہ یہ وہ کفر ہے جس کی سزا یہ ہے کہ دنیا میں بعد توبہ بھی معافی نہیں، یونہی کسی نبی کی شان میں گستاخی علیہم الصلوٰۃ والسلام، اولٰی یہ تھا کہ لفظ نبی کو نکرہ ذکر کرتے جیسا کہ گزشتہ عبارت میں تعبیر کیا ہے اھ ملخصاً غمز العیون۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحبِ درمختار جلد اول ص ۹۵:

من سب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فانه مرتد وحكمه حكم المرتدين ويفعل به ما يفعل بالمرتدين ولا توبة له اصلا واجمع العلماء انه كافر ومن شك في كفره كفر[3] اھ ملتقطا۔

جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان کریم میں گستاخی کرے وہ مرتد ہے اس کا وہی حکم ہے جو مرتدوں کا ہے اس سے وہی برتاؤ کیا جائے گا جو مرتدوں سے کرنے کا حکم ہے اور اسے دنیا میں کسی طرح معافی نہ دیں گے اور باجماعِ تمام علمائے امت وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد اول ص ۶۱۸:

اذا سبه صلى الله تعالى عليه وسلم او واحدا من الانبياء مسلم ولو سكران فلا توبة

یعنی جو مسلمان کہلا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اگرچہ نشہ

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر مع الاشباہ باب المرتد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹۱و۲۹۳

[2] " " " " " " " ۱/۲۹۳

[3] فتاوٰی خیریہ باب المرتدین دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۰۳

لہ تیجیه کالزندیق ومن شك فی عذابه و کفرہ فقد کفر [1]

کی حالت میں تو اس کی توبہ بھی دنیا میں اسے معافی نہ دیں گے جیسے دہریئے بے دین کی توبہ نہ سنی جائیگی، اور جو شخص اس گستاخی کرنے والے کے کفر میں شک لائے گا وُہ بھی کافر ہو جائے گا۔

ذخیرۃ العقبیٰ علامہ اخی یوسف ص ۲۴۰:

قد اجمعت الامة علی ان الاستخفاف بنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وبای نبی کان علیهم الصلوۃ والسلام کفر سواء فعله علی ذٰلك مستحلا ام فعله معتقد الحرمة ولیس بین العلماء خلاف فی ذٰلك ومن شك فی کفرہ وعذابه کفر [2]

یعنی بیشک تمام امتِ مرحومہ کا اجماع ہے کہ حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی تنقیص شان کرنے والا کافر ہے، خواہ اسے حلال جان کر اس کا مرتکب ہوا ہو یا حرام جان کر، بہرحال جمیع علماء کے نزدیک کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وُہ بھی کافر۔

ایضاً صفحہ ۲۴۲:

لایغسل ولا یصلی علیه ولا یکفن اما اذا تاب وتبرأ عن الارتداد ودخل فی دین الاسلام ثم مات غسل وکفن وصلی علیه ودفن فی مقابر المسلمین [3]

یعنی وہ گستاخی کرنے والا جب مرجائے تو نہ اسے غسل دیں نہ کفن دیں نہ اس پر نماز پڑھیں، ہاں اگر توبہ کرے اور اپنے اس کفر سے برأت کرے اور دینِ اسلام میں داخل ہو اس کے بعد مرجائے تو غسل، کفن، نماز، مقابرِ مسلمین میں دفن سب کچھ ہوگا۔

تنویر الابصار شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی:

کل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا الکافر بسب نبی [4] الخ۔

یعنی ہر مرتد کی توبہ قبول ہے مگر کسی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا ایسا کافر ہے تو دنیا میں سزا سے بچانے کے لئے اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔

لہ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر | باب الجزیہ | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/۶۷۰

لہ ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح صدر الشریعۃ العظمیٰ | کتاب الجہاد باب الجزیہ | مطبع نولکشور کانپور | ۲/۳۱۹

لہ " " " " " " " " " " ۲/۳۲۱

لہ درمختار شرح تنویر الابصار | باب المرتدین | " مجتبائی دہلی | ۱/۳۵۶

درمختار:

الکافر بسب نبی من الانبیاء لاتقبل توبتہ مطلقا ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر[1]۔

یعنی کسی نبی کی توہین کرنا ایسا کفر ہے جس پر کسی طرح معافی نہ دیں گے اور جو اس کے کافر و مستحقِ عذاب ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔

کتاب الخراج سیدنا امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ ص۱۹۷:

قال ابویوسف وایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او کذبہ اوعابہ اوتنقصہ فقد کفر باللہ تعالٰی وبانت زوجتہ[2]۔

یعنی جو شخص کلمہ گو ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بُرا کہے یا تکذیب کرے یا کوئی عیب لگائے یا شان گھٹائے وہ بلاشبہہ کافر ہوگیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔

بالجملہ اشخاص مذکورین کے کفر وارتداد میں اصلاً شک نہیں، دربارۂ اسلام ورفع دیگر احکام ان کی توبہ اگر سچے دل سے ہو ضرور مقبول ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ سلطانِ اسلام انھیں بعد توبہ اسلام صرف تعزیر دے یا اب بھی سزائے موت دے وہ جو بزازیہ اور اس کے بعد کی بہت کتب معتمدہ میں ہے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں اس کے یہی معنی ہیں اور اس کی بحث یہاں بیکار ہے، کہاں سلطانِ اسلام اور کہاں سزائے موت کے احکام، صدہا خبیث اخبث ملعون انجس ہیں کہ کلمہ گو بلکہ اعلٰی درجہ کے مسلمان مفتی واعظ مدرس شیخ بن کر اللہ ورسول کے جناب میں منہ بھر کر ملعونات بکتے، لکھتے چھاپتے ہیں اور ان سے کوئی تو کہنے والا نہیں اور اگر انھیں تو کہئے تو نہ صرف ان کے بلکہ بڑے بڑے مہذب بننے والے مسلمانوں کے نزدیک یہ بے تہذیبی وتشدد ہو،

فانظر الٰی آثار مقت اللہ الغیور کیف انقلبت وانعکست الامور ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3]ہ واللہ تعالٰی اعلم۔

تو دیکھو اللہ غیور کے عذاب کے آثار کی طرف دل کیسے بدل جاتے ہیں اور امور کیسے الٹ ہو جاتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب المرتدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶
[2] کتاب الخراج فصل فی الحکم فی المرتد عن الاسلام ؍؍ بولاق مصر ص ۱۹۷-۹۸
[3] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

مسئلہ ۵۳ ازکوہ کسولی مرسلہ منشی نور محمد صاحب عرائض نویس کچہری ۱۹ رمضان شریف ۱۳۳۵ھ 20

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اہلِ اسلام ایک مکان میں ختم شریف پڑھ رہے تھے ختم مذکور میں یہ بیت بھی پڑھی گئی:

عفو کن خطا یا حیات النبی
مری کر شفیع یا حیات النبی

ایک شخص شریک مجمع مذکور منصبِ امامت رکھتا تھا، بضرورت ادائیگی نماز مغرب وہاں سے چلا گیا اور بعد نماز مغرب چند اہلِ اسلام کے سامنے یہ مسئلہ بیان کیا کہ امداد سوائے ذات باری تعالٰی کے کسی سے نہیں مانگنا چاہئے، جیسا کہ لوگ کہا کرتے ہیں:

امداد کن امداد کن از بندِ غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرا

ایسا کہنا شرعاً جائز نہیں، دوسرے وقت میں شعر مندرجہ بالا پر بحث چھڑی تو پیش امام موصوف نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ سے بھی کوئی استعانت نہیں مانگنا چاہئے کیونکہ وفات پاگئے ہیں اور مردہ ہیں۔ یہ سن کر ایک شخص نے پیش امام موصوف کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کردی اور اپنے علٰحدہ مکان میں مسجد قرار دے کر بشمولیت چند مردمان اہلِ اسلام جمعہ و دیگر نمازیں پڑھنی شروع کردیں، پیش امام مذکور نے اپنی بے ادبی و گستاخی معلوم کرکے معترض و دیگر مردمان کے سامنے توبہ کرلی اور معافی کا بھی خواستگار ہوا مگر معترض نے اسے معاف نہیں کیا اور بدستور اپنے اصرار پر قائم ہے، پیش امام مذکور نے یہ کہا کہ اگر رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعالمِ حیات ہمارے سامنے بھی موجود ہوں تو اپنے اختیار سے بھی کوئی کام نہیں کرسکتے حالانکہ بظاہر وفات پاگئے ہیں، میرا اس پر ایمان ہے اور لفظ "مردہ" جو میری زبان سے نکلا اس کے لئے توبہ کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں۔ اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ پیش امام مذکور کی امامت جائز ہے یا نہیں، اور شخص معترض کی نماز مسجد سے علٰحدہ اس کے اپنے گھر میں ادا ہوجاتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرکے اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ سوال پہلے بھی آیا اور دارالافتاء سے جواب دیا گیا، جواب اب بھی وہی ہے اگرچہ سوال میں بہت الفاظ شیطانی کم ہیں، آخر یہ تو خود پیش امام نے اقرار کیا کہ اس نے شانِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بے ادبی و گستاخی کی، یہی کفر ہے، اور اس کی معافی معترض سے چاہنا عجیب ہے، گستاخی کرے محمد رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اور معافی چاہے زید و عمرو سے۔ سائل کہتا ہے مگر معترض نے اسے معاف نہ کیا، سبحان اللہ! معترض اس کا معاف کرنے والا کون، اسے کیا اختیار تھا کہ گستاخی کی جائے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں اور یہ معاف کردے، گویا یہ کہے کہ اگرچہ تُو نے میرے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بُرا کہا مگر میں اس کی پروا نہیں کرتا، میں نے کہا بے کہا کردیا، معترض ایسا کہتا تو اُسے خود اپنے ایمان کے لالے پڑتے۔ زید کا حق عمرو، عمرو کا حق زید معاف نہیں کرسکتا، وہ بے ادب کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں گرفتار ہوا اُسے زید و عمرو کیونکر معاف کردیں، درمختار میں ہے:

الکافر بسب نبی من الانبیاء لاتقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالیٰ قبلت لانہ حق اللہ تعالیٰ والاول حق عبد لایزول بالتوبۃ ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر۔[1]

جو کسی نبی کو گالی دینے کی وجہ سے کافر ہوا اس کی توبہ کسی حال میں قبول نہیں، اور اگر اللہ تعالےٰ کو گالی دی تو توبہ مقبول ہے کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کا حق ہے، اور پہلا بندے کا حق ہے جو توبہ سے زائل نہیں ہوتا اور جس نے بھی اس کے عذاب وکفر میں شک کیا وُہ کافر ہوجائے گا۔

انکارِ استمداد و استعانت، اور وہ بھی خود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے، اور وُہ بھی اس ملعون خیال پر کہ مردہ ہیں ان پر تو شخص مذکور اب بھی قائم ہے ایک لفظ "مردہ" کو اس کے معنی سے تبدیل کرتا ہے، یہ تمام عقائد و خیالات وہابیہ کے ہیں اور وہابیہ کی امامت ہرگز جائز نہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے، فتح القدیر میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز۔[2] اھ وقد حققنا بما لامزید علیہ فی النھی الاکید۔

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے نقل کیا کہ اہل بدعت کی اقتدا میں نماز نہیں ہوتی، اس کی بے مثل تفصیل ہم نے اپنے رسالہ "النہی الاکید" میں کی ہے۔

جس مسلمان نے وُہ کلمات سُن کر اس کے پیچھے نماز سے احتراز کے لئے اپنے مکان کو مسجد کرکے اس میں جمعہ وجماعت شروع کردی اس کے لئے اللہ عزوجل کے یہاں اجرِ عظیم ہے ان شاء اللہ الکریم، واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] درمختار | باب المرتد | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۵۶
[2] فتح القدیر | باب الامامۃ | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۱/۳۰۴

مسئلہ ۵۴ از موضع گلمان پور ڈاکخانہ رام کولا ضلع سارن مرسلہ محمد اسحٰق صاحب ۲۰ شوال ۱۳۳۵ھ

ایک استفتاء جو حضور میں پیش ہے دیوبند گیا تھا فقط قرآن شریف کا حوالہ ہے وہ ہم لوگ دیہاتی نہیں سمجھ سکتے کہ جب آدمی مرتد ہو جائے تو اس کا کفارہ کیا ہے، لہٰذا التماس حضور میں ہے کہ جواب سے پورے طور سے خلاصہ مطلع فرمائیں کہ کفارہ کیا ہے کس قدر ہونا چاہئے؟

الجواب

کفارہ ان گناہوں میں رکھا گیا ہے جن کا معاوضہ اس سے ہو جائے اور جو گناہ حد سے گزرے ہوئے ہیں ان کے لئے کفارہ نہیں ہوتا، مثلاً صحیح مقیم بلا عذر شرعی ماہ مبارک کا ادا روزہ جس کی نیت رات سے کی ہو دوا یا غذا یا جماع سے قصداً بلا اکراہ توڑ دے تو اس کا کفارہ ہے اور سرے سے رکھے ہی نہیں کہ یہ جرم اعظم ہے اس کا کوئی کفارہ نہیں، مگر توبہ اور اس روزے کی قضا، یونہی اگر معاذ اللہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے کوئی مسلمان براہِ خطا مارا جائے مثلاً شکار پر فائر کرے اور اس کے لگ جائے تو اس کا کفارہ ہے لیکن اگر عیاذاً باللہ قصداً قتل کرے کہ یہ جرم اعظم ہے اس کا کوئی کفارہ نہیں مگر توبہ و قصاص، معاذ اللہ مرتد ہونا سب سے بدتر جرم ہے اس کا کیا کفارہ ہو سکتا مگر توبہ و اسلام اور اگر توبہ نہ کرے اور اسلام نہ لائے تو دنیا میں سلطانِ اسلام کے یہاں اس کی سزا قتل ہے اور آخرت میں ابد الآباد کے لئے جہنم۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ اعلم۔

آپ نے علمائے کرام حرمین شریفین کا مبارک فتویٰ حسام الحرمین شاید نہ دیکھا اب دیکھئے اور ضرور دیکھئے مطبع اہل سنت و جماعت بریلی سے ملتا ہے اس میں علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ دیوبندی عقیدے والے تو کافر مرتد ہیں پھر ان کو عالم جاننا اور ان سے فتویٰ پوچھنا کیونکر حلال ہو سکتا ہے، احتیاط فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۵ از پل قاضی مرسلہ منشی محمد عنایت رسول صاحب ۹ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ

ایسے گروہ کے باب میں جو بظاہر مسلمان ہو کے اپنے خاندان کو خاندانِ رسالت پر فضیلت دینے حسب و نسب میں ہر طرح اپنے آپ کو نجیب گردانے اور کہے کہ دیکھو رسول اللہ کس نسل سے ہیں، حضرت ہاجرہ کون تھیں، حضرت سارہ کی کنیز تھیں کہ نہیں، اور تائید میں قول نصرانی مورخ کا پیش کرے اور بعض کو اولاد فاطمہ سے لونڈی بچا کہے اور ساداتِ زمانہ کو قابل تعظیم و تکریم نہ جانے، بلکہ ان کی توہین و تہجین و تذلیل اور ان پر سب و شتم اور ایذا رسانی کو جائز و مباح سمجھے اور عامل ایسے شنائع اعمال کا ہو، مسلمانوں کے ایسے گروہ کے ساتھ کھانا پینا، مناکحت و موالات، ان کی مجالس و محافل میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایسا شخص گمراہ، بددین، مسخرۂ شیاطین ہے بلکہ اس پر حکم کفر کا لزوم ہے۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے میل جول، مناکحت ورکنار ان کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالٰی و اما ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا به الاستخفاف کفر[2]

یعنی سادات وعلماء کی توہین کفر ہے اور جو بنظر توہین کسی عالم کو مولویا یا سید کو میروا کہے وہ کافر ہوجائے گا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶ مرسلہ جناب قاضی ارشاد احمد صاحب از بھیل پور ضلع پیلی بھیت ۵ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

ایک واعظ نے یہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو؟ آپ نے جواب عرض کیا کہ ایک پردہ سے آواز آتی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی تم نے پردہ اٹھا کر دیکھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میری یہ مجال نہیں کہ پردہ کو اٹھاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اب کی مرتبہ پردہ اٹھا کر دیکھنا۔ حضرت جبرئیل نے ایسا ہی کیا، کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور عمامہ سر پر باندھے ہیں اور سامنے شیشہ رکھا ہے اور فرمارہے ہیں کہ میرے بندے کو یہ ہدایت کرنا، یہ روایت کہاں تک صحیح ہے، اگر غلط ہے تو اس کا بیان کرنے والا کس حکم کے تحت میں داخل ہے؟

الجواب

یہ روایت محض جھوٹ اور کذب وافتراء ہے اور اس کا بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷ تا ۶۱ از ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ ملا محمد رمضان پیش امام مسجد نیاپورہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

(۱) اول عبدالقادر جس نے یہ کلمات کہے ہیں وہ کافر ہے یا نہیں؟ اگر اس کے کفر میں شک کرے اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الفاظ الکفر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

واسطے کیا حکم ہے ؛

(۲) قاضی صاحب شہر یا دیگر مسلمان جو عبد القادر کے معاون اور مددگار رہیں اور اس کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور دینی اور دُنیوی مراسم میں تعلق رکھتے ہیں ان کے واسطے کیا حکم ہے ؛

(۳) عبد القادر کے گروہ میں سے جن لوگوں کا ہمارے گروہ سے زن وشو کا تعلق ہے یعنی زوجہ اس گروہ کی ہے اور زوج اس گروہ کا ہے اسی طرح زوج اس گروہ کا ہے اور زوجہ اس گروہ کی ہے اور وہ لوگ یعنی ہر دو فریق اپنے اپنے عقیدہ پر قائم ہیں تو ایسی صورت میں ان کا نکاح شرعاً قائم رہتا ہے یا نہیں ؛

(۴) قاضی صاحب شہر سے یہ کہا گیا کہ تم عبد القادر جس نے توہین کی ہے اس کو کیا سمجھتے ہو ، قاضی شہر یہ کہتے ہیں کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنے والے کو کافر سمجھتا ہوں مگر عبد القادر کے پیچھے نماز ضرور پڑھوں گا ، اس سے یہ مطلب کہ عبد القادر سے اسلامی مراسم منقطع نہ کروں گا ، حالانکہ قاضی صاحب کے رُوبرو عبد القادر کے توہینی الفاظ کہنے کی بابت شہادتیں پیش کر دی گئیں اور ان کے سامنے چار مسلمانوں نے گواہی دی کہ ہمارے رُوبرو عبد القادر نے یہ الفاظ وعظ میں کہے . اور پھر حسبِ خواہش قاضی صاحب علماء کے فتوے بھی پیش کر دئے ، ایسی حالت میں قاضی شہر کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان سے نکاح پڑھوانا جائز ہے یا نہیں ؛

(۵) ایک شخص نے علی الاعلان توبہ کی اس پر کفر کا فتویٰ منگوانا اور اس مسلمان کو کافر کہنا ایسے شخص کی بابت کیا حکم ہے ؛

الجواب

(۱ و ۲) صورتِ مستفسرہ میں بلاشبہہ اس نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی توہین کی اور بلاشبہہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرے کافر ہے ، اور بلاشبہہ جو اس امر پر مطلع ہو کر اسے قابلِ امامت جانے اس کے پیچھے نماز پڑھے بلکہ وُہ بھی جو اسے مسلمان جانے بلکہ وُہ بھی جو اس کے کفر میں شک کرے سب کافر و مرتد ہیں۔ شفاء شریف امام قاضی عیاض و وجیز امام شمس الائمہ کردری و ذخیرۃ العقبٰی و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے ، من شك فی كفرہ وعذابہ فقد كفر[1] (جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے گا وُہ کافر ہو جائے گا ۔ ت)

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

(۳) جو مرد اس عقیدہ پر ہوں یا اس پر مطلع ہو کر اس عقیدہ والے کو کافر نہ جانتے ہوں ان سب کے نکاح ٹوٹ گئے، عورتیں ان سے اپنے مہر کا فی الحال مطالبہ کر سکتی ہیں اور بعد عدت جس سے چاہیں اپنا نکاح کر سکتی ہیں اور عورتوں میں جو کوئی اس حقیقتِ حال سے آگاہ ہو اور جان بوجھ کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافرہ ہو گئی، مگر حسب روایت مفتی بہا اپنے شوہر مسلمان کے نکاح سے نہ نکلے گی نہ اسے اختیار ہو گا کہ دوسرے سے نکاح کرے، ہاں ان کے شوہروں کو جائز نہ ہو گا کہ انھیں ہاتھ لگائیں جب تک وہ تائب ہو کر پھر اسلام نہ لائیں۔

(۴) قاضی مذکور کے سامنے شہادتیں پیش ہونے کا کیا ذکر جبکہ سوال میں مذکور کہ سورہ والضحیٰ شریف دکھا کر وہ الفاظ قاضی کے سامنے کہے اس صورت میں قاضی خود اس شخص کے ان احکام میں شریک ہے، اس کے پیچھے نماز محض باطل اور اس سے میل جول حرام اور اس سے نکاح پڑھوانا جائز نہیں۔

(۵) جو شخص توبہ کر چکا ہو اس پر کفر کا فتویٰ منگانا سخت عذاب کا استحقاق ہے اور مسلمان کو بلاوجہ کافر کہنے پر حدیث صحیح میں ارشاد فرمایا کہ وہ کہنا اس کہنے والے ہی پر پلٹ آئے گا یعنی جب کہ بروجہ اعتقاد ہو اور بروجہ سب و دشنام تو اشد کبیرہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور زیادہ تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔

مسئلہ ۶۲ از ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ ملا محمد رمضان پیش امام مسجد نیا پورہ مورخہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ عبد القادر نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور اس پر علماء کا فتویٰ کفر کا آچکا ہے اور وہ توبہ سے انکار کرتا ہے اس کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں، اور اس کے بھائی بھتیجے اس کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اس کے معاون ہیں ان کا نکاح بھی عند الشرع ٹوٹ گیا یا نہیں، اور اگر ٹوٹ گیا ہے تو ان کی مطلقہ بیویوں کا نکاح دوسرے مسلمانوں سے جائز ہے یا نہیں اور وہ مطلقہ بیویاں مہر کی لین دار ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ عطا فرمایا جائے، عند اللہ ماجور ہوں گے۔

الجواب

جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرے یقیناً کافر ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی اور جو اس کی توہین پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جانے وہ بھی کافر ہے ایسے جتنے لوگ ہوں خواہ توہین کرنے والوں کے عزیز قریب ہوں یا غیر ان سب کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں اور فی الحال وہ اپنے

مہر کا مطالبہ کرسکتی ہیں، ان عورتوں کو اختیار ہے کہ عدت کے بعد جس مسلمان سے چاہیں نکاح کرلیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۳ از ہوڈل ضلع گوڑگانوہ مرسلہ عبد اللہ شاہ

معظم و مکرم قدوۃ الفضلاء فضلنا مولانا اولانا ــــــــــ جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام فیوضہ، بعد سلام مسنون، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی بنام زید اور چند مسلمان اُمّی اس کے ہمراہ ایک پادری مذہب عیسوی کے مکان پر نشست برخاست ایک وقت معین پر پادری صاحب کے مکان پر ہُوا کرتی ہے، بروقت نشست پادری صاحب کے یہاں کے خورد و نوش میں شریک ہوتے ہیں یعنی پان و چائے وغیرہ خاص پادری صاحب کے مکان کا بنا ہُوا کھاتے پیتے ہیں اور گفتگو وغیرہ میں یہاں تک نوبت ہوتی ہے کہ جناب سرور کائنات محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں لفظ بے لوبانہ وہ پادری کہتا ہے، یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں افک و بہتان تک نوبت پہنچتی ہے اور حضرت زینب و زید کی شان میں لفظ گستاخانہ کرتا ہے، اب دوسرے مسلمان اس مولوی سے کہتے ہیں کہ پادری کے یہاں کا اکل و شرب اچھا نہیں، تو وُہ یہ جواب دیتا ہے کہ کچھ ہرج نہیں اور ہمارے ایمان میں کوئی فرق اور خلل نہیں آتا ہے، اگر فرق آتا ہو تو ہم کو قرآن و حدیث سے ثبوت دو، جناب مفتی صاحب یہ امر طلب ہے آیا اس مولوی کے ایمان میں خلل و فرق آیا یا نہ، اور اس مولوی کے پیچھے اقتدا جائز ہے یا نہ، اور کوئی گناہ ہے یا نہ، اور گناہ کیسا ہے، صغیرہ یا کبیرہ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس نام کے مولوی کے ایمان میں اگر فرق نہ ہوتا تو وہ ایسے جلسوں میں شریک نہ ہوسکتا جن میں اللہ و رسول کے ساتھ یہ استہزا و طعن کئے جاتے ہیں وہ ثبوت مانگتا ہے اسے اگر ایمان احکام کی خبر ہوتی تو جانتا کہ قرآن عظیم اس صورت میں اس کے مثل نصارٰی ہونے کا فتوٰی دے رہا ہے۔

قال اللہ تعالٰی بشّر المنٰفقین بان لهم عذابا الیما ۝ الذین یتخذون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندهم العزۃ فان العزۃ للّٰه جمیعا ۝ وقد نزّل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللّٰه یکفر بها ویستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتی یخوضوا

خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے، وہ جو کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کے سوا کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں، عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے، اور بیشک وُہ تم پر کتاب میں حکم اتار چکا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سُنو کہ ان کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور

فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ان اللہ جامع المنفقین والکفرین فی جھنم جمیعا[1]

بات میں نہ پڑیں اگر تم ان کے پاس بیٹھے تو تم بھی انھیں کی مثل ہو بیشک اللہ کافروں اور منافقوں سب کو جہنم میں ایک ساتھ اکٹھا کرے گا۔

اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور وہ سخت اشد کبیرہ کا مرتکب ہے بلکہ اس کا ایمان ہی ٹھیک نہیں، جیسا کہ قرآن عظیم صاف ارشاد فرما چکا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴ از ککرالہ پرگنہ اوسیت ضلع بدایوں مرسلہ محمد یسین خاں خطیب ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی بنگالی نے کہا کہ جو کوئی نماز سنت پڑھے وہ مشرک ہے، اور التحیات اور درود شریف نماز میں پڑھنے کی کہیں سند نہیں، اور اگر سند ہو تو قرآن شریف سے ثابت کرو اور نماز جنازہ کی بھی نہیں پڑھنی چاہئے اس کی بھی قرآن شریف سے سند نہیں اور حدیث کا کچھ اعتبار نہیں، از راہ عنایت جواب سے زود تر سرفراز فرمائیے۔

الجواب

جو شخص حدیث کا منکر ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منکر ہے، اور جو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منکر ہے وہ قرآن مجید کا منکر ہے اور جو قرآن مجید کا منکر ہے اللہ واحد قہار کا منکر ہے اور جو اللہ کا منکر ہے صریح مرتد کافر ہے اور جو مرتد کافر ہے اسے اسلامی مسائل میں دخل دینے کا کیا حق۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[2]

رسول جو کچھ تمھیں دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

اور فرماتا ہے:

فلا وربك لایؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما[3]

اے نبی! تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تجھے اپنی ہر اختلافی بات میں حاکم نہ بنائیں پھر اپنے دلوں میں تیرے فیصلہ سے کچھ تنگی نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۸ تا ۱۴۰
[2] ؍؍ ۵۹/ ۷
[3] ؍؍ ۴/ ۶۵

نماز سنت و جنازہ اور التحیات و درود سب کا حکم کلام اللہ شریف میں صراحۃً موجود مگر :

من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور[1] جسے اللہ نے نور نہ دیا اس کے لئے کہیں نور نہیں۔

پہلے یہ منکر بتائے کہ پانچ نمازوں کا ثبوت کلام اللہ شریف میں کہاں ہے، اور صبح کی دو رکعتیں، مغرب کی تین رکعتیں، باقی کی چار چار، ان کا ذکر کلام اللہ شریف میں کہاں ہے اور نمازوں کی ترتیب کہ پہلے قیام اور اس میں قرأت پھر رکوع پھر سجود پھر قعود قرآن مجید میں کہاں ہے، وقتوں کی ابتدا و انتہا کہ فجر کا وقت طلوع صبح سے شروع ہو کر طلوع شمس پر ختم ہوتا ہے اور ظہر کا زوال شمس سے سایہ اصلی کے سوا ایک مثل یا دو مثل سایہ ہونے تک اس کا ذکر قرآن مجید میں کہاں ہے، وضو کی ناقض یہ یہ چیزیں ہیں اور غسل کی یہ یہ، اور نماز ان چیزوں سے فاسد ہوتی ہے ان کی تفصیل قرآن مجید میں کہاں ہے۔ جب وہ ان سوالوں سے عاجز ہوگا اور اپنے کفر و جہل کا اقرار کرکے تائب ہوگا اس وقت ہم اسے بتا دیں گے کہ جن چیزوں کا وہ منکر ہے وہ سب قرآن مجید سے ثابت ہے اور ساتھ ہی یہ بتائے کہ اس نے اس قرآن موجود کو بے کم و بیش قرآن منزل من اللہ کیونکر مانا، کیا اللہ خود اس کے ہاتھ میں دے گیا، اور جب یہ نہیں تو دلیل دے اور سمجھ رکھے کہ اس دلیل سے جو کچھ ثابت ہوگا سب ماننا پڑے گا ورنہ قرآن بھی ہاتھ سے کھوئے گا، گویا تو ہے ہی جھوٹے زبانی اقرار سے بھی ہاتھ دھوئے گا ان اللہ لا یھدی القوم الفسقین[2] (بیشک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا) یہ مسائل جن کا ثبوت ہم نے قرآن عظیم سے دینا اس کے ذمہ لازم کیا ہے اس طرح لکھے جس طرح ہم مسلمانوں میں ہے اس کے نزدیک اگر اور طور پر ہوں تو جس طرح اس کے اعتقاد میں ہیں انہیں کا ثبوت قرآن مجید سے دے کہ نماز ہر روز کے وقت کی فرض ہے، ہر وقت کی ابتدا انتہا کیا ہے، نماز میں کیا کیا فرائض ہیں، ان کی ترتیب اور پڑھنے کی ترکیب کیا ہے، وضو و غسل کی ناقض کیا کیا ہیں، ہر وقت کی نماز میں کے رکعتیں ہیں، کس کس چیز سے فاسد ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۶۵ شبہہ پیش کردہ بعض اہل علم ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۵ھ

بلاشبہہ اشرف علی تھانوی اپنی عبارت حفظ الایمان میں حق کا معاند ہے، مگر تکفیر میں یہ شبہہ ہے کہ وہ علوم غیبیہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انکار نہیں کرتا بلکہ اطلاق لفظ عالم الغیب کا تیسری شق جو مصحح ثبوت علوم کثیرہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اس نے دھوکا دینے کے لئے قصداً

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[2] " " ۶۳/ ۶

چھپالی اور زید پر براہِ فریب و مغالطہ ایک الزامی ایراد قائم کیا اس سے وُہ حق کا معاند ضرور ہے مگر کافر نہ ہوا ہم اسے دیکھتے ہیں کہ وُہ خشوع وخضوع سے نماز پڑھتا ہے وہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی توہین کرتا۔

الجواب

اشرف علی سے زیادہ اپنی مراد کون بتا سکتا ہے اس نے جو عرق ریزی وحرکت مذبوحی "لبسط البنان" میں کی اس پر شدید قاہر الٰہی زد "وقعات السنان" وغیرہ میں ملاحظہ ہوں، مگر ایک ذی علم کے لئے کشفِ شبہہ کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ یہ سوال حاضر کیا جاتا ہے جس میں سراسر عبارت حفظ الایمان کا پورا چربہ ہے اس کا جواب دیتے بلکہ اِن شاء اللہ تعالےٰ ملاحظہ کرتے ہی حق کھُل جائے گا اور شبہہ کا وسوسہ دھُواں ہو کر اڑ جائے گا وباللہ التوفیق۔

سوال یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے حمدِ الٰہی میں کہا اے سخی داتا الٰہ العٰلمین۔ اس پر حمید و ولید دو شخصوں نے اعتراض کیا۔ حمید: یہ ناجائز ہے اسمائے الٰہی توقیفی ہیں اللہ عزوجل کو جواد کہا جائے گا سخی کہنا جائز نہیں حواشی حاشیہ خیالی علی شرح العقائد النسفی میں اس کی تصریح ہے۔

ولید: اللہ عزوجل کی ذاتِ مقدسہ پر سخاوت کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سخاوت سے مراد بعض عطا ہے، یعنی کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی شخص کو کچھ نہ کچھ دے دینا اگرچہ ایک نوالہ یا ایک کوڑی یا کُل عطا کہ کسی سائل کا کوئی سوال کبھی نہ پھیرا جائے ہمیشہ جو کچھ مانگے اسے دیا جائے، اگر بعض مراد ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا تخصیص ہے ایسی سخاوت تو زید وعمر ہر ذلیل و رذیل ہر بھنگی چمار کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص سے کسی نہ کسی چیز کا دینا واقع ہوتا ہے تو چاہیے کہ سب کو سخی داتا کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو سخی داتا کہوں گا تو پھر سخاوت کو منجملہ کمالاتِ الٰہیہ شمار کیوں کیا جاتا ہے، جس امر میں مومن بلکہ شریف شخص کی بھی خصوصیت نہ ہو وُہ کمالات الوہیت سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو خدا و غیرِ خدا میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام عطایا مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے انتہی۔ ولید کے اس کلام پر حمید و اکابر علمائے کرام نے کفر صریح ہونے کا حکم کیا، سعید کو اس میں یہ شبہات ہیں ہم دیکھتے ہیں، ولید خشوع وخضوع سے نماز پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توہین کرتا، اس کا مقصود اطلاق لفظ سخی پر انکار ہے نہ کہ عطائے الٰہی کا ابطال تیسری شق جو مصحح ثبوت عطائے الٰہیہ ہے اس نے دھوکا دینے کے لئے قصداً چھپالی اور زید پر براہِ فریب و مغالطہ ایک الزامی ایراد قائم کیا اس سے وہ حق کا معاند ضرور ہے مگر کافر نہ ہوا، اب علمائے کرام سے استفسار ہے کہ:

(۱) آیا کلامِ ولید میں اس تاویل کی گنجائش ہے ؟

(۲) محض لفظ سخی کے اطلاق پر انکار وہ تھا جو حمید نے کیا یا یہ جو ولید نے کہا ؟

(۳) منشائے اطلاق یعنی عطا کو دو شقوں میں منحصر کر دینا ایک وہ کہ خدا میں بھی نہیں دوسرے وہ کہ بھنگی چمار میں ہے اور اس بنا پر اسے کمالاتِ الٰہیہ سے نہ جاننا اور خدا اور اس کے غیر ہر بھنگی چمار میں فرق پوچھنا محض اطلاق لفظ سخی کا انکار ہوگا یا اللہ عزوجل کی صفت کمالیہ عطا کا صریح ابطال ہوگا ؟

(۴) اس تقریر سے عطا کو کمالاتِ الٰہیہ سے نہ جاننا اور خدا اور بھنگی چمار میں فرق پوچھنا اور اللہ تعالٰی کی خصوصیت نہ جاننا ہر بھنگی چمار کے لئے بھی حاصل ماننا یہ توہین شان عزت ہے یا نہیں ؟

(۵) اس کلام کے سننے سے کسی طرح کسی کا ذہن اس طرف جا سکتا ہے کہ یہ ابطال عطائے الٰہی نہیں نہ اس کے کمال پر حملہ نہ اس قسم عطا میں جو اسے حاصل ہے، اس کی خصوصیت کا انکار نہ ہر بھنگی چمار کی اس میں شرکت کا اظہار بلکہ باوصفِ صحت معنیٰ وحصول معنی صرف بالخصوص لفظ سخی پر انکار ہے۔

(۶) جو معنی کسی طرح کلام سے مفہوم نہ ہوسکیں کیا اُن کی طرف پھرنا کفر کا نافی ہوسکتا ہے، شفائے امام قاضی عیاض وغیرہ کتب معتمدہ ائمہ میں تصریح ہے کہ التاویل فی لفظ صراح لایقبل[1] (صریح الفاظ میں تاویل مقبول نہیں ہوتی۔ ت) ایسی تاویل مسموع ہو تو کوئی کلام کفر نہ ٹھہر سکے، اردت برسول اللہ العقرب (میں نے رسول اللہ سے مراد بچھو لیا ہے۔ ت) کی تاویل اس تاویل سے قریب تر ہے یا نہیں کہ بلاشبہہ عقرب بھی خدا ہی کا بھیجا ہوا ہے۔

(۷) صحیح بخاری شریف میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشاد کہ ذٰلك اخبات النفاق[2] (یہ نفاق کا خشوع ہے۔ ت) اس خشوع وخضوع کا جواب کافی ہے یا یہ کہ کوئی کیسا ہی کفر کرے جب بعض اعمال صالحہ کرتا ہو کافر نہیں ہوسکتا۔ بینوا توجروا۔

مسئلہ ۶۶: از بازید پور ضلع پٹنہ مرسلہ عبدالصمد صاحب ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ امکان نسخ نہیں بلکہ وقوع نسخ کا ماننا فرض ہے یا واجب یا مستحب جس کو دوسرے لفظوں میں یوں صاف کرسکتے ہیں کہ وقوعِ نسخ پر دلیل قطعی یعنی آیت قرآنی یا حدیث متواتر ہے یا دلیل ظنی ہے اس کا منکر کافر ہوگا یا فاسق ؟ بینوا توجروا۔

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع فی تصرف وجوہ الاحکام مطبع شرکت صحافیہ فی بلد العثمانیہ ۲/ ۲۷۰

[2] مجمع الزوائد باب الاعمال بالخواتیم دار الکتاب بیروت ۷/ ۲۱۴

الجواب

وقوعِ نسخ بلاشبہہ قطعیات سے ثابت بلکہ باعتبار شرائع سابقہ ضروریاتِ دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے، واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۷ از بجواڑہ مرسلہ حاجی عبد اللطیف ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اور مرد میں سے کسی سے بے علمی کی وجہ سے ایسا کلمہ منہ سے نکل جائے کہ کفر میں شمار ہو تو طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں، اور اگر ایسا ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے کیونکہ ظاہر نکاح دوسری بار پڑھانے سے شرم کرتا ہو تو بغیر گواہ کے ایسا نکاح پھر درست ہو سکتا ہے یا نہیں کہ صرف مرد عورت دونوں ہی نکاح قائم کرلیں کہ کوئی صورت آسان ہو تو بتلائیں کیونکہ اکثر لوگ بے علمی کی وجہ سے کوئی کلام کہہ دیتے ہیں اور وہ کفر ہوتا ہے اور ان کو کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے۔

الجواب

معاذ اللہ جس سے کلمۂ کفر صادر ہو اسے بعد توبہ تجدیدِ نکاح کا حکم ضرور ہے اور نکاح بغیر دو گواہوں کے نہیں ہو سکتا، دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ آزاد اور مسلمان، عورت کے نکاح میں ان کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے وہ ایجاب وقبول کو ایک جلسہ میں سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے بغیر اس کے نکاح نہیں ہو سکتا، ہاں یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہ غیر ہی لوگ ہوں، زن و شوہر کے جوان بیٹا، بیٹی، بہن، بھائی، نوکر چاکر ان میں سے اگر دو مرد وں یا ایک مرد دو عورتوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیں کافی ہے، اور تجدیدِ نکاح کوئی شرم کی بات نہیں، یہ وسوسہ شیطانی ہے، شرم کی بات یہ ہے کہ نکاح میں خلل پڑ جائے اور بغیر تجدید کے زن و شوہر کا علاقہ باقی رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸ از انجمن اسلامیہ بھرت پور مرسلہ حافظ عبد الوہاب خاں ٹونکی ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

یہاں ایک مولوی صاحب نے اثنائے وعظ میں فرمایا کہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کی لاش مبارک شہادت کے بعد کئی روز تک نہایت ناگفتہ بہ حالت میں رہی اور آپ کی ایک ٹانگ (نعوذ باللہ) کتوں نے چبا ڈالی، مولوی صاحب اور ان کے مقلدین اس واقعہ کو تاریخی واقعہ بتاتے ہیں، یہاں کوئی ایسا عالم نہیں جو اس واقعہ کے متعلق صحت کر سکے، اس لئے عرض ہے کہ بواپسی اس واقعہ کے اصلی حالت سے اطلاع دیں، اگر صحیح ہے تو کس معتبر کتاب سے پتہ چل سکتا ہے؟ اگر غلط ہے تو کس فرقہ کا عقیدہ ہے؟

الجواب

امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں فرماتے ہیں،

قال الزبیر بن بکار بویع یوم الاثنین للیلۃ بقیت من ذی الحجۃ سنۃ ثلاث و عشرین وقتل یوم الجمعۃ لثمان عشرۃ خلت من ذی الحجۃ بعد العصر و دفن لیلۃ السبت بین المغرب والعشاء[1]

(حضرت زبیر بن بکار کا بیان ہے۔ت) یعنی امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیعت یوم الاثنین ذی الحجہ کی آخری شب ۲۳ ہجری کو کی گئی ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ روز جمعہ بعد عصر شہید ہوئے اور اسی شام کو مغرب کے بعد عشاء سے پہلے دفن ہوئے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں امیرالمومنین ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہم پر رافضیوں کے دسویں طعن میں ان ملاعین سے نقل کیا کہ:

"بعد از قتل او را سہ روز او فتادہ گزاشتند و بدفن او نپرداختند"[2]

قتل کے بعد انھیں تین دن تک ایسے ہی پھینک دیا گیا اور دفن نہ ہونے دیا گیا۔(ت)

وہ کتوں کا لفظ اس طعن میں بھی نہیں، پھر جواب میں بہت روایات ذکر کرکے فرمایا:

از یں روایات مشہورہ متعددہ ثابت شد کہ تا سہ روز او فتادہ ماندن لاش عثمان (رضی اللہ تعالٰی عنہ) محض افتراء و دروغ ست و در جمیع تواریخ تکذیب آں موجود ست زیرا کہ باجماع مؤرخین شہادت عثمان (رضی اللہ تعالٰی عنہ) بعد از عصر روز جمعہ ہیژدہم ذی الحجہ واقعہ شدہ است و دفن او در بقیع شب شنبہ وقوع یافت بلاشبہہ[3] انتہی۔

ان تمام مشہور روایات سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی لاش کا تین دن تک پڑے رہنے کا واقعہ محض افتراء اور جھوٹ ہے اور تمام کتب تاریخ میں اس کی تکذیب موجود ہے کیونکہ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی شہادت ۱۸ ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر ہوئی اور بلاشبہہ ہفتہ کی رات بقیع شریف میں تدفین ہوئی انتہی۔(ت)

ورأیتنی کتبت فی بعض تعلیقاتی الحدیثیۃ وھذا ایضا تجاوز نعم لا تقبل المناکیر المنکرات فی مقابلۃ المشھورات المقبولات

مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے بھی اپنے بعض حواشی میں یہی بات لکھی ہے اور یہ بھی تجاوز ہے ہاں مشہور و مقبول روایات کے مقابلے میں مناکیر

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ باب عثمان رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۲/۴۶۳

[2] تحفہ اثنا عشریہ مطاعن " " " طعن دہم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۳۲۶

[3] " " " " " " " " " " ۱/۳۲۹

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

منکرات مقبول نہیں ہوتیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۶۹ از شہر مالیگاؤں محلہ قلعہ قریب مسجد کلاں مرسلہ محمد صادق صاحب ۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی شخص آیاتِ قرآنی کو نہ مانے تو وہ شخص گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو کس درجہ کا؟ اور نماز اس کے پیچھے کیسی ہوتی ہے؟

الجواب

آیت کو نہ ماننا یعنی انکار کرنا کفر ہے اس کے پیچھے نماز کیسی، مگر عوام نہ ماننا اسے بھی کہتے ہیں کہ گناہ خلاف آیت قرآنی واقع ہو اور اسے آیت سنائی گئی اور وہ اپنے گناہ سے باز نہ آیا یہ باز نہ آنا اگر محض شامتِ نفس سے ہو آیت پر ایمان رکھتا ہے نہ اس سے انکار کرتا ہے نہ اس کا مقابلہ کرتا ہے تو گناہ ہے کفر نہیں، پھر اگر وہ گناہ خود کبیرہ ہو یا بوجہ عادت کبیرہ ہو جائے اور یہ شخص اعلان کے ساتھ اس کا مرتکب ہو تو فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی یعنی پڑھنی گناہ اور پڑھی ہو تو پھیرنی واجب، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از چندوسی حسینی بازار مرسلہ غلام حسین صاحب ۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ العلی العظیم والصلوٰۃ علی النبی الکریم و آلہ و صحبہ المکرمین آمین! کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چندوسی میں مسلمانوں نے ہنود، مشرکین سے اتفاق کرنے میں یہ آثار ظاہر کئے کہ سوائے نوبت نقارے نوازی اور ناچ رنگ نامشروع کے ایسا مبالغہ اور عروج ان کی رسوم جلا دینے میں کیا کہ بعض فریق تلک، قشقہ، سندے برہمنوں کے ہاتھ سے اپنی پیشانی پر کھنچوا کر خوش اور مسرور ہوا اور بعض فریق برہمنوں کے ساتھ جے رامچندر جی اور جے سیتا جی کی بول اٹھا اور بعض فریق نے ہمراہ ہنود تخت رواں نستہ عورتوں کے گشت کی اور وہ تخت رواں خلاف سالہائے گزشتہ پیوستہ کے بخوف وخطر گلی کوچہ پھرا کر مسلمانوں کے جائے جلوس پر ہنود لائے، مسلمانوں نے سوائے تواضع پان پھول اور ہار، الائچی وغیرہ ان کے آنے کا شکریہ بلفظ بہ ادا کرکے شیرینی کی تھالی پیش کی اس عمل سے کس فریق کی عورت نکاح سے باہر ہوئی اور کون مبتلائے کفر ہوا اور کون مرتکب گناہ کبیرہ ہوا اور ہر فریق کی توبہ کی صورت کیا ہے؟

الجواب

وہ جنہوں نے برہمن سے قشقہ کھنچوایا وہ جنہوں نے ہنود کے ساتھ وہ جے بولی کافر ہوگئے، ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں اور وہ کہ گشت میں شریک ہوئے اگر کافر نہ ہوئے تو قریب بکفر ہیں،

حدیث میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سود مع قوم فھو منھم[1] وفی لفظ من کثر سواد قوم[2] | جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے۔

اور وہ جنھوں نے بت کے لانے پر شکریہ ادا کیا اور خوش ہوئے ان پر بھی بحکمِ فقہاء کفر لازم ہے۔ غمز العیون میں ہے:

اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر[3] | جس نے کفار کے عمل کو اچھا جانا وہ باتفاق مشائخ کافر ہوجاتا ہے (ت)

ان پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاحِ جدید کریں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷: از موضع بیری پور ڈاکخانہ قصبہ علی گڑھ ضلع بریلی مرسلہ خان محمد خاں ۱۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید آداب و احکام و ارکان شریعت کا محض منکر ہے یعنی اہل ہنود کی پرستش گاہوں پر پوجا کرتا ہے، دیپ چڑھاتا ہے، سراسر جو کام شرک و کفر کے ہنود کرتے ہیں ان کو زید بھی کرتا ہے اور بجائے محفل میلاد شریف کے مثل ہنود کے کتھا کی یعنی برہمن کو بلا کر پوریاں وغیرہ پکوا کر اور ہنود کو کھلا کر جن مسلمانوں سے رسم تھا ان کو کھلادیں اور ہنود کے ہوم رول میں چندہ دیا اور مسجد کے دینے سے انکار، صوم و صلوٰۃ کا منحرف بایں امور کہ زید میں موجود ہیں، عمر اپنی بیٹی زید کے بیٹے کو دینا چاہتا ہے ہر چند اس سے منع کیا گیا مگر قصداً رسم گیا حتی کہ تاریخ شادی کی ٹھہر گئی، عمر کی زوجہ نے جواب دیا اور سخت کلامی کی کہ زید اگر بھنگی ہے تو ہم بھی بھنگی ہیں، عمر سے کہا گیا کہ تم کو اگر زید سے ملنا ہے تو اس کو توبہ استغفار کرادیا جائے، مگر عمر نہ مانا اور شرک و کفر کی حالت میں دیدہ و دانستہ قرابت کی، آیا ہم جمیع مسلمان زید و عمر کے ساتھ کیسا معاملہ رکھیں، جو حکم شرع شریف کا ہو نافذ ہو ایسا شخص بموجب شرع شریف کے مستوجب سزا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ ۵۱۶۷ عبداللہ بن عتاب الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۴۱

[2] نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ بحوالہ مسند ابی یعلی المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۴/ ۳۴۶
کنز العمال حدیث ۲۴۷۳۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۲

[3] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۵

الجواب

صورتِ مذکورہ میں زید کافر مرتد ہے، اس سے سلام، کلام مسلمانوں کو حرام اس کی شادی غمی میں شرکت حرام۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔

قال اللہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدًا ولا تقم علٰی قبرہٖ[2]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پہ کھڑے ہونا۔ (ت)

عمر اس کے سب افعال پر آگاہ ہے اور اس نے توبہ بھی لینا نہ چاہی اور ایسی قرابت اس کے ساتھ کی مبتلائے گناہِ عظیم و مستحقِ عذابِ الیم ہُوا۔

قال اللہ تعالٰی انکم اذًا مثلھم[3]، وقال اللہ تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم[4]، وقال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[5]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: ورنہ تم بھی انھیں جیسے ہو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

زید و عمر اگر توبہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ انھیں یک لخت چھوڑ دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳: از بدایون مرسلہ نھو و نثار احمد سوداگران چرم ۱۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے باوجود اس علم کے کہ مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے کافر ملحد ہونے کا فتوٰی تمام علمائے اسلام دے چکے ہیں، پھر بھی اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرزائی کے لڑکے کے ساتھ کر دیا اب زید کو گمراہ اور بدعقیدہ سمجھا جائے یا نہیں اور زید کے ساتھ کھانا پینا اور اس کی شادی غمی میں شریک ہونا اپنے یہاں اس کو شریک کرنا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] القرآن الکریم ۹/ ۸۴
[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰
[4] القرآن الکریم ۵/ ۵۱
[5] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ ایسا کریں ان کے لئے کیا حکم ہے ؟

(۲) مرزائیوں کے لڑکوں کو جو ابھی سنِ شعور کو نہیں پہنچے اور اپنے ماں باپوں کے رنگ میں رنگے ہیں اور ہر امر میں انھیں کے ماتحت ہیں کیا سمجھنا چاہئے مرزائی یا غیر مرزائی ؟

الجواب

(۱) اگر وہ لڑکا اپنے باپ کے مذہب پر تھا اور اسے یہ معلوم تھا کہ اس کا یہ مذہب ہے اور دانستہ لڑکی اس کے نکاح میں دی تو یہ لڑکی کو زنا کے لئے پیش کرنا اور پرلے سرے کی دیوثی ہے ، ایسا شخص سخت فاسق ہے اور اس کے پاس بیٹھنا تک منع ہے ،

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ ۔ (ت)

ورنہ اس کے سخت بے احتیاط اور دین میں بے پرواہ ہونے میں کوئی شبہہ نہیں ' اور اگر ثابت ہو کہ وہ واقعی مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے اس بنا پر یہ تقریب کی تو خود کافر مرتد ہے ، علمائے کرام حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ :

من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر[2] جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ۔

اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت حیات کے سب علاقے اس سے قطع کردیں ، بیمار پڑے پوچھنے کو جانا حرام ، مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام ، اسے مسلمان کے گورستان میں دفن کرنا حرام ، اس کی قبر پر جانا حرام ،

قال اللہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدًا ولا تقم علٰی قبرہٖ[3] اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا (ت)

(۲) وہ سب مرزائی ہیں مگر وہ کہ عقل وتمیز کی عمر کو پہنچا اور اچھے برے کو سمجھا اور مرزائیوں کو کافر جانا اور ٹھیک اسلام لایا وہ مسلمان ہے ، یہ اس حالت میں ہے کہ ماں مرزائی ہو ، اور اگر ماں مسلمان ہو اگرچہ اپنی

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] حسام الحرمین باب المعتمد والمستند مکتبہ نبویہ ، لاہور ص ۱۳

[3] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

شامتِ نفس یا اپنے اولیاء کی حماقت یا ضلالت سے مرزائی کے ساتھ نکاح کرکے زنا میں مبتلا ہے، اب جو بچے ہوں گے جب تک ناسمجھ رہیں گے اور سمجھ کی عمر پر آکر خود مرزائیت اختیار نہ کریں گے اس وقت تک وہ اپنی ماں کے اتباع سے مسلمان ہی سمجھے جائیں گے،

فان الولد یتبع خیر الابوین دینا فکیف من لیس لہ الا الام فان ولد الزنا لا اب لہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بچہ والدین میں سے اس کے تابع ہوتا ہے جس کا دین بہتر ہو تو اس وقت کیا حال ہوگا جب اس کی صرف ماں ہی ہو کیونکہ ولد زنا کا باپ نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۴ تا ۸۱ از مقام رانچی محلہ اوپر بازار مرسلہ عبدالرب صاحب ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

جو کہے: (۱) معجزاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غلط ہیں، معجزہ حضرت سیدنا عیسٰی (علیہ السلام) مردہ کو زندہ کرنا غلط ہے، مطلب اس کا احوالِ قوم کو زندہ کرنا ہے ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے شرعًا؟

(۲) کتاب فتاوٰی عالمگیری و قاضی خاں بے اعتبار ہیں، توہینِ علماءِ دین قولِ بکر سے متصور ہے یا نہیں؟ شرعًا کیا حکم ہے؟

(۳) قربانی کرنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالٰی گوشت وخون کا محتاج نہیں، نہ اس تک پہنچتا ہے، بلکہ تمہارا تقوٰی پہنچتا ہے، قربانی کے جانور کی قیمت مدرسہ میں دینا افضل ہے، غور فرمایا جائے کہ بکر نے ترکِ واجب پر حملہ کیا یا نہیں شرعًا کیا حکم ہے؟

(۴) حضرت منصور کا دار پر کھینچا جانا امورِ سلطنت و متہم ہونے کی وجہ سے نہ تھا نہ اور کسی وجہ سے، شرعًا کیا حکم ہے؟

(۵) بکر عبادت گاہِ کفار میں نہ بہ نیت تفریحِ طبع و دیکھنے کے جاتا ہے بلکہ شرکت عبادت گاہ کفار کو فرض و سنت و مستحب ٹھہراتا ہے، شرعًا کیا حکم ہے؟

(۶) بکر پردہ حنفیت میں کاربندِ وہابیت ہے، وہابیوں کی حمایت اور اہلسنت و تمامی مفسرین و فقہاء کی توہین کرتا ہے۔ میلاد و قیام کے متعلق الفاظ ناشائستہ و بدعتِ سیئہ کہتا ہے، بکر کی اقتداء جائز ہے یا نہیں، اور بکر درحقیقت مقلد ہے یا غیر مقلد؟

(۷) بکر محض بپاسِ کلام و اثباتِ مدعا اپنے بزورِ زبان عباراتِ فقہیہ کو تحریف کیا ہے، بکر دست انداز اقوالِ ائمہ مجتہدین پر ہے یا نہیں؟ شرعًا کیا حکم ہے؟

(۸) بکر جناب کنز الفقراء تاج الاولیاء سیدنا عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) پر طعن وتکذیب کراماتِ اولیاء کرتا ہے و نیز دیگر اشخاص بھی بمقابلہ بکر کے حضرت کی شان میں طعن کرتے ہیں اور بکر

خاموش رہتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) جو شخص معجزاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غلط بتائے کافر مرتد ہے، مستحق لعنتِ ابد ہے۔ حضور سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ احیائے موتٰی کا غلط کہنے والا بھی یقیناً کافر مرتد ہے اور وہ تاویل کہ احوالِ قوم زندہ کرنا مراد ہے، اسے کفر وارتداد سے نہ بچائے گی کہ ضروریاتِ دین میں تاویل مسموع نہیں۔ عقائد امام مفتی الثقلین مفتی الجن والانس عمر نسفی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

النصوص تحمل علی ظواھرھا والعدول عنھا الی معان یدعیھا اھل الباطن الحاد[1]

نصوص کو اپنے ظاہر ہی پر محمول کیا جائے گا اور اس سے ایسے معانی کی طرف عدول جن کا دعوٰی اہل باطن نے کیا سراسر الحاد ہے (ت)

شرح میں ہے:

الحاد ای میل وعدول عن الاسلام واتصال والتصاق بالکفر لکونہ تکذیبا للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیما علم مجیئہ بہ بالضرورۃ[2]

الحاد یعنی اسلام سے عدول و اعراض ہے اور یہ کفر کے ساتھ اتصال ہے کیونکہ یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ان معاملات میں تکذیب ہے جن کا لانا آپ سے بالضرورۃ ثابت ہے (ت)

شفاء قاضی عیاض میں ہے:

التاویل فی الضروری لایسمع[3]

ضروریاتِ دین میں تاویل مسموع نہیں۔ (ت)

(۲) سبحان اللہ! جب وہ معجزاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غلط کہتا ہے تو اس سے اس کی کیا شکایت کہ فتاوٰی قاضی خاں و عالمگیری کو نہیں مانتا جو اللہ اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرچکا اس سے توہینِ علم وعلماء کا گلہ فضول ہے، ماعلی مثلہ یعد الخطاء (خطا کے بعد اس کی مثل مجھ پر نہیں۔ ت)

(۳) قربانی کا انکار ضلالت ہے ہندو تو سارے کے سارے گائے کی قربانی سے کتنا چڑتے ہیں، غایت یہ کہ یہ ایک بات میں ہندوؤں سے بڑھ گیا کہ مطلقاً قربانی کے وجوب کا منکر ہوا اور ایک بات میں ہندو اس سے

---

[1] عقائد نسفی مع الشرح مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۱۱۹
[2] شرح عقائد نسفی " " " " ص ۱۱۹
[3] کتاب الشفاء للقاضی عیاض القسم الرابع فی تعرف وجوہ الاحکام الخ مکتبہ شرکت صحافیہ ترکی ۲/ ۲۱۰

بڑھ کر ہیں کہ وہ پڑھتے ہیں یہ فقط منکر۔

(۴) ایک بے معنی بات ہے صرف اتنے لفظ محتاج توجیہ نہیں۔

(۵) شرکت عبادت گاہ کفار صریح کفر ہے کیونکہ ہدایت یا زدو جانا شرکت نہیں ہو سکتا، کتب دینیہ میں تصریح ہے کہ معابدِ کفار میں جانا مکروہ ہے کہ وہ ماوائے شیاطین ہیں کما فی رد المحتار وغیرہ (جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) نہ کہ شرکت کہ صریح کفر ہے اور کفر کو ہلکا جاننا بھی کفر ہے نہ کہ معاذ اللہ مستحب بلکہ سنت بلکہ فرض ٹھہرانا،

ابالله وأيته ورسله كنتم تستهزءون لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم[1] | کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔ (ت)

(۶) عجب ہے کہ سائل اس سے وہ کلمات نقل کرکے پھر اس کا مقلد ہونا پوچھتا ہے وہ مقلد ضرور ہے مگر ابلیس کا،

قال الله تعالٰی استحوذ علیهم الشیطٰن فانسٰهم ذکر الله اولٰئك حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن هم الخٰسرون | اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلادی، وہ شیطان کے گروہ ہیں، سنتا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔ (ت)

(۷) معلوم نہیں سائل نے اس کا پہلا عقیدہ معجزہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غلط بتاتا غلط لکھ دیا یا صحیح، اگر غلط لکھا تو کیوں اور صحیح لکھا تو اس کے بعد ان باتوں کی کیا گنجائش رہی، ائمہ مجتہدین پر دست اندازی کرنیوالا گمراہ سہی کافر تو نہیں تکذیب معجزات کرنے والا تو کافر ہے، گنگا پرشاد یا مسیح چرن سے اس کی کیا شکایت کہ تو ہمارے ائمہ پر کیوں اعتراض کرتا ہے۔

(۸) کراماتِ اولیاء کا انکار گمراہی ہے،

قال الله تعالٰی کلما دخل علیها زکریا المحراب وجد عندها رزقا قال یٰمریم انی لك هذا قالت هو من عند الله ان الله یرزق من یشاء | اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے، کہا اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا، بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بیشک اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵ و ۶۶

[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹

بغیر حساب[1] — جسے چاہے بے گنتی دے (ت)

وقال اللہ تعالٰی قال الذی عندہ علم من الکتٰب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک[2] — اللہ تعالٰی نے فرمایا، اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔ (ت)

اور حضور ولی الاولیاء، غوث الاقطاب، ملاذ الابدال والافراد رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم کی شانِ اقدس میں زبان درازی نہ کرے گا مگر رافضی تبرائی،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] واللہ تعالٰی اعلم۔ — اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۲ تا ۸۴ ازمراد آباد محلہ قائم کی بیریاں مرسلہ محمد مختار ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک شخص کے دل میں زبان میں بُرے خیال نکلتے ہیں وہ نماز پڑھنے سے عاجز آگیا ہے چنانچہ لاحول، سورۂ ناس، درود شریف، قرآن شریف پڑھتا ہے تو بھی اس کے دل میں بُرے خیالات آتے ہیں اور ایک بات زبان سے برابر دل سے برار نکلا کرتی ہے، مثلاً سراج الحق بیٹا کس کا، اپنے ماں باپ کا، اور فحش خیالات بیٹے بیٹیوں، ماں باپ کے بارے میں ہر وقت بُرے خیالات بہت۔

(۲) بُرے خیالات یہ بہت دھوکے انجانی بیوقوفی زبان سے، دل جان سے ہیں، نعوذ باللہ خدا کا شریک نکلا پھر یہ نکلا خدا وحدہٗ لاشریک ہے، رسول برحق ہیں، یہ خیال بہت جلد دھوکے سے نکلا ایک ماہ میں تین بار ایک دفعہ ایک یوم میں دوسرا آٹھ یوم میں تیسرا سولہ یوم میں نکلا پھر یہ خیالات نہیں نکلتے، پھر دل زبان سے یہ نکلا کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے، جب کہ ہزار ہا باتوں کے بعد جب کہ زبان نہیں رکتی تھی، وہ روکتا تھا مگر وہ نہیں رکتی تھی، دل میں دنیا کے خیال بہت بُرے تھے وہ یہ ہیں خدا نے کسی کو بیٹا بیٹی مال اسباب دیا ہے سب نہیں رہے گا پس خدا کی بات اچھی ہے دل میں یہی بیٹوں بیٹیوں کے خیالات، وہ بخشا جائے گا یا نہیں؟ مسلمان رہا یا نہیں؟ گنہگار ہوا یا نہیں؟

(۳) وہ ہمیشہ لوگوں کو نیک تعلیم دیتا ہے، خدا نے جو بتایا ہے نماز روزہ اور بہت باتوں کی وہ قرآن اور خدا رسول کی محبت کرتا ہے جو خدا و رسول کو بُرا اور قرآن کو بُرا کہتا ہے اس کو جان سے مارنے کو تیار ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/۳۹
[2] القرآن الکریم ۲۷/۴۰
[3] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

وہ خدا اور رسول کو جان سے زیادہ زیادہ سمجھتا ہے خدا سے کئی مرتبہ دُعا مانگی مگر خدا کا حکم نہیں ہوا ان سے پہلے وہ عاجز آگیا ان باتوں سے اور نماز میں بھی بُرے خیالات آتے ہیں وہ اپنے اسلام کا پکا ہے، وہ خدا و رسول سے بہت خوش ہے، کئی آدمی نے خدا و رسول کو بُرا کہا اس نے ان کو مارا اگر جنھوں نے برا کہا تھا وہ کافر تھا، یہ سب بیٹے بیٹیاں کس کی ہیں، کیا آدم علیہ السلام کی یا اپنے ماں باپوں کی؛

الجواب

بُرے خیالات اگر آئیں اور انھیں جمایا نہ جائے، نہ بالقصد انھیں زبان سے ادا کیا جائے، تو اس سے اسلام میں کچھ فرق نہیں آتا اور جہاں تک مجبوری ہے گناہ بھی نہیں، اور وہ سراج الحق والا فقرہ بار بار کہنا گناہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، خلل دماغ کا ایک شعبہ ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی بُرے وسوسے جب دل میں آئیں فوراً اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرے اور کہے؛

اٰمنّا باللہ و رسولہ ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم۔[1] میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے (ت)

اور لاحول شریف پڑھے اور خشکی دماغ کا طبی معالجہ بھی چاہیے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از دھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک مولوی صاحب بعد ختم ہونے وعظ کے فرمانے لگے کہ ہم نے جو وعظ آپ صاحبوں کو سنایا ہے وہ کلام اللہ اور حدیث سے سنایا ہے، نہیں معلوم کہ یہ جھوٹ ہے یا سچ ہے، اس بات کا علم خدا کو ہے یہ الفاظ مولوی صاحب نے کیوں فرمائے۔ ایسا کہنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

(۲) مذکور مولوی صاحب ہر وعظ میں بہشتی زیور کے لئے خاص حکم دیتے ہیں، وہ کتاب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی تصانیف سے ہے، بہت سے ذی علم لوگوں کو شک ہے اور بہشتی زیور پڑھنے کو منع کرتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے، اس کتاب میں کون سے مسائل غلط ہیں اور کون سے صحیح؟ ان کا خلاصہ اور آپ اس کتاب کے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۳

الجواب

(۱) یہ کہہ کر کہ میں نے تمھیں یہ وعظ قرآن وحدیث سے سنایا ہے یہ کہنا کہ معلوم نہیں جھوٹ ہے یا سچ قرآن عظیم کے صدق میں شک کرنا ہے اور تاویل بعید کی یہاں کچھ حاجت نہیں، اول تو الفاظ اس کے مساعد نہیں پھر سوال دوم میں بیانِ سائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واعظ ہر وعظ میں مسلمانوں کو بہشتی زیور منگانے کی ترغیب دیتا ہے ایسا ہے تو عقیدہ کا دیوبندی معلوم ہوتا ہے اور دیوبندیوں کے نزدیک قرآن مجید کے صدق میں ضرور شک ہے کہ وہ اللہ عزّ وجل کو وجوباً سچا نہیں جانتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں کہ معاذ اللہ وہ امکاناً جھوٹا ہے پھر وعظ کو قرآن وحدیث سے بتا کر اس کے صدق وکذب میں شک کرنا ضرور کلمۂ کفر ہے، مسلمانوں کو ایسے شخص کا وعظ سننا اور اسے وعظ کی مسند پر بٹھانا حرام ہے۔

(۲) بہشتی زیور ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو صریح گالی دی اور جس کی نسبت تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق حسام الحرمین میں فرمایا ہے کہ:

من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] جو اس کی باتوں پر مطلع ہوکر اسے مسلمان جاننا در کنار اس کے کافر ہونے میں شک بھی کرے وہ بھی کافر۔

بہشتی زیور کا دیکھنا عوام مسلمان بھائیوں کو حرام ہے اس میں بہت سے مسائل گمراہی کے اور بہت سے مسائل غلط وباطل ہیں اور یہی کیا تھوڑا ہے کہ وہ ایسے کی تصنیف ہے جس کو مکہ معظمہ ومدینہ منورہ کے علمائے کرام باتفاق فرمارہے ہیں کہ اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔ زیادہ اطمینان درکار ہو تو کتاب حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہل سنت وجماعت بریلی سے طلب کیجئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر بریلی مرسلہ شوکت علی صاحب فاروقی ۲۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کفار کے قسم کے ہوتے ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے اور صحبت کون سے کفار کی سب سے زیادہ مضر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزّ وجل ہر قسم کفر و کفار سے بچائے، کافر دو قسم ہے: اصلی و مرتد۔ اصلی وہ کہ شروع سے کافر اور کلمۂ اسلام کا منکر ہے، یہ دو قسم ہے: مجاہر ومنافق، مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو، یہ قسم حکمِ آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے۔

---

[1] حسام الحرمین باب المعتمد والمستند مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۱۳

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار[1]۔ بیشک منافقین سب سے نیچے طبقۂ دوزخ میں ہیں۔

کافر مجاہر چار قسم ہے:

اوّل دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔

دوّم مشرک کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود یا واجب الوجود جانتا ہے جیسے ہندو بُت پرست کہ بُتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں اور آریہ کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں، مگر قدیم و غیر مخلوق جانتے ہیں دونوں مشرک ہیں اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل ہے۔

سوم مجوسی آتش پرست۔

چہارم کتابی یہود و نصارٰی کہ دہریہ نہ ہوں،

ان میں اول تین قسم کا ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل ہے اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہوجائے گا اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔

کافر مرتدوہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی بھی دو قسمیں ہیں، مجاہر و منافق۔

مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا کلمۂ اسلام کا منکر ہوگیا چاہے دہریہ ہوجائے یا مشرک یا مجوسی یا کتابی کچھ بھی ہو۔

مرتد منافق وُہ کہ کلمۂ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریاتِ دین میں کسی شئے کا منکر ہے، جیسے آجکل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھُوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں، حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا، اس کا نکاح کسی مسلم کا فر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہوسکتا، جس سے ہوگا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو خواہ عورت، مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے، یہی وہ ہے کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے خصوصًا وہابیہ خصوصًا دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہلسنت کہتے، حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۴۵

اور اللہ ورسول کو گالیاں دیتے ہیں، یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں، ہوشیار خبردار! مسلمانو! اپنا دین بچائے ہوئے رہو فاللّٰہ خیر حفظا وھو ارحم الرّٰحمین[1] (تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۶۴

رسالہ

الـمبین ختم النبیین ۱۳۲۶ھ

(حضور کے خاتم النبیین ہونے کے واضح دلائل)

مسئلہ ۸۸ تا ۹۲: از بہار شریف محلہ قلعہ مدرسہ فیض رسول مرسلہ مولوی ابوطاہر نبی بخش صاحب

۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیا ومسلما

اما بعد بست و پنجم ماہ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ شب سہ شنبہ کو مولوی سجاد حسین و مولوی مبارک حسین صاحب مدرسین مدرسہ اسلامیہ بہار نے طلبا تعلیم دادہ وعظ میں فرماتے تھے کہ خاتم النبیین میں "النبیین" پر الف لام عہد خارجی کا ہے، جب دوسرے روز مسجد چوک میں مولوی ابراہیم صاحب نے (جو بالفعل مدرسہ فیض رسول میں پڑھتے ہیں) اثنائے وعظ میں آیۂ کریمہ:

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[1]۔

محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ (ت)

تلاوت کرکے بیان کیا کہ النبیین میں جو لفظ النبیین مضاف الیہ واقع ہوا ہے اس لفظ پر الف لام

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

استغراق کا ہے یا یں معنی کہ سوائے حضور پر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کوئی نبی نہ آپ کے زمانہ میں ہوا اور نہ بعد آپ کے قیامت تک کوئی نبی ہو نبوت آپ پر ختم ہوگئی، آپ کل نبیوں کے خاتم ہیں، بعد وعظ مولوی ابراہیم صاحب کے راحت حسین طالب علم مدرسہ اسلامیہ بہار کے مجاور درگاہ نے باعانت بعض معاون روپوش بڑے دعوے کے ساتھ مولوی ابراہیم صاحب کی تقریر مذکور کی تردید کی اور صاف لفظوں میں کہا کہ لفظ "النبیین" پر الف لام استغراق کا نہیں ہے بلکہ عہد خارجی کا ہے چونکہ یہ مسئلہ عقائد ہے لہٰذا اس کے متعلق چند مسائل نمبر وار لکھ کر اہل حق سے گزارش ہے کہ بنظر احقاق حق ہر مسئلہ کا جواب باصواب بحوالۂ کتب تحریر فرما دیں تاکہ اہل اسلام گمراہی و بدعقیدگی سے بچیں :

(۱) راحت حسین مذکور کا کہنا کہ "النبیین" پر الف لام عہد خارجی کا ہے استغراق کا نہیں۔ یہ قول صحیح اور موافق مذہب منصور اہل سنت وجماعت کے ہے یا موافق فرقہ ضالہ زیدیہ کے ؟

(۲) نفی استغراق سے آیۂ کریمہ کا کیا مفہوم ہوگا ؟

(۳) برتقدیر صحت نفی استغراق اس آیہ سے اہل سنت کا عقیدہ کہ حضور پر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کل انبیائ کے خاتم ہیں، ثابت ہوتا ہے کہ نہیں اور اہل سنت اس آیہ کو مثبت خاتمیت کاملہ سمجھتے ہیں یا نہیں ؟

(۴) اگر آیت مثبت کلیت نہیں ہوگی تو پھر کس آیت سے کلیت ثابت ہوگی اور جب دوسری آیت مثبت کلیت نہیں تو اہل سنت کے اس عقیدے کا ثبوت دلیل قطعی سے ہرگز نہ ہوگا۔

(۵) جس کا عقیدہ ہو کہ حضور پر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل انبیاء کے خاتم نہیں ہیں، اس کے پیچھے اہلسنت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۶) اس باطل عقیدے کے لوگوں کی تعظیم وتوقیر کرنی اور ان کو سلام کرنا جائز ہوگا یا ممنوع ؟

(۷) کیا سُنّی حنفی کو جائز ہے کہ جو شخص حضور پر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کل انبیاء کا خاتم نہ سمجھے اس سے دینی علوم پڑھیں یا اپنی اولاد کو علم دین پڑھنے کے واسطے ان کے پاس بھیجیں، فقط المستفتی محمد عبداللہ۔

دلائل خارجیہ[1]

دلیل اوّل، توضیح ص ۱۰۰ میں ہے،

الاصل ای الراجح ھوالعھد الخارجی — اصل یعنی راجح عہد خارجی ہی کا ہے اس لئے عہد خارجی

---

[1] چونکہ خاتم النبیین میں الف لام عہد خارجی کے قائل ہیں لہٰذا خارجیہ لکھے گئے ہیں ۱۲

لانه حقیقة التعیین وکمال التمییز[1] حقیقتِ تعیین اور کمال تمیز ہے۔

پس جب عہدِ خارجی سے معنی درست ہو تو استغراق وغیرہ معتبر نہ ہوگا۔

دلیل دوم: نور الانوار صفحہ ۸۱ میں ہے:

یسقط اعتبار الجمعیة اذا دخلت علی الجمع[2] جب لام تعریف جمع پر داخل ہو تو اعتبارِ جمعیت ساقط ہوجاتا ہے۔

پس نبیین کہ صیغۂ جمع ہے، جب اس پر الف لام تعریف داخل ہُوا تو نبیین سے معنی جمعیت ساقط ہوگیا اور جب معنی جمعیت ساقط ہوگیا تو الف لام استغراق کا ماننا صحیح نہیں ہوسکتا۔

دلیل سوم: یہ امر مسلّم ہے کہ مضاف مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے، پس جب فردِ واحد اس کل کے طرف مضاف ہو جس میں وُہ داخل ہے، تو وہ کل من حیث ہو کل ہونے کے کل باقی نہ رہے گا بلکہ کلیت اس کی ٹوٹ جائے گی، اور جب کلیت اس کی باقی نہ رہی تو بعضیت ثابت ہوگئی اور یہی معنی ہے عہد کا، اور اگر اس فرد مضاف کو ہم اس کل کے شمول میں رکھیں تو تقدم الشئی علٰی نفسہٖ لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے کیونکہ وجود مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے وجود مضاف پر، پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ النبیین میں الف لام عہد خارجی کا ماننا چاہئے۔

الجواب

حضور پرنور خاتم النبیین سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیہ وعلیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء ومرسلین بلاتاویل وبلاتخصیص ہونا ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنٰی شک وشبہہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے، آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[3] (لیکن آپ اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں۔ ت) وحدیث متواتر لانبی بعدی[4] (میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ت) سے تمام امت مرحومہ نے سلفاً وخلفاً یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلاتخصیص تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔ فتاوٰی یتیمۃ الدہر والاشباہ والنظائر وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

---

[1] التوضیح والتلویح قولہ ومنہا الجمع المعرف باللام نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۳۶

[2] نور الانوار بحث التعریف باللام والاضافۃ مکتبہ علمی دہلی ص ۸۱

[3] القرآن الکریم ۳۳/۴۰

[4] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۱

اذا لم یعرف الرجل ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات۔[1]

جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام انبیاء میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیاء ہونا ضروریاتِ دین سے ہے (ت)

شفاء شریف امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں ہے:

کذلک (یکفر) من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او بعدہ (الی قولہ) فھؤلاء کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخبر انہ خاتم النبیین ولا نبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالٰی انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس واجمعت الامۃ علی حمل ان ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعا اجماعا وسمعا۔[2]

یعنی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی کی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے (اس قول تک) یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ تعالٰی کی جانب سے یہ خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا اور رسول کی مراد ہے نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص تو جو لوگ اس کا خلاف کریں وہ بحکم اجماعِ امت وبحکم قرآن وحدیث سب یقیناً کافر ہیں۔

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

ان الامۃ فھمت من ھذا اللفظ انہ افھم عدم نبی بعدہ ابدا وعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص ومن اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الھذیان لا یمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لھذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول

یعنی تمام اُمتِ مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں تو جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ

---

[1] الاشباہ والنظائر باب الردۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۹۶
فتاوٰی ہندیہ باب احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۳
[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتأولین شرکت صحافیہ فی البلد العثمانیہ ترکی ۲/۲۷۰

ولا مخصوص[1] اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نصِ قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی شرح الفرائد میں فرماتے ہیں:

تجویز نبی مع نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او بعدہ یستلزم تکذیب القراٰن اذ قد نص علٰی انہ خاتم النبیین واٰخر المرسلین وفی السنۃ انا العاقب لا نبی بعدی واجمعت الامۃ علٰی ابقاء ھذا الکلام علٰی ظاھرہ وھذہ احدی المسائل المشھورۃ التی کفرنا بھا الفلاسفۃ لعنھم اللہ تعالٰی[2]

ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ یا بعد کسی کو نبوت ملنی جائز ماننا تکذیب قرآن کو مستلزم ہے کہ قرآن عظیم تصریح فرما چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم خاتم النبیین وآخر المرسلین ہیں اور حدیث میں فرمایا: میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور تمام اُمت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے یعنی عموم واستغراق بلا تاویل وتخصیص اور یہ ان مشہور مسئلوں سے ہے جن کے سبب ہم اہل اسلام نے کافر کہا فلاسفہ کو، اللہ تعالٰی ان پر لعنت کرے۔

امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی کتاب المعتمد فی المعتقد میں فرماتے ہیں:

بحمدہ اللہ تعالٰے ایں مسئلہ درمیان اسلامیان روشن تر ازاں ست کہ آں را بکشف وبیان حاجت افتد خدائے تعالٰے خبر داد کہ بعد از وے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نبی دیگر نباشد ومنکر ایں مسئلہ کسے تواند بود کہ اصلاً در نبوت او صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معتقد نباشد کہ اگر برسالت او معترف بودے شے را در ہر چہ ازاں خبر داد صادق دانستے وبہماں حجتہا کہ از طریق تواتر رسالت او بیش ما درست شدہ ایں نیز درست شد کہ وے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم باز پسیں پیغمبران ست در

بحمد اللہ تعالٰے یہ مسئلہ اہل اسلام کے ہاں اتنا واضح اور آشکار ہے کہ اسے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں، اللہ تعالٰے نے خود اطلاع فرما دی ہے کہ آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص اس کا منکر ہے تو وہ تو اصلاً آپ کی نبوت کا معتقد نہیں کیونکہ اگر آپ کی رسالت کو تسلیم کرتا تو جو کچھ آپ نے بتایا ہے اس کو حق جانتا جس طرح آپ کی رسالت ونبوت تواتر سے ثابت ہے اسی طرح یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ حضور تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائے ہیں اور اب

---

[1] الاقتصاد فی الاعتقاد امام غزالی المکتبۃ الادبیۃ مصر ص ۱۱۴

[2] المعتقد المنتقد بحوالہ المطالب الوفیہ شرح الفرائد السنیہ تجویز نبی بعدہ کفر مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۱۵

زمان او و تا قیامت بعد از وے ہیچ نبی نباشد و
ہر کہ دریں بہ شک ست دراں نیز بہ شک ست و نہ
آں کس کہ گوید کہ بعد او وے نبی دیگر بود یا ہست یا
خواہد بود و آں کس نیز کہ گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافر
ست اینست شرط درستی ایمان بخاتم انبیاء محمد مصطفٰی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

تا قیامت آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جس کو اس
بارے میں شک ہے اسے پہلی بات کے بارے میں
شک ہوگا، صرف وہی شخص کافر نہیں جو یہ کہے کہ آپ کے
بعد نبی تھا یا ہے یا ہوگا بلکہ وہ بھی کافر ہے جو آپ کے
بعد کسی نبی کی آمد کو ممکن تصور کرے، خاتم الانبیاء
صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر ایمان درست ہونے کی
شرط ہی یہ ہے (ت)

بالجملہ آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[2] مثل حدیث متواتر لانبی بعدی[3] قطعاً عام اور اس میں مراد استغراقِ تام اور اس میں کسی قسم کی تاویل وتخصیص نہ ہونے پر اجماعِ امت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام، یہ ضروریاتِ دین سے ہے اور ضروریاتِ دین میں کوئی تاویل یا اس کے عموم میں کچھ قیل وقال اصلاً مسموع نہیں جیسے آج کل دجال قادیانی بک رہا ہے کہ "خاتم النبیین سے ختم نبوت شریعت جدیدہ مراد ہے اگر حضور کے بعد کوئی نبی اسی شریعت مطہرہ کا مروج وتابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں" اور وہ خبیث اس سے اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے، یا ایک اور دجال نے کہا تھا کہ تقدم[ع1] "تاخر زمانی میں کچھ فضیلت نہیں خاتم بمعنی آخر لینا خیالِ جہال ہے بلکہ خاتم النبیین بمعنی نبی بالذات ہے"۔ اور اسی مضمون ملعون کو دجال اول نے یوں[ع2] ادا کیا "خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین ہے"۔ ایک اور مرتد نے لکھا "خاتم النبیین[ع3] ہونا حضرت رسالت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا بہ نسبت اس سلسلہ محدودہ کے ہے نہ بہ نسبت جمیع سلاسل عوالم کے پس اور مخلوقات کا اور زمینوں میں نبی ہونا ہرگز منافی خاتم النبیین کے نہیں جمع محلے باللام امثال اس مقام پر مخصوص ہوتی ہیں"۔ چند اور خبیثوں نے

ع۱ تحذیر الناس نانوتی ۱۲
ع۲ مواہب الرحمٰن قادیانی ۱۲
ع۳ مناظرہ احمدیہ ۱۲

۱؎ المعتقد المنتقد
۲؎ القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰
۳؎ صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۱

لکھا کہ "الف لام[۱] خاتم النبیین میں جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو اور بر تقدیر تسلیم استغراق جائز ہے کہ استغراق عرفی کے لئے ہو اور بر تقدیر حقیقی جائز ہے کہ مخصوص البعض ہو اور پھر عام کے قطعی ہونے میں بڑا اختلاف ہے کہ اکثر علماء ظنی ہونے کے قائل ہیں"۔ ان شیاطین سے بڑھ کر اور بعض ابلیسیوں نے لکھا کہ "اہلِ اسلام[۲] کے بعض فرقے ختمِ نبوت کے ہی قائل نہیں اور بعض قائل ختم نبوت تشریعی کے ہیں نہ مطلق نبوت کے"، 22

الی غیر ذٰلک من الکفریات الملعونۃ والارتدادات المشحونۃ بنجاسات ابلیس وقاذورات التدلیس لعن اللہ قائلھا وقاتل اللہ قابلیھا۔

دیگر کفریات ملعونہ اور ارتدادات جو ابلیس کی نجاستوں اور جھوٹ کی پلیدیوں کو متضمن ہے اللہ تعالٰی کی اس کے قائل پر لعنت ہو اور اسے قبول کرنیوالے کو اللہ تعالٰی برباد فرمائے (ت)

یہ سب تاویل رکیک یا تخصیص عموم و استغراق "النبیین" میں تشویش و تشکیک بسبب کفر صریح و ارتداد قبیح، اللہ و رسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر بتایا، متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے اب تک تمام امت مرحومہ نے اسی معنی ظاہر و متبادر و عموم و استغراق حقیقی تام پر اجماع کیا اور اسی بنا پر سلفاً و خلفاً ائمہ مذاہب نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا، کتب احادیث و تفسیر و عقائد و فقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں، فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی کتاب "جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ ۱۳۱۷ھ" میں اس مطلب ایمانی پر صحاح و سُنن و مسانید و معاجیم و جوامع سے ایک سو بیس ۱۲۰ حدیثیں اور تکفیر منکر کہ ارشاداتِ ائمہ و علمائے قدیم و حدیث و کتب عقائد و اصولِ فقہ و حدیث سے تیس ۳۰ نصوص ذکر کئے وللہ الحمد۔ تو یہاں عموم و استغراق کا انکار خواہ کسی تاویل و تبدیل کا اظہار نہیں کر سکتا مگر کھلا کافر، خدا کا دشمن، قرآن کا منکر، مردود، ملعون، خائب و خاسر، والعیاذ باللہ العزیز القادر، ایسی تشکیکیں تو وہ اشقیاء رب العلمین میں بھی کر سکتے ہیں کہ جائز ہے لام عہد کے لئے ہو یا استغراق عرفی کے لئے یا عام مخصوص منہ البعض یا عالمین سے مراد عالمین زمانہ کقولہ تعالٰی وانی فضلتکم علی العالمین[۱] (جیسے کہ باری تعالٰی کا فرمان ہے: اور میں نے تم کو جہان والوں پر فضیلت دی۔ ت) اور سب کچھ سہی پھر عام قطعی تو نہیں خدا کا پروردگارِ جمیع عالم ہونا یقینی

---

[۲] ناصر المؤمنین سہسوانی ۱۲

[۳] تحریر اسمی زندیق پشاوری ۱۲

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۴۸

22/22 کہاں مگر الحمدللہ مسلمان نہ ان ملعون ناپاک وساوس کو رب العالمین میں سنیں نہ ان خبیث گندے وساوس کو خاتم النبیین میں،

الا لعنۃ اللہ علی الظٰلمین[1]، ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدلھم عذابا مھینا[2]	ارے ظالموں پر خدا کی لعنت، بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (ت)

یہ طائفہ خارجیہ جن سے سوال ہے اگر معلوم ہو کہ حضور پرنور خاتم الانبیاء و مرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین کے خاتم ہونے کو صرف بعض انبیاء سے مخصوص کرتا ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے روز بعثت سے جب یا اب یا کبھی کسی زمانے میں کوئی نبوت اگرچہ ایک ہی، اگرچہ غیر تشریعی اگرچہ کسی اور طبقۂ زمین یا کسی آسمان میں اگرچہ کسی اور نوع غیر انسانی میں واقع مانتا یا باوصف اعتقاد عدم وقوع محض بطور احتمال شرعی و امکان وقوعی جائز جانتا یہ بھی سہی مگر جائز و محتمل ماننے والوں کو مسلمان کہتا یا طوائف ملعونہ مذکورہ خواہ ان کے کبراء یا نظراء کی تکفیر سے باز رہتا ہے تو ان سب صورتوں میں یہ طائفہ خود بھی قطعاً یقیناً اجماعاً ضرورۃً مثل طوائف مذکورہ قادیانیہ و قاسمیہ و امیریہ و نذیریہ وامثالہم لعنہم اللہ تعالٰی کافر و مرتد ملعون ابد ہے، قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون[3] (اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) کہ ضروریات دین کا جس طرح انکار کفر ہے یونہی ان میں شک و شبہہ اور احتمال خلاف ماننا بھی کفر ہے یونہی ان کے منکر یا ان میں شاک کو مسلمان کہنا یا اسے کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ بحرالکلام امام نسفی وغیرہ میں ہے:

من قال بعد نبینا نبی یکفر لانہ انکر النص وکذٰلک لوشک فیہ[4]	جو شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی کے بعد نبی آسکتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے نص قطعی کا انکار کیا، اسی طرح وہ شخص جس نے اس کے بارے میں شک کیا (ت)

درمختار و بزازیہ و مجمع الانہر وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸
[2] " " ۳۳/ ۵۷
[3] " " ۹/ ۳۰
[4] بحرالکلام

من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[1]

جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے (ت)

ان ملعنتی اقوال نجس تر از ابوال کے رد میں اواخر صدی گزشتہ میں بکثرت رسائل و مسائل علمائے عرب و عجم طبع ہوچکے اور وہ ناپاک فتنے غار مذلت میں گر کر قعرِ جہنم کو پہنچے والحمد للہ رب العالمین۔ اس طائفہ جدیدہ کو اگر طوائف طریدہ کی حمایت سُوجھے گی تو اللہ واحد قہار کا لشکر جرار اسے بھی اس کی سزائے کردار پہنچانے کو موجود ہے قال تعالٰی

الم نهلك الاولين ۞ ثم نتبعهم الأخرين ۞ كذٰلك نفعل بالمجرمين ۞ ويل يومئذ للمكذبين ۞[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا، پھر پچھلوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے، مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں، اس دن کو جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ (ت)

اور اگر اس طائفہ جدیدہ کی نسبت وہ تجویز و احتمال نبوت یا عدمِ تکفیر منکران ختم نبوت معلوم نہ بھی ہو، نہ اس کا خلاف ثابت ہو تو اس کا آیہ کریمہ میں افادہ استغراق سے انکار اور ارادہ بعض پر اصرار کیا اسے حکم کفر سے بچالے گا کہ وہ صراحۃً آیہ کریمہ کا اس تفسیر قطعی یقینی اجماعی ایمانی کا منکر و مبطل ہے جو خود حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی اور جس پر تمام اُمتِ مرحومہ نے اجماع کیا اور بنقل متواتر ضروریاتِ دین سے ہوکر ہم تک آئی، مثلاً کوئی شخص کہے کہ شراب کی حرمت قرآن عظیم سے ثابت نہیں ائمہ دین فرماتے ہیں وہ کافر ہوگیا اگرچہ اس کے کلام میں حرمتِ خمر کا انکار نہ تھا، نہ تحریم خمر کا ثبوت صرف قرآن عظیم پر موقوف کہ اس کی تحریم میں احادیث متواترہ بھی موجود، اور کچھ نہ ہو تو خود اس کی حرمت ضروریاتِ دین سے ہے اور ضروریاتِ دین خصوص نصوص کے محتاج نہیں رہتے۔ امام اجل ابوزکریا نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں:

اذا جحد مجمعا علیه یعلم من دین الاسلام ضرورة سواء کان فیه نص اولا فان جحده یکون کفرا اھ ملتقطا[3]

جب کسی نے ایسی بات کا انکار کیا جس کا ضروریاتِ دینِ اسلام میں سے ہونا متفق علیہ معلوم ہے خواہ اس میں نص ہو یا نہ ہو تو اس کا انکار کفر ہے اھ ملتقطاً (ت)

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی احکام الجزیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۷۷

[2] القرآن الکریم ۷۷/ ۱۶ تا ۱۹

[3] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۵۲

بعینہٖ یہی حالت یہاں بھی ہے کہ اگرچہ بعثت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہمیشہ کے لئے دروازۂ نبوت بند ہوجانا اور اس وقت سے ہمیشہ تک کبھی کسی وقت کسی جگہ کسی صنف میں کسی طرح کی نبوت نہ ہوسکنا کچھ اس آیۂ کریمہ ہی پر موقوف نہیں بلکہ اس کے ثبوت میں قاہر و باہر متواتر و متظافر، متکاثر و متواتر حدیثیں موجود اور کچھ نہ ہو تو بحمد اللہ تعالٰی نے مسئلہ خود ضروریاتِ دین سے ہے مگر آیت کے معنی متواتر مجمع علیہ قطعی ضروری کا انکار اس پر کفر ثابت کرے گا اگرچہ اس کے کلام میں صراحۃً نفسِ مسئلہ کا انکار نہیں، منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

لو قال حرمۃ الخمر لا تثبت بالقرآن کفر ای لانہ عارض نص القرآن وانکر تفسیر اھل الفرقان[1]

اگر کسی نے کہا شراب کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں تو وہ کافر ہے کیونکہ اس نے نص قرآنی کے ساتھ معارضہ کیا اور اہل فرقان کی تفسیر کا انکار کیا (ت)

فتاوٰی تتمہ میں ہے:

من انکر حرمۃ الخمر فی القرآن کفر[2]

جس نے قرآن کے حوالے سے حرمتِ شراب کا انکار کیا وُہ کافر ہوگیا (ت)

اعلام امام مکی میں ہمارے علماء سے کلمات کفر بالاتفاق میں نقل کیا:

او قال لم تثبت حرمۃ الخمر فی القرآن[3]

یا اس نے کہا قرآن میں حرمتِ شراب کا ثبوت نہیں ہے۔ (ت)

پھر خود فرمایا:

کفرہ اعم انہ لانص فی القرآن علی تحریم الخمر ظاھر لانہ مستلزم لتکذیب القرآن الناص فی غیر ما اٰیۃ علی تحریم الخمر فان قلت غایۃ ما فیہ انہ کذب وھو لایقتضی الکفر قلت ممنوع لانہ کذب

جس نے کہا تحریم شراب پر قرآن میں کوئی نص نہیں اس کا کافر ہونا نہایت ہی واضح ہے کیونکہ اس کا یہ قول قرآن کی تکذیب کررہا ہے قرآن نے متعدد جگہ پر شراب کے حرام ہونے پر تصریح کی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ یہ تو صرف اتنا تقاضا کرتا ہے کہ یہ جھوٹ ہو کفر کا

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر ملّا علی قاری فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفٰے البابی مصر ص ۱۹۰

[2] " " " بحوالہ فتاوٰی تتمہ " " " " " " " " " "

[3] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۳۷۱

یستلزم انکار النص المجمع علیہ المعلوم من الدین بالضرورۃ۔[1]

تقاضا نہیں کرتا میں کہوں گا یہ بات درست نہیں کیونکہ اس کا یہ قول اس نص قرآنی کے انکار کو مستلزم ہے جس سے ایسا حکم ثابت ہو رہا ہے جو متفق طور پر ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ (ت)

تو اگرچہ یہ طائفہ آیہ کریمہ میں استغراق کے انکار سے ختم تام نبوت پر دلائل قطعیہ سے مسلمانوں کا ہاتھ خالی نہیں کرسکتا، مگر اپنا ہاتھ ایمان سے خالی کرگیا، ہاں اگر ارباب طائفہ صراحۃً ایمان لائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کبھی کسی جگہ کسی طرح کی کوئی نبوت کسی کو نہیں مل سکتی، حضور کے خاتم النبیین و آخر الانبیاء والمرسلین ہونے میں اصلاً کوئی تخصیص تاویل تقیید تحویل نہیں اور ان تمام مطالب کو نصوص قطعیہ و اجماع یقینی وضروریاتِ دین سے ثابت یقیناً مانیں اور ان تمام طوائف ملعونہ مذکورہ اور ان کے اکابر کو صاف صاف کافر مرتد کہیں صرف بزعم خود اپنی نحوی و منطقی جہالتوں بطالتوں کج فہمیوں کے باعث آیہ کریمہ میں لام عہدلیں اور استغراق نامستقیم سمجھیں تو اگرچہ بوجہ انکار تفسیر متواتر اجماعی قطعی اسلوب فقہی اس پر اب بھی لزوم کفر مانے مگر از انجا کہ اس نے اعتقاد صحیح کی تصریح اور کبرائے منکرین کی تکفیر صریح کردی اس کی تکفیر سے زبان روکنا ہی مسلک تحقیق و احتیاط ہوگا، امام مکی بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں:

ومن ثم یتجہ انہ لو قال الخمر حرام ولیس فی القرآن نص علی تحریمہ لم یکفر لانہ الاٰن محض کذب و ھو لا کفر بہ[2] اھ۔

اسی وجہ سے یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ اگر کوئی کہتا ہے شراب تو حرام ہے لیکن قرآن میں اس کی تحریم پر نص نہیں تو وہ کافر نہ ہوگا اس لئے کہ اب وہ محض جھوٹ بول رہا ہے اور اس سے وہ کافر نہ ہوگا اھ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) اس تقدیر اخیر پر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ یہ طائفہ خائفہ یار و معین مرتدین و کافرین و بازیچہ کنندہ کلام رب العالمین، ومکذب تفسیر حضور سید المرسلین و مخالف اجماع جمیع مسلمین و سخت بدعقل و گمراہ و بددین ہے،

اول تو ظاہر ہی ہے کہ نفی استغراق و تجویز عہد میں یہ ان کفار کا ہمزبان ہوا بلکہ ان خبیثوں نے تو بطور احتمال ہی کہا تھا "جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو" اور اس نے بزعم خود عہد کے لئے ہونا واجب مانا اور استغراق کو باطل و مردود جانا۔

---

[1] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۷۲

[2] " " " " " "

دوم اس لئے کہ قرآن عظیم میں حضرات انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک بہت وجوہ مختلفہ سے وارد :

(۱) فرداً فرداً خواہ بتصریح اسماء یہ صرف چھبیس[26] کے لئے ہے : آدم[1]، ادریس[2]، نوح[3]، ہود[4]، صالح[5]، ابراہیم[6]، اسحٰق[7]، اسمٰعیل[8]، لوط[9]، یعقوب[10]، یوسف[11]، ایوب[12]، شعیب[13]، موسٰی[14]، ہارون[15]، الیاس[16]، الیسع[17]، ذوالکفل[18]، داؤد[19]، سلیمان[20]، عزیر[21]، یونس[22]، زکریا[23]، یحیٰی[24]، عیسٰی[25]، محمد[26] صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم یا بر سبیل ابہام مثل قال لھم نبیھم[1] (اشمویل) (ان کو ان کے نبی (شمویل) نے کہا) اذ قال لفتٰہ[2] (یوشع) فوجدا عبدا من عبادنا خضر علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جب وقت انہوں نے نوجوان (یوشع) سے کہا تو پایا حضرت موسٰی اور یوشع نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ حضرت خضر علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ت)

(۲) یا بر سبیل عموم واستغراق اور یہی اوفر واکثر ہے، مثل قولہ تعالٰی :

قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا (الی قولہ تعالٰی) وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم[3] وقال تعالٰی ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیین[4] وقال تعالٰی تلک الرسل فضلنا بعضھم علٰی بعض[5] وقال تعالٰی کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ[6]، وقال تعالٰی لا نفرق بین

یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا (الی قولہ تعالٰی) اور جو عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : ہاں اصل نیکی یہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا :

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۴۶
[2] القرآن الکریم ۱۸/۶۰ تا ۶۵
[3] ″ ۲/۱۳۶
[4] ″ ۲/۱۷۷
[5] ″ ۲/۲۵۳
[6] ″ ۲/۲۸۵

احد من رسلہٖ[1]، وقال تعالٰی وما اوتی موسٰی وعیسٰی والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم[2]، وقال تعالٰی اولٰئك مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین[3]، وقال تعالٰی والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولٰئك سوف یؤتیھم اجورھم[4]، وقال تعالٰی فاٰمنوا باللہ ورسولہٖ[5]، وقال تعالٰی لئن اقمتم الصلٰوۃ واٰتیتم الزکٰوۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم[6] وقال تعالٰی یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم[7]، وقال تعالٰی وما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین[8] وقال تعالٰی فلنسئلن الذین ارسل الیھم و لنسئلن المرسلین[9]، وقال تعالٰی

ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کچھ ملا موسٰی اور عیسٰی اور انبیاء کو ان کے رب سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انھیں عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمھارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمھیں کیا جواب ملا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشی اور ڈر سناتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے اور بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے رسولوں سے۔ اور اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵
[2] القرآن الکریم ۳/ ۸۴
[3] ؍؍ ۴/ ۶۹
[4] ؍؍ ۴/ ۱۵۲
[5] ؍؍ ۶۴/ ۸
[6] ؍؍ ۵/ ۱۲
[7] ؍؍ ۵/ ۱۰۹
[8] ؍؍ ۶/ ۴۸
[9] ؍؍ ۷/ ۶

عن المؤمنین لقد جاءت رسل ربنا بالحق[۱]، وقال تعالیٰ عن الکافرین قد جاءت رسل ربنا بالحق فهل لنا من شفعاء[۲]، وقال تعالیٰ ثم ننجی رسلنا والذین اٰمنوا[۳]، وقال تعالیٰ واتخذوا اٰیٰتی ورسلی هزوا[۴]، وقال تعالیٰ اولٰئك الذین انعم الله علیهم من النبیین[۵]، وقال تعالیٰ انی لا یخاف لدی المرسلون[۶]، وقال تعالیٰ واذ اخذنا من النبیین میثاقهم ومنك ومن نوح[۷]، وقال تعالیٰ هذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون[۸]، وقال تعالیٰ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین[۹]، وقال تعالیٰ وسلٰم علی المرسلین[۱۰]، وقال تعالیٰ وجایٔ بالنبیین والشهداء[۱۱]،

نے مومنین سے فرمایا: بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے۔ اور اللہ نے کفار سے فرمایا: بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے تھے تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی جو ہماری شفاعت کریں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کی ہنسی بنائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا غیب کی خبریں بتانے والوں میں سے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ہے وہ جس کا رحمٰن نے وعدہ دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بیشک ہمارا کلام گزر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور سلام ہے پیغمبروں پر۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور لائے جائیں گے انبیاء اور یہ نبی اور اس کی امت کے ان پر گواہ ہوں گے۔

ل۱ القرآن الکریم ۷/۴۳
ل۲ القرآن الکریم ۷/۵۳
ل۳ 〃 ۱۰/۱۰۳
ل۴ 〃 ۱۸/۱۰۶
ل۵ 〃 ۱۹/۵۸
ل۶ 〃 ۲۷/۱۰
ل۷ 〃 ۳۳/۷
ل۸ 〃 ۳۶/۵۲
ل۹ 〃 ۳۷/۱۷۱
ل۱۰ ۳۷/۱۸۱
ل۱۱ 〃 ۳۹/۶۹

وقال تعالیٰ انا لننصر رسلنا والذین امنوا[1]، وقال تعالیٰ الذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون[2]، وقال تعالیٰ اعدت للذین امنوا باللہ ورسلہ[3]، وقال تعالیٰ لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت[4]، وقال تعالیٰ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی[5]، وقال تعالیٰ واذا الرسل اقتت لای یوم اجلت[6]۔ الی غیر ذلک من آیات کثیرۃ۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ایمان والوں کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیار ہوئی ہے ان کے لئے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب رسولوں کا وقت آئے کس دن کے لئے ٹھہرائے گئے تھے۔ اسی طرح دیگر کثیر آیات ہیں۔ (ت)

(۳) بلحاظ وصف قبلیت یعنی انبیائے سابقین علیٰ نبینا علیھم الصلوٰۃ والسلام مثل قولہ تعالیٰ،

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم من اھل القرٰی[7]، وقال تعالیٰ وما ارسلنا من قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام[8]، وقال تعالیٰ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللہ قدرا مقدورا الذین یبلغون رسلت اللہ[9]، وقال تعالیٰ و

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنھیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا کھاتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے وہ جو اللہ کے پیام پہنچاتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۵۱
[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۹
[3] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۱
[4] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۵
[5] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۱
[6] القرآن الکریم ۷۷/ ۱۲-۱۱
[7] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۹
[8] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۰
[9] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۹-۳۸

لقد اوحی الیک والی الذین من قبلک[1]، وقال تعالٰی ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک[2]، وقال تعالٰی کذٰلک یوحی الیک والی الذین من قبلک اللہ العزیز الحکیم[3]، وقال تعالٰی وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا[4] وغیر ذٰلک۔

بیشک وحی کی گئی تمھاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم سے نہ فرمایا جائیگا مگر وہی جو تم سے اگلے رسولوں کو فرمایا گیا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: یونہی وحی فرماتا ہے تمھاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف اللہ عزت وحکمت والا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔ وغیر ذلک۔

(۴) برسبیل معنی جنسی شامل فرد وجمع بے لحاظ خاص خصوص وشمول مثل قولہ تعالٰی:

من کان عدوا للہ وملٰئکتہ ورسلہ[5]، وقولہ تعالٰی ان الذین یکفرون بآیٰت اللہ ویقتلون النبیین بغیر حق ویقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس فبشرھم بعذاب الیم[6]، وقولہ تعالٰی ولا یامرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین اربابا[7]، وقولہ تعالٰی ومن یکفر باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلٰلا بعیدا[8]، وقولہ تعالٰی ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ (الی قولہ تعالٰی) اولٰئک

جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں انھیں خوشخبری دو دردناک عذاب کی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور نہ تمھیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھہرا لو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دُور کی گمراہی میں پڑا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جُدا کردیں (الی قولہ تعالٰی) یہی ہیں

۱؎ القرآن الکریم ۳۹/ ۶۵
۲؎ القرآن الکریم ۴۱/ ۴۳
۳؎ " ۴۲/ ۳
۴؎ " ۴۳/ ۴۵
۵؎ " ۲/ ۹۸
۶؎ " ۳/ ۲۱
۷؎ " ۳/ ۸۰
۸؎ " ۴/ ۱۳۶
۹؎ " ۴/ ۱۵۰

ھم الکفرون حقاً[1] وغیرھا۔ ٹھیک ٹھیک کافر وغیرہا۔

(۵) یا خاص خاص جماعت خواہ اس کا خصوص کسی وصف یا اضافت یا اور وجوہ بیان سے نفس کلام میں مذکور اور اس سے مستفاد ہو، مثل قولہ تعالٰی:

ولقد اٰتینا موسی الکتٰب وقفینا من بعدہ الرسل[2]، وقال تعالٰی فی بنی اسرائیل: ولقد جاءتھم رسلنا بالبینٰت[3]، وقال تعالٰی فی التوراۃ: یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا[4]، وقال تعالٰی ما ذکر نوح ثم رسولا اٰخر: ثم ارسلنا رسلنا تترا[5]، ثم قال: ثم ارسلنا موسٰی، وقال تعالٰی: انا اوحینا الیک کما اوحینا الٰی نوح والنبیین من بعدہ[6]، فالمراد من بین ھود وموسٰی علیھم الصلٰوۃ والسلام، وقال تعالٰی: فقل انذرتکم صعقۃ مثل صعقۃ عاد وثمود اذ جاءتھم الرسل من بین ایدیھم ومن خلفھم[7]، وقال تعالٰی بعد ذکر نوح وابراھیم: ثم قفینا علٰی اٰثارھم

اور بیشک ہم نے موسٰی کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے درپے رسول بھیجے۔ اور اللہ تعالٰی نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا: اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے۔ اور اللہ تعالٰی نے توراۃ میں فرمایا: اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی۔ اور اللہ تعالٰی نے نوح علیہ السلام پھر ایک اور رسول کے ذکر کے بعد فرمایا پھر ہم نے اپنے رسول بھیجے ایک پیچھے دوسرا۔ پھر فرمایا: پھر ہم نے موسٰی کو بھیجا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک اے محبوب ہم نے تمھاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی۔ ان سے ہود اور موسٰی کے درمیان والے نبی علیہم الصلٰوۃ والسلام مراد ہیں۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو تم فرماؤ کہ میں تمھیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد وثمود پر آئی تھی۔ جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے۔ اور اللہ تعالٰی نے نوح اور ابراہیم کے ذکر کے بعد فرمایا: پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے اور رسول

---

۱ القرآن الکریم ۴/ ۱۵۱
۲ القرآن الکریم ۵/ ۳۲
۳ " ۵/ ۴۴
۴ " ۲۳/ ۴۴
۵ " ۲۳/ ۴۵
۶ " ۴/ ۱۶۳
۷ " ۴۱/ ۱۳ و ۱۴

برسلنا[1] — بھیجے۔ (ت)

یا بوجہ عہد حضوری مثل قولہ تعالٰی:

قال یٰقوم اتبعوا المرسلین[2] — بولا اے میری قوم بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو۔ (ت)

یا ذکری مثل قولہ تعالٰی:

فی قوم نوح وھود وصالح ولوط وشعیب بعد ما ذکرھم علیھم الصلوٰۃ والسلام، تلک القرٰی نقص علیک من انبآئھا ولقد جاءتھم رسلھم بالبینٰت[3] — نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قوم کا ذکر کرنے کے بعد: یہ بستیاں ہیں جن کے احوال ہم تمہیں سناتے ہیں اور بیشک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے۔ (ت)

یا علمی مثل قولہ تعالٰی:

واضرب لھم مثلا اصحٰب القریۃ اذ جاءھا المرسلون[4]، وقال تعالٰی سنکتب ما قالوا وقتلھم الانبیاء بغیر حق[5] وغیر ذٰلک۔ — اور ان سے نشانیاں بیان کرو اس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادے آئے۔ اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا، وغیر ذلک (ت)

اب اولاً اگر آیہ کریمہ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین[6] (اور ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ ت) میں لام عہد خارجی کے لئے ہو جیسا کہ یہ طائفہ خارجیہ گمان کرتا ہے اور وہ یہاں نہیں مگر ذکری، اور ذکر کو دیکھ کر کہ اتنے وجوہ مختلفہ پر ہے اور ان میں صرف ایک وجہ وہ ہے جو بداہۃً کلام کریم میں مراد ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، یعنی وجہ سوم کہ جب انبیاء موصوف بوصف قبلیت و مقید بقید سبقت لے گئے یعنی وہ انبیاء جو حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے ہیں تو اب حضور کو ان کا خاتم ان کا آخر ان سے زمانے میں متأخر کہنا محض لغو وفضول وکلام مہمل ومعطل ومغسول ہوگا جس کا حاصل حمل اولے بدیہی مثل زید زید سے زائد نہ ہوگا کہ جب ان کو حضور سے اگلا کہہ دیا حضور کا ان سے پچھلا ہونا آپ ہی معلوم ہوا

---

[1] القرآن الکریم ٥٧/٢٧
[2] القرآن الکریم ٣٦/٢٠
[3] " ٧/١٠١
[4] " ٣٦/١٣
[5] " ٣/١٨١
[6] " ٣٣/٤٠

اسے بالخصوص مقصود یا لافادہ رکھنا قرآن عظیم تو قرآن عظیم اصلاً کسی عاقل انسان کے کلام کے لائق نہیں، نہ کہ وہ بھی مقامِ مدح میں کہ ؎

چشمانِ تو زیر ابروانند
دندانِ تو جملہ در دہانند

(تمھاری آنکھیں زیر ابرو ہیں اور تمام دانت منہ کے اندر ہیں)

سے بھی بدتر حالت میں ہے کہ شعر نے کسی افادہ کی عبث تکرار نہ کی اور بات جو کہی وہ بھی واقعی تعریف کی تھی، احسن تقویم[1] (اچھی صورت۔ ت) سے بعض اوضاع کا بیان ہے اسے مقامِ مدح میں یوں مہمل جانا گیا ہے کہ ایک عام مشترک بات کا ذکر کیا ہے بخلاف اس معنی کے کہ اس میں صراحۃً عبث موجود اور معنیٰ مدح بھی مفقود، اور پھر عموم واشتراک بھی نقد وقت کہ ہر شے اپنے اگلے سے پچھلی ہوتی ہے، غرض یہ وجہ تو یوں مندفع ہوجائے گی کہ اصلاً محلِ افادہ وصالح ارادہ نہیں، اور اس طائفہ خارجیہ کے طور پر وجہ دوم کو بھی نامحتمل مان لیجئے پھر بھی اول وچہارم وپنجم سب محتمل رہیں گی اور پنجم میں خود وجوہ کثیرہ ہیں، کہیں من بعد موسٰی، کہیں من بعد نوح، کہیں انبیائے بنی اسرائیل، کہیں من بعد ھود وموسٰی، کہیں صرف انبیائے عاد وثمود، کہیں انبیائے قومِ نوح وعاد وثمود، کہیں من بعد ابراہیم قوم لوط ومدین وغیر ذلک، بہرحال ذکر وجوہ کثیرہ مختلفہ پر آیا ہے اور یہاں کوئی قرینہ وبینہ نہیں کہ ان میں ایک وجہ کی تعیین کرے تو معلوم نہیں ہوسکتا کہ کون سے مذکور کی طرف اشارہ ہُوا، پھر عہد کہاں رہا، سرے سے عہد کا مبنٰی ہی کہ تعین ہے منہدم ہوگیا کہ اختلاف وتنوع مطلقاً منافی تعین، نہ کہ اتنا کثیر، پھر عہدیت کیونکر ممکن۔

ثانیاً جب کہ اتنی وجوہ کثیرہ محتمل اور قرآن عظیم نے کوئی وجہ بیان نہ فرمائی، حدیث کا بیان صحیح تو وہی عموم واستغراق ہے کہ لانبی بعدی[2] (میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ت) کماسیأتی۔ اس تقدیر پر جب اشارہ ذکر استغراق کی طرف ٹھہرا عہد واستغراق کا حاصل ایک ہوگیا اور وہی احاطہ تامہ کہ معتقد اہلِ اسلام تھا ظاہر ہوا مگر یہ اس طائفے کو منظور نہیں، لاجرم آیت کہ بر تقدیر عہدیت مجمل تھی بے بیان رہی اور وہی منقطع ہوکر متشابہات سے ہوگئی۔ اب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہنا محض اقرار لفظ بے فہم معنی رہ گیا جس کی مراد کچھ معلوم نہیں، کوئی کافر خود زمانہ اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۹۵/ ۴

[2] صحیح البخاری باب ما ذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۱

علیہ وسلم میں کتنے ہی انبیاء مانے حضور کے بعد ہر قرن و طبقہ و شہر و قریہ میں ہزار ہزار اشخاص کو نبی جانے خود اپنے آپ کو رسول اللہ کہے، اپنے استاذوں کو مرسلین اولوا العزم بتائے آیۂ کریمہ اس کا بال بیکا نہیں کرسکتی کہ آیت کے معنی ہی معلوم نہیں جس سے حجت قائم ہوسکے، کیا کوئی مسلمان ایسا خیال کرے گا، حاشا وکلا۔

ثالثاً میں تکثر و تزاحم معانی پر کیوں بنا کروں سوائے استغراق کوئی معنی لے لیجئے سب پر یہی آنش در کاسہ رہے گی کہ پچھلی جھوٹی کا ذبہ ملعونہ نبوتوں کا در آیت بند نہ کرسکے گی، معنی اول یعنی افراد مخصوصہ معینہ مراد لے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں معدود انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاتم ٹھہرے جن کا نام یا ذکر معین علی وجہ الابہام قرآن مجید میں آگیا ہے جن کا شمار تیس چالیس نبی تک بھی نہ پہنچے گا، یونہی بر تقدیر معنی پنجم یعنی جماعات خاصہ خاص اپنی جماعت کے خاتم ٹھہریں گے، باقی جماعات صادقہ سابقہ کے لئے بھی خاتمیت ثابت نہ ہوگی، چہ جائے جماعات کاذبۂ آئندہ اور معنی سوم میں صاف تخصیص انبیائے سابقین کی ہوجائے گی کہ جو نبی پہلے گزر چکے ان کے خاتم ہیں تو پچھلوں کی کیا بندش ہوئی بلکہ پیچھے اور آئے تو وہ ان کے بھی خاتم ہوں گے، رہے معنی چہارم جنسی اس میں جمیع مراد لینا اس طائفہ کو منظور نہیں ورنہ وہی ختم الشیئ لنفسہ لازم آئے، لاجرم مطلقاً کسی ایک فرد کے اختتام سے بھی خاتمیت صادق ماننے گا کہ صدق علی الجنس کے لئے ایک فرد پر صدق کافی ہے تو یہ سب معانی سے اخس وارذل ہوا اور حاصل وہی ٹھہرا کہ آیت بہر نہج فقط ایک دو یا چند یا کل گزشتہ پیغمبروں کی نسبت صرف اتنا تاریخی واقعہ بتاتی ہے کہ ان کا زمانہ ان کے زمانے سے پہلے تھا[1] اس سے زیادہ آئندہ نبوتوں کا وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتی، نہ ان سے اصلاً بحث کرتی ہے، طوائف ملعونہ مہدویہ و قادیانیہ و امیریہ و نذیریہ و نانوتویہ و امثالہم لعنہم اللہ تعالٰی کا یہی تو مقصود تھا، وہ اس طائفہ خارجیہ نے بھی کھول کر اُعنا بہ کرلیا، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) اصل بات یہ ہے کہ معانی قطعیہ جو تمام مسلمین میں ضروریات دین سے ہو جب ان پر نصوص قطعیہ پیش نہ کئے جائیں تو مسلمانوں کو احمق بنا لینا اور معتقدات اسلام کو مخیلات[1] عوام ٹھہرا دینا ایسے خبثا کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور نصوص میں احادیث پر نہ عام لوگوں کی نظر نہ ان کے جمع طرق و ادراک تواتر پر دسترس، وہاں ایک ہش میں کام نکل جاتا ہے کہ یہ باب عقائد ہے اس

---

[1] دیکھو تحذیر الناس۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

میں بخاری ومسلم کی بھی صحیح احادیثیں مردود ہیں، ہاں ایسی جگہ ان ہیبے کے اندھوں کی کچھ کور دبتی ہے تو قرآن عظیم سے کہ بغرض تلبیسِ عوام برائے نام اسلام کا ادعا ہو کر قرآن پر صراحۃً انکار کا ٹھوخر در گل ہے، لہذا وہاں تحریفِ معنوی کے چال چلتے اور کلام اللہ کو اُلٹے بدلتے ہیں کہ جب آیت سے مسلمانوں کو ہاتھ خالی کرلیں پھر تو نرو وحیِ شیطانی کا راستہ کھل جائے گا واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون[1] (اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے اگرچہ برا مانیں کافر۔ت)

سوم یعنی اس طائفہ کا مکذب تفسیر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہونا وہ ہر ادنی خادمِ حدیث پر روشن، یہاں اجمالی دو حرف ذکر کریں، صحیح مسلم شریف و مسند امام احمد و سنن ابوداؤد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ وغیرہا میں ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی[2]

بیشک میری امتِ دعوت میں یا میری امت کے زمانے میں تیس کذاب ہوں گے کہ ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا اور میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یکون فی امتی کذابون دجالون سبعۃ وعشرون منھم اربعۃ نسوۃ وانی خاتم النبیین لانبی بعدی[3]۔

میری امت دعوت میں ستائیس[ع۲] دجال کذاب ہوں گے ان میں چار عورتیں ہوں گی حالانکہ بیشک میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ترمذی و تفسیر ابن ابی حاتم و تفسیر ابن مردویہ میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ

ع۱ دیکھو براہین قاطعہ گنگوہی۔ ع۲ دیکھو تحذیر الناس

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/۸

[2] جامع ترمذی ابواب الفتن باب ماجاء لاتقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون امین کمپنی دہلی ۲/۴۵

[3] المعجم الکبیر للطبرانی ترجمہ حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۳۰۲۶ مکتبۃ فیصلیہ بیروت ۳/۱۷۰

سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

مثلی و مثل الانبیاء کمثل رجل ابتنی دارا فاکملھا واحسنھا الاموضع لبنۃ فکان من دخلھا فنظر الیھا قال ما احسنھا الاموضع اللبنۃ فانا موضع اللبنۃ ختم بی الانبیاء[1]۔

میری اور نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان پُورا کامل اور خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی تو جو اس گھر میں جاکر دیکھتا کہتا یہ مکان کس قدر خوب ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ کہ وُہ خالی ہے تو اس اینٹ کی جگہ میں ہوا مجھ سے انبیاء ختم کردئے گئے۔

صحیح مسلم و مسند احمد میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

مثلی و مثل النبیین من قبلی کمثل رجل بنی دارا فاتمھا الا لبنۃ واحدۃ فجئت انا فاتممت تلك اللبنۃ[2]۔

میری اور سابقہ انبیاء کی مثل اس شخص کی مانند ہے جس نے سارا مکان پورا بنایا سوا ایک اینٹ کے، تو میں تشریف فرما ہُوا اور وہ اینٹ میں نے پوری کی۔

مسند احمد و صحیح ترمذی میں بافادہ تصحیح ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

مثلی فی النبیین کمثل رجل بنی دارا فاحسنھا واکملھا واجملھا وترك فیھا موضع لبنۃ لم یضعھا فجعل الناس یطوفون بالبنیان ویعجبون منہ ویقولون لوتم موضع ھذہ اللبنۃ فانا فی النبیین موضع تلك اللبنۃ[3]۔

پیغمبروں میں میری مثال ایسی ہے کہ کسی نے ایک مکان خوبصورت و کامل و خوشنما بنایا اور ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی وہ نہ رکھی لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی و خوشنمائی سے تعجب کرتے اور تمنا کرتے کسی طرح اس اینٹ کی جگہ پُوری ہوجاتی تو انبیاء میں اس اینٹ کی جگہ میں ہوں۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کون النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۸
صحیح البخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین " " ۱/ ۵۰۱

[2] مسند امام احمد حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳/ ۹

[3] جامع ترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فضل النبی صلے اللہ علیہ وسلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۱

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن نسائی و تفسیر ابن مردویہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے یہی مثل بیان کرکے ارشاد فرمایا: 23

فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔[1] تو میں وہ اینٹ ہُوں اور میں خاتم النبیین ہوں صلی اللہ تعالٰے علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم۔

چہارم کا بیان اوپر گزرا، پنجم سے اس طائفہ کی گمراہی بھی واضح ہوچکی کہ تفسیر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رَد کرنے والا اجماعی قطعی اُمّت مرحومہ کا خلاف کرنے والا سوا گمراہ و بددین کے کون ہوگا،

نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا۔[2] ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔(ت)

رہی بدعقلی وہ اس کے ان شبہات، واہیات، خرافات، مزخرفات کی ایک ایک ادا سے ٹپک رہی ہے جو اس نے اثبات ادعائے باطل "عہد خارجی" کے لئے پیش کئے اہلِ علم کے سامنے ایسے مہملات کیا قابلِ التفات، مگر حفظ عوام و ازالہ اوہام کے لئے چند حروف مجمل کا ذکر مناسب واللہ الھادی وولی الایادی (اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا اور طاقتوں کا مالک ہے۔ ت)

شُبہہ اولٰی میں اس طائفہ نے عبارت توضیح کی طرف محض غلط نسبت کی حالانکہ توضیح میں اس عبارت کا نشان نہیں بلکہ وہ اس کے حاشیہ تلویح کی ہے،

اقول اوّلاً اگر یہ مدعیانِ عقل اسی اپنی ہی نقل کی ہوئی عبارت کو سمجھتے اور قرآن عظیم میں انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام کے وجوہ ذکر کو دیکھتے تو تیقن کرتے کہ آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[3] (اور لیکن آپ اللہ کے رسول اور انبیاء میں سے آخری ہیں۔ ت) میں لام عہد خارجی کے لئے ہونا محال ہے کہ بوجہ تنوع وجوہ ذکر وعدم اولویت و ترجیح جس کا بیان مشرحاً گزرا، بکمال تمیز جدا سرے سے کسی وجہ معین کا امتیاز ہی نہ رہا تو یہی عبارت شاہد ہے کہ یہاں "عہد خارجی" ناممکن، کاش مکر کے لئے بھی کچھ عقل ہوتی تو اس کی جگہ توضیح ہی کی گول عبارت العھد ھو الاصل ثم الاستغراق ثم تعریف الطبیعۃ[4] (عہد اصلی ہے پھر استغراق اور پھر جنس۔ ت) کی نقل ہوتی کہ خود نفس عبارت تو ان کی جہالت و

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کون النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۸

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[4] توضیح علی التنقیح الفاظ العام الجمع معرف باللام المکتبۃ الرحیمیہ دیوبند سہارنپور بھارت ۱/ ۱۴۵

23/23

سفاہت پر شہادت نہ دیتی اگرچہ اس سے دو ہی سطر پہلے اسی توضیح میں متن تنقیح کی عبارت ولا لبعض الافراد لعدم الاولویۃ[1] (اور نہ بعض افراد کیونکہ اولی نہیں۔ ت) اس کی صفرا شکنی کو بس ہوتی مگر یہ کیونکر کھلتا کہ طائفہ حائفہ کو دوست و دشمن میں تمیز نہیں صریح مضر کو نافع سمجھتا ہے لہذا نام تو لیا توضیح کا اور براہ بدقسمتی عبارت نقل کردی تلویح کی جس میں صاف صریح ان عقلاء کی تسفیہ اور ان کے وہم کاسد کی تقبیح تھی، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثانیاً توضیح کا مطلب سمجھنا تو بڑی بات، خود اپنا ہی لکھا نہ سمجھا کہ جب عہد خارجی سے معنی درست ہو تو استغراق وغیرہ معتبر نہ ہوگا۔ ہم اوپر واضح کر آئے کہ عہد خارجی مزعوم طائفہ خارجیہ سے معنی درست نہیں ہوسکتے، آیۂ کریمہ قطعاً آئندہ نبوتوں کا دروازہ بند فرماتی ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہی معنی اس کے بیان فرمائے، تمام امت نے سلفاً و خلفاً اس کے یہی معنی سمجھے اور اس عہد خارجی پر آیت کو اس سے کچھ مس نہیں رہتا تو واجب ہے کہ استغراق مراد ہو، اسی تلویح میں اسی عبارت منقولہ طائفہ کے متصل ہے:

ثم الاستغراق الی ان قال فالاستغراق ھو المفھوم من الاطلاق حیث لاعھد فی الخارج خصوصا فی الجمع الی قولہ ھذا ما علیہ المحققون[2]۔

پھر استغراق (تا) اطلاق سے استغراق مفہوم ہوتا ہے جہاں عہد خارجی نہ ہو خصوصاً جمع میں (تا) محققین کی یہی رائے ہے (ت)

ثالثاً بہت اچھا اگر فرض کریں کہ لام عہد خارجی کے لئے ہے تو اس سے بھی قطعاً یقیناً استغراق ہی ثابت ہوگا کہ وجوہ خمسہ سے اول و سوم و پنجم کا بطلان تو دلائل قاہرہ سے اوپر ثابت ہو لیا اور واضح ہوچکا کہ خود جن سے کلام الٰہی کا اولاً و اصالۃً خطاب تھا یعنی حضور پُرنور سید یوم النشور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم، انھوں نے ہرگز اس آیت سے صرف بعض افراد معینہ یا کسی جماعت خاصہ کو نہ سمجھا اب نہ رہیں مگر وجہ دوم و چہارم یعنی وہ جو قرآن عظیم میں بروجہ اکثر و اوفر ذکر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بروجہ عموم و استغراق تام ہے اسی وجہ معہود کی طرف لام النبیین مشیر ہے تو اس عہد کا حاصل بحمداللہ تعالٰی وہی استغراق کامل جو مسلمانوں کا عقیدہ ایمانیہ ہے یا ذکر جنسی کی طرف اشارہ ہے اور ختم کا حاصل نفی معیت و بعدیت ہے، جیسے اولویت بمعنی نفی معیت و قبلیت تعریفات علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف میں ہے:

---

[1] توضیح علی التنقیح الفاظ العام الجمع معرّف باللام المکتبۃ الرحیمیہ دیوبند سہارنپور بھارت ۱/۱۴۷

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۵۰

الاول فرد لایکون غیرہ من جنسہ سابقا علیہ ولا مقارنا لہ[1]

اول فرد ہے کیونکہ اس کا کوئی ہم جنس اس سے پہلے نہیں اور نہ اس کے ساتھ متصل ہے (ت)

حدیث شریف میں ہے:

انت الاول فلیس قبلك شیئ وانت الاٰخر فلیس بعدك شیئ[2] رواہ مسلم فی صحیحہ و الترمذی واحمد وابن ابی شیبۃ وغیرھم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وللبیھقی فی الاسماء والصفات عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یدعو بھٰؤلاء الکلمات اللھم انت الاول فلا شیئ قبلك وانت الاٰخر فلا شیئ بعدك[3]

تُو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شَیٔ نہیں، اور تُو آخر میں ہے تیرے بعد کوئی شَیٔ نہیں۔ اسے مسلم نے اپنی صحیح میں، ترمذی، امام احمد اور ابن ابی شیبہ وغیرہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے۔ امام بیہقی نے الاسماء الصفات میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دُعا فرمایا کرتے، اے اللہ! تُو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شَیٔ نہیں اور تُو آخر ہے تیرے بعد کوئی شَیٔ نہیں (ت)

تو خاتم النبیین کا حاصل ہمارے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اور بعد جنس نبی کی نفی ہوئی اور جنس کی نفی عرفاً ولغۃً وشرعاً جملہ افراد ہی سے ہوتی ہے ولہذا لائے نفی جنس صیغ عموم سے ہے جیسے لارجل فی الدار ولہذا الا الٰہ الا اللہ ہر غیر خدا سے نفی الوہیت کرتا ہے، یوں بھی استغراق ہی ثابت ہوا، وللہ الحمد۔ (نامکمل دستیاب ہوا)

---

[1] التعریفات باب الالف انتشارات ناصر خسرو ایران ص ۱۷

[2] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب الدعاء عند النوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۸

مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الدعاء حدیث ۹۳۰۲ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/ ۲۵۱

[3] الاسماء والصفات للبیہقی مع فرقان القرآن باب ذکر اسماء التی تتبع اثبات الباری الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۱۰

مسئلہ ۹۵ از ریاست نانپارہ بازار چوک بساط خانہ دکان حاجی الٰہی بخش بہرائچی
مرسلہ حافظ عبدالرزاق امام مسجد ۳ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضلع بارہ بنکی میں چندروز سے ایک گروہ پیدا ہوا ہے جس کا نام کبیر پنتھی ہے، یہ لوگ اللہ تعالٰی کو صاحب اور دعوت کو ہندوؤں کی طرح بھنڈارہ کہتے ہیں، نماز روزہ سے بالکل منکر ہیں اور روزہ داروں اور نمازیوں کو بُرا کہتے اور ان پر طعن تشنیع کرتے ہیں، گوشت کھانا بالکل حرام جانتے اور قربانی ہر جانور کی بہت سخت ظلم کہتے ہیں، موضع صورت گنج تحصیل فتحپور ضلع بارہ بنکی نواب گنج میں فقیرے تیلی کبیر پنتھی نے برادری کی دعوت کی اور اپنی حیثیت کے موافق کھانا پکوایا، گوشت کی جگہ کٹھل پکوایا گیا، برادری والوں نے کہا ہم گوشت کھائیں گے، تو اس نے کہا ہمارے گروجی گوشت نہیں کھاتے تھے، چاہے جان جاتی رہے، گردن کٹ جائے، مگر ہم گوشت نہ دیں گے، لوگوں نے کہا کہ چاہے سیر آدھ سیر ہی گوشت ہو مگر ہم بلا گوشت کھانا نہ کھائیں گے۔ فقیرے نے کہا کہ ہم آپ لوگوں سے خدا کے واسطے ایک چیز مانگتے ہیں ہم کو للہ معاف کردو، برادری والوں نے کہا کہ اگر تم ہم سے گوشت للہ معاف کراتے ہو تو تمام کھانا ہم للہ معاف کیے دیتے ہیں اور آدھے آدمی اٹھ کر پانچو تیلی کے مکان پر چلے آئے اور آدھے اسی کے مکان پر رہ گئے، لیکن کھانا کسی نے نہیں کھایا پانچو تیلی گوشت کھاتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے، اب دونوں قسم کے تیلیوں نے پانچو کا حقہ پانی بند کردیا ہے کہ اسی کی وجہ سے ہماری برادری میں پھوٹ پڑی، اس حالت میں عام مسلمانوں کو کبیر پنتھیوں سے میل جول، شادی بیاہ برادری سے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور شرعاً یہ لوگ کیسے ہیں جن لوگوں نے پانچو کا حقہ پانی اسی وجہ سے بند کیا ہے؟ ان سے دوسروں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟

الجواب

نماز سے منکر کافر ہے، روزہ سے منکر کافر ہے، جو نماز پڑھنے کو بُرا کہے نمازی پر نماز پڑھنے کی وجہ سے طعن وتشنیع کرے کافر ہے، روزہ رکھنے کو جو بُرا کہے روزہ دار پر روزہ کی وجہ سے طعن کرے وہ کافر ہے، گوشت کھانے کو مطلقاً حرام کہنا کفر ہے، قربانی کو ظلم کہنے والا کافر ہے، ان اعتقادوں والے مطلقاً کفار ہیں۔ پھر اگر اس کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان کہتے یا کلمہ پڑھتے ہوں تو مرتد ہیں کہ دنیا میں سب سے بدتر کافر ہیں، ان سے میل جول حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کو پوچھنے جانا حرام، مرجائیں تو ان کے جنازے کی نماز حرام، پانچو تیلی پر کوئی الزام نہیں، جنھوں نے اس بنا پر اس کا حقہ پانی بند کیا ظالم ہیں، ان پر لازم ہے کہ اپنے ظلم سے توبہ کریں، پانچو سے اپنا قصور معاف کرائیں، اگر یہ لوگ باز نہ آئیں تو مسلمان ان کو چھوڑ دیں کہ ظالموں کا ساتھ دینے والا بھی ظالم ہے، یہ سب مضامین قرآن عظیم کی آیتوں اور حدیثوں سے ثابت ہیں جو بارہا ہمارے

فتاوی میں مذکور ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶: ازبیکانیر مارواڑ محلہ مہاوتان مرسلہ قاضی قمرالدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا خدا کے بندے نہیں ہیں اور آپ بشر بھی نہیں ہیں، اس پر ان سے پُوچھا گیا کہ پھر کیا ہیں؟ تو جواب دیا کہ میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا، اور یہ بھی ان سے پُوچھا گیا کہ رات دن نماز میں قعدہ میں تم عبدہٗ ورسولہٗ پڑھتے ہو، یہ کیا ہے؟ کیا اس کا ترجمہ ہوا؟ تو کہا اس کا ترجمہ بندہ اور رسول کا ہُوا لیکن میں کچھ نہیں کہتا، حضور پُرنور ایسے شخص کی بابت کیا حکم ہے؟ اور کیا یہ شخص اسلام سے خارج ہوگیا ان کلمات کے باعث یا نہیں؟ کیا کفر عائد اس پر ہُوا یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ت)

الجواب

جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے بندے نہیں وہ قطعاً کافر ہے،

اشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، قال اللہ تعالٰی وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ[1]، وقال تعالٰی تبارک الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرًا[2]، وقال تعالٰی سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ[3]، وقال تعالٰی وان کنتم فی ریب مما نزلنا علٰی عبدنا[4]، وقال تعالٰی الحمد للہ الذی انزل علٰی عبدہ الکتٰب[5]، وقال تعالٰی فاوحٰی الٰی عبدہ ما اوحٰی[6]۔

میں گواہی دیتا ہُوں بلاشبہہ حضرت محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہُوا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈرسنانے والا ہو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اگر تمھیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اتارا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: سب خُوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۹
[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۱
[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۱
[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۳
[5] القرآن الکریم ۱۸/ ۱
[6] القرآن الکریم ۵۳/ ۱۰

اور جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت ظاہری بشری ہے حقیقت باطنی بشریت سے ارفع و اعلٰی ہے یا یہ کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں وہ سچ کہتا ہے اور جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے،

قال تعالٰی قل سبحٰن ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۷

از خان پور سیدواڑہ احمد آباد مرسلہ منشی ایچ ڈی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ "ذوالنور الحق المبین" چھاپی ہے شیخ البواہرنے، وہ سنیوں کے لئے کیسی ہے؟ مہربانی کرکے اس کا جلدی جواب دیجئے۔

الجواب

وہ کتاب مذہب اہلسنت کے خلاف ہے بلکہ اس میں خود اسلام کی بھی مخالفت ہے۔ اس کا دیکھنا، پڑھنا، سننا حرام ہے،

الا العالم یرید ان یرد علیہ او یکشف ما فیہ من کفر وضلال۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہاں عالم اس کا مطالعہ کرے اس کی تردید کے لئے یا اس میں جو کفر بیان ہوا اس کے انکشاف کے لئے تو اس کے لئے پڑھنا دیکھنا حرام نہیں، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۸

از شہر بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ عنایت حسین صاحب ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی برادری کے آدمیوں کے سامنے اشرف علی تھانوی کو کافر کہا اور یہ بھی کہا کہ جو شخص اس کو کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے، لہٰذا اس باعث سے اشرف علی کو کافر کہا کہ اس پر کفر کا فتوٰی دیا گیا ہے، اس شخص کو بوجہ کافر کہنے کے برادری سے علیحدہ کردیا لہٰذا جس آدمی نے اشرف علی کو کافر کہا اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

الجواب

تمام علمائے حرمین شریفین نے اشرف علی تھانوی پر بھی فتوٰی دیا ہے "حسام الحرمین شریف" بارہ برس سے چھپ کر شائع ہے اس شخص نے سچ کہا اور اس پر اسے برادری سے خارج کرنا ظلم شدید ہوا ان

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۹۳

لوگوں پر توبہ فرض ہے اور جو شخص تھانوی کے اقوال کفر سے آگاہ ہو کر ایسا کرے وُہ خود ایمان سے خارج اور اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہوگئی۔ درمختار، مجمع الانہر، بزازیہ وشفاء شریف میں ہے:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] ، والله تعالیٰ اعلم۔

جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا اس نے کفر کیا۔ والله تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹۹ از کانپور محلہ فیل خانہ قدیم مرسلہ مولانا مولوی محمد آصف صاحب ۲۷ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

بفضلہ تعالیٰ کمترین بخیریت ہے، حضوری ملازمان سامی کی مدام بارگاہ احدیت سے مطلوب، دو عریضے ملفوف فدوی نے روانہ خدمت فیضدرجت کئے، ہنوز جواب سے محروم ہے، الٰہی ما فعش بخیر باد۔

حضور کے فتاوٰی جلد اول ص ۱۹۱ میں خواتمی وہابی کے متعلق حاشیہ میں یہ عبارت ہے "یہ شقی گروہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا صاف منکر ہے خاتم النبیین کے یہ معنی لینا تحریف کرنا اور بمعنی آخر النبیین لینے کو خیالِ جہال بتاتا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھ یا سات مثل وجود مانتا ہے"۔ اور کتاب حسام الحرمین میں بھی فرقہ امثالیہ کو مرتدین میں شمار کیا گیا ہے لیکن فتاوٰی بے نظیر در معنی مثل آنحضرت بشیر ونذیر جو کہ عرصہ ہوا مطبع اسدی میں حسب ایمائے محمد یعقوب صاحب منصرم مطبع نظامی طبع ہوا تھا اور بہت سے علمائے کرام کے فتوے اس میں درج کئے ہیں، حسب ذیل عبارت ہے "ھو المصوب قطع نظر اس کے کہ علمائے حدیث ان الله خلق سبع ارضین میں ہر طرح کلام کیا بعد ثبوت رفع وتسلیم صحت متن واسناد مفید اعتقاد نہیں، بلکہ جس حالت میں مضمون اس کا دلالت آیات واحادیث صحیحہ وعقیدہ اہل حق کے خلاف ہے تو قطعاً متروک الظاہر واجب التاویل ہے، پس جو شخص اس حدیث سے وجود تحقق ومثال سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر استدلال کرے سخت جاہل اور معتقد فضیلت مثل آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمعنی اشتراکت فی الماہیت والصفات الکمالیہ مبتدع اور مخالف عقیدہ اہل سنت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم"۔ اس عبارت کے حضور جناب والد ماجد صاحب قبلہ قدس سرہ کی نقل مہر طبع ہوئی ہے اور پھر حضور کی حسب ذیل عبارت بنقل مہر طبع کی گئی:

والقائل بتحقق المثل اوالامثال بالمعنی المذکور فی السوال مبتدع ضال واللّٰہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

جو شخص سوال میں مذکور معنی کے مطابق مثل یا امثال کے تحقق کا قائل ہے وُہ بدعتی اور گمراہ ہے، اور اللہ ہی حقیقتِ حال سے آگاہ ہے (ت)

کون فرقہ امثالیہ مرتد ہے اور کون مبتدع؟ آیا ان فرقوں کے عقائد میں اختلاف ہے یا کیا؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل احکام الجزیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۷۷

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مبتدع ضال ایک لفظ عام ہے، کافر کو بھی شامل، کہ بدعت دو۲ قسم ہے:

(۱) مکفرہ (۲) غیر مکفرہ

وقال تعالٰی واما ان کان من المکذبین الضالین [۱]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اگر جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہو۔ (ت)

امام ابن حجر مکی نے بظاہر اس سے بھی ہلکے لفظ حرام کو کفر کہنے کے منافی نہ مانا۔ اعلام بقواطع الاسلام میں فرمایا:

عبارۃ الرافعی فی العزیز نقلا عن التتمۃ انہ اذا قال لمسلم یاکافر بلاتاویل کفر [۲] وتبعہ النووی فی الروضۃ فان قلت قد خالف ذلك النووی نفسہ فی الاذکار فقال یحرم تحریما غلیظا قلت لامخالفۃ فان اطلاق التحریم فی لفظ لایقتضی انہ لایکون کفرا فی بعض حالاتہ علی ان الکفر محرم تحریما غلیظا فتکون عبارۃ الاذکار شاملۃ للکفر ایضا [۳]

عزیز میں تتمہ سے منقول رافعی کی عبارت یہ ہے اگر کسی نے مسلمان کو بغیر کسی تاویل کے کافر کہا وہ کافر ہوجائے گا اھ اور نووی نے روضہ میں اسی کی اتباع کی ہے، اگر کوئی اعتراض کرے خود نووی نے اذکار میں اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ یہ سخت حرام ہے میں کہتا ہوں یہ مخالفت نہیں کیونکہ لفظ تحریم کا اطلاق اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ بعض حالات میں وہ کفر نہ ہو، علاوہ ازیں کفر سخت حرام ہے لہذا اذکار کی عبارت بھی کفر کو شامل ہوجائے گی۔ (ت)

اسی میں چند ورق کے بعد ہے:

الحرمۃ لاتنافی الکفر [۴]، کمامر۔

حرام ہونا کفر کے منافی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ گزر چکا ہے (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۵۶/۹۲

[۲] اعلام بقواطع الاسلام مقدمہ مکتبۃ الحقیقۃ ترکی ص ۳۴۰

[۳] " " " " " ص ۳۴۱-۳۴۰

[۴] " " " " " ص ۳۵۰

ماہیت وصفات کمالیہ میں مشارکت اس میں نص نہیں کہ جمیع صفات کمال میں شرکت ہو نہ یہ ان سب گمراہوں کا مذہب تھا ان میں بعض صرف تشبیہ یعنی کنبیکو ختم نبوت لیتے اور تصریح کرتے کہ وہ انبیاء اپنے اپنے طبقے کے خاتم اور حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خاتم الخواتم، صرف اتنے پر حکم کفر مشکل تھا، لہذا ایک ایسا لفظ لکھا گیا کہ دوسری صورت کو بھی شامل ہے۔ اعلام میں بعد عبارت سابقہ فرمایا:

التحریم الغلیظ قصد الشمول للحالۃ التی یکون فیھا کفر او غیرھا۔[1]

غلیظ تحریم کے لفظ سے اس حالت کو شامل کرنا مقصود ہے جس میں کفر وغیرہ ہو۔ (ت)

حسام الحرمین میں خاص فرقہ مرتدین کا ذکر ہے، و لہذا خاتم الخواتم ماننے والوں میں صرف اس کا قول لیا جس نے اس میں کفر خالص بڑھا دیا کہ:

لو فرض فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بل لو حدث بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی جدید لم یخل ذلک بخاتمیتہ و انما یتخیل العوام انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی اٰخر النبیین مع انہ لا فضل فیہ اصلاً عند اھل الفھم۔[2]

اگر بالفرض آپ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یا آپ کے زمانہ کے بعد کوئی نیا نبی آجائے تو آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، یہ محض عوام کا خیال ہے کہ آپ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہیں حالانکہ اہل فہم کے ہاں اس میں ہرگز کوئی فضیلت نہیں۔ (ت)

اس طرح کا خاتم الخواتم ماننے والا مطلقاً کافر مرتد ہے، اس سے ۵۸ ورق پہلے جہاں المعتمد المستند میں خاص مرتدین کا ذکر تھا، عبارت یہ ہے:

خرج دجالون یدعون وجود ستۃ نظراء للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشارکین لہ فی اشھر خصائصہ الکمالیۃ اعنی ختم النبوۃ فی طبقات الارض الست السفلیٰ فمنھم من یقول کل منھم خاتم ارضہ ونبینا

ان دجالوں کو خارج کیا ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے چھ نظیروں کا دعوٰی کرتے ہیں اور تشبیہ میں آپ کے مشہور خصائص کمالیہ میں بھی ان کو شریک کرتے ہیں یعنی نچلی چھ زمینوں میں بھی ختم نبوت کا قول کرتے ـــــــ ان میں سے بعض کا یہ قول ہے کہ ہر زمین کا کوئی خاتم ہے اور ہمارے

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مقدمہ مکتبۃ الحقیقیۃ ترکی ص ۳۴۱

[2] حسام الحرمین فصل منھم الوہابیہ مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۹

المستند المعتمد تعلیقات المنتقد المعتقد منھم الوہابیۃ الامثالیۃ الخ مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۲۴۲

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم ھذہ الارض، و منھم من یقول انھم خواتم اراضیھم ونبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم الخواتم والا کفر الاوقح منھم یصرح بانھم مماثلون للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وشرکاؤلہ فی جمیع صفاتہ الکمالیۃ ویردہ اٰخرون ابقاء علی انفسھم من المسلمین۔[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس زمین کے خاتم ہیں، بعض کا قول یہ ہے کہ وہ اپنی اپنی زمینوں کے خواتم ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم الخواتم ہیں ان میں سے بدتر کفر والے وُہ ہیں جنھوں نے یہ تصریح کی ہے کہ وُہ تمام خاتم۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تمام صفات کمالیہ میں شریک اور ہم مثل ہیں اور جبکہ دوسروں نے اپنے آپ کو مسلمانوں میں شامل رکھنے کے لئے ان کا رَد کیا ہے۔ (ت)

ان سب اقوال کے لحاظ سے وہاں عام بتدع ضال سے تعبیر کیا کہ بدعت مکفرہ کو بھی شامل ہے، والسلام مع الاکرام۔

مسئلہ از منڈی رام نگر ضلع نینی تال مرسلہ جناب بشیر احمد صاحب رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

ایک شخص نے ایک مرتبہ اپنی حالت بیماری میں اپنے اچھا ہونے کی غرض سے ایک روز کچھ ہنود کو اپنے مکان پر بلا کر ڈبرو بجوایا اور موافق رسم ہنود کے ہندوؤں کے دیوتا کی پوجا یعنی بکری اور مرغا ہندوؤں سے مروایا یعنی مردار کرایا اور ڈبرو پر ناچا، اس ناجائز حرام کام کرنے پر یہاں کے مسلمان لوگوں نے اس شخص کو برادری سے نکال باہر کردیا اور حقہ بند کردیا، کچھ دنوں بعد اس بُت پرست شخص نے مسلمانوں سے کہا میری جان جارہی تھی اس وجہ سے میں نے یہ کام کرائے آئندہ مجھ سے ایسا قصور نہ ہوگا تب یہاں کے مسلمانوں نے اس کی معافی مانگنے اور آئندہ کو توبہ کرنے سے اس کا ایک سو روپیہ جرمانہ لے کر اور توبہ کرواکر حقہ کھول دیا بعد کچھ دنوں کے پھر اس شخص نے پوشیدہ طور رات کو ایک ہندو کے یہاں اپنی بیوی اور لڑکی کو بھیج کر ڈبرو بجوایا اور ان کی لڑکی ناچی یعنی لڑکی کے بدن پر ڈبرو بجانے سے دیوتا مسان آیا اور اسی نے یعنی دیوتا نے بکری اور مرغا مانگا تو ڈبرو بجانے والے نے مرغا اور بچہ اکو مردار کرکے پُوجا کری دوبارہ اس حرکت کی کسی کو خبر نہ ہوئی اب سہ بارہ اس شخص نے ایک ہندو کو اپنے مکان پر بُلا کے ایک مُرغا اس کو یعنی اس ہندو کو دیا اس نے موافق اپنے رسوم کے مُرغے کو اپنے قبرستان میں لے جاکر رات کو مردار کرکے قبر میں دبا دیا اور ایک قبرستان میں جاکر پتھروں کو پُوجا اس کام کے کرنے پر یہاں مسلمانوں نے پھر اس کا حقہ بند کردیا اور کہا کہ تونے مکرر سہ کرر اسی کام کو

---

[1] المستند المعتمد تعلیقات المعتقد المنتقد مسئلۃ النبوۃ لیست کسبیۃ مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۱۱۵

کرا اور کرتا ہے تو کافر ہے، اس کے جواب میں بُت پرست مسلمان کہتا ہے ضرورت شدید میں یہ کام یعنی مولوی لوگوں سے معلوم کر لیا ہے لہذا عرض کہ اس مسئلہ کو خلاصہ تحریر کیجئے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یہاں یہ کام جائز ہے یا انھوں نے یہ کام کرے اگر یہ کام جائز ہے، نہیں تو اس کام کے کرنے والے کو مسئلہ سے کیا سزا ہونا چاہیے؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وُہ کافر ہے اور وہ مولویوں پر افترا کرتا ہے، کوئی مولوی ایسا نہیں کہہ سکتا اور اگر کسی نام کے مولوی نے مرض سے شفا کے واسطے غیر خدا کی پُوجا جائز کر دی ہو تو وہ بھی کافر ہے اور یہ شخص جب کہ تین بار ایسا کر چکا اب مسلمان اسے ہرگز نہ ملائیں اگرچہ توبہ ظاہر کرے کہ وُہ جھوٹا ہے اور فریب دیتا ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا[1] لن تقبل توبتھم و اولٰئک ھم الضالون[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے۔ ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور وہی ہیں بہکے ہوئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۱: از کٹک محلہ بخشی بازار مرسلہ ولی محمد صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین اس مسئلہ میں، مولوی اجابت اللہ بنگالی چاٹگامی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں اللہ کے سوا اپنے پیر کو سجدہ کرنے کو جائز سمجھتا ہے اور اس کے دلائل میں کئی اوراق سیاہ فرمائے ہیں اور علمائے اہلحدیث کو نسبت دی ہے فرقہ اسمٰعیلیہ سے، اور ان کو گمراہ کہا ہے، اور علمائے دیوبند کو اسی فرقہ سے شمار کیا ہے اور اپنے گمان میں اس سجدہ کو قرآن شریف سے مدلل کیا ہے اور جس حدیث سے سجدہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، اس کو بے اصل سمجھتا اور کہتا ہے کہ احادیث احاد قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتیں اور حدیث ابوداؤد کو جس میں سجدہ کی ممانعت ہے اس کو بھی اسی قسم سے سمجھتا ہے، اور سجدہ کی دو قسمیں ٹھہراتا ہے: تحیت اور تعبدی۔ تحیت کو جائز سمجھتا ہے اور تعبدی کو منع کرتا ہے، مولانا اسحاق صاحب کلکتہ مدرسہ عالیہ میں مدرس ہیں جو شروع میں مدرسہ کانپور میں بھی تعلیم دیتے تھے، انھوں نے سجدہ کی ممانعت کے بارے میں کچھ لکھا تھا، ان کو یہ شخص گمراہ اور گمراہ کنندہ کہتا ہے اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۳۷
[2] " " ۳/۹۰

دہلوی کے فتوے سے سجدہ کو جائز ثابت کرتا ہے، اور درمختار کو بے اصل ثابت کرتا ہے کیونکہ چھٹے طبقہ کی کتاب ہے۔ امام فخر الدین رازی کے حوالہ سے اس رسالہ کو لکھا ہے اور کہتا ہے کہ تفسیر کبیر کی پہلی جلد میں سجدہ کرنا اللہ کے سوا دوسرے کو جائز ہے، اب سوال یہ ہے کہ ایسا شخص جو خدا کے سوا دوسرے کو سجدہ کرنا جائز سمجھے تو ایسا شخص کافر ہے یا مسلمان؟

الجواب

غیر خدا کو سجدہ تحیت کا جائز کرنے والا ہرگز کافر نہیں، اور اب جو اہل حدیث کہلاتے ہیں ضرور اسمٰعیلی و گمراہ ہیں، اور دیوبندیہ ان سے گمراہ تر صریح مرتدین ہیں، علمائے حرمین شریفین نے ان کی نسبت تصریح فرمائی کہ:

من شك فى كفره فقد كفر[1] جس نے اس کے کفر میں شک کیا اس نے کفر کیا۔ (ت)

جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر انھیں کافر نہ جانے بلکہ ان کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر ہے۔

دربارہ سجدہ حق و تحقیق یہ ہے کہ غیر خدا کو سجدہ عبادت کفر اور سجدہ تحیت حرام، کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے اور آج کوئی مجتہد نہیں کہ متفق علیہ ارشادات ائمہ کے خلاف دلیل سے مسئلہ نکالنا چاہے افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں، واللہ الہادی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۱ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ حشمت علی صاحب ۱۶ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید فرقہ دیوبندیہ کا مرتکب کفر ہونا تسلیم کرتا ہے، لیکن کہتا ہے کہ اپنی زبان سے ان کو کافر نہ کہوں گا، دریافت کرنے پر کہا کہ فی الواقع دیوبندیوں نے کفر بکا ہے، لیکن دیکھا جائے تو خود ہم پر کفر عائد ہوتا ہے کیونکہ کفر کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کفر قولی

(۲) کفر فعلی

کفر قولی یہ کہ کسی نے ایسی بات کہی جس میں ضروریاتِ دین کا انکار ہو، جیسے دیوبندیوں نے توہینِ خدا و رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی بکی۔

اور کفر فعلی یہ کہ جو انکار ضروریاتِ دین پر امارت ہو جیسے زنار باندھنا، بُت کو سجدہ کرنا وغیرہ، اب دیکھئے اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

---

[1] حسام الحرمین منہا الوہابیہ مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ط

تو اے محبوب تمھارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمھیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (ت)

قسم کھاکر فرمایا جاتا ہے کہ ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتے جب تک اپنے اختلافات کو موافقِ احادیث و آیات نہ طے کریں پھر کوئی رنجش یا کراہت بھی دل میں نہ رہے۔ اب بتائیے ہم لوگ اپنے مقدمات کو بجائے آیاتِ احادیث کے انگریزی قوانین سے طے کراتے ہیں تو ہم تو دیوبندیوں سے بدتر ہیں گویا نصِ قرآنی ہماری تکفیر فرمارہی ہے جب ہمارا خود یہ حال ہے تو دوسروں کو کیونکر کافر کہیں، ہم تو خود ہی کفر میں مبتلا ہیں انتہی کلامہ، اب استفتاء یہ ہے کہ زید کا کیا حکم ہے؟ اور آیۂ کریمہ کی صحیح تفسیر کیا ہے؟

الجواب

جو مدعی حق پر ہیں وہ تحکیم نہیں کرتے بلکہ اپنا حق کہ بے زورِ حکومت نہیں مل سکتا نکلوانا چاہتے ہیں اور مدعا علیہ کہ حق پر ہے وہ مجبور ہی ہے جوابدہی نہ کرے تو یکطرفہ ڈگری ہوجائے ان دونوں فریق پر اگر آیۂ کریمہ وارد ہو تو ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں آج سے نہیں صدہا سال سے مدعی مدعا علیہ وکیل گواہ سب کافر ہوں کہ عام سلطنتوں نے شرع مطہر سے جُدا اپنے بہت سے قانون نکال لئے ہیں اور جو مدعی جھوٹا ہے وُہ ناحق دوسروں کا مال مثلاً چھیننا چاہتا ہے جس پر اپنی چرب زبانی یا مقدمہ سازی یا جھوٹے گواہوں کے ذریعہ حکومت سے مدد لیتا ہے یونہی جھوٹا مدعا علیہ مثلاً دوسرے کا دیا ہُوا مال دینا نہیں چاہتا اور وہی مدد اُن ذرائع کا ذبہ سے لیتا ہے یہ باتیں گناہ ہیں مگر گناہ کو کفر کہنا خارجیوں کا مذہب ہے۔ آیت اس کے بارے میں ہے جو حکمِ شریعت کو باطل جانے اور غیر شرعی حکم کو حق یا شرعی حکم جب اس کے خلاف ہو تو نہ نفسِ امارہ کی ناگواری بلکہ واقعی دل سے اس حکم کو بُرا جانے، یہ لوگ کافر ہیں، یہ نہ فقط مقدمات بلکہ عبادات میں بھی جاری ہے، رمضان خصوصاً گرمیوں کے روزے نماز خصوصاً جاڑوں میں صبح وعشا کی نفسِ امارہ پر شاق ہوتی ہے اس سے کافر نہیں ہوتا جبکہ دل سے احکام کو حق ونافع جانتا ہے، ہاں اگر دل سے نماز کو بیگار اور روزے کو مفت کا فاقہ جانے تو ضرور کافر ہے۔ اگلی آیہ کریمہ اس معنی کو خوب واضح فرماتی ہے:

ط القرآن الکریم ۴/ ۶۵

قال الله تعالٰی ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منھم[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اگر ہم انھیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اسے نہ کرتے مگران میں تھوڑے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہ نہ کرنا ان احکام کے نفس پر شاق ہونے ہی کے سبب ہے تو ثابت ہوا کہ حکم کا نفس پر شاق ہونا یہاں تک کہ اس کے سبب بجاآوری حکم سے باز رہنا کفر نہیں ورنہ معاذ اللہ یہ ٹھہرے گا کہ صحابہ کرام بھی گنتی ہی کے مسلمان تھے کہ فرماتا ہے، ما فعلوہ الا قلیل منھم[2] (اسے نہ کرتے مگر ان میں تھوڑے۔ ت) حالانکہ رب عزوجل جابجا ان کے سچے پکے مومن ہونے کی شہادت دیتا ہے یہاں تک کہ فرماتا ہے:

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولٰئک ھم الرشدون فضلا من اللہ ونعمتہ واللہ علیم حکیم[3]

اے محبوب کے صحابیو! اللہ نے تمھیں ایمان پیارا کردیا اور اسے تمھارے دلوں میں زینت دی اور کفر و بے حکمی و نافرمانی تمھیں ناگوار کردی، یہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کا فضل اور اس کی نعمت اور اللہ جانتا ہے حکمت والا ہے۔

یہ دل کی محبت ہے کہ مدار ایمان و کمال ایمان ہے اور وہ نفس کی ناگواری جس پر زیادت ثواب کی بنا ہے۔ حدیث میں فرمایا:

افضل العبادات احمزھا[4]

سب میں زیادہ ثواب اس عبادت کا ہے جو نفس پر زیادہ شاق ہو۔

بہرحال یہ شخص جو اپنے کفر کا مقر ہے قطعًا کافر ہے، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

مسلم قال انا ملحد یکفر، ولو قال ما علمت انہ کفر لایعذر منہ[5]، واللہ تعالٰی

اگر کسی مسلمان نے کہا میں ملحد ہوں تو وہ کافر ہوجائے گا، اور کہا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کہنا

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۶
[2] القرآن الکریم ۴/ ۶۶
[3] " ۴۹/ ۷-۸
[4] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حدیث ۲۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۶۱
کشف الخفاء للعجلونی ۱/ ۱۷۵
[5] فتاوٰی ہندیہ باب موجبات الکفر انواع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۹

اعلم۔ کفر تھا تو اس کا عذر قابلِ قبول نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۳: از ڈاکخانہ انگس جوٹ مل گورہٹی ضلع ہگلی اسکول انگس مسئولہ محمد سلیم خاں ماسٹر اسکول ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے پیر کے لڑکے کو نبی زادہ لکھا کرتا ہے، اس کا اور جو لوگ اسے اچھا سمجھ کر خوش ہوتے ہیں ان کا شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس کا مرشد سید ہے بایں معنی اسے نبی زادہ لکھتا ہے تو بجا ہے، اور اگر وہ سید نہیں بلکہ مرشد کو نبی ٹھہرا کر اس کے لڑکے کو نبی زادہ لکھتا ہے تو وہ بھی کافر اور جتنے اس پر خوش ہوتے ہیں وہ بھی، وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: از پورولیا ضلع مان بھوم مسئولہ خلیفہ محمد جان ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۱۶/ اپریل اور ۱۳/ اپریل ۱۹۲۱ء میں جن مسلمانوں نے ہڑتال کی ہے اور جلسے میں شریک ہوئے ہیں ان کی بیبیاں حرام ہوئیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جس نے لوگوں کے مجبور کئے سے ہڑتال کی اس پر وہ الزام نہیں اگرچہ بلا مجبوری شرعی مجبور بن جانے کا الزام ہو، اور جس نے ایک طوفان بے تمیزی کی موافقت چاہی اس سے زائد کچھ نیت نہ تھی اس پر گناہ ہوا مگر وہ الزام اس پر نہیں اور جس نے کافروں کا سوگ منانے اور حکم مشرک کی تعظیم بجالانے کے لئے ہڑتال کی اس پر تجدید اسلام پھر تجدید نکاح کا حکم ہے؛

لان تبجیل الکافر کفر[1]، کما فی الظھیریۃ والاشباہ والدر وغیرھا من الاسفار العزر، وھو تعالٰی اعلم۔

کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔ جیسا کہ ظہیریہ، اشباہ، در وغیرہ معروف کتب میں ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۵: از مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ محلہ اللہ داد پورہ مسئولہ حکیم صابر حسین صاحب ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جو شخص ہنود کے خوش کرنے کے واسطے اپنے مذہب اسلام کی

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

پروا نہ کرے اور ان کے مذہب کی تائید کرے تو یہ شخص کس چیز کا مرتکب ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو شخص خوشنودیٔ ہنود کے لئے دین اسلام کی پروانہ کرے اور مذہب ہنود کی تائید کرے اگر یہ بات واقعی یونہی ہے تو اس پر حکم کفر لازم ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از چک ۲۲۴ متصل لائل خانقاہ چشت دربار صابری مسئولہ مولوی نظام الدین صاحب ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے جواب میں کہ ایک نئی مسجد کے محراب کے دائیں طرف کاتب نے لکھا یا اللہ اور دوسری طرف یا محمد نقش کردیا تو ایک غیر مقلد نے آکر کہا کہ یہ بُت کیوں لکھا ہے اس کو مٹادو، معمار سے وہ مٹوادیا، اس کی اس حرکت سے مسلمان بہت رنجیدہ ہوئے اور پھر حضور کا نام مبارک لکھوادیا، اس پر وہ غیر مقلد کہنے لگا اگر گورو گوبند سنگھ کا نام لکھ دو یا کوئی بُت کھڑا کردو تو بہتر ہے، کیا اس شخص نے حضور کی بے ادبی کی ہے یا نہ؟ اور اس دریدہ دہنی سے یہ مسلمان رہ سکتا ہے یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

لاالٰہ الا اللہ لاالٰہ الا اللہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ محمد رسول اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، الالعنۃ اللہ علی الظٰلمین الالعنۃ اللہ علی الظٰلمین الالعنۃ اللہ علی الظٰلمین۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں، حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں، حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالٰی کی طرف سے ان پر صلوٰۃ وسلام، اللہ تعالٰی کی طرف سے ان پر صلوٰۃ وسلام، اللہ تعالٰی کی طرف سے ان پر صلوٰۃ وسلام، سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت، سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت، سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت۔ (ت)

شخص مذکور کافر کافر کافر مرتد مرتد مرتد ہے من شك فی کفرہ فقد کفر[1] جو اس کے کافر ہونے میں شک

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب احکام الجزیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۷۷

کرے خود کافر ہے، مسلمانوں کو اس سے میل جول حرام، اس سے سلام وکلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اسے اپنے پاس بیٹھنے دینا حرام، بیمار پڑے تو اسے پُوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اسے مسلمانوں کی طرح غسل وکفن دینا حرام، اس کے جنازہ پر نماز حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام، 24

قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[1]، وقال تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]، وقال تعالیٰ ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ[3]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ (ت)

مسلمان دیکھیں وہابیہ کو یہ دشمنی ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے، اور پھر سادہ لوح ان کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھتے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، ایک یہ بات یاد رہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نام پاک لے کر ندا چاہئے بلکہ اس کی جگہ یارسول اللہ ہو، اور دیوار پر کندہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ آئینہ میں لکھ کر نصب کریں۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ از دیوگڈھ میواڑ مرسلہ قاضی عبدالعزیز صاحب ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گروہ نہ ہندو نہ مسلم دائم شارب الخمر، مشرک، سارق علانیہ ملکوں میں سیاحی کرکے نہ معلوم کس طرح سے فریب کرکے یا سرقہ کرکے ہزاروں روپوں کا سونا چاندی وزیورات وغیرہ لے آتے ہیں اور گیتا وبھاگوت پر عمل کرنے والے اور ہولی و دیوالی وگنگور وغیرہ کی پرستش کرنے والے جب نام لینا رام چندر بھگوت ہی کو پکارنا اور قسم بھی ان کی کھانا اسماء ولباس بھی اہل ہنود کا سا، کلمہ جن کو یاد نہیں اسلام سے بالکل ناآشنا محض نکاح و نماز جنازہ کے پابند ہیں، بعض اوقات سیاحی میں مردوں کو بھی آگ میں جلاتے ہیں اگر ان سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] " ۱۱/ ۱۱۳
[3] " ۹/ ۸۴

24/24 کہاجاتا ہے کہ طریقۂ اسلام پر ہوجاؤ اور شرک و شراب سے اجتناب کرو، تو کہتے ہیں کہ یہ ہم سے چھوٹ نہیں سکتے" ہیں ہمارے آباء و اجداد سے یہ طریقہ جاری ہے اور کلمہ پڑھنے سے پورا انکار ہے نہ کما حقہ اقرار، برسوں سے ان کی راہ ہدایت کی کوشش کی جارہی ہے لیکن یہ قوم اپنی حرکاتِ ناشائستہ سے باز نہیں آتی، ایسی حالت میں ان مشرکوں، شرابخوروں، دُزدوں کی نماز جنازہ و نکاح وغیرہ جائز ہے یا کیونکر؟ اسی طرح جو تھوڑے عرصہ میں کہیں سے سونا لے آتے ہیں اس کے روپے کو مسجد کی تعمیر و میلاد و مصرف کارِ خیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور مسلمانوں کو یہ مال کیسا ہے؟ تو نکاح پڑھانے والا اور اس مال کا لینے والا گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ بالتفصیل ارقام فرمائیں، ربّ العزت آقائے نامدار کو فی الدارین جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب

یہ لوگ اگر باوصف ان حرکات کے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو مرتد ہیں ورنہ کافر مشرک، بہرحال ان سے شادی بیاہ حرام و زنا، اور ان کے جنازہ کی نماز حرام قطعی، اور ان سے کوئی برتاؤ مسلمانوں کا سا رکھنا حرام، رہا نکاح پڑھانا اگر پہلی صورت کے ہیں جب تو ان کا نکاح کسی سے ممکن ہی نہیں، نہ مسلمان سے نہ کافر سے، نہ اس کے ہم مذہب مرتد سے، نہ ان کے مرد کا نہ عورت کا۔ اور اگر دوسری صورت کے ہیں تو مسلمان عورت کا ان سے یا مسلمان مرد کا ایسی عورت سے نکاح باطل و حرام ہے، ان صورتوں میں نکاح پڑھانے والا زنا کا دلال ہے اور اگر وہ مرتد نہیں اصلی کافر ہیں تو ان کے عورت و مرد کا نکاح اگرچہ کسی کافر یا کافرہ سے ہوسکے مگر مسلمان کو اس کا پڑھانا نہ چاہیے وہ سونا کو جلد لے آتے ہیں اگر معلوم یا گمان غالب ہو کر چرا کر یا ٹھگ کر لاتے ہیں تو اس کا لینا بھی حرام اور اسے مسجد یا میلاد مبارک یا کسی کارِ خیر میں صرف کرنا بھی حرام، اگر اس کا گمان غالب نہیں شک ہے تو بچنا بہتر اور لیں اور لگائیں تو گناہ نہیں،

قال محمد بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حرامًا بعینہ[1]، ذخیرہ، ہندیۃ۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل پیرا ہیں، جب تک کسی شیئ کو ہم حرام لعینہ نہ جان لیں، ذخیرہ، ہندیہ۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی فی الہدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

مسئلہ ازمیرٹھ دفتر رسالہ خیال بازار بزازہ مرسلہ حافظ سید ناظر حسین چشتی صابری عابدی و سید عزیز احمد چشتی صابری عابدی و شرف الدین احمد صوفی وارثی قادری رزاقی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اشرف علی صاحب تھانوی کے ایک معتقد نے اپنے خواب و بیداری کا حال جو ذیل میں درج ہے لکھ کر تھانوی کے پاس بھیجا جس کا جواب انھوں نے رسالہ الامداد ماہ صفر ۱۳۳۶ھ میں حسب ذیل الفاظ میں دیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ جواب ان کا بموجب شرع شریف کہاں تک درست اور صحیح ہے؟ نیز حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مسلک کے مطابق تھانوی صاحب کی نسبت حکم شرع شریف کا کیا صادر ہوا ہے؟

خلاصۂ خواب: بجائے کلمہ طیبہ کے دوسرے جُز کے یُوں پڑھتا ہُوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام نامی کی جگہ تھانوی کا نام لیتا ہُوں ہر چند قصد کرتا ہُوں لیکن یہی زبان سے نکلتا ہے بعد بیداری اس غلطی کی تلافی میں درود شریف پڑھنا چاہا تو اس میں بھی بے اختیار تھانوی کا نام زبان پر آجاتا ہے۔[1]

جوابِ خواب: اس واقعہ میں تسلّی ہے کہ جس کی طرف رجوع کرتے ہو وہ متبع سنّت ہے۔[2]

الجواب

سیدی امام بوصیری قدس سرہ، صاحب بُردہ شریف ام القرٰی میں فرماتے ہیں، ماعلی مثلہ بعد الخطاء[3] (خطا کے بعد اس کی مثل مجھ پر نہیں۔ ت) دیوبندیوں کے کفر کا پانی ان کے سر سے گزر گیا ہے جس کا حال کتاب مستطاب "حسام الحرمین شریف" سے ظاہر ہے یہ لوگ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شدید گالیاں دے چکے اور ان پر اب تک قائم ہیں، ان علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق نام بنام ان سب کی تکفیر کی اور صاف فرمایا:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[4] جس نے ان کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے (ت)

جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کافر ہونے میں شک بھی کرے وہ خود کافر، پھر ایسوں کی کسی بات کی شکایت کیا، ان کے بڑے قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں صاف لکھ دیا "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"[5]

---

[1] رسالہ الامداد مطبوعہ تھانہ بھون ص ۳۵

[2] ایضاً

[3] القصیدۃ الھمزیۃ فی المدح النبویۃ مع حاشیۃ الفتوحات الاحمدیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۳۹

[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب احکام الجزیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۷۷

حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

[5] تحذیر الناس کتب خانہ امدادیہ دیوبند ص ۲۸

یہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی خاتمیت سے صاف انکار ہے اور آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین[1] (اور لیکن آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ ت) کی صریح تکذیب ہے پھر یہ لوگ اگر صاف صاف ادعائے نبوت و رسالت کریں تو ان سے کیا بعید ہے۔ مسلمان ہوتا تو ایسی بات سُن کر لرز جاتا اور اس کفر بکنے والے سے کہتا کہ خبیث مُنہ بند کر کُفر نہ بک، نہ کہ اسے اور تسلّی دی اور اس کی رجسٹری کر دی،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] واللہ تعالٰی اعلم۔
اب جانا چاہتے ہیں کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۹ تا ۱۲۰: مسئولہ محمد خلیل الدین صاحب صدیقی بریلوی از کان پور امین گنج ۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیانِ شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ایک مقلد شخص ایک آزاد شخص کی کہ جس کی تعریفات ذیل میں لکھی جاتی ہیں نماز میں اقتدا نہیں کرتا کیا بوجہ ترک اقتدا ایسے آزاد شخص کی یہ شخص مقلد قابل ملامت ہے۔

(۱) شخص آزاد اپنے آپ کو صدر العلماء اور شیخ الشیوخ مشہور کرتا ہے۔ فلسفہ قدیم وجدید سائنس و کمسٹری، سنسکرت و انگریزی کا ماہر و استاد، پیر روشن ضمیر اور مناظر و داعی اسلام ہونے کا دعوٰی کرتا ہے اور شیخ الاسلام ہند ہونے کا متمنی و امیدوار ہے، لیکن فقہ حنفیہ کی تحقیر عملاً کرتا ہے اور آیاتِ قرآنی و احادیث نبوی کے معانی و تفسیر اپنی رائے سے بیان کرتا ہے، امام غزالی اور امام رازی کو اپنے مقابلہ میں احمق و سفیہ کہتا ہے اور شبلی نیچری کی طرح صحابہ و محدثین و مفسرین رضی اللہ تعالٰے عنہم کو جھوٹا سمجھتا ہے۔

(۲) اپنے لب بالا کے بال سکھوں کی طرح بڑھائے رکھتا ہے۔

(۳) موسم سرما میں بعد جماع کے غسل جنابت اور وضو کے بجائے تیمم کر کے بار ہا امامت کی۔

(۴) مسجد میں بیٹھ کر مسجد کے ظروف گلی میں اسپرٹ آمیز دوا پی، اسپرٹ کو حرام و ناپاک نہیں سمجھتا ہے۔

(۵) سُود پر روپیہ دیتا ہے اور سُود لینا جائز سمجھتا ہے۔

(۶) رمضان میں بلا عذر علالت و مسافرت روزوں کے بجائے فدیہ دے دینا کافی سمجھتا ہے، یطیقونہ

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰
[2] " ۲۶/ ۲۲۷

میں سلب ماخذ یا حذفِ لا کو نہیں مانتا۔

(۷) ایک محصنہ عورت سے ربط وضبط پیدا کرکے اس کے شوہر کو دھوکا دے کر طلاق دلوا کر اپنے تصرف میں لایا۔

(۸) اس کے دُور کے رشتہ دار اس کی جوروؤں کے ساتھ اس کے پیچھے اور اس کے سامنے بے تکلف مخالطت رکھتے ہیں اور وہ منع نہیں کرتا، اس کی جورو اس کے ماں باپ کو مغلظات فحش گالیاں دیتی ہے اور وہ خاموش سُنتا رہتا ہے۔

(۹) ایک مرتبہ نمازِ مغرب میں دُو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا، آگاہ کرنے پر کہا کہ بحالتِ مسافرت قصدًا قصر کیا تھا۔

(۱۰) ایک مرتبہ نمازِ عشاء میں ایک رکعت میں آیۃ الکرسی پڑھی لیکن چند الفاظ چھوڑ گیا متنبہ کرنے پر کہا کہ تین آیت کی مقدار پڑھنے کے بعد غلطی ہوجانے سے نماز کا اعادہ ضروری نہیں۔

(۱۱) ہزارہا مسلمانوں کے ایک جلسہ میں ایک آیت کی تفسیر میں رجال کے معنی میں عورتوں کو بھی شامل کرکے بیان کیا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ کسی مرد کے باپ تھے اور نہ کسی عورت کے باپ تھے۔

(۱۲) اپنے پیر کو کہتا ہے کہ وہ بمنزلہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے ہے اور اپنے آپ کو بمنزلہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا پیر جب کسی کو مرید کرتا ہے اس سے مراد ہے کہ میری بیعت لیتا ہے اور جو دوسرے مشائخ مرید کرتے ہیں وہ بھی میری بیعت میں داخل ہوتے ہیں اسی طرح کنایۃً دعوٰی نبوت و رسالت بھی کرتا ہے۔

الجواب

(۱) فقہ حنفی کی تحقیر ضلالت ہے۔ تفسیر بالرائے حرام، امام غزالی اور امام رازی کو اپنے مقابلہ میں ایسے الفاظ خفیفہ سے یاد کرنا سخت تکبر ہے اور متکبروں کا ٹھکانا جہنم ہے،

الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین[1]۔ کیا مغرور کا ٹھکانا جہنم میں نہیں (ت)

صحابہ کرام کو جھوٹا سمجھنے والا گمراہ بددین ہے۔ اور اگر سب صحابہ کو عمومًا ایسا سمجھے تو کافر بالیقین ہے۔

(۲) لب یالا کے بال حد سے متجاوز رکھنا سنت کی مخالفت اور کافروں سے تشبہ ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹ /۶۰

(۳) پانی اگر ضرر نہ کرتا ہو تو صرف خوفِ سردی سے تیمم کرنا حرام ہے اور نماز باطل اور اس کے پیچھے سب کی نماز باطل، ایسا کرنے والا اشد فاسق۔

(۴) اسپرٹ حرام ہی نہیں بلکہ نجس بھی ہے، اپنے ہی منہ میں پیتا تو حرام و نجس چیز کھانے پینے کا آج کل ہر شخص کو اختیار ہے، مگر مسجد کے برتن نجس کئے کہ مسلمانوں کے جامہ و بدن ناپاک اور وضو و نماز باطل ہوں یہ صاف دلیل ہے کہ یہ شخص شریعت پر سخت جری و بیباک ہے۔

(۵) سُود لینے کو حلال جاننا کفر صریح ہے اور حرام جان کر ایک درم سُود کھانا اپنی ماں سے ۳۶ بار زنا کے برابر ہے،

من اکل درہم ربًا وھو یعلم فکانما زنی بامہ ستا وثلثین مرّۃ۔[1] جس نے عمدًا ایک درہم سُود کھایا اس نے اپنی ماں سے چھتیس ۳۶ دفعہ زنا کیا۔ (ت)

(۶) بے عذر مرض و سفر روزے رمضان کے نہ رکھنا اور فدیہ کافی جاننا قرآن عظیم کی تحریف اور نئی شریعت کا ایجاد اور جہنم کبرٰی کا استحقاق ہے۔

نولہ ما تولی و نصلہ جہنم وساءت مصیرا۔[2] ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔ (ت)

(۷) سائل نے تصرف میں لانا مطلق لکھا اگر بلا نکاح یا عدّت کے اندر نکاح کے ساتھ ہے تو زنا ہے ورنہ دھوکا دینے پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من غشنا فلیس منا۔[3] جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں (ت)

(۸) اپنی منکوحہ پر غیرت نہ کرنے والا دیّوث ہے اور ماں باپ کو فحش گالیاں جورو سے سن کر خاموش رہنے والا عاق ہے اور دیّوث و عاق دونوں کو فرمایا کہ وہ جنّت میں نہ جائیں گے۔

(۹) مغرب میں قصر کرنا نئی شریعت کا نکالنا اور اللہ تعالٰی پر افترا ہے،

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۵/ ۲۲۵
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵
[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غشنا فلیس منا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۰

لا یفلحون[۱] نہ ہوگا۔ (ت)

(۱۰) آیۃ الکرسی میں چند الفاظ کا بیچ میں سے چھوڑ جانا اگرچہ ایک مذہب پر مطلقاً مفسد نماز ہے جبکہ صرف آیۃ الکرسی ہی پڑھی ہو اور جب کوئی لفظ چھوٹ گیا آیت پُوری نہ ہوئی، مذہب راجح میں بے فسادِ معنی فسادِ نماز نہیں، اور واجب بھی ادا ہوجائے گا جبکہ باقی تین آیت کی قدر ہو مگر یہ مسئلہ کہ تین آیت کی قدر پڑھنے کے بعد کوئی غلطی مفسدِ نماز نہیں ہوتی محض باطل۔

(۱۱) یہ صراحۃً آیۂ کریمہ یاایھا النبی قل لازواجك وبناتك[۲] (اے نبی! اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں سے فرمادو۔ ت) کی تکذیب ہے اور آیت کی تکذیب کفر۔

(۱۲) اس قول میں کمال تکبر ہے اور وہ آیۂ کریمہ لقد استکبروا فی انفسھم وعتوا عتوا کبیرا[۳] (بیشک اپنے جی میں بہت ہی اونچی کھینچی اور بڑی سرکشی پر آئے۔ ت) میں داخل ہوتا ہے اور یہ کہ جو بیعت لیتا ہے میری ہی لے لیتا ہے در پردہ رسالت و نبوت یا کم از کم غوثیتِ عظمٰی کا ادعا ہے، بالجملہ افعال و اقوال مذکورہ فسق و ضلال و کفر میں دائر ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز باطل محض ہے، جو مسلمان اس کی اقتداء سے بچتا ہے وہ بہت اچھا کرتا ہے اس پر ملامت حق پر ملامت ہے، جو اس کے پیچھے نماز پڑھے وہی مستحقِ ملامت، بلکہ سزاوار عذاب شدید ہے، والعیاذ باللہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱: از شہر پونہ گھوڑ پوڑی بازار متصل مسجد مکان ۲۷ بھولی بخش بالور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہے، وہ پیشتر قوم چمار تھی بعد میں مسلمان ہوکر ایک مرد مسلمان سے اس نے نکاح کرلیا، اس سے پہلے اسی قوم میں شادی ہوچکی تھی، کیونکہ اس کے ایک لڑکا ہے، اب وہ عورت اپنی قوم میں جانا چاہتی ہے اور اس کے خاندان کے لوگ اور اس کا بیٹا اس کو ورغلا رہے ہیں کہ تو اپنی قوم میں آجا تجھ کو اچھی طرح رکھیں گے اور وہ عورت میرے یہاں کھانا پکانے پر ملازم ہے اور وہ عورت بھی جانا چاہتی ہے، تو اب ہم کو شرع شریف کیا حکم دیتی ہے کہ ہم کس طریقہ سے اس کو رکھیں اور اس کے اسلام میں تو کوئی ضعف نہیں ہے اور ہم کو اُسے

---

[۱] القرآن الکریم ۱۰/۶۹

[۲] القرآن الکریم ۳۳/۵۹

[۳] القرآن الکریم ۲۵/۲۱

کیسی امداد دینی چاہیے اور وہ میرے قبضہ میں بھی ہے اور اس کو ہم نے سمجھا سمجھا کر رکھا ہے ورنہ وہ اب تک اپنی قوم میں شریک ہو جاتی، فقط۔

الجواب

جب وہ کافروں میں جا ملنا اور کافر ہونا چاہتی ہے تو وہ کافر ہو گئی جبراً روک رکھنے سے مسلمان نہیں ہو سکتی، ہاں اگر یہ سمجھا جائے کہ اس روکنے سے وہ خواہشِ کفر اس کے دل سے نکل جائے گی اور پھر صدقِ دل سے مسلمان ہو جائے گی تو روکا جائے ورنہ درگزر کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲ از درو ڈاکخانہ خاص ضلع نینی تال مرسلہ عبداللہ ۶ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کچھ آدمی حضور کے عقائد کو بہت اچھا اور بہتر جانتے ہیں اور دیوبندی مولویوں کے عقاید کو بہت بُرا جانتے ہیں اور بڑے پکے سنت جماعت ہیں لیکن بہ سبب بے علمی اور نادانی کے ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں، حضور کی تحریروں سے اتنا شوق نہیں جو حق اور ناحق معلوم کریں، آیا ان کے پیچھے بھی نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ اور اس مرض میں بہت مخلوق مبتلا ہے۔

الجواب

جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے اسی لئے علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کو کافر مرتد لکھا اور صاف فرمایا کہ:

من شك فى كفره وعذابه فقد كفر[1] جس نے ان کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے (ت)

جو ان کے عقائد پر مطلع ہو کر انھیں مسلمان جاننا درکنار ان کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر اور جن کو اس کی خبر نہیں اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ یہ بُرے لوگ بدعقیدہ بدمذہب ہیں وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے سخت اشد گنہگار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل وبیکار، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۳ از بخشی بازار کٹک مرسلہ محمد عبدالرزاق صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ اللہ و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب احکام الجزیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۷۷
حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

علیہ وسلم کا علم برابر ہے، اور دوسرا شخص یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مغیبات عطیہ ہتھے خدا کے علم کے مقابلے میں حضرت کا علم کروڑہا سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ سے بھی کم ہے، اور شخص اول شخص دوم کو کافر و مشرک و وہابی جانتا ہے خواہ عالم ہو یا جاہل، ہم لوگوں نے یہ سنا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے برابر کوئی عالم نہیں ہے اور مجدد مائۃ حاضرہ آپ ہی ہیں، اور شخص اول ایصال ثواب کو جو عوام الناس دن مقرر کرتے ہیں واجبات میں سے جانتا ہے، اور جو ایصال ثواب کو بلا تعین کرتا ہے اس کو خاطی کہتا ہے اور اہلسنت سے خارج، اور ایصال ثواب کے واسطے دن مقرر کرنے کو سنت سمجھتا ہے اور کہتا ہے مجدد مائۃ حاضرہ کا بھی یہی عقیدہ ہے، اس میں حق کیا ہے؟ اور ان دونوں میں کون کافر ہے کون مسلمان؟

الجواب

علمِ الٰہی سے مساوات کا دعوٰی بیشک باطل و مردود ہے مگر تکفیر اس پر بھی نہیں ہوسکتی جب کہ بعطائے الٰہی مانے، اور بلاشبہہ حق یہی ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین و اولین و آخرین کے مجموعہ علوم مل کر علمِ باری سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو ایک بوند کے کروڑویں حصہ کو کروڑوں سمندروں سے ہے اور ایصال ثواب کے لئے تعینِ تاریخ بلاشبہہ جائز ہے اور سنتِ مسلمین، یعنی ان کا طریقہ مسلوکہ ہے، مگر اسے واجب جاننا باطل محض ہے یونہی سرکار رسالت کی سنت سمجھنا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴ از گڑھنگ لچ ڈاکخانہ ضلع کولھاپور جامع مسجد مرسلہ آدم شاہ پیش امام ۱۴ رمضان ۱۳۳۸ھ

ایک خاندانی شخص آئینِ دینِ متین و قوانینِ شریعت کو قصداً و عمداً نہیں مانتا اور اپنے ہی قول و فعل پر ہٹ دھرمی کرتا ہو یعنی قطعی جان بوجھ کر اپنی لڑکی کے حرام کی کمائی کھاتا ہو اور وضع حمل حرام ہونے تک اپنے گھر میں رکھ کر ہر قسم کا برتاؤ کرتا اور کسی کی نصیحت بھی نہ مانتا ہو ایسے موذی شخص کے بارے میں علمائے دین کس قسم کے برتاؤ کا حکم دیتے ہیں؟

الجواب

ایسا شخص سخت خبیث و مردود و دیوث ہے بحکمِ حدیث اس پر جنت حرام ہے اور بحکمِ قرآن عظیم اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں،

قال اللہ تعالٰی و اما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[1]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

مسلمان اُسے یک لخت چھوڑ دیں اور اس سے سلام کلام، میل جول سب ترک کردیں جب تک صدق دل سے توبہ نہ کرلے، اس سے زیادہ یہاں کیا سزا ہوسکتی ہے! واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵ از سرائے چھبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ صاحب امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید کہتا ہے کہ سُود کے معنی اور ہیں اور بیاج کے معنی اور، ہم بہت نہیں لیتے ہیں۔ اور کھلم کھلا سُود کھاتا ہے اور اوروں کو کہتا ہے کہ تم سُود کے معنے نہیں جانتے، اور جائز کہتا ہے، اس کے اصرار پر شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب

سود مطلقاً حرام ہے بہت ہو یا تھوڑا، قال اللہ تعالٰی وحرم الربٰو[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور حرام کیا سُود۔ ت) زید کا اسے حلال کہنا اس کی حلت پر اصرار کرنا موجب کفر ہے، اس پر توبہ فرض ہے، از سرِ نو مسلمان ہو، پھر اگر عورت راضی ہو تو اس سے نکاح جدید کرے۔ اور اگر نہ مانے تو مسلمان اسے قطعاً چھوڑ دیں اس کے پاس بیٹھنا اٹھنا حرام ہے،

قال تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۶ از موضع پرتاب پور پرگنہ و ضلع بریلی مرسلہ محبوب عالم صاحب ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مرید خاندان عالیہ مداریہ میں ہے اور نماز و روزہ کا پابند ہے اور بصدقِ دل کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے، خدا کو حق اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو برحق اور عقیدۂ اہل سنت وجماعت کا پابند ہے لہذا خدمت بابرکت میں مستدعی ہے کہ عند الشرع ایسا شخص مسلمان اور صاحب ایمان ہے یا نہیں؟

الجواب

جب وہ اللہ و رسول کو برحق جانتا ہے اور تمام عقائد ایمانیہ کا سچے دل سے معتقد ہے اور کوئی قول یا فعل تکذیب یا توہین کا اس سے صادر نہیں ہوتا، جاہل مداریوں وغیرہم کی طرح شریعت کو لغو نہیں سمجھتا تو بیشک وہ مسلمان ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵ [2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

مسئلہ ۱۲۷ تا ۱۲۹ مسئولہ آدم ابراہیم صاحب از کچھ انجار ضلع کچھ بھوج بھوم پیر

(۱) ایک شخص کہتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ فرض ہے محمد رسول اللہ واجب ہے کیونکہ قرآنی آیت سے تو پورا کلمہ ایک جگہ ثابت نہیں، ہاں احادیث سے ضرور ثابت ہے، غلط ہے یا صحیح ؟

(۲) ایک شخص کہتا ہے کہ ہم کو قرآن وحدیث سے ضرور نہیں تم آپ ہی اس کے ورق لوٹا کرو، نماز تم ہی پڑھو، سر نیچے اور چوتڑ اوپر کون کرے، ایسے لوگوں کا کیا کہنا چاہئے اور بیعت ان سے کرنا کس طرح ہے ؟ زعم یہ ہے کہ قرآن مولویوں نے بنایا ہے مولویوں کے قرآن کو نہ ماننا چاہئے۔

(۳) ایک شخص بروئے حلف یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں وہابی نہیں، اللہ کو ایک جانتا ہوں رسول اللہ کو نبی برحق اور اولیائے عظام کو برابر جانتا ہوں، کرامت کا قائل ہوں، حنفی مذہب کا پابند ہوں، جو لوگ پھر بھی اعتبار نہ کریں تو کیا کیا جائے، قرآن اور اللہ پر یقین نہ کرنے والوں کو کیا کہا جائے ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) وہ شخص جھوٹ کہتا ہے، شریعتِ مطہرہ پر افترا کرتا ہے لا الٰہ الا اللہ، محمد رسول اللہ دونوں کا ماننا ہر فرض سے اعظم فرض اور یکساں فرض ہے، دونوں قرآن مجید میں ہیں، یکجا نہ ہونے سے ایک کی فرضیت کیوں جاتی رہی بلکہ ان کی فرضیت تو قرآن مجید ماننے سے بھی مقدم ہے، قرآن مجید کا ماننا ان کے ماننے پر موقوف ہے بلکہ ان میں بھی پہلا جملہ بغیر دوسرے جملہ کے بیکار ہے اور دوسرے جملہ کے ماننے میں پہلے کا ماننا خود آگیا صرف لا الٰہ الا اللہ سے مسلمان نہیں ہوسکتا اور صرف محمد رسول اللہ سچے دل سے ماننا اسلام کے لئے کافی ہے جو اسے مانے محال ہے کہ لا الٰہ الا اللہ نہ مانے۔ درمختار میں ہے،

یلقن بذکر الشہادتین لان الاولی لاتقبل بدون الثانیۃ۔[1]	(میت کو) دونوں شہادتوں کی تلقین کی جائے کیونکہ پہلی شہادت (توحید) دوسری شہادت (رسالت) کے بغیر مقبول ہی نہیں۔ (ت)

یہ کہنے والا اگر فرقِ فرض وواجب سے غافل ہے یونہی سُنی سنائی اتنا جانتا ہے کہ فرض کا مرتبہ زیادہ ہے جب تو اسی قدر حکم ہے کہ کذاب ہے بیباک ہے، شریعت پر مفتری ہے، مستحق عذاب نار ہے اس پر توبہ فرض ہے، اور اگر فرق جان کر کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ (حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۹

اللہ کے رسول ہیں۔ت)، کا ماننا یقینی لازم نہیں صرف ظنی ہے، تو قطعًا کافر مرتد ہے۔

(۲) اس میں تین الفاظ ملعونہ اور تینوں کفر خالص ہے کافر مرتد کے ہاتھ پر بیعت کیا معنی! جو ان اقوال پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جانتے یا اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے:

من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[1] | جس نے ان کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے (ت)

(۳) اگر اس میں کوئی بات وہابیت کی نہ دیکھی، نہ کوئی قوی وجہ شبہہ کی ہے تو بلا شبہہ نہ کیا جائے بدگمانی حرام ہے، اور اگر اس میں وہابیت پائی تو ثابت شدہ بات اس کی قسموں سے دفع نہ ہو جائے گی، وہابی اکثر ایسی قسمیں کھایا کرتے ہیں،

قال اللہ تعالٰی یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامھم[2] | اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا، اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر بعد میں کافر ہو گئے۔ (ت)

نہ ان کی قسموں کا اعتبار،

قال اللہ تعالٰی انھم لا ایمان لھم[3] | اللہ تعالٰی نے فرمایا، بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں (ت)

اور اگر کسی وجہ سے شبہہ ہے تو صرف ان قسموں پر قناعت نہ کریں بلکہ اس سے دریافت کریں کہ تو اسمٰعیل دہلوی و نذیر حسین دہلوی و رشید احمد گنگوہی و قاسم نانوتوی و اشرفعلی تھانوی اور اُن کی کتابوں تقویۃ الایمان و معیار الحق و براہین قاطعہ و تحذیر الناس و حفظ الایمان و بہشتی زیور وغیرہا کو کیسا جانتا ہے، اگر صاف کہے کہ یہ لوگ بے دین گمراہ ہیں اور یہ کتابیں کفر و ضلالت سے بھری ہوئی ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ وہابی نہیں ورنہ ضرور وہابی ہے، جھوٹوں کی قسم پر اعتبار نہ کرنا قرآن اور اللہ پر اعتبار نہ کرنا نہیں،

اذا جاءك المنٰفقون قالوا نشھد انك لرسول اللہ واللہ یعلم | جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقینًا اللہ کے

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶
[2] القرآن الکریم ۹/۷۴
[3] " " ۹/۱۲

انك لرسوله ۚ والله يشهد ان المنٰفقين لكٰذبون ○ اتخذوا ايمانهم جُنّة فصدوا عن سبيل الله ۚ انهم ساء ما كانوا يعملون○[1] والله تعالٰی اعلم۔

رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں، اور انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرا لیا تو اللہ کی راہ سے روکا، بیشک وہ بہت ہی بُرے کام کرتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان لوگوں کے بارے میں جو نہ تو علمائے کرام کے فتاوٰی پر عمل کریں اور نہ مانیں بلکہ علمائے کرام ورثۃ الانبیاء کو محض اس بغض پر کہ ان کے کاموں کو کیوں ناجائز بتلاتے ہیں بُرا کہیں۔

الجواب

یہ جو طلب کیا جاتا ہے وہ بھی تو فتوٰی ہی ہوگا جو فتوٰی نہیں مانتے ان پر اس کا کیا اثر ہوگا، عالمِ دین سے بلاوجہ ظاہر بغض رکھنے پر خوفِ کفر ہے نہ کہ جب کہ وہ بغض ان کا فتوٰی شرعی ہو۔ منح الروض وغیرہ میں ہے:

من ابغض عالما بغیر سبب ظاھر خیف علیہ الکفر[2]۔

جس نے سبب ظاہری کے بغیر کسی عالم سے بغض رکھا اس پر کفر کا خوف ہے (ت)

عالمِ دین کی توہین کھلے منافق کا کام ہے اور فقہ میں ان پر حکم کفر۔ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایستخف بحقھم الامنافق بین النفاق ذوالعلم وذوالشیبۃ فی الاسلام وامام مقسط[3]۔

تین آدمیوں کی بے ادبی و توہین کرنے والا اعلانیہ منافق ہے: صاحبِ علم، مسلمان بوڑھا اور عادل حاکم۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۱-۲

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی العلم والعلماء مصطفی البابی مصر ص ۱۷۳

[3] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۳۸

کنز العمال حدیث ۴۳۸۱۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۳۲

الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر و من قال للعالم عویلم او لعلوی علیوی قاصدا به الاستخفاف کفر[1]

سادات اور علماء کی توہین کفر ہے، جس نے بے ادبی وگستاخی کی نیت سے کسی عالم کو عویلم (ادنی عالم) یا کسی علوی کو علیوی کہا اس نے کفر کیا (ت)

مگر وہاں کیا جائے شکایت جہاں قرآن وحدیث کی عربت پرستی پر نثار کی جاتی ہو۔

سبحٰن مقلب القلوب والابصار، ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

پاک ہے وہ ذات جو دل ونگاہ کو بدل دیتی ہے، اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی ہدایت عطا کرنے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ فرما اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بلاشبہہ تو ہی عطا کرنے والا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۱ تا ۱۳۳ مسئولہ میر فدا علی صاحب از شہر کہنہ انسپکٹر چونگی ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید عالم فرقہ وہابیہ کے شاگرد کے پیچھے روزانہ نماز پڑھتا ہے اور عالم مذکور کے کہنے کو مانتا ہے خواہ وہ کہنا اس کا کسی طور پر بظاہر نیک کام کے واسطے ہو اور خود بھی مشورہ کے لئے اس کے پاس جاتا ہے نیز عالم اہلسنت کی خدمت حاضر ہوتا ہے خواہ یہ حاضری کسی نیک کام کے لئے ہو اور اپنے آپ کو سُنّی بھی کہتا ہے، ایسی حالت میں بموجب شریعت کے اہل سنت وجماعت کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) عمرو عالم فرقہ وہابیہ کے شاگرد کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو سُنی کہتا ہے اور اعتراض ہونے پر یہ جواب دیتا ہے کہ یہ علماء کے جھگڑے ہیں یہ ان کو بُرا کہیں وہ ان کو بُرا کہیں ہماری نماز سب کے پیچھے ہو جائے گی، علماء کی باتیں علماء جانیں، ایسی صورت میں عمرو سُنّی کہا جاسکتا ہے

(۳) یا نہیں؟ اور ایسا جواب دینا اس کا ٹھیک ہے یا نہیں؟

بکر اپنے آپ کو سُنّی کہتا ہے اور فرقہ وہابیہ اور غیر مقلدوں کے معاملہ میں کہتا ہے کہ یہ سب قرآن وحدیث کے ماننے والے ہیں، جھگڑے کی باتیں نہیں نکالنا چاہیے، سب حق پر ہیں، ایسی

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

[2] القرآن الکریم ۳/ ۸

کیفیت میں بکر کو سُنّی کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر وہابی کا شاگرد وہابی ہے اور یہ اسے وہابی جانتا ہے پھر اسے قابلِ امامت مانتا ہے خلاصہ یہ کہ کسی وہابی کو وہابی جان کر کافر نہیں جانتا تو وہ سُنّی کیا مسلمان بھی نہیں ہو سکتا۔

(۲) ایسی صورت میں عمرو سُنّی کیا مسلمان بھی نہیں کہ اس کے نزدیک اسلام وکفر یکساں ہیں اور کفر کا ردّ جھگڑا ہے۔

(۳) ایسی صورت میں بکر کافر و مرتد محض ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲ از شہر عقب کوتوالی مسئولہ ولایت حسین وعبدالرحمٰن ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ میں ایمان سے کہتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ میں نہ تو پہلے قادیانی تھا اور نہ اب ہوں، قادیانی پر لعنت کرتا ہوں، میں اہل سنت وجماعت ہوں اگر کوئی شخص مجھ پر بعد توبہ کرنے کے الزام دے تو وہ مواخذہ دار ہوگا یا نہیں؟ یا اگر میرا میل کسی وقت ان لوگوں سے کوئی ثابت کرے تو میں سب لوگوں کا مواخذہ دار ہوں گا، قادیانی کو کافر جانتا ہوں۔ العبد ولایت حسین

گواہان: عبدالرحمٰن بقلم خود، مسیح اللہ بقلم خود، قادر حسین بقلم خود، امانت حسین بقلم خود، مولوی محمد رضا خاں بقلم خود، صادق حسین بقلم خود، محمد محسن بقلم خود، لیاقت حسین بقلم خود، فقیر محمد حشمت علی خاں رضوی، فقیر ایوب علی رضوی بقلم خود، قناعت علی قادری رضوی بقلم خود۔

الجواب

اللہ تعالےٰ توبہ قبول فرماتا ہے اور بعد توبہ کے گناہ باقی نہیں رہتا، نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[۱] گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں۔

قادیانیوں کے ساتھ میل جول سے انھوں نے پہلے بھی ایک مجمع میں توبہ کی تھی اور آج پھر ایک مجمع میں توبہ کی تھی پھر ایک مجمع کے ساتھ آئے جن کے دستخط اوپر ہیں اور دوبارہ توبہ کی، توبہ کے بعد ان پر بلا وجہ جو کوئی الزام رکھے گا وہ سخت گنہگار ہوگا اور توبہ کے بعد اگر پھر یہ میل جول کریں گے تو ان پر گناہِ عظیم کا بار ہوگا مگر بلا وجہ توبہ کے

---

[۱] سُنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب الذکر التوبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳

بعد الزام رکھنا سخت جرم ہے، واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۳۵ از نوشہرہ تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں مسؤلہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

ایک مرزائی قادیانی کا سوال ہے کہ ابن ماجہ کی حدیث ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا،

ہر صدی کے بعد مجدد ضرور آئے گا۔

مرزا صاحب مجدد وقت ہے۔ عالی جاہا! اس قوم نے لوگوں کو بہت خراب کیا ہے، ثبوت کے لئے کوئی رسالہ وغیرہ ارسال فرمائیں تاکہ گمراہی سے بچیں۔

الجواب

مجدد کا کم از کم مسلمان ہونا تو ضرور ہے، اور قادیانی کافر مرتد تھا ایسا کہ تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا کہ:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے

لیڈر بننے والوں کی ایک ناپاک پارٹی قائم ہوئی ہے جو گاندھی مشرک کو رہبر، دین کا امام وپیشوا مانتے ہیں، نہ گاندھی امام ہوسکتا ہے نہ قادیانی مجدد، السوء والعقاب وقہر الدیان وحسام الحرمین مطبع اہلسنت بریلی سے منگائیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۳۶ از شہر محلہ شاہ آباد مسؤلہ شیخ الطاف احمد صاحب رضوی ۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے مولانا صاحب مسجد جانی سے کہا کہ اگر رافضی تکبیر تمہاری جماعت میں آکر کہے تو تکبیر شمار کی جائے گی یا نہیں؟ کہا: رافضی کی تکبیر شمار نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ میں نے کہا: اگر وہابی تکبیر کہے تو وہ تکبیر شمار ہوگی یا نہیں؟ کہا: تو کیا یہ مسلمان نہیں سمجھے جاتے ہیں کیا حرج ہے۔ میں نے کہا، یہ مسلمان نہیں سمجھے جاتے۔ جواب ملا: کیا خوب۔ علاوہ اس کے امام مسجد مذکورہ کی نشست بھی رہتی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں اگر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی تو اچھا کیا یا برا؟ نماز نہ پڑھنے والا توبہ کرے اور معافی چاہے یا امام؟ بینوا توجروا

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

الجواب

صورتِ مذکورہ میں ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے والے نے بہت اچھا کیا، اس پر کچھ الزام نہیں، اس امام پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور سُنّی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۷ از شہر محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ سید فرحت علی صاحب ۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں کہ زید مسلمانوں کے ایک گروہ کا سردار بننا چاہتا ہے، لیکن علمائے وہابیہ کو اچھا کہتا اور کہتا ہے کہ وہ علمائے دین ہیں، ان کے وعظ سنتا ہے، ان سے فتوے لیتا ہے ان پر عمل کرتا ہے، نماز فجر کی اندھیرے سے پڑھتا ہے، اکثر نماز میں سُنتیں ترک کرتا ہے، میلاد شریف میں قیام کے بعد آتا ہے یا پہلے سے کھڑا ہوجاتا ہے، اور کبھی آتا بھی نہیں اور کہتا ہے کہ میلاد شریف اتنی دیر نہ پڑھنی چاہئے کہ نماز صبح کی قضا ہوجائے کیونکہ میلاد سے نماز مقدم ہے۔ زید سے مسلمانوں کو بدگمانی ہوئی تو زید نے کہا کہ میں اللہ کو جانوں، اس کے رسول کو پہچانوں، صحابہ کو سمجھوں، آل پر فدا ہوں۔ تو مسلمانوں نے کہا کہ اچھا تم گیارھویں شریف کرو یا میلاد شریف کرو۔ کہا میرے پاس پیسہ نہیں تم کرو میں بھی سر پر رکھ کر کھالوں گا۔ ایسی صورت میں مسلمان زید کو اپنا سردار مانیں اور اس کی باتوں پر عمل کریں اور اس سے میل جول رکھیں یا نہیں؟ اور جو مسلمان سردار مانیں یا اس سے ملیں اس کی باتوں پر عمل کریں ان پر کیا حکم ہے؟ اور زید ہمارے اہلسنت کے گروہ میں کس حکم سے داخل ہوسکتا ہے پھر اس حکم پر بھی اس کو سردار مانا جائے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو شخص دیوبندیوں کو مسلمان ہی جانے یا ان کے کفر میں شک کرے بفتوائے علمائے حرمین شریفین ایسا شخص خود کافر ہے کہ:

من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[1] جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (ت)

پھر وہ سردارِ مسلماناں کیسے ہوسکتا ہے، گیارھویں شریف کی نیاز کھالینا دلیلِ اسلام نہیں بڑے بڑے کٹر وہابی جو اسے حرام و شرک کہتے ہیں کھانے کو آپ سب سے پہلے دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں، ایسا شخص جب تک وہابیہ اور خصوصاً ان دیوبندیوں کو جنھیں علمائے حرمین شریفین نے کافر لکھا نام بنام بالاعلان کافر نہ کہے اس کی توبہ صحیح نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶
حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

25
25

مسئلہ ۱۴۳ تا ۱۵۳ از شہر کہنہ محلہ روہیلی ٹولہ مسئولہ محمد خلیل الدین احمد صاحب ۱۹ محرم ۱۳۳۹ھ

جس طرح کہ ایران میں باب اور بہاؤ کو پیشرو بنا کر بابی و بہائی جدید فرقے بنائے گئے اور ہندوستان میں گرونانک، کبیر، سید احمد جونپوری، سید احمد رائے بریلوی، سید احمد کولی، آغا خاں اور مرزائی قادیانی کو پیشوا، مہدی، لیڈر، نبی اور خدا بنا کر جدید فرقے بنائے گئے۔ اسی طرح اس وقت محض برائے نام مسلمان لیڈروں اور مولویوں نے ایک ہندو لیڈر مسٹر گاندھی کو اپنا پیشوا بنا کر ایک جدید فرقہ بنایا ہے اور ان کی نسبت اب تک بذریعہ اخبارات، رسالہ جات، اشتہارات، مشاہدات اور مسموعات امور ذیل معلوم ہوتے ہیں:

(۱) ایک مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک سفر میں ایک کافر کو اپنا رہنما بنایا تھا اسی طرح ہم نے مسٹر گاندھی کو اپنا ہادی بنایا ہے، اور صاف لکھ دیا کہ ہمارا حال اس شعر کا مصداق ہے ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستی کردے

(وہ عمر جو آیات و احادیث میں گزری ہے وہ ختم ہوگئی اور وہ بت پرستی کی نذر کردی)

(۲) کہتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے عرب کے کافر قبائل سے موالات کی تھی ہم کفارِ ہند سے موالات کرتے ہیں۔

(۳) مسجد میں ہندوؤں سے منبر پر لکچر دلوائے گئے اور کہا گیا کہ مسجد نبوی میں وفودِ کفار قیام کرتے تھے اور اپنے طریقے پر عبادت بھی کرتے تھے، اور کفار کا داخلہ مخصوص بمسجد الحرام ایک خاص وقت کے واسطے منع تھا۔

(۴) بعض لیڈروں نے جن کو مولانا کا بھی خطاب دے دیا گیا ہے مندروں میں جا کر اپنے ماتھوں پر ہندوؤں سے ٹیکے لگوائے۔ کہتے ہیں کہ قشقہ شعارِ کفر اور منافیِ اسلام نہیں ہے۔

(۵) پارٹی مذکور کے اس مولانا نے ہمدم میں چھاپ دیا ہے کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو ہندو مسلم امتیاز اٹھا دے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس مقام بنائے گا پارٹی مذکور نے اسے مقبول رکھا اور کسی نے چون وچرا نہ کیا۔

(۶) پارٹی مذکور کے اس مولانا نے شائع کیا ہے کہ اگر آج تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرو گے۔

(۷) ایک ہندو کی ٹکٹی اپنے کاندھوں پر اٹھا کر اس کی جے پکارتے ہوئے سر و پا برہنہ مرگھٹ تک لے گئے ایک بُت اٹھایا گیا اس کے ساتھ سر و پا برہنہ جے پکارتے سڑکوں پر گشت کیا گیا۔

(۸) اس کے ماتم کے لئے سر و پا برہنہ مساجد میں جمع ہوئے اور اس کے لئے دعائے مغفرت اور نماز کے اشتہار دئے اور اس پر کاربند ہوئے، اس کے ماتم میں مسجدیں بے چراغ رکھی گئیں۔

(۹) ہولی کے سوانگ میں ہندوؤں نے بزرگانِ اسلام کی تحقیر و توہین کی، مسلمانوں نے ہندو مسلم اتحاد کو مدِ نظر رکھ کر کچھ تعرض نہ کیا اور چشم پوشی کی۔

(۱۰) مسٹر گاندھی کے فرمان کے بموجب روزے رکھے گئے اس کے حکم پر نفل نمازیں پڑھی گئیں اور کاروبار بند کر کے معطل رہے۔

(۱۱) ایک ہندو لیڈر کے حکم سے ایک ڈولا سجایا گیا اور اس میں قرآن مجید، بائیبل اور رامائن رکھ کر ان کی پوجا کراتے مندر میں لے گئے۔

(۱۲) مسٹر گاندھی اور اس کی قوم کو خوش اور راضی کرنے کی غرض سے ایک جائز مشروع فعل قربانی گاؤ کو ممنوع اور ترک کر کے در پردہ ایک شعار اسلام سے مسلمانوں کو باز رکھا گیا اور ایک امر حلال کو حرام قرار دیا گیا، ایک بکری کی قربانی ایک خاندان (اگرچہ ساٹھ ستر آدمیوں کا ہو) کی طرف سے جائز سمجھی گئی اور حضرت سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنا غیر ضروری بتایا گیا۔

(۱۳) خلافت کی مصنوعی حمایت کے حیلہ سے ہزارہا مسلمانوں کو ہجرت افغانستان اور جہاد کی ترغیب دے کر خانماں برباد و ویران و پریشان بنایا گیا۔

(۱۴) کرتارپور کے ہندوؤں نے قربانی گاؤ کے پیچھے مسلمانوں پر شدید ظلم توڑے انھیں بے دریغ ذبح کیا، انھیں آگ سے جلایا، اس پر ان میں سے بعض گرفتار ہوئے جن پر ثبوت کامل ہو گیا اس خیر خواہ اسلام پارٹی نے ان کی معافی کے ریزولیوشن پاس اور گورنمنٹ کو ان کی رہائی کے لئے تار دئے اور مظالم ہولا گڈھ کی طرف سے چشم پوشی و بے اعتنائی کی گئی۔

(۱۵) خلافت کی مصنوعی حمایت کے حیلہ سے مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ اقطاعِ ہندوستان اور یورپ کی سیر و سیاحت اور تفریح و تفنن میں صرف کیا جاتا ہے۔

(۱۶) خلافت کے مصنوعی حمایت کے حیلہ سے عیسائیوں سے ترکِ موالات اور عدمِ تعاون عمل کے غیر ممکن العمل منصوبوں اور تجاویز پر عملدرآمد کرایا جاتا ہے اور مشرکینِ ہند کے ساتھ مواخات و موالات قائم کر کے بعض شعار کفر اختیار اور بعض شعارِ اسلام ترک کرائے جا رہے ہیں، باوجود ان سب امور کے

وُہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور جو ان کی پیروی نہ کرے اس کو کافر کہتے ہیں، لہذا علمائے اہلسنت وجماعت اس فرقہ گاندھویہ اور اس کے پیشروان و پیروان کی نسبت جو عبداللہ کے بجائے عبدالگاندھی بن گئے ہیں اور دوسروں کو عبدالگاندھی بنا رہے ہیں صاف صاف احکام شرعی دربارۂ معاشرت ومناکحت و مصاہرت ونماز ظاہر واضح فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔

الجواب

(۱) قرآن وحدیث کی عمر کو معاذ اللہ بُت پرستی پر نثار کرنا قرآن وحدیث کی شدید توہین اور بت پرستی ملعونہ کی عظیم تعظیم ہے، یہ اگر کفر نہ ہو تو دنیا میں کوئی چیز کفر نہیں، کہاں زمین غیر معروف کا راستہ بتانے کے لئے کسی مشرک کو ساتھ لینا اور کہاں معاذ اللہ اپنے دین کا اسے ہادی ورہبر بنانا اس کی نظیر بھی ہو سکتی ہے کہ کسی کا شیخ وامام و ہادیٔ دین یکہ میں سوار ہو یکہ بان کافر ہو اس امام کے بعض مرید بننے والے مشرک کو نماز میں اپنا امام کریں اور اسی شیخ مقتدا کے فعل سے سند لائیں کہ دیکھو یکہ بان کافر ان کے آگے بیٹھا تھا ہم نے اس کافر کو نماز میں اپنے آگے کر لیا تو کیا حرج ہوا پھر یہ بھی اس وقت کا واقعہ ہے کہ ہنوز حکم جہاد نازل نہ ہوا، لکم دینکم ولی دین[1] (تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ۔ ت) پر عمل تھا، پھر بتدریج کفار پر تغلیظ بڑھتی گئی اور اخیر حکم ابدی ناطق وہ نازل ہوا کہ:

یایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم وماوٰھم جھنم ط وبئس المصیر[2] ٥	اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر، اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی (ت)۔

پہلے کے واقعات سے سند لانا اگر جاہل سے ہو تو جہل شدید ہے اور ذی علم سے تو مکر خبیث وضلال بعید۔

(۲) یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر افترائے محض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی کافر سے موالات نہیں فرمائی اور کیونکر فرما سکتے حالانکہ ان کا رب عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[3]	تم میں جو ان سے موالات کرے وہ بیشک انھیں میں سے ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۹/ ۶

[2] " ۹/ ۷۳

[3] " ۵/ ۵۱

حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ان کے رب کا ابتدائی حکم یہ تھا:

فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین[1] — اعلان کے ساتھ فرما دو جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

اور انتہائی حکم یہ ہُوا:

یایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم[2] — اے نبی! تمام کافروں اور منافقوں سے جہاد فرما اور ان پر سختی و درشتی کر۔

معاذ اللہ موالات کا وقت کون سا تھا، سورۂ نٓ شریف مکیہ ہے اس میں فرماتا ہے: ودوا لو تدھن فیدھنون[3] کافر اس تمنّا میں ہیں کہ کہیں تم کچھ نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑیں۔ اس وقت میں مداہنت تو روا رکھی گئی نہ کہ معاذ اللہ موالات۔ ائمہ دین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف نسبت مداہنت کرنے والے کی تکفیر فرمائی ہے چہ جائے مفتری موالات، شفاء شریف امام قاضی عیاض میں ہے:

الوجہ الثانی ان یکون القائل غیر قاصد سب ولکنہ تکلم بکلمۃ الکفر من اضافۃ مالایجوز علیہ مثل ان ینسب الیہ اتیان کبیرۃ او مداھنۃ فی تبلیغ الرسالۃ اوفی حکم بین الناس فحکم ھذا الوجہ حکم الاول[4] (ملخصاً) — دُوسری وجہ یہ ہے کہ کہنے والے کا مقصد سب نہ ہو لیکن اس نے ایسا کلمۂ کفر بولا اور ایسی شئی کی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کی جو آپ کی شان کے مناسب نہ تھی مثلاً کبیرہ کے ارتکاب یا احکامِ رسالت کے پہنچانے میں یا لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمانے میں مداہنت کی نسبت کی تو اس کا حکم بھی پہلے کے حکم کی طرح ہی ہے (ت)

سخت محرومی و بیباکی ہے یہ کہ آدمی کے کسی عیب پر نکتہ چینی ہو اور وُہ اپنے اوپر سے دفع الزام کے لئے کسی نبی سے استشہاد کرے کہ ان سے بھی ایسا واقع ہوا اگرچہ ظاہراً وہ فعل وقوع میں آیا ہو اور اس نے اپنی نابینائی سے فرق نہ دیکھا اور ملائکہ کو چمار پر قیاس کیا۔ شفا شریف امام قاضی عیاض میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۴

[2] " " ۶۶/ ۹

[3] " " ۶۸/ ۹

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل قال القاضی تقدم الکلام مطبع شرکت صحافیہ فی بلد العثمانیہ ترکی ۲/ ۲۲۳-۲۲۲

هذہ کلہا وان لم تتضمن سبا ولا قصد قائلہا ازراءً وغضا فما وقر النبوۃ ولا عظم الرسالۃ ولا عزر حرمۃ الاصطفاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی شبہ من شبہ فی معرۃ قصد الانتفاء منہا بمن عظم اللہ خطرہ ونہی عن جہر القول لہ ورفع الصوت عندہ فحق ھذا ان درئ عنہ القتل السجن وقوۃ تعزیرہ[1] (ملخصا)

یہ تمام کلام اگرچہ سب وشتم کو متضمن نہیں اور نہ ہی قائل نے اس سے کسی عیب کا قصد کیا ہے بہرحال اس نے نہ تو منصبِ نبوت و رسالت کا خیال رکھا ہے اور نہ ہی حرمت کا اقرار کیا ہے حتی کہ روانی کلام میں شاعر نے اپنے ممدوح کو عیب سے پاک ہونے کا قصد کرتے ہوئے اس ذات سے تشبیہ دی جس کی قدر ومنزلت کو اللہ تعالٰی نے عظیم فرمایا، اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ رب العالمین نے ان کی بارگاہ میں بلند آواز سے بولنے کی ممانعت فرمائی ، اس سوءِ ادبی کی سزا اگرچہ قتل نہیں ہے تاہم قید یا مشقت کی سزا دینا ضروری ہے (ملخصاً)(ت)

سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ انہوں نے جوڑنا اور اس سے اپنی ناپاکی کا جواز چاہیں، کتنی سخت خباثت اور کس قدر شدید موجب لعنت ہے، کیا کسی عالمِ دین کا وہ ناسعید بیٹا سخت ناخلف نہ قرار پائے گا جس کے بھنگ پینے پر اس کے باپ کے شاگرد اعتراض کریں اور وہ اپنے اوپر سے دفع اعتراض کے لئے محض جھوٹ بہتان اپنے باپ پر رکھ دے کہ کیا تمہارے استاد چرس نہ پیتے تھے ، پھر کہاں باپ اور کہاں سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم!

(۳) یہ کہنا کہ مسجد الحرام شریف سے کفار کا منع ایک خاص وقت کے واسطے تھا اگر یہ مراد کہ اب نہ رہا تو اللہ عزوجل پر صریح افتراء ہے،

قال اللہ تعالٰی انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھذا[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجدِ حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔ (ت)

یونہی یہ کہنا کہ وفودِ کفار مسجد نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اپنے طریقے پر عبادت کرتے تھے محض جھوٹ ہے، اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسے جائز رکھنے کا اشعار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترائے فجار، حاشا کہ اللہ کا رسول گویا بار بار فرمائے کہ کسی مسجد نہ کہ خاص مسجد مدینہ کریمہ میں نہ کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی

---

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی فصل قال القاضی تقدم الکلام مطبع شرکت صحافیہ فی بلاد العثمانیہ ترکی ۲/ ۲۳۰

[2] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

علیہ وسلم کے سامنے بتوں یا مسیح کی عبادت کی جائے، جانتے ہو کہ اس سے ان کا مقصود کیا ہے، یہ کہ مسلمان تو اسی قدر پر ناراض ہوتے ہیں کہ مشرک کو مسجد میں مسلمانوں سے اونچا کھڑا کرکے ان کو واعظ بنایا وہ تو اس تہیہ میں ہیں کہ ہندوؤں کو حق دیں کہ مسجد میں بت نصب کرکے ان کی ڈنڈوت کریں، گھنٹے بجائیں، سنکھ پھونکیں کیونکہ ان مفتریوں کے نزدیک خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مسجد میں خود حضور کے سامنے کفار اپنے طریقہ کی عبادت کرتے تھے،

ویلکم لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب۱؎ — تمہیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کردے۔ (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے مسجد کریمہ کے سوا کوئی نشست گاہ نہ تھی جو حاضر ہوتا یہیں حاضر ہوتا کسی کافر کی حاضری معاذ اللہ بطور استیلا و استعلا نہ تھی بلکہ ذلیل و خوار ہوکر یا اسلام لاتے کے لئے یا تبلیغ اسلام سننے کے واسطے کہاں یہ اور کہاں وہ جو بدخواہانِ اسلام نے کیا کہ مشرک کو بروجہ تعظیم مسجد میں لے گئے اسے مسلمانوں سے اونچا کھڑا کیا اسے مسلمانوں کا واعظ و ہادی بنایا اس میں مسجد کی توہین ہوئی اور توہین مسجد حرام، مسلمانوں کی تذلیل ہوئی اور تذلیل مسلمین حرام، مشرک کی تعظیم ہوئی اور تعظیم مشرک حرام، بدخواہی مسلمین ہوئی بلکہ بدخواہی اسلام، پھر اسے اُس پر قیاس کرنا کیسی سخت ضلالت و گمراہی ہے، طرفہ یہ کہ زبانی کہتے جاتے ہیں کہ مشرک کا بطور استعلا مسجد میں آنا ضرور حرام ہے، اور نہیں دیکھتے کہ یہ آنا بطور استعلا ہی تھا،

فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۲؎ — تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں (ت)

اسی نابینائی کی بنا پر یہ مسلمان کو دھوکا دینے والے یہاں حنفیہ و شافعیہ کا اختلافی مسئلہ کہ مسجد میں دخولِ کافر حرام ہے یا نہیں محض دھوکا دینے کو پیش کرتے ہیں، قطع نظر اس سے کہ اس مسئلہ میں تحقیق کیا ہے۔

اوّلاً خود کتب معتمدہ حنفیہ سے ممانعت پیدا ہے،

ثانیاً خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشاد سے ہویدا ہے۔

ثالثاً علماء و صلحاء کا ادب کیا رہا ہے اختلاف احوال زمانہ و عادات قوم ہمیشہ مائل تعظیم و توہین میں

۱؎ القرآن الکریم ۲۰/ ۶۱

۲؎ " ۲۲/ ۴۶

دخل رکھتا ہے۔

رابعاً غیر اسلامی سلطنت اور نامسلموں کی کثرت میں اس اجازت کی اشاعت اور مساجد کو پامالی کفار کے لئے وقف کرنا کس قدر بھی خواہی اسلام ہے۔

خامساً وہ نجس قوم کہ بنصِ قرآن اس پر حکمِ نجاست ہے اور وہ مسلمانوں کو چھوٹے کے بھنگی کے مثل سمجھے سوداپیچے تو دُور سے ہاتھ میں رکھ دے اس کے نجس بدن ناپاک پاؤں کے لئے تم اپنی مساجد کو وقف کرو یہ کس قدر مصلحتِ اسلام کے گہرے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے، ان سب سے قطع نظر ان حرکاتِ شنیعہ کا اس سے کیا علاج ہوسکتا ہے ؎

او گماں بردہ کہ من کردم چو او

فرق را کے بیند آں استیزہ جو

(اس نے گمان کیا کہ میں نے اس کی مثل کیا حالانکہ وہ لڑائی کی جستجو کرنے والا اس فرق کو کیسے محسوس کرسکتا ہے)

صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے:

قَالَ کَانَتِ الْکِلَابُ تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِی الْمَسْجِدِ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی علیہ وَسَلَّمَ[1]

فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد شریف میں کُتّے آتے جاتے تھے (ت)

زمانہ رسالت میں مسجد شریف میں کُتّے آتے جاتے تھے اب تم خود کُتّے اپنی مسجدوں اور مسجد الحرام شریف یا مسجد نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لے جاؤ اور جمعہ کے دن امام کے دہنے بائیں منبر پر دو کُتّے بٹھاؤ تمہارے استدلال کی نظیر تو یہیں تک ہوگئی، کہہ دینا کیا زمانہ اقدس میں کُتّے مسجد میں نہ آتے جاتے تھے ہم لے گئے اور منبر پر انھیں بٹھایا تو کیا ہُوا، اور وہ جو آنے جانے اور یُوں لے جانے اور منبر پر بٹھانے کا فرق ہے اس سے آنکھ بند کرلینا جیسے یہاں بند کرلی کون سی آنکھ دل کی کہ ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[2] (دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ت) بلکہ خدا تمھیں عقل و انصاف دے تو یہ بھی تمہارے فعل کی نظیر نہیں، تم خطیب کے آس پاس منبر پر کُتّے بٹھاؤ اس سے وہ کُتّے خطیب نہ ہوجائیں گے، اور تم نے مشرکین کو

---

[1] صحیح البخاری کتاب الوضوء باب اذا شرب الکلب فی الاناء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

خطیبِ مسلمین بنایا لہٰذا اگر قدرے اپنے فعل سے تقریب چاہو تو ان کتوں کو سدھاؤ کہ جب امام پہلا خطبہ پڑھ کر بیٹھے وہ نہایت بلند آواز سے بھونکنا اور رونا شروع کر دیں کہ باہر تک کے سب لوگوں کو خبر ہو جائے کہ جلسہ و دعا کا وقت ہے، یونہی نماز کے وقت آٹھ آٹھ دس دس صفوں کے فاصلے سے چار چار کتے صف میں کھڑے کرو کہ تکبیر انتقال کے وقت چیخیں اور مکبّروں سے زیادہ تبلیغ کا کام دیں اور یہی حدیثِ بخاری حجت میں پیش کر دینا کہ دیکھو زمانۂ اقدس میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے بلکہ ان کے آنے سے کوئی فائدہ نہ تھا اور ہم کتے اس نفعِ دینی کے لئے لے گئے، تو بدرجۂ اولیٰ یہ جائز ہوا، وہاں تک تو قیاس تھا یہ دلالۃ النص ہوئی اور اس میں جو تمھارے استدلال کی خباثت ہے نہ دیکھنا کیونکہ ٹھہر گئی ہے کہ لکن تعمی القلوب التی فی الصدور[1]۔

(۴) قشقہ ضرور شعارِ کفر و منافیِ اسلام ہے جیسے زنار بلکہ اس سے زائد کہ وہ جسم سے جدا ایک ڈورا ہے جو اکثر کپڑوں کے نیچے چھپا رہتا ہے اور یہ خاص بدن پر اور بدن میں بھی کہاں، چہرے پر، اور چہرے میں کس جگہ، ماتھے پر، جو ہر وقت چمکے اور دور سے کھلے حرفوں میں منہ پر لکھا دکھائے کہ ھذا من الکافرین (یہ کفار میں سے ہے۔ ت) خلاصہ و ظہیریہ و محیط و منح الروض الازہر وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے:

واللفظ لھذا فی الخلاصۃ من تزنر بزنار الیھود والنصارٰی وان لم یدخل کنیستھم کفر، ومن شد علی وسطہ حبلا وقال ھذا زنار کفر، وفی الظھیریۃ وحرم الزوج، وفی المحیط لان ھذا تصریح بما ھو کفر، وفی الظھیریۃ من وضع قلنسوۃ المجوس علی راسہ فقیل لہ فقال ینبغی ان یکون القلب سویا کفر[2] (ملخصًا)

خلاصہ کی عبارت یہ ہے جس نے یہود و نصارٰی کا زنار پہنا اگرچہ وہ ان کے کنیسہ میں نہیں گیا وہ کافر ہے، جس نے اپنی کمر میں رسّی باندھی اور کہا یہ زنار ہے اس نے کفر کیا۔ ظہیریہ میں ہے اس پر بیوی حرام ہوگئی۔ محیط میں ہے کیونکہ یہ صراحۃً کفر ہے۔ ظہیریہ میں ہے جس نے مجوس کی ٹوپی سر پر رکھی اسے بتایا گیا تو کہنے لگا بس دل صحیح ہونا چاہئے، وہ کافر ہے۔ (ت)

(۵) مسلم و ہندو میں امتیاز اسلام و کفر کا امتیاز ہے اور وہ موقوف نہیں ہوسکتا جب تک مسلم مسلم اور کافر کافر ہیں اور یہ اس کلام کی مراد نہیں ہوسکتی کہ سب ہندوؤں کو مسلمان کرلیں گے کہ اس کے لئے کسی نئے

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی العلم والعلماء مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

مذہب کی کیا حاجت، تو ضرور یہ مراد ہے کہ ایک ایسا مذہب ایجاد کریں گے جو نہ ہندو کو ہندو رکھے نہ مسلمان کو مسلمان، اور وہ نہ ہوگا مگر کفر کہ اسلام کے سوا جو کچھ ہے سب کفر ہے، یونہی پریاگ وسنگم کی تقدیس یوں مراد نہیں ہو سکتی جیسے سلاطین اسلام شکر اللہ تعالٰی عنہم نے معابد کفار پر قبضہ فرما کر ان کو مساجد بنایا کہ اس کے لئے بھی نیا مذہب بنانا نہ ہوا، لاجرم یہ مراد ہے کہ وہ رہیں معابد کفار اور پھر مقدس مانے جائیں، اور یہ بھی کفر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(نوٹ: ۶۰ سے ۱۶۱ تک کے جواب دستیاب نہ ہوئے)

مسئلہ ۱۵۴ تا ۱۶۲: از لاہور مسجد بیگم شاہی مسئولہ صوفی احمد دین صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، امابعد یا علماء الملۃ و امناء الامۃ افیضوا علینا من علومکم دام فیوضکم۔

تمام تعریف اللہ کے لئے اور وہی کافی ہے، سلام اس کے منتخب بندوں پر ہو، اے علمائے ملت اور امین امت! ہمیں اپنے علوم کا فیض عطا کیجئے اللہ تعالٰی تمہارے فیض کو جاری وساری رکھے(ت)

(۱) اس ظالم گروہ کا کیا حکم ہے جن کے امام اوّل نے سلطانِ وقت سے باغی ہو کر مکہ معظمہ زادہ اللہ تعالٰی شرفاً پر تغلب کیا، وہاں کے علماء کو تہِ تیغ بے دریغ کیا، مزارات اولیاء پر پاخانہ بنائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک کو صنمِ اکبر سے تعبیر کیا، ائمہ مجتہدین اور فقہاء ومقلدین کو انھم ضلوا واضلوا (وہ گمراہ ہیں اور انھیں نے دوسروں کو گمراہ کیا۔ ت) کا مصداق بنایا، اپنی خواہشات کو حق و باطل کا معیار قرار دیا، مختلف عبارات و پیرایہ سے حضور پرنور عفو غفور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کرتا تھا اور اسی بدعقیدہ پر اپنی ذریات واذناب کو لگاتا تھا، اپنے متبعین کے سوا سب کو مشرک جانتا تھا، درود شریف پڑھنے سے بہت ایذا پاتا تھا، حتی کہ ایک نابینا کو منارہ پر بعد اذان صلوٰۃ وسلام پر شہید کر دیا اور بولا:

ان الربابۃ فی بیت الخاطئۃ یعنی الزانیۃ اقل اثما ممن ینادی بالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ۔[1]

زانیہ کے گھر رباب بجانا اس سے کم گناہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے الخ (ت)

اس کے متبعین طرح طرح سے حضور علیہ السلام کی تحقیر وتوہین کرتے اور وہ سن کر خوش ہوتا یہاں تک ان بعض اتباعہ کان یقول عصای ھذہ

اس کے بعض ماننے والے کہتے ہیں یہ میری لاٹھی

---

[1] الدرر السنیہ فی رد الوہابیہ مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۴۲

خیر من محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لانها ينتفع بها في قتل الحية ونحوها و محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قد مات ولم يبق فيه نفع اصلاً و انما هو طارش وقد مضى[1] الخ کتاب الدرر السنیہ فی رد الوہابیہ ص ۴۱، ۴۲	محمد (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) سے بہتر ہے کیونکہ یہ سانپ وغیرہ مارنے کا کام دیتی ہے، اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فوت ہوگئے اب ان سے بالکل کوئی نفع نہیں اٹھایا جا سکتا وہ بھرے تھے جو گزر گئے الخ (ت)

بظاہر حنبلی بنتا تھا مگر در اصل حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بالکل بے تعلق تھا، دعویٰ نبوت کا متمنی تھا مگر قبل از صریح اظہار طعمۂ اجل ہوکر اپنے کیفرِ کردار کو پہنچا اور آیۃ:

ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاٰخرة[2] ۔الاٰیۃ	بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔ الاٰیۃ (ت)

کا پورا پورا مصداق بنا۔

(۲) ان کے امام ثانی نے پہلے امام کی ہندی شرح المسمّٰی بہ تقویۃ الایمان لکھی، اپنے فرقہ کا نام موحد رکھا، اور اپنے امام کے قدم بقدم ہوکر جمیع امت کو کافر و مشرک بنایا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر انبیاء علیہم السلام بلکہ خود خدائے تعالےٰ جل وعلا شانہٗ کی توہین کی، دشنام دہی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو چوہڑے چمار اور عاجز و ناکارہ لوگوں سے تمثیل دی[3] (تقویۃ الایمان ص ۱۰، ۱۹، ۲۹)، اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات میں عیب و آلائش کا آجانا جائز رکھا، وقوعِ کذب سے صرف بغرض ترفع دبخوفِ اطلاع بچا مانا (یکروزی ص ۱۴۴ و ۱۴۵)، نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال آنا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر بتایا[4] (صراط مستقیم ص ۹۵)، دعویٰ نبوت کے لئے بنیادیں کھودیں بیڑیاں جمائیں اور یوں تمہیدیں باندھیں بعض لوگوں کو احکام شرعیہ جزئیہ و کلیہ بلاواسطہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے نورِ قلب سے

---

[1] الدرر السنیہ فی رد الوہابیہ مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۴۲
[2] القرآن الکریم ۳۳ / ۵۷
[3] تقویۃ الایمان مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۰، ۱۹، ۲۹
[4] صراط مستقیم فارسی ہدایت ثانیہ در ذکر محلات عبادات مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۸۶

بھی پہنچتے ہیں وہ انبیاء کے شاگرد بھی ہیں اور ہم اُستاد بھی ملخصاً (صراط مستقیم ص ۳۹) بالآخر جاہ طلبی و ملک گیری کے نشہ میں سکھوں سے مڈھ بھیڑ اور عار فرار من الزحف کے بعد افغانوں کی موذی کش تلوار سے راہِ فنا دیکھی علیہ ما علیہ۔

(۳) جب ہندی وہابیہ کے امام و اس کے پیر کی موت ان کی سب یاوہ گوئیوں اور پیشینگوئیوں کی مبطل ہوئی تو اس کے اذناب و ذریات سے ایک شخص قومی ترقی قومی اصلاح کا بہروپ بدل کر نکلا جملہ کتب تفسیر و فقہ و حدیث سے انکار کیا تمام ضروریاتِ دین سے مُنہ موڑا اور بکا کہ نہ حشر ہے نہ نشر، نہ دوزخ نہ بہشت، نہ فرشتہ ہے نہ جبریل نہ صراط، فرشتہ قوت کا نام ہے، دوزخ و بہشت و حشر و نشر روحانی ہیں، نہ جسمانی کرامات و معجزات سب ہیچ ہیں، ہر کوئی کوشش کرنے سے نبی ہو سکتا ہے، خدا بھی نیچر کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اس کے نزدیک غایت درجہ کی غمی کا نام دوزخ تھا۔ سو وہ اپنی اسی مسلّمہ دوزخ کے راستہ سے اسفل السافلین میں پہنچا اور وہ اس طرح ہوا کہ اس کے خازن و امین نے بہت سا روپیہ اندوختہ اس کا غبن کیا، معلوم ہونے پر نہایت غمگین ہوا، کھانا پینا ترک کیا، آخر اسی صدمہ سے ہلاک ہوا۔

(۴) اسی کے دُم چھلّوں میں سے مسیح قادیانی دجّال پیدا ہوا، دعویٰ نبوت کیا، سورۂ صف میں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت اسم احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ہے اس کو اپنے اوپر چسپاں کیا، اسی طرح درکاتِ جہنم طے کرتا ہوا درکِ اسفل میں پہنچ کر یوں کفری بول بولا:

آنچہ داد ست ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بتمام
پُر شد از نورِ من زمان و زمیں — ہر ہنوزت بد آسماں ز کیں
با خدا جنگہا کنی ہیہات — ایں چہ جور و جفا کنی ہیہات

(ہر نبی کو جو جام عطا کیا گیا وہ تمام مجھے عطا کئے گئے، میرے نور سے زمین و زمان پُر ہو گئے اور ابھی میرا آسمان پُر ہے، تو خدا کے ساتھ جنگ کر رہا ہے افسوس! یہ تو کیا ظلم و زیادتی کر رہا ہے۔ ت) (نزولِ مسیح)

لڑکا پیدا ہونے پر کہنے لگا کان اللہ نزل من السماء (گویا اللہ آسمان سے اُتر آیا۔ ت)

پھر کہا مجھے الہام ہوا ہے خدا کی طرف سے انت منی بمنزلۃ اولادی انت منی وانا منك (تو میری

لے صراطِ مستقیم فارسی ہدایت رابعہ دربیان ثمرات حب ایمانی مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۳۶-۳۵

اولاد کی مانند ہے، تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ت) (دافع البلاء ص ۶ و ۷) الغرض افترا و تکذیب کلام الٰہی و توہینِ انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو گندی سڑی گالی دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی (ضمیمہ انجام آتھم) انجام کار اپنے مسلمہ عذابِ اعنی مرض ہیضہ سے وعدہ الٰہی:

فلا یستطیعون توصیۃ ولا الٰی اھلھم یرجعون[1]۔ تو نہ وصیت کرسکیں گے اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں۔ (ت)

کا مورد بنا اور اپنے منکر و مخالف علماء کے رُوبرو وہ فرعونِ بے عون جہنم رسید ہوا، مسلمان کے سامنے داغرقنا اٰل فرعون وانتم تنظرون[2] (اور فرعون والوں کو ہم نے تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔ت) کا سماں بندھ گیا چاروں طرف سے مسلمانوں بلکہ ہندوؤں نے اس کی نعش خبیث پر نفرین کے نعرے بلند کئے ہر طرف سے بول و براز کی بوچھار ہوئی اور اولٰئک علیھم لعنۃ اللّٰہ والملٰئکۃ والناس اجمعین[3] (ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی) کا نقشہ آنکھوں میں جم گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار[4] (تو عبرت لو اے نگاہ والو۔ت)۔

(۵) امام ثانی کے اذناب سے ایک بھوپالی پیدا ہوا، ترویجِ وہابیت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا طرح طرح کے لالچ دے کر مفت کتابیں بانٹ کر خدائے تعالٰی کے لئے جہت و مکان و جسم وغیرہ مانا (رسالہ الاحتواء)، فقہاء و مقلدین کو دشنام دینے میں اپنے بڑوں سے سبقت لے گیا اس کا قول بدتر از بول "یہ ہے سرچشمہ سارے جھوٹوں خبیثوں اور مکروں کا اور کان تمام فریبیوں اور دغابازیوں کی علم فقہ ورائے ہے اور مہاجال ان سب خرابیوں کا فقہاء اور مقلدین کی بول چال ہے" (ترجمان وہابیہ ص ۳۵ و ۳۶)، انجام کار معزول و مسلوب الخطاب ہو کر عدم کی راہ لی اور خسر الدنیا والاٰخرۃ[5] (دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا۔ت) کا مصداق بنا، صحابہ کرام کو عموماً اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خصوصاً مخترع بدعت سیئہ ٹھہرایا (انتقاد الرجیم)۔

(۶) وہابیہ وغیر مقلدین کی ضلالت و بدعت جب پورے طور ظاہر ہوچکی اور ہر دیار و امصار سے ان کے رَد میں کتابیں لکھی گئیں تو ذریاتِ امام ثانی نے ایک اور مکر کھیلا اپنا حنفی و مقلد ہونا ظاہر کیا عقیدہ تقویۃ الایمان پر

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۵۰
[2] القرآن الکریم ۲/ ۵۰
[3] " " ۲/ ۱۶۱
[4] " " ۵۹/ ۲
[5] " " ۲۲/ ۱۱

قائم رکھا اور ہر طرح سے ان کفریات کی حمایت کرتے رہے اور عملیات میں حنفی ہونا ظاہر کیا، ٹھیک اسی طرح جس طرح ان کا امام اول حنبلی المذہب بنتا تھا، بظاہر غیر مقلدین کے رد میں کتابیں بھی لکھیں، مگر ساتھ ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ ان مسائل میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے وقت سے اختلاف چلا آتا ہے لہذا غیر مقلدوں وہابیوں پر طعن و تشنیع ناجائز (سبیل الرشاد وغیرہ)، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے شیطان کا علم زیادہ مانا (براہین قاطعہ)، علم غیب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر صبی و مجنون سے تمثیل دی (رسالہ حفظ الایمان و علم غیب وغیرہ) اور بکے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا حال معلوم نہیں، معاذ اللہ اپنے خاتمہ کا حال معلوم نہیں۔ ان کے رد میں بھی بکثرت کتابیں شائع ہوئیں خصوصًا قامع بدعت حامی سنت، صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ، حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مد اللہ تعالٰی ظلہم العالی نے ان کی وہ سرکوبی کی کہ باید و شاید۔

(۷) بھوپالی کے دم چھلوں میں سے ایک ہندو بچہ پیدا ہوا آپ اگرچہ ناخواندہ تھا مگر بعض خواندہ وہابیہ سے چند ایک کتابیں مثل ظفر المبین طعن امام ہمام (رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور قیاسات امام پر لکھیں، چاروں اماموں کے مقلدین اور چاروں طریقوں کے متبعین کو معاذ اللہ مشرک و کافر بنایا (ظفر المبین ص ۱۸۹ و ۲۳۰ و ۲۳۲ وغیرہ) انجام کار مرض ابلاؤس میں ایسا گرفتار ہوا کہ متواتر پانچ سات دن اس کے منہ سے پاخانہ نکلتا رہا، مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے مشرکوں (حنفیوں) کے قبرستان میں نہ دفن کیا جائے، بالآخر کتے کی موت مرا اور لاہور بکی دروازہ بدرو کے کنارہ دفن ہوا، بدرو کا گندہ پانی اس کی قبر میں سرایت کرتا رہا، حتی کہ اس کی قبر بھی نیست و نابود ہو کر بدرو میں مل گئی، فاعتبروا یا اولی الابصار[۱] (تو عبرت لو اے نگاہ والو۔ ت)

(۸) اس بھوپالی کے دم چھلوں میں سے ایک اور شخص نکلا، چلنے پھرنے سے معذور اور لکھنے پڑھنے سے عاری، اس نے اہل قرآن ہونے کا دعوی کیا، کل کتب فقہ، تفسیر و حدیث سے انکار کیا اور کہا کہ یہ سب مخالف قرآن ہیں اور (معاذ اللہ) منافقوں کی بنائی ہوئی ہیں، اطیعوا الرسول[۲] (اور حکم مانو رسول کا۔ ت) میں رسول سے مراد قرآن مجید ہے اور ما اتٰکم الرسول[۳] (اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں۔ ت) میں بھی رسول سے مراد قرآن مجید ہے، اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی مراد لئے جائیں تو یہ حکم مال غنیمت میں تھا نہ کہ عام حکم، نماز میں بھی نئی اختراع کی، المسمّی بہ صلوٰۃ القرآن بآیات الفرقان، اور ایک تفسیر

---

[۱] القرآن الکریم ۵۹/۲
[۲] القرآن الکریم ۵۹/۴
[۳] " " ۵۹/۷

چند ایک سیپارہ کی کسی سے لکھوائی جس کا نام "تفسیر القرآن بآیات الرحمٰن" رکھا اور کہتا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام محض ایلچی تھے ایلچی کو نام و پیام کی تشریح و مطلب آرائی میں کوئی حق نہیں (معاذ اللہ منہا) آخر ذلیل و رُسوا ہو کر لاہور سے نکالا گیا، چند ایک ملاحدہ نیاچرہ اور اجہل ترین وہابیہ سے اس کے پیرو بن گئے۔ ملتان میں جا کر اپنی بدمذہبی کی اشاعت میں مصروف ہُوا، انجام کار بدکاری کرتا ہوا پکڑا گیا خُوب زدوکوب ہوئی اور اسی صدمہ سے ہلاک ہُوا اور سجین میں پہنچا۔

(۹) بھوپالی کے متبعین سے ایک شخص مُلّا قصوری اور ایک حافظ شاعر پنجابی پیدا ہُوئے، اول الذکر نے ابن تیمیہ مجسمیہ کے رسالہ "علی العرش استوٰی" کی اشاعت کی، صوفیائے کرام کے رد میں بڑے اہتمام سے کتاب "حقیقۃ البیعۃ والالہام" لکھی اور یُوں کفری بول بولے: بیعت مروجہ یعنی پیری و مریدی سے دین اسلام میں اس قدر فتور اور فسادات پڑے ہیں کہ جن کا شمار امکان سے باہر ہے، شرک فی الالوہیت و شرک فی الربوبیۃ و شرک فی الدعا جس قدر اقسام شرک کے ہیں سب اس سے پیدا ہوئے (ص ۲۰) سب افعال آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محمود نہیں اور آپ کے لئے عصمت مطلقہ ثابت نہیں (ص ۴۴ و ۴۵) آخر الذکر نے تقویۃ الایمان کو پنجابی میں نظم کیا اور اس کا نام "حصن الایمان و زینت الاسلام" رکھا اور بھوپالی کے رسالہ "طریقہ محمدیہ" کو پنجابی نظم کا جامہ پہنایا اور اس کا نام "انواع محمدی" رکھا، پنجاب میں ہر کس و ناکس جولاہا موچی دُھنا وغیرہ جیسے دو حرف پنجابی کے آتے تھے یہ کتابیں پڑھ کر اہل سنت و جماعت کو مخالفِ قرآن و حدیث بدعتی و مشرک کہنے لگے، اور تلبیس کی کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرما گئے ہیں:

اذا صح الحدیث فھو مذھبی واترکوا قولی بخبر المصطفٰی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

حدیث صحیح میرا مذہب ہے اور میرے قول کو مصطفٰی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی حدیث کے مقابل چھوڑ دو۔ (ت)

پس دراصل ہم اہلحدیث ہی سچے اور پکے حنفی ہیں نہ کہ فقہاء و مقلدین، اس خلف ناہنجار بدتر از مار نے اپنے پدر بزرگوار کی کتاب فقہ کا رَد کیا اور کہا کہ اس وقت علم کم تھا اب دریا علم کا اُچھلا اور ہر طرف سے کتب احادیث کی اشاعت ہُوئی الغرض بخوف طوالت و ملالت اس قدر پر کفایت نہ ان قبائح و فضائح کا استیعاب ممکن، اور نہ ہی ان کے فرقوں کا حصر معلوم، آخر وہ بھی تو انھیں میں سے ہونگے جو دجال کے ساتھ جا ملیں گے۔ اب آپ کی جناب سے استفتاء یہ ہے کہ آیا یہ فرق وہابیہ مثل دیگر فرق ضال روافض و خوارج وغیرہ کے ہیں یا نہیں اور نصوص سے:

اولٰئک ھم شر البریۃ[1]، اولٰئک وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔ وہ

[1] القرآن الکریم ۹۸/۶

کالانعام بل ھم اضل[۱]، ومثله کمثل الکلب ان تحمل علیه یلھث او تترکه یلھث[۲]

چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ، تو اس کا حال کُتّے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے (ت)

اور احادیث مثل:

اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ واھل البدع کلاب اھل النار[۳]

اہل بدعت تمام مخلوق سے بدتر ہوتے ہیں اہل بدعت اہل دوزخ کے کُتّے ہیں (ت)

کے مصداق ہیں یا نہیں؟ ان کے پیچھے اقتدا، ان کی کتب کا مطالعہ اور ان سے میل جول کا کیا حکم ہے جو ان سے محبت رکھے اور ان کو عالم اور پیروانِ سنّت سے سمجھے اس کے واسطے کیا ارشاد ہے تکذیب نصوص، ایذائے جمیع امت، تکفیر و تفسیق اہل سنت وجماعت، دعویٰ ہمہ دانی وانانیت، مادۂ خروج و بغاوت، تحقیر و توہین شان نبوت ان سب فرق میں کم و بیش موجود۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ربّ اعوذبك من ھمزٰت الشیٰطین و اعوذبك ربّ ان یحضرون[۴]

اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں (ت)

یہ سوال کیا محتاج جواب ہے خود ہی اپنا جواب باصواب ہے، سائل فاضل سلمہ نے جو اقوال ملعونہ ان خبثاء سے نقل کئے ہیں، ان سب کا ضلال مبین اور اکثر کا کفر و ارتداد مبین ہونا خود ضروری فی الدین و بدیہی عند المسلمین،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[۵]۰ الالعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین[۶]۰ ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب ۰ قل اباللّٰہ و اٰیٰته و رسوله

اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت) ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور

---

[۱] القرآن الکریم ۷/۱۷۹
[۲] القرآن الکریم ۷/۱۷۶
[۳] کنز العمال حدیث ۱۰۹۴-۹۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۱۸
[۴] القرآن الکریم ۲۳/۹۷
[۵] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷
[۶] القرآن الکریم ۱۱/۱۸

26

كنتم تستهزءون ۝ لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم[۱]، يحلفون بالله ما قالوا ط ولقد قالوا كلمة الكفر وكفروا بعد اسلامهم[۲] لعنهم الله بكفرهم فقليلاً ما يؤمنون[۳]، والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب اليم[۴] ۝ ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والاٰخرة واعد لهم عذابا مهينا[۵] ۝

اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے اپنے ایمان کے بعد۔ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کی بات کہی اور اور اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (ت)

ان آیات کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ جو عام مسلمانوں پر ظلم کریں ان کے لئے بری بازگشت ہے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے، ان پر اللہ کی لعنت ہے، نہ کہ وہ جو اولیاء پر ظلم کریں نہ کہ انبیاء پر نہ کہ خود حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل و علوشان اقدس پر، ان پر کیسی اشد لعنتِ الٰہی ہوگی اور ان کا ٹھکانا دوزخ کا اخبث طبقہ، اور اگر تم ان سے پوچھو کہ یہ کیسے کفریاتِ ملعونہ تم نے بکے تو حیلے گھڑیں گے بے سروپا جھوٹی تاویلیں کریں گے، اور کچھ نہ بنے تو یوں کہیں گے کہ ہماری مراد توہین نہ تھی ہم نے تو یوں ہی ہنسی کھیل میں کہہ دیا تھا، واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے: اے محبوب! ان سے فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے اپنے ایمان کے بعد۔ جب کوئی حیلہ نہ چلے گا تو کذاب خبیثوں کا پچھلا داؤ چلیں گے کہ خدا کی قسم ہم نے تو یہ باتیں نہ کہیں نہ ہماری کتابوں میں ہیں، ہم پر افترا ہے ناواقفوں کے سامنے یہی جُل کھیلتے ہیں، اللہ واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے: بیشک ضرور وہ کفر کا بول بولے اور اسلام کے بعد کافر ہوگئے یعنی ان کی قسموں کا اعتبار نہ کرو وانهم لا ايمان لهم[۶] ان پیشوایانِ کفر کی قسمیں کچھ نہیں، اتخذوا ايمانهم جنّة فصدّوا عن سبيل الله فلهم عذاب مهين[۷] وہ اپنی قسموں کو ڈھال بناکر اللہ کی راہ سے روکتے ہیں لاجرم ان کے لئے ذلیل وخوار کرنے والا۔

---

[۱] القرآن الکریم ۹/ ۶۵-۶۶
[۲] القرآن الکریم ۹/ ۷۴
[۳] " ۲/ ۸۸
[۴] " ۹/ ۶۱
[۵] " ۳۳/ ۵۷
[۶] " ۹/ ۱۲
[۷] " ۵۸/ ۱۶

عذاب ہے۔ ان کے کفر کے سبب اللہ تعالٰی نے ان پر لعنت کی تو بہت کم ایمان لاتے ہیں، وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے، بیشک جو اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے دنیا و آخرت میں ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لئے تیار کر رکھا ذلت دینے والا عذاب۔ طوائف مذکورین وہابیہ و نیچریہ و قادیانیہ و غیر مقلدین و دیوبندیہ و چکڑالویہ خذلہم اللہ تعالٰی اجمعین ان آیات کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعًا یقینًا کفار مرتدین ہیں، ان میں ایک آدھ اگرچہ کافر فقہی تھا اور صدہا کفر اس پر لازم تھے جیسے نمبر ۲ والا دہلوی مگر اب اتباع و اذناب میں اصلًا کوئی ایسا نہیں جو قطعًا یقینًا اجماعًا کافر کلامی نہ ہو ایسا کہ من شک فی کفرہ فقد کفر[1] جو ان کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور احادیث کہ سوال میں ذکر کیں بلاشبہہ ان کے اگلے پچھلے تابع متبوع سب ان کے مصداق ہیں، یقینًا وہ سب بدعتی اور استحقاق نار جہنمی اور جہنم کے کتے ہیں مگر انھیں خوارج و روافض کے مثل کہنا روافض و خوارج پر ظلم اور ان وہابیہ کی کسر شان خباثت ہے۔ رافضیوں خارجیوں کی قصدی گستاخیاں صحابہ کرام و اہلبیت عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم پر مقصور رہیں اور ان کی گستاخیوں کی اصل مطمح نظر حضرات انبیائے کرام اور خود حضور پر نور شافع یوم النشور ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم ؎

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(راستے کا تفاوت دیکھ کہاں سے کہاں تک ہے۔ ت)

ان تمام مقاصد اور ان سے بہت زائد کی تفصیل فقیر کے رسائل سل السیوف و کوکبۃ شہابیۃ و سبحان السبوح و فتاوی الحرمین و حسام الحرمین و تمہید ایمان و انباء المصطفٰی و خالص الاعتقاد و قصیدۃ الاستمداد اور اس کی شرح کشف ضلال دیوبندیہ وغیرہا کثیرہ شہیرہ، حافلہ کافلہ، شافیہ وافیہ، قالعہ قامعہ میں ہے وللہ الحمد، ان کے پیچھے اقتدار باطل محض ہے کما حققناہ فی النھی الاکید (جیسا کہ ہم نے "النہی الاکید" میں اس پر تفصیلًا گفتگو کی ہے۔ ت) ان سب کی کتب کا مطالعہ حرام ہے مگر عالم کو بغرض رد۔ ان سے میل جول قطعی حرام، ان سے سلام و کلام حرام، انھیں پاس بٹھانا حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام، مر جائیں تو مسلمانوں کا سا انھیں غسل و کفن دینا حرام، ان کا جنازہ اٹھانا حرام، ان پر نماز پڑھنا حرام، انھیں مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام، ان کی قبر پر جانا حرام، انھیں ایصال ثواب کرنا حرام، مثل نماز جنازہ کفر۔ قال اللہ تعالٰی:

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[1]	اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ان ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اور فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]	اور نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[3]	ان سے دُور بھاگو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں وُہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

دُوسری حدیث میں ہے:

لا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم واذا مرضوا لا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم[4]	نہ ان کے پاس بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ، نہ ان کے ساتھ پیو، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ، نہ ان پر نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

رب عزوجل فرماتا ہے:

ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ[5]	ان میں کبھی کسی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنا نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا۔

جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر ان سے محبت رکھے وہ انھیں کی طرح کافر ہے، قال تعالٰی:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[6]۔	تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے وُہ بیشک انھیں میں سے ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] " " ۱۱/ ۱۱۳

[3] صحیح مسلم باب نہی عن الروایۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[4] کنز العمال باب فضائل صحابہ حدیث ۳۲۴۶۸، ۳۲۵۲۹، ۳۲۵۴۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۲۹،۵۴۰،۵۴۲

[5] القرآن الکریم ۹/ ۸۴ [6] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

اور اس کا حشر انھیں کافروں کے ساتھ ہوگا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب قوما حشرہ اللہ فی زمرتھم[1] جو کسی قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالٰی اسی قوم کے ساتھ اس کا حشر کرے گا۔

اور فرماتے ہیں: من ھوی الکفرۃ فھو مع الکفرۃ[2] جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انھیں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو ان کو عالمِ دین یا پیرِ وسنّت سمجھے قطعاً کافر و مرتد ہے۔ شفائے امام قاضی عیاض و ذخیرۃ العقبٰی و بحرالرائق و مجمع الانہر و فتاوٰی بزازیہ و درمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے: من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر[3] جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جب ان کو مسلمان سمجھنا درکنار ان کے کفر میں شک کرنا موجبِ کفر ہے تو معاذ اللہ انھیں عالم دین یا پیرِ وسنّت سمجھنا کس قدر اخبث کفر ہوگا و ذٰلك جزاء الظّٰلمین[4] (اور ظالموں کی یہی جزا ہے۔ ت) اللہ عزوجل سب خبثا کے شر سے پناہ دے اور مسلمان بھائیوں کی آنکھیں کھولے اور دوست دشمن پہچاننے کی تمیز دے، ارے کس کے دوست دشمن، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دوست و دشمن، افسوس افسوس ہزار افسوس کہ آدمی اپنے دوست دشمن کو پہچانے اپنے دشمن کے سایہ سے بھاگے، اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اترے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دشمنوں ان کے بدگویوں، انھیں گالیاں لکھ کر شائع کرنے والوں اور ان خبیثوں کے ہم مذہبوں ہم پیالوں سے میل جول رکھے، کیا قیامت نہ آئے گی، کیا حشر نہ ہوگا، کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو منہ دکھانا نہیں، کیا ان کے آگے شفاعت کے لئے ہاتھ پھیلانا نہیں! مسلمانو! اللہ سے ڈرو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حیا کرو۔ اللہ عزوجل توفیق دے، آمین! واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۳ تا ۱۶۹ از شہر محلہ روہیلی ٹولہ مسئولہ حاجی محمد خلیل الدین احمد صاحب یکم صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) مشرکین سے اتحاد و وداد حلال ہے یا نہیں؟

(۲) مشرک کو اپنی حاجت دینیہ میں اپنا لیڈر یعنی ہادی و امام و رہبر بنانا کیسا ہے؟

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۲۵۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۱۹

[2] مجمع الزوائد باب تحشر کل نفس علی ھواہا دار الکتاب بیروت ۱/ ۱۱۳

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

[4] القرآن الکریم ۵/ ۲۹

(۳) مشرک کی نسبت یہ کہنا کہ وہ ہمارے شہر کی خاک کو پاک کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں، کیا حکم رکھتا ہے؟

(۴) مشرک کے لئے بڑا مرتبہ اور عزت ماننا مطابقِ اسلام ہے یا نہیں؟

(۵) اور اس کے استقبال کو شاندار بنانے کے لئے مسلمانوں کا جانا اور مشرک کی تعظیم،

(۶) اور اس کی جے بولنا،

(۷) اور اس کو مہاتما کہنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) مشرکین سے اتحاد و رکنار وداد حرام قطعی ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

لاتجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللّٰہ و رسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ[۱]۔

تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جنہیں اللہ اور قیامت پر ایمان ہے کہ اللہ ورسول کے مخالف سے دوستی کریں اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان اللہ نے لکھ دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

اور فرماتا ہے جل وعلا:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[۲]۔

تم میں جو ان سے دوستی کرے گا وہ بیشک انھیں میں سے ہے۔

یہ ہیں قرآن عظیم کی شہادتیں کہ ان سے وداد و اتحاد کفر ہے اور یہ کہ اس کے مرتکب نہ ہوں گے مگر کافر۔ مسلمانو! قرآن کریم سے بڑھ کر کس کا فتوٰی ہے، ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا[۳] اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہے۔

(۲) مشرک کو حاجتِ دینیہ میں ہادی بنانا امام ٹھہرانا قرآن عظیم کی صریح تکذیب ہے، قرآن عظیم میں

---

[۱] القرآن الکریم ۵۸/۲۲

[۲] " ۵/۵۱

[۳] " ۴/۸۷

26
26

ہزار ہا آیتیں گونج رہی ہیں کہ وہ گمراہ ہیں، ہدایت سے بالکل بیگانہ ہیں، یہاں تک کہ فرمایا:

ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا[1] وہ چوپایوں کی طرح نرے بے عقل ہی ہیں بلکہ ان سے بھی سخت تر گمراہ۔

توجو انھیں ہادی وامام بنائے گا قطعاً قرآنِ عظیم کو جھٹلائے گا اور قطعاً راہِ ہلاک پائے گا۔

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب کسی قوم کا رہنما کوا ہو تو وہ ان کو ہلاکت کی راہ چلائے گا۔ ت)

اور روزِ قیامت ایسا گروہ اس مشرک ہی کے نام سے پکارا جائے گا قال اللہ تعالٰی: یوم ندعوا کل اناس بامامھم[2] جس دن ہر گروہ کو ہم اس کے امام کے ساتھ پکاریں گے۔

(۳) لاالٰہ الا اللہ عجب ان سے کہ مدعیِ اسلام ہوں اور اسلام کے پورے مدعی بن بیٹھیں، کیا قرآن عظیم کے رد ہی پر کمر باندھی ہے، واحد قہار فرماتا ہے: انما المشرکون نجس[3] مشرک تو نہیں مگر نرے گندے، بلکہ عین نجاست عجب کہ نجاست اور مطہر، ہاں جب ہندو دھرم ہی اختیار کیا تو عجب نہیں کہ گوبر اور پوتر، لا واللہ اس سے بھی ہزار درجہ بدتر گوبر کی نجاست میں ائمہ کو اختلاف ہے اور مشرک کی نجاست پر قرآن کریم کا نص صاف ہے اور آمد سے زمین ناپاک کرنے میں نجاست باطن نجاست ظاہر سے کروڑ درجہ بدتر ہے، نجاستِ ظاہر ایک دھار پانی سے پاک ہوجاتی ہے اور نجاستِ باطن کروڑ سمندروں سے نہیں دھل سکتی جب تک صدقِ دل سے ایمان نہ لائے۔ ع

ہر چہ شوئی پلید تر باشد

(جتنا دھوئے گا اتنا ہی زیادہ پلید ہوگا۔ ت)

(۴) کیا قسم کھائی ہے کہ قرآنِ عظیم کا کوئی جملہ سلامت نہ رکھیں، مشرک کے لئے ہرگز کوئی عزت نہیں اور بڑا درکنار ادنی سے ادنی، چھوٹے سے چھوٹا کوئی رتبہ نہیں۔ واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۴۴
[2] " ۱۷/ ۷۱
[3] " ۹/ ۲۸

المنٰفقین لا یعلمون[1] — کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

عزیز مقتدر جل وعلا فرماتا ہے:

ان الذین یحادون اللّٰہ ورسولہ اولٰئک فی الاذلین[2] — بیشک اللہ ورسول کے جتنے مخالف ہیں سب ہر ذلیل سے بدتر ذلیلوں میں ہیں۔

عزیز منتقم عزجلالہ فرماتا ہے: ھم شر البریۃ[3] وہ تمام مخلوقِ الٰہی سے بدتر ہیں۔ مخلوق میں کتا بھی ہے سؤر بھی ہے، قرآن عظیم شہادت دیتا ہے کہ مشرکین ان سے بھی بدتر ہیں، پھر رتبہ و عزت کے کیا معنٰی!

(۵) اس کی تعظیم سخت سے سخت کبیرہ اور قرآن عظیم کی مخالفتِ شدیدہ ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علٰی ھدم الاسلام[4] — جو کسی بدعتی بدمذہب کی تعظیم کرے اس نے اسلام کے ڈھادینے پر مدد دی۔

مبتدع کی تعظیم پر حکم یہ ہے مشرک کی تعظیم کس درجہ بیخ کنی اسلام ہوگی ولٰکن المنٰفقین لا یعلمون[5] (مگر منافقوں کو خبر نہیں۔ت) استقبال کو شاندار بنانے کے لئے جانا عین تعظیم ہے جو صریح مخالفتِ قرآن عظیم ہے اس جلوس نامانوس میں ویسے بھی شرکت حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من سود مع قوم فھو منھم[6] جو کسی قوم کے جتھے میں شامل ہوا وہ انھیں میں سے ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: من کثر سواد قوم فھو منھم[7] جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے۔

۱؎ القرآن الکریم ۸/۶۳ ۲؎ " ۲۰/۵۸
۳؎ " ۶/۹۸
۴؎ کنز العمال حدیث ۱۱۰۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۱۹/۱
المعجم الاوسط حدیث ۶۷۶۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۳۹۶/۷
۵؎ القرآن الکریم ۲۰/۶۳
۶؎ کنز العمال حدیث ۲۴۶۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۹
۷؎ نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ مسند ابو یعلٰی المکتبۃ الاسلامیۃ الریاض ۳۴۶/۴
کنز العمال حدیث ۲۴۷۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۲/۹

تیسری حدیث میں ہے :

من جامع المشرک وسکن معہ فانہ مثلہ[1]	جو مشرک کے ساتھ آئے اور اس کے ساتھ رہے وہ بیشک اسی کے مثل ہے۔

(۶) مشرک کی جَے نہ بولے گا مگر مشرک۔ حدیث میں ہے سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذٰلک العرش[2]	جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب غضب فرماتا ہے اور عرشِ الٰہی کانپ جاتا ہے۔

جب فاسق کی مدح پر یہ حکم ہے تو مشرک کہاں، اس کی مدح کس درجہ باعثِ غضبِ شدیدِ ربِ عزوجل ہوگی !

(۷) مہاتما کے معنی ہیں "رُوحِ اعظم" جو خاص لقب سیّدنا جبریلِ امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے ، مشرک کو اس سے تعبیر کرنا صریح مخالفتِ خدا اور رسول ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لاتقولوا للمنافق یاسیّد فانہ ان یکن سیدکم فقد اسخطتم ربکم عزّوجل[3]	منافق کو "اے سردار" نہ کہو بیشک اگر وہ تمہارا سردار ہے ، تو تم نے اپنے اوپر ربِ عزّوجل کا غضب لیا۔

اب ادھر تو منافق و مشرک کا فرق دیکھو اور ادھر سردار و روحِ اعظم کا موازنہ کرو ، انھیں نسبتوں سے اس پر اللہ عزّوجل کا غضب اشد ہے ، والعیاذ باللہ رب العالمین ، اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی آنکھیں کھولے مسلمان کرے مسلمان رکھے مسلمان مارے مسلمان اٹھائے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] سنن ابی داؤد	آخر کتاب الجہاد	آفتاب عالم پریس لاہور	۲/ ۲۹
[2] شعب الایمان	حدیث ۴۸۸۶	دار الکتب العلمیہ بیروت	۴/ ۲۳۰
اتحاف السادۃ	باب الآفۃ الثامنۃ عشر المدح	دار الفکر بیروت	۷/ ۵۷۱
[3] سنن ابی داؤد	کتاب الادب باب لیقول المملوک الخ	آفتاب عالم پریس لاہور	۲/ ۳۲۴
مسند امام احمد بن حنبل	حدیث حضرت بریدۃ الاسلمی	دار الفکر بیروت	۵/ ۳۴۷-۳۴۶

مسئلہ از موضع خورد مئو ڈاکخانہ بد وسرائے ضلع بارہ بنکی مسئولہ سید صفدر علی صاحب ۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر سنا جاتا ہے کہ اکثر لوگ ایسے ہوئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں کہ ریاضت کرتے کرتے ایسے واصل بخدا ہوجاتے ہیں کہ نماز روزہ ترک کردیتے ہیں (جبکہ اظہر من الشمس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ کوئی مقرب تر نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز روزہ بدرجہ اتم ادا فرماتے تھے) اور لوگ ان کی ولایت کے قائل ہوتے ہیں، چنانچہ تاریخ فرشتہ (اردو) جلد دوم میں لکھا ہے کہ "شیخ احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حالتِ جذب میں نماز نہیں پڑھتے تھے" اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے تارک نماز و روزہ کے نسبت قرآن مجید و حدیث شریف میں کیا حکم ہے؟ آیا ایسا تارک نماز و روزہ ولی اللہ کہے جانے کے لائق ہوسکتا ہے اور ہے یا نہیں اور کوئی درجہ شریعت، طریقت، معرفت میں ایسا ہے کہ جہاں پہنچ کر روزہ نماز کا تارک گنہگار نہ ہو؟

الجواب

کوئی شخص ایسے مقام تک نہیں پہنچ سکتا جس سے نماز روزہ وغیرہ احکام شرعیہ ساقط ہوجائیں جب تک عقل باقی ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واعبد ربك حتٰی یاتیك الیقین[1] مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کر۔

سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی گئی: کچھ لوگ پیدا ہوئے کہ نماز وغیرہ عبادات چھوڑ دی ہے اور کہتے ہیں کہ شریعت تو راستہ ہے ہم پہنچ گئے ہمیں راہ کی حاجت نہیں۔ فرمایا: صدقوا لقد وصلوا ولکن الی این الی النار، وہ سچ کہتے ہیں ضرور پہنچ گئے مگر کہاں تک؟ جہنم تک۔ پھر فرمایا: اگر مجھے صدہا برس کی عمر دی جائے تو فرض تو فرض جو نفل مقرر کرلئے ہیں ہرگز نہ چھوڑوں۔ اس مسئلہ کا کامل بیان ہمارے رسالہ "مقال عرفاء" میں ہے، حالتِ جذب میں مثل جنون عقل سلامت نہیں رہتی، اس وقت وہ مکلف نہیں، جو باوصف بقائے عقل و استطاعت قصداً نماز یا روزہ ترک کرے ہرگز ولی اللہ نہیں ولی الشیطان ہے قرآن و حدیث میں اسے مشرک و کافر تک فرمایا۔

قال اللہ تعالٰی اقیموا الصلوٰۃ ولاتکونوا من المشرکین[2] اللہ تعالٰی نے فرمایا: نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہوجاؤ۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۹

[2] " ۳۰/ ۳۱

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ترك الصلٰوۃ متعمدا فقد کفر جہارا۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قصداً نماز چھوڑی وہ علانیہ کافر ہوگیا (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۱: از شہر محلہ کوہاڑاپیر مسئولہ یوسف علی بیگ ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہلسنت وجماعت کو رافضیوں سے ملنا جلنا اور کھانا پینا اور رافضیوں سے سودا سلف خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص سُنّی ہو کر ایسا کرتا ہے اس کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے؟ آیا وہ شخص دائرہ اہلسنت وجماعت سے خارج ہے یا نہیں؟ اور شخص مذکورہ بالا سے تمام مسلمانوں کو اپنے دینی و دُنیوی تعلقات منقطع کرنا چاہئیں یا نہیں؟

الجواب

روافضِ زمانہ علی العموم مرتد ہیں کما بیناہ فی رد الرفضۃ (جیسا کہ ہم نے اسے ردالرفضہ میں بیان کیا ہے) ان سے کوئی معاملہ اہلِ اسلام کا سا کرنا حلال نہیں، ان سے میل جول نشست و برخاست سلام کلام سب حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی: واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سیأتی قوم لھم نبز یقال لھم الرافضۃ یطعنون السلف ولا یشھدون جمعۃ ولا جماعۃ فلا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔[3]

عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں ان کا ایک بدلقب ہوگا انھیں رافضی کہا جائے گا سلف صالحین پر طعن کرینگے اور جمعہ و جماعات میں حاضر نہ ہوں گے ان کے پاس نہ بیٹھنا، نہ ان کے ساتھ کھانا کھانا، نہ ان کے ساتھ پانی پینا، نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا، بیمار پڑیں تو انھیں پوچھنے نہ جانا، مرجائیں تو ان کے جنازے پر نہ جانا، نہ ان پر نماز پڑھنا، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔

---

[1] مجمع الزوائد باب فی تارک الصلٰوۃ دار الکتاب بیروت ۱/ ۲۹۵

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] کنز العمال حدیث ۳۰-۳۱۶۳۷، ۳۲۵۴۲، ۳۲۵۲۹، ۳۲۴۶۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۳۲۴-۲۵، ۵۲۹، ۵۴۰، ۵۴۲

جو سُنّی ہوکر ان کے ساتھ میل جول رکھے اگر خود رافضی نہیں تو کم از اشد فاسق ہے، مسلمانوں کو ان سے بھی میل جول ترک کرنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۲: از شہر بازار صندل خاں مسئولہ نیاز علی خاں ۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شرع سے فتوٰی ہُوا ہے کہ مشرک کی تعظیم کے جلوس اور اس کے لیکچر کے جلسے میں جس میں سے واعظ مسلمین بنایا گیا ہو شرکت حرام ہے اس پر ایک شخص نے کہا کہ یہ بالکل ٹھیک نہیں اور فضول گھڑنت اور زبردستی کا لٹھ چلانا ہے ایسے شخص سے بیاہ شادی کرنا مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا شخص مسجد میں اذان کہے تو جائز ہے یا نہیں؟ سلام وکلام، میل جول رکھنا اور مسلمان کہنا جائز ہے یا نہیں؟ کھانا پینا اس کے یہاں کا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو تو مہر کردی جائے اور ناجائز ہو تو مہر کردی جائے۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اس شخص نے حکم شریعت کی توہین کی اور شریعت کی توہین کفر ہے، عورت اس کے نکاح سے نکل گئی اس پر فرض ہے کہ از سرِ نو مسلمان ہوکر توبہ کرے کلمۂ اسلام پڑھے اس کے بعد اگر عورت راضی ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ اور اگر توبہ نہ کرے تو اس سے میل جول حرام ہے اور بیاہ شادی محض زنا، اور اس کی اذان ناجائز، نہ اس سے سلام وکلام جائز، نہ اسے مسلمان کہنا جائز۔

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

رجل قال آنہا کہ علم آموزند داستانہا است کہ می آموزند او قال بادست آنچہ مے گوید او قال تزویراست او قال من علم حیلہ را منکرم ہذا الکلمۃ کفر کذا فی المحیط[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

ایک آدمی کہتا ہے جو علم انھوں نے سکھایا ہے وہ تمام کہانیاں ہیں یا کہتا ہے جو اسے بیان کیا ہے وہ تمام فریب ہے یا کہتا ہے میں علم حیلہ کا منکر ہوں، تو یہ کلمہ کفر ہے، جیسا کہ محیط میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۳ تا ۱۷۴: از دہلی بازار چتلی قبر چھتا موم گران مسئولہ محمد سلیمان خاں ساد یکار ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) قادیانی غیر مقلد اہل قرآن، رافضی وغیرہ وغیرہ علاوہ سُنّیوں کے جتنے فرقے ہیں ان کے ساتھ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب المرتد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۰

کھانا پینا، سلام علیک کرنا، نوکری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا کی حدیث ہے کہ جس میں سو میں ننانوے باتیں کفر کی ہوں اور ایک بات اسلام کی ہو تو اس کو کافر نہیں کہنا چاہئے۔

(۲) ہندو انگریز وغیرہ کی ہم نوکری کرتے ہیں اور ملتے ہیں ان میں اور قادیانی و دیگر فرقوں میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) یہ فرقے اور اسی طرح دیوبندی ونیچری غرض جو بھی ضروریاتِ دین سے کسی شے کا منکر ہو سب مرتد کافر ہیں، ان کے ساتھ کھانا پینا، سلام علیک کرنا، ان کی موت وحیات میں کسی طرح کا کوئی اسلامی برتاؤ کرنا سب حرام ہے۔ نہ ان کی نوکری کرنے کی اجازت، نہ انھیں نوکر رکھنے کی اجازت کہ ان سے دور بھاگنے اور انھیں اپنے سے دور کرنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[1]۔ ان سے بچو، انھیں دور رکھو تاکہ وہ تمھیں نہ گمراہ کریں نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔ (ت)

وہ حدیث جو سوال میں لکھی محض جھوٹ اور نری بناوٹ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افترا ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور قرآن حکیم کا حکم یہ ہے کہ ہزار باتیں اسلام کی کرتا ہو اور ایک کلمہ کفر کا کہے وہ کافر ہو جائے گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم[2]۔ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے یہ بات نہ کہی اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کا لفظ کہا اور اسکے سبب مسلمان ہونے کے بعد کافر ہوگئے۔

دین وعقل دونوں کا مقتضٰی تو یہ ہے کہ ننانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب کی ڈال دو سب پیشاب ہو جائے گا، مگر ان جیسوں کا مذہب یہ ہے کہ ننانوے تولے پیشاب میں تولہ بھر گلاب ڈال دو سب گلاب ہو جائے گا پاک ہے حلال ہے چڑھا جاؤ۔

(۲) ہندو اور نصارٰی کافرانِ اصلی ہیں اور یہ فرقے کافرانِ مرتد اور شریعتِ مطہرہ میں مرتد کا حکم اصلی سے سخت تر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب باب نہی عن الروایۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[2] القرآن الکریم ۹/۷۴

مسئلہ ۱۷۵: از بنارس محلہ نواب گنج مسئولہ شیخ فریدن سوداگر ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقابلہ کفار میں جب لشکرِ اسلام کو شکست ہو تو زید کفار کو ان کی فتح پر مبارکباد دے اور مسرت وخوشی کا اظہار کرے عند الشرع اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ بات واقعی ہے کہ وہ معاذ اللہ کفر کی فتح اور اسلام کی شکست چاہتا تھا تو اس کے کفر میں شک نہیں،

قال اللہ تعالٰی ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا[1]۔ تمھیں کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں بُرا لگے اور اگر تمھیں کوئی بُرائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں۔ (ت)

ورنہ مرتکب اشد کبیرہ ہونے میں شک نہیں اور تجدیدِ اسلام لازم، اس کے بعد تجدید نکاح کا حکم۔ عالمگیریہ میں ہے:

لوفاسق شرب الخمر فجاء اقاربہ ونثروا لدراھم علیہ کفروا ولو لم ینثروا لکن قالوا مبارکباد کفروا ایضا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اگر کسی فاسق نے شراب پی اس کے رشتہ دار آئے اور اُنھوں نے اس پر روپے وارے تو وہ کافر ہوجائیں گے اور اگر پیسے نہ وارے مگر مبارکباد دی تب بھی کافر ہوجائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۶: از جی آئی پی ریلوے اسٹیشن بھساول مسئولہ عبدالباسط ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

ایک شخص مسلمان کہلاتا ہے مگر پابندِ روزہ حج زکوٰۃ نہیں، اس کے علاوہ فریمشن بھی ہے، اور انگریزوں کے ہمراہ فریمشن کے مکان میں ہفتہ عشرہ جاکر وہاں جو کچھ ہوتا ہے اس میں شامل رہتا ہے ایسے شخص کو مسلمان اپنے گھر کھانے کی دعوت کریں یا نہ کریں اور اس کی دعوت قبول کریں یا نہیں؟ مسلمانوں کے قبرستان میں اسے مرنے کے بعد دفن کریں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نہ اس کی دعوت کرنا جائز، نہ اس کی دعوت کھانا جائز، نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں، نہ اس کے ساتھ کوئی معاملہ موت وحیات اسلامی کریں، کہ فریمشن اسلام سے مرتد ہوجاتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۲۰

[2] فتاوٰی ہندیہ باب المرتد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۲

مسئلہ ۱۷۷ تا ۱۸۱ از رائے پور گول بازار ممالک متوسط مسئولہ مرزا محمد اسمٰعیل صاحب بیگ
۲۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سرآمد علمائے متکلمین سرخیل کملائے دین جنیدِ عصر شبلی دہر، حامیِ شریعت ماحیِ بدعت، مجدد مائۃ حاضرہ مؤیّد ملت طاہرہ حضرت مولانا صاحب قبلہ مدظلکم اللہ تعالٰی علی الفارقین المعتقدین، پس از سلام سنت اسلام آنکہ عرصہ دراز سے کوئی عریضہ ارسال خدمت اقدس نہیں کیا مگر اکثر اوقات حضور کی صحت وری اور مزاج کی کیفیت کا جبل پور و دیگر مقامات کے کاٹھیاواری احباب سے جویاں رہا، موجودہ شورش نان کوآپریشن و ہندو مسلم اتحاد پر مقررین کی تقریریں سنیں اور حضور کے سکوت پر ہمیشہ یہی خیال کرتا رہا کہ دیوبندی اور دیگر فرق ضالہ کی شرکت کی وجہ سے حضور اس روش سے کنارہ کش ہیں اور بحمد اللہ کہ میرا یہ خیال صحیح ہوا۔ چند رسالے جبل پور سے آئے اور تحقیقات قادریہ آیۃ انما ینھٰکم اللہ[1] جو تحقیق حضور نے فرمائی وہ حاکم علی صاحب بی اے ولائل پور والے ماسٹر صاحب کو ترکِ موالات کے متعلق جو مفصل ومدلل فتوٰی ارسال فرمایا من وعن میری نظر سے گزرا، میں ایک جاہل شخص ہوں لیکن اب تک الحمدللہ عقیدۂ اہل سنت وجماعت پر قائم ہوں اور رہوں گا ان شاء اللہ تعالٰی، ان تمام رسائل اور اشتہارات کے دیکھنے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ حضور کی تحقیق اور حضور کی وسعتِ نظر کا مخالفین کو بھی ضرور اعتراف ہوگا، گو بظاہر وہ حضور کا خلاف کرتے ہیں، لیکن اب تک ایک خلش میرے دل میں اور باقی رہی جس کی وجہ سے یہ عریضہ بصورت استفتا بغرض طلب ہدایت ارسالِ خدمت ہے:

(۱) ان تمام رسائل اور اشتہارات سے یہ تو ثابت ہوچکا کہ موالات ہر کافر و مشرک سے قطعاً حرام ہے خواہ وہ ہند، چین، جاپان، غرض کہ دنیا کے کسی حصہ کا کیوں نہ ہو لیکن اعزاز و اقتدار خلافت قائم رکھنے کے لئے مسلمانانِ ہند کو خصوصاً اور مسلمانانِ دنیا کو عموماً کون سا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے جو حدود شرعیہ کے اندر ہو اور اس سے تجاوز نہ کرتا ہو۔

(۲) خلافت یا سلطنتِ اسلام کی بقا اور تحفظ کا کیا ذریعہ ہے؟

(۳) الائمۃ من القریش[2] (امام، قریش میں سے ہوں گے۔ ت) کی حدیث پر حضور اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۹

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۲۹

(۴) اخبار و اشتہار و چشم دیدہ واقعات سے یہ ظاہر ہے کہ شریفِ مکہ نے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کی بے حرمتی کی یا کرائی، جزیرۃ العرب میں کفّار ومشرکین کا داخلہ قبول کرلیا اس صورت میں شریفِ مکہ کے ساتھ کیا سلوک مسلمانوں کو کرنا چاہئے اور شریعت مطہرہ کا ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۵) مقاماتِ مقدسہ کفار کے قبضہ میں بالواسطہ یا بلاواسطہ ہیں ان کفار کے اخراج کے لئے کیا طریقۂ عمل ہونا چاہئے؟

ان چند امور پر حضور کی اجمالی یا تفصیلی تحقیق مجھے مطلوب ہے اور دیگر علماء سے مجھے کوئی اتنا زیادہ سروکار نہیں ہے جتنا حضور سے، میں نے جب سے ہوش سنبھالا حضور ہی کو اپنا راہبر راہِ حق سمجھتا رہا، نہ صرف یہی بلکہ میرے والد بزرگوار جناب مرزا فطرت بیگ صاحب مرحوم انسپکٹر پولیس حضور ہی کی ہدایت پر ندوہ کی ممبری سے علیحدہ ہوئے جو اس خط سے واضح ہے جو مکتوباتِ علماء وکلام اہلِ صفا میں بنام حافظ یقین الدین صاحب مرحوم شائع کردیا گیا ہے، اس لئے مجھے فخر ہے کہ میں اس سے ہدایت یافتہ ہوں جو میرے والد مرحوم کے راہبر ہیں، انجمن رضائے مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قیام سے بیحد خوشی حاصل ہوئی، اس شہر میں اس کی اشاعت کروں گا ان شاء اللہ تعالٰی لیکن ایک دیوبندی محمد حسین کی وجہ سے اس میں کچھ رکاوٹ ہوگی، یہ وہی شخص ہے جس کے مدرسہ کے مقابل یہاں کے اہلِ سنت نے ایک مدرسہ قائم کرکے حضور کے توسط سے مولوی سید مصباح القیوم صاحب زیدی الواسطی کو بلایا ہے مولوی صاحب نہایت نیک آدمی ہیں اور ان کی تحقیق مندرجہ بالا امور میں محدود ہے، اس لئے عرض ہے کہ ان پانچ سوالات کے جوابات حضور کے پاس سے آنے پر ان شاء اللہ میں حتی الامکان کوشش کروں گا کہ انجمن مذکور کی ترویج یہاں بھی ہو، پس عرض ہے کہ جواب باصواب سے جلد تر سرفراز فرمائیں، بیّنوا توجروا فقط صادق بیگ!

الجواب

مکرمی کرم فرما اکرمکم اللہ تعالٰی، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، الائمۃ من القریش[1] (امام قریش میں سے ہوں گے۔ ت) حدیث صحیح متواتر ہے اور اس کے مضمون پر صحابہ کرام وتابعین عظام و ائمہ اعلام تمام اہلسنت کا اجماع ہے کہ کتبِ عقائد وحدیث وفقہ اس مسئلہ کی روشن تصریحات سے مالامال ہیں، ہر سلطنتِ اسلام نہ سلطنت ہر جماعت اسلام نہ جماعت ہر فردِ اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الدین النصح لکل مسلم[2] (دین ہر مسلمان کے لئے

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۲۹

[2] صحیح البخاری باب الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

سراپا خیر خواہی ہے۔ت) ہر فرض بقدر قدرت ہے اور ہر حکم مشروط بہ استطاعت،

قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۱؎ ۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی وسعت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا (ت)

جو شخص حفاظت اسلام وسلطنت اسلام واماکن مقدسہ کی استطاعت رکھتا ہے اور کاہلی سے نہ کرے مرتکب کبیرہ ہے یا کفار کی خوشامد وخوشنودی کے لئے تو مستوجب لعنت ہے یا دل سے ضرر اسلام پسند کرنے کے سبب تو کافر ہے، اور جو استطاعت نہیں رکھتا معذور ہے، شریعت اس کام کا حکم فرماتی ہے جو شرعاً جائز اور عادۃً ممکن اور عقلاً مفید ہو، حرام یا ناممکن یا عبث' افعال حکم شرع نہیں ہو سکتے، لہذا:

(۱) مسلمانانِ ہند کو جہاد کا ہرگز حکم نہیں، المحجۃ المؤتمنہ میں اسے واضح کر دیا ہے حتی کہ خود مولوی عبدالباری کے رسالہ ہجرت ص ۲۷ میں ہے:

"میں کشت وخون کو خصوصاً مجمع محلہ کی صورت میں جیسا کہ لشکر کرتا ہے غیر مفید سمجھتا ہوں کیونکہ اس کے اسباب مجتمع نہیں غیر قادرین پر فرض نہیں بد سگالی کی غرض سے کر سکتے ہیں اس کا ضرر ہوگا۔"

(۲) ہندوستان دارالاسلام ہے اس میں فقیر کا رسالہ اعلام الاعلام مدتوں سے شائع ہے اور خود مولوی عبدالباری کے رسالہ ہجرت ص۷ میں ہے:

"ہم لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔"

اور شک نہیں کہ دارالاسلام سے ہجرت عامہ کا حکم ہرگز شرع مطہر نہیں فرماتی، نہ عادۃً وہ ممکن نہ کچھ مفید کہ سب مسلمان اپنی جائدادیں یونہی نصارٰی کے لئے چھوڑ جائیں یا کوڑیوں کے مول ہندوؤں کو دی جائیں اور خود یہ کروروں ننگے بھوکے اور ملک کے مسلمانوں پر ڈھٹی دیں ان کی عافیت بھی تنگ کریں یا بھوکے مرجائیں اور اپنی مساجد ومزاراتِ اولیاء پامالیِ کفار ومشرکین کے لئے چھوڑ جائیں اور یہ سب کچھ اوڑھ بھی لیا جائے تو اس سے سلطنتِ اسلام کو کیا فائدہ اور اماکن مقدسہ کا کیا نفع اور ہجرت بعض کا بے سود ہونا بھی عقلاً تو معلوم تھا ہی، اب تجربۃً مشہود بھی ہو لیا سوا ان غریب مسلمانوں کی بے سروسامانی وآوارگی وپریشانی وحسرت وپشیمانی کے اور بھی کوئی فائدہ مترتب ہوا۔

(۳) مالی امداد البتہ ایک چیز ہے اگرچہ مولوی عبدالباری اس کے بھی منکر ہیں۔ رسالہ ہجرت ص ۵

۱؎ القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

پر ہے:

"ہم اس وقت اعانت بمال کو مسلمانانِ ہند پر فرض نہیں سمجھتے بوجہ عدم استطاعت"۔

یہ عذر کیسا بھی ہو مگر ذرائع وصول مہیا ہونا اور وصول پر وثوق کے ساتھ اطمینان ملنا بہت ضرور ہے نہ ایسا کہ لاکھوں کے چندے ہوتے اور باوصف کثرت تقاضا ______ اب تک حساب بھی نہیں دیتے۔

(۴) معاملتِ حرام کا ترک ہمیشہ سے واجب تھا اور نہ کیا اب جائز کا ترک بھی فرض کر رہے ہیں، یہ شرع پر زیادت ہے پھر بھی جائز کا ترک ہر وقت جائز ہے جب کہ کسی محظور کی طرف منجر نہ ہو اس کا ناممکن یا نامفید ہونا المحجۃ المؤتمنہ ص ۸۰ سے ۹۲ تک ملاحظہ ہو، باتیں وہ بتائی جاتی ہیں جن پر تمام ملک ہرگز کاربند نہ ہوگا، نہ صرف تمام مسلمان، اور بالفرض غلط سب مسلمان مان بھی لیں تو بجائے نفع مضر، پھر باطل و نامتوقع پر عام عمل اگر متخیل بھی ہو تو مدید و طویل مدتیں درکار، اور حاجت اس وقت فوری تا تریاق از عراق کی مثل ہے۔

(۵) فتنہ و فساد پھیلانے کی نامفیدی ظاہر، اب تک سوا بعض ذلتوں کے کیا حاصل ہوا اور یہ کھلا پہلو اس کے شرعاً بھی ناجائز ہونے کا ہے، حدیث میں ہے:

"مسلمان کو روا نہیں کہ اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرے"۔

خود مولوی عبدالباری کے رسالہ ہجرت ص ، میں ہے:

"اس میں شک نہیں کہ اہلاکِ نفس بلا ضرورت جائز نہیں، قانون جن امور کو روکتا ہے ان کو نہ کرنے میں ہم کو عذر رہے"۔

(۶) رہی خالی چیخ پکار، آفتاب سے زیادہ آشکار کہ محض بے سود و بیکار، ملک چیخنے پکارنے سے واپس نہیں ہوتا وہ بھی اتنا وسیع، وہ بھی ہلال کا، وہ بھی صلیب سے، ورنہ اگلے علماء و مشائخ نے ہندوستان ہی چلا چلا کر پھیر لیا ہوتا، یا مولوی عبدالباری کے بزرگوں نے چیخ پکار کر یہی ذرا سی لکھنؤ کی پڑیا، کیا ان کو دردِ اسلام نہ تھا، تھا مگر عقل بھی تھی کہ مہمل شور و غل سے کیا حاصل ہوگا، خود آزاد کے الہلال جلد ۳ ص ۱۶ میں ہے:

"زبان سے نالہ و فریاد کرنے کی صورتیں اسی وقت تک کے لئے ہیں جب تک ان سے کشود کار ممکن ہو"۔

(۷) خیر یہاں تک تو تھا جو کچھ تھا، قیامت کا بند توڑ ہے کہ خلافت کی حمایت و اماکن مقدسہ کا نام لے کر

27/27 مسلمان کہلانے والے مشرکوں میں فنا ہوگئے، مشرک کو پیشوا بنالیا آپ پس رو بنے، جو وہ کہے وہی مانیں، قرآن وحدیث کی تمام عمر اس پر نثار کردی، ترکِ موالات کا نام بدنام اور اللہ کے دشمن مشرکوں سے وداد محبت و اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد، ان کی خوشی کے لئے شعارِ اسلام کا انسداد، ان شناعات کے حلال کرنے کو آیات میں تحریف شریعت میں الحاد، نئی نئی شریعت کا دل سے ایجاد، جس کا بیان آپ کو المحجۃ المؤتمنہ میں ملے گا، یہ تو صراحۃً اسلام کو کند چھری سے ذبح کرنا ہے اس کا نام حمایتِ اسلام رکھنا کس درجہ صریح مغالطہ و اغوا ہے، ندوہ میں بدمذہبوں ہی کی شرکت کا رونا تھا بظاہر کلمہ گو تو تھے انھوں نے سرے سے کلمہ ہی کو اٹھا کر بالائے طاق رکھ دیا، نہیں نہیں، بلکہ پس پشت پھینک دیا، مشرکوں کو روحِ اعظم بنایا ہوتی بنایا نبی بالقوہ بنایا مذکر مبعوث من اللہ بنایا اس کی مدح خطبۂ جمعہ میں داخل کی اس کی تعریف میں کلام الٰہی کا مصرعہ:

خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست

(تیری تعریف سے خاموش رہنا تیری تعریف کی انتہا ہے۔ ت)

گایا اور کیا کیا کفر وکفریات وضلالات اختیار کئے جن کا نمونہ آپ کے المحجۃ المؤتمنہ کے ص ۴۴ و ۵۴ پر ملے گا جزیرۃ العرب میں کفار کی سکونت پچھلے سلاطین ترک کے زمانے سے ہے، عدن میں انگریزی فوج، جدہ وغیرہ میں نصرانی سفارتوں کے قیام مدتوں سے ہیں، حرمین محترمین کی بے ادبی شریف سے ہونے کا مجھے علم نہیں، اخباروں اشتہاروں کو میں خود اپنے معاملہ میں روزانہ دیکھ رہا ہوں کہ میری نسبت محض جھوٹ محض بہتان شائع کرتے اور قصداً لعنتِ الٰہی اپنے اوپر لے رہے ہیں اور ان کی تائید میں کذابین کی عینی شہادتیں ہوتی ہیں حالانکہ اللہ و رسول جانتے ہیں اور وہ خود دل میں جان رہے ہیں کہ محض جھوٹ بکتے اور افترا بکتے ہیں واللہ یشہد انہم لکذبون[۱] (اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ ت) اگر بے ادبی حقیقۃً ثابت ہو تو جس حیثیت کی جس کی نسبت ثبوت پائے وہ اس قدر کے حکمِ شرعی کا مستحق ہوگا کسے باشد۔ فقط ۲۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

---

[۱] القرآن الکریم ۵۹/۱۱

المحجة المؤتمنة فی اٰیة الممتحنة

۱۳۳۹

(سورۂ ممتحنہ کی آیت کریمہ کے بارے میں درمیانی راستہ)

مسئلہ ۱۸۲ مرسلہ مولوی حاکم علی صاحب بی اے حنفی نقشبندی مجددی پروفیسر سائنس اسلامیہ کالج لاہور ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ

اللہ تعالٰی نے ہمیں کافروں اور یہود ونصارٰی کے تولّی سے منع فرمایا ہے مگر ابوالکلام زبردستی تولّی کے معنی "معاملت" اور ترکِ موالات کو "ترکِ معاملت" (نان کوآپریشن) قرار دیتے ہیں اور یہ صریح زبردستی ہے جو اللہ تعالٰی کے کلام پاک کے ساتھ کی جارہی ہے، مذکور نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں تشریف لاکر اطلاق یہ کردیا کہ جب تک اسلامیہ کالج لاہور کی امداد بند نہ کی جائے اور یونیورسٹی سے اس کا قطع الحاق نہ کیا جائے تب تک انگریزوں سے ترکِ موالات نہیں ہوسکتی اور اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو فتوٰی دے دیا کہ اگر ایسا نہ ہو تو کالج چھوڑدو، لہذا اس طرح سے کالج میں بے چینی پھیلادی کہ پھر پڑھائی کا سخت نقصان ہونا شروع ہوگیا، علامہ مذکور کا یہ فتوٰی غلط ہے یونیورسٹی

نقلِ خط مولوی صاحب آقائے نامدار مؤید ملّتِ طاہرہ مولٰینا وبالفضل اولٰینا جناب شاہ احمد رضا خاں صاحب دام ظلہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پشت ہذا

(باقی برصفحہ آئندہ)

کے ساتھ الحاق قائم رہنے سے اور امداد لینے سے معاملت قائم رہتی ہے نہ کہ موالات جس کے معنی محبت کے ہیں نہ کہ کام کے، جو کہ معاملت کے معنیٰ ہیں، مذکور کی اس زبردستی سے اسلامیہ کالج تباہ ہو رہا ہے، مولوی محمود حسن صاحب مولوی عبدالحی صاحب تو دیوبندی خیالات کے ہیں زبردستی فتوے اپنے مدعا کے مطابق دیتے ہیں لہذا میں فتوے دیتا ہوں کہ یونیورسٹی کے ساتھ الحاق اور امداد لینا جائز ہے میرے فتوے کی تصحیح ان اصحاب سے کرائیں جو دیوبندی نہیں مثلاً مؤید ملت طاہرہ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں قادری صاحب بریلوی علاقہ روہیلکھنڈ اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ممالک مغربی وشمالی۔

الجواب

موالات ومجرد معاملت میں زمین آسمان کا فرق ہے دنیوی معاملت جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ وامثالہم کے کسی سے ممنوع نہیں، ذمی تو معاملت میں مثل مسلم ہے،

لھم مالنا وعلیھم ماعلینا۔ اُن کے لئے۔ ہمارے لئے اور جو ان پر ہے ہم پر۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پر کا فتویٰ مطالعہ گرامی کے لئے ارسال کرکے التجا کرتا ہوں کہ دوسری نقل کی پشت پر اس کی تصحیح فرما کر احقر نیاز مند کے نام بواپسی ڈاک اگر ممکن ہو سکے یا کم از کم دوسرے روز بھیج دیں، انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس بروز اتوار بتاریخ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو منعقد ہوتا ہے اس میں پیش کرنا ہے کہ دیوبندیوں اور نیچریوں نے مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا ہے ہندوؤں اور گاندھی کے ساتھ موالات قائم کرلی ہے اور مسلمانوں کے کاموں میں روڑہ اٹکانے کی ٹھان لی ہے للہ عالم حنفیہ کو ان کے ہاتھوں سے بچائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ نیاز مند دعا گوے حاکم علی بی اے موتی بازار لاہور ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء

جوابِ خط مولوی صاحب مکرم کرم فرما جناب مولوی حاکم علی صاحب بی اے سلمہم بعد اہدائے ہدیہ مسنونہ ملتمس کل گیارہ بجے آپ کا فتویٰ آیا اُس وقت سے شب کے بارہ بجے تک اہم ضروریات کے سبب ایک حرف لکھنے کی فرصت نہ ہوئی۔ آج صبح بعد وظائف یہ جواب املا فرمایا امید کہ مجموعہ فتاویٰ کی نقل کے بعد آج ہی کی ڈاک سے مرسل ہو، اور مولیٰ تعالیٰ قادر ہے کہ کل ہی آپ کو پہنچ جائے، مامول کہ وقت پر موصول ہونے سے مطلع فرمائیں والسلام فقیر مصطفےٰ رضا قادری نوری عفی عنہ ۵ صفر المظفر ۱۳۲۹ھ۔

(یعنی دنیاوی منافع میں ہماری طرح اُن کو بھی حصہ دیا جائے گا اور دُنیوی مواخذہ اُن پر بھی وہی ہوگا جو ایک مسلمان پر کیا جائے گا)

اور غیر ذمی سے بھی خرید و فروخت، اجارہ و استیجار، ہبہ و استیہاب بشروطہا جائز، اور خریدنا مطلقاً ہر مال کا کہ مسلمان کے حق میں متقوم ہو اور بیچنا ہر جائز چیز کا جس میں اعانتِ حرب یا اہانتِ اسلام نہ ہو، اُسے نوکر رکھنا جس میں کوئی کام خلافِ شرع نہ ہو، اس کی جائز نوکری کرنا جس میں مسلم پر اُس کا استعلا نہ ہو، ایسے ہی امور میں اُجرت پر اُس سے کام لینا یا اُس کا کام کرنا بمصلحت شرعی اُسے ہدیہ دینا جس میں کسی رسم کفر کا اعزاز نہ ہو، اُس کا ہدیہ قبول کرنا جس سے دین پر اعتراض نہ ہو حتی کہ کتابیہ سے نکاح کرنا بھی فی نفسہٖ حلال ہے، وہ صلح کی طرف جُھکیں تو مصالحت کرنا مگر وہ صلح کہ حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال، یونہی ایک حد تک معاہدہ و موادعت کرنا بھی، اور جو جائز عہد کرلیا اُس کی وفا فرض ہے اور غدر حرام الٰی غیر ذٰلک من الاحکام،

درمختار میں ہے:

والمرتدۃ تحبس ابدا و تجالس ولا تؤاکل حتی تسلم ولا تقتل[1] اھ قلت وھو العلۃ فانہا تبقی ولا تفنی وقد شملت المرتد فی اعصارنا و امصارنا لامتناع القتل۔

مرتد عورت دائم الحبس کی جائے گی اور نہ اُس کے پاس کوئی بیٹھے نہ اُس کے ساتھ کوئی کھائے یہاں تک کہ وہ اسلام لائے اور قتل نہ کی جائے گی۔ میں کہتا ہُوں یہی اُن احکام کا سبب ہے کہ وہ باقی چھوڑ دی جاتی ہے اور فنا نہیں کی جاتی، اور اب اس ملک میں یہ سب مرتد کو بھی شامل ہوگیا کہ قتل نہیں کیا جاسکتا۔

محیط میں ہے:

اذا خرج للتجارۃ الی ارض العدو بامان فان کان امرا لایخاف علیہ منہ وکانوا قوما یوفون بالعھد یعرفون بذٰلک ولہ فی ذٰلک منفعۃ فلاباس[2]۔

جب دشمن کے شہر کو امان لے کر تجارت کے لئے جائے اگر معاملہ ایسا ہو کہ اُس پر اُس سے اندیشہ نہیں اور وُہ کافر عہد پُورا کرتے میں مشہور ہوں اور اُسے وہاں جانے میں نفع ہو تو حرج نہیں۔

ہندیہ میں ہے:

اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب

جب مسلمان دارالحرب میں امان لے کر جانا چاہے

---

[1] الدرالمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۰

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ المحیط کتاب الکراہیۃ الباب السادس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۵

بامان للتجارۃ لم یمنع ذٰلک منه و کذٰلک اذا اراد حمل الامتعة الیھم فی البحر فی السفینة۔[1]

تو اُس سے منع نہ کیا جائے گا اور یونہی جب کچھ اسباب دریائی سفر میں ان کی طرف کشتی میں لے جائے۔

اسی میں ہے :

قال محمد لاباس بان یحمل المسلم الی اھل الحرب ماشاء الا الکراع والسلاح، فان کان خمرًا من ابریسم او ثیابا رقاقا من القز فلا باس بادخالھا الیھم ولاباس بادخال الصفر والشبه الیھم لان ھذا لایستعمل للسلاح[2] (ملخصًا)

امام محمد نے فرمایا مسلمان جو مالِ تجارت چاہے حربیوں کی طرف لے جاسکتا ہے مگر گھوڑے اور ہتھیار، تو اگر ریشمی دوپٹے یا دیبا کے باریک کپڑے ہوں تو انھیں اُن کی طرف لے جانے میں حرج نہیں اور پیتل اور جست ان کی طرف لے جانے میں مضائقہ نہیں کہ ان سے ہتھیار نہیں بنتے۔ (ملخصًا)

اسی میں ہے :

لایمنع من ادخال البغال والحمیر والثور والبعیر[3]

خچر اور گدھے اور بیل اور اونٹ دارالحرب میں لے جانا مضائقہ نہیں رکھتا۔

فتاوٰی امام طاہر بخاری میں ہے :

مسلم اٰجر نفسه من مجوسی لاباس به[4]

مسلمان کسی مجوسی کے یہاں مزدوری کرے تو حرج نہیں۔

ہدایہ میں ہے :

من ارسل اجیراله مجوسیا او خادمًا فاشتری لحما فقال اشتریته من یھودی او نصرانی او مسلم

جس نے اپنا نوکر یا غلام مجوسی بازار کو بھیجا اس نے گوشت خریدا اور کہا میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے اُسے اُس کے کھانے کی

---

[1] فتاوٰی ہندیة الباب السادس فی المستامن الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۳

[2] " " " " " " " "

[3] " " " " " " " "

[4] خلاصة الفتاوٰی کتاب الاجارات الفصل العاشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۱۵۹

وسعه اکلہ۔[1]

گنجائش ہے (کہ معاملات میں کافر کا قول مقبول ہے)

درمختار میں ہے:

الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اھل الذمة ذکرہ الزیلعی فی التحکیم۔[2]

بادشاہِ اسلام اگر کسی کافر کو قاضی بنائے کہ ذمی کافروں کے مقدمے فیصل کرے تو جائز ہے۔ اسے زیلعی نے بابِ تحکیم میں ذکر کیا۔

محیط میں ہے:

قال محمد مابعثه ملك العدو من الھدیة الی امیر جیش المسلمین اوالی الامام الاکبر وھو مع الجیش فانه لاباس بقبولھا ویصیرفیأ للمسلمین وکذلك اذا اھدی ملکھم الی قائد من قواد المسلمین له منعة ولوکان اھدی الی واحد من کبار المسلمین لیس له منعة یختص ھو بھا۔[3]

امام محمد نے فرمایا دشمنوں کا بادشاہ جو ہدیہ مسلمانوں کے سپہ سالار یا خلیفہ حاضر لشکر کو بھیجے اُس کے قبول میں حرج نہیں تو وہ سب مسلمانوں کے لئے مشترک ہو جائے گا یونہی جب ان کا بادشاہ مسلمانوں کے کسی فوجی سردار کو ہدیہ بھیجے جس کے پاس فوج ہو اور اگر کسی اسلامی سردار کو بھیجا جس کے پاس اس وقت فوج نہیں تو ہدیہ خاص اسی سردار کی ملک ہوگا۔

اسی میں ہے:

وان عسکرا من المسلمین دخلوا دارالحرب فاھدی امیرھم الی ملك العدو ھدیة فلاباس به، وکذلك وان امیر الثغور اھدی الی ملك العدو ھدیة و اھدی ملك العدو الیه ھدیة۔[4]

اگر مسلمانوں کا کوئی لشکر دارالحرب میں داخل ہو اور سردارِ لشکر کچھ ہدیہ دشمنوں کے بادشاہ کو بھیجے اس میں حرج نہیں، اور یونہی اگر سرحدوں کا سردار دشمنوں کے بادشاہ کو کوئی ہدیہ بھیجے اور دشمنوں کا بادشاہ اسے ہدیہ بھیجے۔

---

[1] الھدایة | کتاب الکراھیة | مطبع یوسفی لکھنؤ | ۴/۴۵۱

[2] الدرالمختار | کتاب القضاء | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۷۱

[3] فتاوٰی ہندیة بحوالہ المحیط الباب السادس | الفصل الثالث | نورانی کتب خانہ پشاور | ۲/۲۳۶

[4] " " " " " " " ۲/۲۳۶

وقال الله تعالیٰ والمحصنٰت من المؤمنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن[1] (وتمام تحقیقہ فی فتاوٰنا) وقال تعالیٰ وان جنحوا للسلم فاجنح لھا[2]، وقال تعالیٰ الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الیٰ مدتھم ان اللّٰہ یحب المتقین[3] وقال تعالیٰ واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا[4] (وعنہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم) الصلح جائز بین المسلمین الاصلحا احل حراما او حرم حلالا[5]، وقال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لاتغدروا[6]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور حلال ہیں تمہارے لئے پارسا عورتیں ایمان والیوں میں سے اور اُن میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی جب تم اُن کے مہر دو (اور اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے) اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس کی طرف میل کرو، سب کافروں کو قتل کرو مگر وہ مشرک جن سے تمہارا معاہدہ ہولیا، پھر انھوں نے تمہارے حق میں کوئی تقصیر نہ کی اور تم پر کسی کو مدد نہ دی تو اُن کا عہد ٹھہری ہُوئی مدت تک پُورا کرو بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے عہد پورا کرو بیشک عہد پُوچھا جائے گا، اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے مسلمانوں میں صلح جائز ہے مگر وہ صلح جو کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرے۔ اور نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بدعہدی نہ کرو۔

وہ الحاق واخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام و مخالف شریعت سے مشروط نہ اس کی طرف منجر، تو اس کے جواز میں کلام نہیں، ورنہ ضرور ناجائز و حرام ہوگا مگر یہ عدم جواز اس شرط یا لازم کے سبب سے ہوگا، نہ بربنائے تحریم مطلق معاملت جس کے لئے شرع میں اصلاً اصل نہیں اور خود ان مانعین کا طرزِ عمل اُن کے کذب دعوی پر شاہد، ریل تار ڈاک سے تمتع کیا معاملت نہیں ہے، فرق یہ ہے کہ اخذ امداد میں مال

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵

[2] " ۸/۶۱

[3] " ۹/۴

[4] " ۱۷/۳۴

[5] سنن ابی داود کتاب القضاء باب فی الصلح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۵۰

[6] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۲

لینا ہے اور اُن کے استعمال میں دینا۔ عجب کہ مقاطعت میں مال دینا حلال ہو اور لینا حرام، اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ریل تار ڈاک ہمارے ہی مِلک ہیں ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں، سبحان اللہ امداد تعلیم کا روپیہ کیا انگلستان سے آتا ہے وہ بھی یہیں کا ہے۔ تو حاصل وہی ٹھہرا کہ مقاطعت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع اور خود نفع لینا ممنوع، اس اُلٹی عقل کا کیا علاج، مگر اس قوم سے کیا شکایت جس نے نہ صرف شریعت بلکہ نفسِ اسلام کو پلٹ دیا مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی و انقیاد فرض کیا خوشنودی ہنود کے لئے شعار اسلام بند اور شعار کفر کا ہاتھوں پر علم بلند، مشرکین کی جے پکارنا اُن کی حمد کے نعرے مارنا، اُنھیں اپنی اُس حاجتِ دینی میں جسے نہ صرف فرض بلکہ مدارِ ایمان ٹھہراتے ہیں یہاں تک کہ اُس میں شریک نہ ہونے والوں پر حکم کفر لگاتے ہیں، اپنا امام و ہادی بنانا مساجد میں مشرک کو لے جاکر مسلمانوں سے اونچا کرکے واعظِ مسلمین ٹھہرانا مشرک کی نعش کندھوں پر اٹھاکر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو اُس کا ماتم گاہ بنانا، اُس کے لئے دعائے مغفرت و نمازِ جنازہ کے اشتہار لگانا وغیرہ وغیرہ ناگفتہ بہ افعال موجبِ کفر و مورث ضلال، یہاں تک کہ صاف لکھ دیا کہ اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کرلو تو اپنے خدا کو راضی کرلوگے، صاف لکھ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اُٹھا دے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا، صاف لکھ دیا کہ ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بُت پرستی پہ نثار کردی، یہ ہے موالات، یہ ہے حرام، یہ ہیں کفریات، یہ ہیں ضلال تام، فسبحٰن مقلب القلوب والابصار ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الواحد القہار، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر احمد رضا عفی عنہ



جوابِ امام اہلسنت عینِ حق ہے کلام الامام امام الکلام دیوبندیوں سے منع استصواب حق و صواب، تھانوی صاحب کا

عــہ بحمد اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کی دین پرستی کہ اُنھوں نے اس نصیحت کو قبول کیا اور فتوائے اصلی جمعیت علمائے ہند ص ۴ و ۵ پر یہ مضمون چھاپ دیا، الحمد والمنۃ کہ یکم نومبر ۱۹۲۰ء عالیجناب مؤیدِ ملتِ طاہرہ اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی کا فتویٰ موصول ہوا اس سے مجھے ٹھیک پتا لگا کہ مولوی اشرف علی صاحب تو سرِ و سرغنہ دیوبند ہیں، یا اللہ! میری توبہ، مجھ سے یہ غلطی میرے ایک دوست نے کرادی استغفر اللہ تعالیٰ من کل ذنب ۱۲۔

استغنا، عجب العجاب یہ سروسرغنہ دیوبند ہیں۔ افعی راکشتن وبچہ اش رانگاہ داشتن (سانپ کو مارنا اور اس کے بچے کی حفاظت کرنا۔ت) کاحال معلوم نہ کہ بچگان کشتن وافعی نگہداشتن (بچوں کو مارنا اور سانپ کو چھوڑ دینا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔ فقیر مصطفٰی رضا قادری مہتمم دار الافتائے اہلسنت وجماعت بریلی۔

۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ؕ

مسئلہ ۱۸۳ از لاہور بڑی لیسا طا کٹریارا اکبری منڈی مسئولہ چودھری عزیز الرحمٰن صاحب بی، اے، سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول لائلپور ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

جناب حضرت قبلہ وکعبہ مجدد دوراں حضرت احمد رضاخاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد حمد وصلوٰۃ واضح رائے عالی ہو کہ حضور کا فتوٰی جو مسٹر حاکم علی صاحب بی اے پروفیسر ریاضی اسلامیہ کالج لاہور کے خط کے جواب میں حضور نے ارسال فرمایا پڑھ کر خاکسار کو بڑی حیرت ہوئی کیونکہ خاکسار آں حضور کو جیساکہ لاکھوں کروڑوں پنجاب وہندوستان کے سنت وجماعت مجدد وقت مانتے ہیں اس زمانے کا مجدد مانتا ہے اور جب سے ہوش سنبھالا اسی عقیدے پر بفضل خدا رہا ہے جس پر آپ اور دیگر بزرگانِ قوم وعلمائے کرام ہیں یا ہوتے آئے ہیں لیکن اس فتوے کو دیکھ کر میرے دل میں بڑا اضطراب پیدا ہوا ہے اور میں نے یہ جرأت کی ہے کہ جناب سے مفصل طور پر دریافت کروں کہ ایسے زمانہ میں جبکہ مسلمانوں پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اندرونی وبیرونی دشمن اسلام کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ کفار کی مدد سے باغیوں (شریف مکہ) نے چھین لئے ہیں اور کفار جزیرۃ العرب (جدہ وعدن وغیرہ) میں اپنا قدم جمائے بیٹھے ہیں اور خلافت ریزہ ریزہ کی گئی ہے اور ایک بڑی سلطنت کا وزیر اعظم اپنی تقریر میں صاف کھلے لفظوں میں برملا کہتا ہے کہ یہ لڑائی جو عراق عرب میں مسلمانوں سے ہوئی مذہبی لڑائی تھی اور اب ہم نے بیت المقدس اُن کی گندگی سے پاک

کردیا ہے وغیرہ وغیرہ ، غرضکہ ایسے وقت جبکہ اعداء اللہ نے اسلام کی عزت اور شوکت کی بیخ کنی میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ، عراق ، فلسطین اور شام جن کو صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خون کی ندیاں بہا کر فتح کیا تھا ، پھر کفار کی حریفانہ حوصلہ مندیوں کی جولانگاہ بن گئے ہیں ، خلیفۃ المسلمین دشمنوں کے نرغے میں پھنس کر بے دست و پا ہوچکا ہے ، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے اپنے گھروں (تھریس سمرنا وغیرہ) اور زرخیز علاقوں سے زبردستی نکالے جارہے ہیں ، اور مسجدوں پر زبردستی قبضہ کرلیا جاتا ہے ، اور مسلمانوں کے علماء قرآنی احکام ڈرتے ڈرتے بتاتے ہیں ، جہاد کا تو نام ہی منہ پر آنا لبس قیامت ہے ، کیا ایسے وقت میں اسلامی حمیت و غیرت یہ چاہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ نکل آئے جس سے انگریز افسر خوش ہوجائیں اور مسلمان تباہ ہوجائیں ، مسٹر حاکم علی نے ایک پالیسی سے انگریز پرنسپل اور دوسرے انگریز افسروں اور غدار مسلمانوں کو خوش کرنے کے واسطے حضور سے ایک عجیب طرز میں فتویٰ پوچھا اور حضور نے اُس کے مضمون کے مطابق صحیح صحیح فیصلہ جواب میں بھیج دیا ، یہ بالکل درست کہ موالات و مجرد معاملات میں زمین آسمان کا فرق ہے لیکن دین کا نقصان کرکے دُنیوی معاملت کہاں جائز ہے حضور نے بہت سی شرائط سے مشروط کرکے گول مول جواب عنایت فرمایا ہے لیکن اس وقت ضرورت ہے ایسے فتوے کی جو صاف صاف لفظوں میں حالاتِ حاضرہ پر نظر کرکے بغیر کسی شرط کے لکھا جائے تاکہ ہر ایک عالم و جاہل جو آپ کا پیرو ہے فوراً پڑھ کر جان لے کہ اُس کے واسطے اب ایسا کرنا ضروری ہے ، حالاتِ حاضرہ حضور پر بخوبی روشن ہیں اور کچھ تھوڑے سے میں نے اوپر بیان کئے ہیں کیا مسلمانوں کا بھرتی ہوکر فوج میں مسلمانوں کو اُن کے گھروں سے نکالنے اور غلام بنانے کے لئے جانا اور دوسرے کلرکوں کا اُن کی امداد کے لئے عراق و عرب و شام وغیرہ میں ملازمِ گورنمنٹ ہوکر جانا جائز ہے ، اگر جانا جائز نہیں تو پھر آپ جیسے بزرگ کیوں چپ چاپ بیٹھے ہیں ، کیوں نہیں ایسے فتوے شائع کرتے اور اظہارِ حق میں دنیوی طاقت سے کیوں ڈرتے ہیں ، موجودہ وقت کھینچ تان کر کفار سے تعلق رکھنے اور ان کی اعانت کرنے کا جواز ثابت کرنے کا نہیں ہے بلکہ سینہ سپر ہوکر بے خوف و خطر لوگوں کو صراطِ مستقیم بتانے کا ہے ، حضور نے جو لکھا ہے کہ الحاق اور اخذ امداد جائز ہے اگر کسی امرِ خلافِ اسلام و مخالفِ شریعت سے مشروط نہ ہو۔ عالیجاہا ! گورنمنٹ جو امداد اسکولوں اور کالجوں کو دیتی ہے وہ خاص اغراض کو مدِّ نظر رکھ کر دی جاتی ہے ، اور میرا خیال ہے کہ حضور کو سب حال روشن ہوگا لیکن اگر اس بارے میں ناواقفیت ہو تو میں عرض کرتا ہوں کہ اول تو امداد میں اس قسم کی شرط ضرور ہوتی ہے کہ کالج کا پرنسپل اور ایک دو پروفیسر انگریز ہوں ، دوسرے مقررہ کورس پڑھائے جائیں جن میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ خلافِ اسلام باتیں ہوتی ہیں بلکہ بعض میں تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ لکھے ہوئے ہوتے ہیں ، تیسرے دینی تعلیم

لازمی نہیں کوئی پڑھے یا نہ پڑھے لیکن جہاں دینی تعلیم پڑھائی جائے خاص وقت سے زیادہ نہ دیا جائے کیونکہ یونیورسٹی کی تعلیم کے لئے چار گھنٹے وقت ضرور خرچ ہو اگر چار گھنٹے سے کم ہوگا تو امداد نہیں ملے گی، پھر جو استاد دینیات پڑھائے گا اس کو امداد نہیں دی جائے گی، پھر فلاں فلاں مضمون ضرور طالب علم کو لینے چاہئیں ورنہ امتحان میں شامل نہیں ہوسکتا، پھر ڈرل وغیرہ اور کھیلوں کی طرف دیکھو جن میں ہر ایک طالب علم کو حصہ لینا ضروری ہوتا ہے، آج کل جو ڈرل سکھائی جارہی ہے اس میں عجیب مخرب اخلاق باتیں کی جارہی ہیں، امداد لینے اور الحاق یونیورسٹی سے رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہی ڈرل تمام اسکولوں میں کرائی جائے، کھیلوں میں آپ دیکھتے ہیں کہ عجیب بے پردہ لباس پہنا جاتا ہے، فٹ بال اور ہاکی میں جو نیکر پہنے جاتے ہیں وہ ٹخنوں سے اوپر تک ننگا رکھتے ہیں، غرضکہ کیا عرض کروں اسی الحاق وامداد کی خاطر معلمین ومتعلمین کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ قرآن شریف ودینیات کا جو گھنٹہ رکھا ہوا ہے اس میں بھی انگریزی ہی کا سبق یاد کرادوں کیونکہ انسپکٹر نے انگریزی تو سُننی ہے قرآن شریف تو نہیں سُننا، جماعتوں میں جو ترقی دی جاتی ہے اس میں بھی اسی بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ انگریزی لڑکا جانتا ہے یا نہیں قرآن شریف خواہ ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتا ہو نماز کا ایک حرف نہ جانتا ہو لیکن دسویں اور ایف اے اور بی اے پاس کرتا چلا جائے گا، یہ میں اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کا ذکر کررہا ہوں دوسرے اسکولوں اور کالجوں سے ہمیں کوئی تعلق نہیں، یہ سب کس واسطے ہورہا ہے، اسی واسطے کہ ہم یونیورسٹی سے الحاق رکھنا چاہتے ہیں اور سرکاری امداد لینا چاہتے ہیں، اگر یہ خیال نہ ہو تو بالکل حالت بدل جائے طالب علم پکے مسلمان بن جائیں ان میں حمیت وغیرت مذہبی پیدا ہوجائے انکے اخلاق درست ہوجائیں نیچریت ودہریت کا اثر انکے دلوں سے دور ہوجائے، انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوجائیں اور لباس اور فیشن وغیرہ ہر بات میں تقلید نصاریٰ کررہے ہیں اس سے چھوٹ جائیں غرضکہ ہزاروں طرح کی برکات حاصل کریں، میرا کچھ لکھنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے، حضور پر سب حال روشن ہے میں حضور سے یہ فتویٰ مانگتا ہوں، برائے مہربانی جواب باصواب سے خاکسار کو مشکور وممنون فرماکر عنداللہ ماجور رہوں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ حالات حاضرہ پر نظر کرتے ہوئے گورنمنٹ سے ترک موالات (عدم تعاون) کرنا اسلامی حکم ہے یا نہیں اور گورنمنٹ سے اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کو امداد لینی اور یونیورسٹی سے الحاق کرنا اندریں حالات چاہئے یا نہیں، جواب باصواب سے عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔ فقط والسلام

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ہ

مکرم کرم فرما سلمہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، رب عزوجل فرماتا ہے:

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھدٰھم اللہ واولٰئک ھم اولوا الالباب [1]

خوشخبری دو میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے پھر سب میں بہتر کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت فرمائی اور یہی عقل والے ہیں۔

من وتو کی کیا حقیقت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ معاندین کے چند طریقے رہے ہیں :

اوّل سرے سے بات نہ سُننا کہ :

لاتسمعوا لھٰذا القراٰن والغوا فیہ لعلکم تغلبون [2]

یہ قرآن سُنو ہی نہیں اور اس میں بیہودہ غل کرو شاید تم غالب آؤ۔

دوم سن کر مکابرانہ تکذیب کا منہ کھول دینا کہ : ان انتم الا تکذبون [3] تم تو نہیں مگر جھوٹے۔

سوم ہدایت کو معلل بالغرض بنانا کہ : ان ھٰذا لشئ یراد [4] اس میں تو ضرور کچھ مطلب ہے۔

چہارم حق کا باطل سے معارضہ کرنا :

ویجادل الذین کفروا بالباطل لیدحضوا بہ الحق واتخذوا اٰیٰتی وما انذروا ھزوًا [5]

کافر باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں کہ اُس سے حق کو زائل کریں اور اُنھوں نے میری آیتوں اور ڈراووں کو ہنسی بنالیا ہے۔

مسلمان پر فرض کہ ان سب طُرق باطلہ سے پرہیز کرے اور اُس پر عامل ہو جو راستہ پہلی آیت بشارت میں اُس کے رب نے بتایا ہر تعصب وطرفداری سے خالی الذہن ہو کر کان لگا کر بات سُنے اگر انصافاً حق پائے اتباع کرے کہ بارگاہِ عزت سے ہدایت و دانشمندی کا خطاب ملے ورنہ پھینک دینا تو ہر وقت اختیار میں ہے واللہ الہادی وولی الایادی۔

مدارس کے اقسام اور ان میں امداد لینے کے احکام

(۱) ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ کو بنارس کچی باغ سے یہ سوال آیا : "مدرسہ اسلامیہ عربیہ

---

[1] القرآن الکریم ۳۹ / ۱۸

[2] ؍؍ ؍؍ ۴۱ / ۲۶

[3] ؍؍ ؍؍ ۳۶ / ۱۵

[4] ؍؍ ؍؍ ۳۸ / ۶

[5] ؍؍ ؍؍ ۱۸ / ۵۶

جس میں پچیس سال سے گورنمنٹ سے امداد ماہوار ایک سو روپیہ مقرر ہے جس میں کتبِ فقہ و احادیث و قرآن کی تعلیم ہوتی ہے، ممبرانِ خلافت کمیٹی نے تجویز کیا کہ امداد نہ لینا چاہیئے۔ پس استفسار ہے کہ یہ امداد لینا جائز ہے یا نہیں؟ مدرسہ ہذا میں سوا تعلیمِ دینیات کے ایک حرف کسی غیر ملت وغیر زبان کی تعلیم نہیں ہوتی فقط۔"

اس کا جواب مطلق جواز ہوتا مگر پھر بھی احتیاطاً شکلِ شرط میں دیا گیا کہ "جبکہ وہ مدرسہ صرف دینیات کا ہے اور امداد کی بناء پر انگریزی وغیرہ اس میں داخل نہ کی گئی تو اس کے لینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں تعلیم دینیات کو جو مدد پہنچتی تھی اس کا بند کرنا محض بے وجہ ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔"

۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ کو کراچی سیتر بازار سے یہ سوال آیا: "ایک ایسے صوبے میں جس کی قریباً پچاسی فیصدی آبادی اسلامی کاشتکاروں پر مشتمل ہے جس کے سالانہ محاصل کا ایک حصہ تعلیمی امداد کے ذیل وصول کرکے حصہ رسدی مدارس مروّجہ امدادیہ کو تقسیم کیا جاتا ہے اس سے استفادہ جائز ہے ناجائز؟ خصوصاً ایسے مدارس کے لئے جو کامل اسلامی اہتمام کے ماتحت جاری ہیں جن کی دینی تعلیم پر اربابِ حکومت کسی نہج معترض نہیں ہوتے اور جن کی نصابِ تعلیم کا سرکاری حصہ مروّجہ تعلیم بھی تخفیف سے خفیف شائبہ موانع شرعیہ سے جزءً و کلاً پاک ہے فقط۔"

اس کا جواب یہ دیا گیا: "جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں اور ان میں وہابیت، نیچریت وغیرہما کا دخل نہ ہو اُن کا جاری رکھنا موجب اجرِ عظیم ہے، ایسے مدارس کے لئے گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی لینا جائز تھا نہ کہ جب وہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہے واللہ تعالیٰ اعلم"

ندوہ کو بھی گورنمنٹ سے امداد ملتی تھی اور جہاں تک میرا خیال ہے اس پر ایسے قیود نہ تھے جو آپ نے ذکر کئے اور ضرور کچھ مدارس وہ بھی ہیں جن پر امداد امورِ خلافِ شرع سے مقید یا ان کی طرف منجر ہو وہ بلاشبہ ناجائز ہے اگرچہ صرف اسی قدر کہ کھیل میں بے ستری یا خلافِ حیاء و مخرب اخلاق باتوں کی شرط ہو خصوصاً وہ صورت جو آپ نے بیان کی کہ نصاب میں وہ کتابیں مقرر ہوں جن میں خلافِ اسلام باتیں ہیں حتیٰ کہ معاذ اللہ توہینِ شانِ رسالت اس میں حرمت در کنار کفر نقد وقت ہے والعیاذ باللہ تعالےٰ مولوی حاکم علی صاحب کی تحریر میں کوئی تفصیل نہ تھی لہذا یہ جواب دینا ضرور ہوا: "وہ الحاق واخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام و مخالف شریعت سے مشروط نہ اس کی طرف منجر تو اس کے جواز میں کلام نہیں ورنہ ضرور ناجائز و حرام ہوگا"۔ یہ جواب دونوں صورتوں کو حاوی اور ناقابلِ تبدیل ہے حالاتِ حاضرہ سے اس کی کسی شق میں تغیر نہ ہوا نہ یہاں کوئی جواب مطلق بلا شرط ہو سکتا ہے۔

لیڈر امداد چھڑاتے ہیں اور مخربِ دین تعلیموں پر اب تک قائم ہیں

(۲) انگریزوں کی تقلید فیشن وغیرہ سے آزادی اور دہریت و نیچریت سے نجات بہت دل خوش کن کلمات ہیں خدا ایسا ہی کرے مگر یہ صرف ترکِ امداد والحاق سے حاصل نہیں ہو سکتے اُس آگ کے بجھانے سے ملیں گے جو سید احمد خاں نے لگائی اور اب تک بہت سے لیڈروں میں اسکی لپٹیں مشتعل ہیں انگریزی اور وہ بے سود و تضییعِ اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا جو صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے ایں و آں و مہملات پر مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیتِ دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو، وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا، جیسا کہ عام طور پر مشہود و معہود ہے جب تک یہ نہ چھوڑی جائیں اور تعلیم و تکمیل عقائدِ حقہ و علومِ صادقہ کی طرف باگیں نہ موڑی جائیں دہریت و نیچریت کی بیخ کنی ناممکن ہے، کیا لیڈر اس میں ساعی ہیں؟ ہرگز نہیں، صرف امداد والحاق ترک کراتے ہیں جو ظاہری تعلق ہیں اور تعلیمات کے گہرے تعلقات نہ چھڑاتے ہیں نہ چھوٹیں گے، کیا انھیں میں نہیں وہ لوگ جن سے پوچھا جاتا کہ صاحبزادوں کو قرآن نہ پڑھایا تو جواب دیتے کیا ان سے سوم کے چنے پڑھوانا ہیں، کیا اب ان کے خیالات بدل گئے، کیا اب انھوں نے انگریزی کے سوا اور رزاق سمجھ لیا، کیا اب یہ جواب نہ دیں گے کہ پرانے علوم سیکھ کر کیا کھائیں گے، کیا اب انھیں شبلی کے شعر بھول گئے ؎

سیارے ہیں اب نئی چمک کے — وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے
اب صورتِ ملک و دیں نئی ہے — افلاک نئے زمیں نئی ہے
سب بھول گئے ہیں ماسبق کو — گردوں نے اُلٹ دیا ورق کو
قائم جو وہ انجمن نہیں ہے — اُس نقد کا اب چلن نہیں ہے
القصہ یہ بات کی تھی تسلیم — یعنی کہ علومِ نو کی تعلیم
تدبیرِ شفا جو ہے تو یہ ہے — اس دُکھ کی دوا جو ہے تو یہ ہے
تقویم کہن سے ہاتھ اٹھائیں — تہذیب کے دائرے میں آئیں
سیکھیں وہ مطالبِ نو آئیں — یورپ میں جو ہو رہے ہیں تلقیں
وہ گنجِ گرانِ دانشِ فن — وہ فلسفۂ جدید بیکن
کپلر کی وہ نکتہ آفرینی — نیوٹن کے مسائلِ یقینی

اور بالفرضِ غلط ایسا ہو بھی تو اکثر لیڈر کہ انھیں تعلیمات فارغہ کے بل پر لیڈر بنے کس مصرف کے رہیں گے جب وہ مردودیہ خود مطرود، کیا اس وقت یہ شعرِ حالی اُن کا ترجمانِ حال نہ ہوگا ؎

قلی یا نفر ہو تو کچھ کام آئے
مگر ان کو کس مد میں کوئی کھپائے[1]

لیڈر نصارٰی کی ادھوری غلامی چھوڑتے اور مشرکین کی پوری غلامی مناتے ہیں

(۳) نصارٰی کی یہ غلامی کہ پیر نیچر نے تمامی لیڈر جس کے اب زبانی شاکی ہیں اور دل سے پرانے حامی، اُس کے نتائج تشبہ وضع تحقیرِ شرع وشیوع دہریت و فروغ نیچریت مطابقی نہ تھے بلکہ التزامی، اب اگر بعد خرابی بصرہ آنکھیں کھلیں اور اُسے چھوڑنا چاہتے ہیں مبارک ہو اور خدا سچ کرے اور راست لائے مگر للہ انصاف، وہ غلامی ادھوری تھی سید احمد خاں نے کسی پادری یا نصرانی کو امورِ دین میں صراحۃً اپنا امام و پیشوا نہ لکھا تھا آیات و احادیث کی تمام عمر کو چرچ یا صلیب پر نثار کرنا نہ کہا تھا کسی پادری کو مساجد میں مسلمانوں کا واعظ و ہادی نہ بنایا تھا نصرانیت کی رضا کو خدا کی رضا یا کسی پادری کو نبی بالقوہ نہ بتایا تھا اور اب مشرکین کی پوری غلامی ہو رہی ہے اُن کے ساتھ یہ سب کچھ اور اُن سے بہت زائد کیا جا رہا ہے، یہ کون سا دین ہے، نصارٰی کی ادھوری سے اجتناب اور مشرکین کی پوری میں غرقاب، فرمن المطر ووقف تحت المیزاب ع

چلے پرنالے کے نیچے ٹھہرے مینہ سے بھاگ کر

موالات ہر کافر سے حرام ہے

(۴) موالات مطلقاً ہر کافر ہر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع الاسلام ہو اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریبی ہو،

قال تعالٰی :

لا تجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[2]	تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں اللہ و رسول کے مخالفوں سے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

موالات صوریہ کے احکام

حتی کہ صوریہ کو بھی شرع مطہر نے حقیقیہ کے حکم میں رکھا، قال تعالٰی :

---

[1] مسدس حالی مطبوعہ نولکشور لاہور ص ۶۴

[2] القرآن الکریم ۵۸ / ۲۲

28 يايها الذين اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق [1]

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم تو ان کی طرف محبت کی نگاہ ڈالتے ہو اور وہ اُس حق سے کفر کر رہے ہیں جو تمہارے پاس آیا۔

یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی کہ نزول کریمہ دربارہ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ احد اصحاب البدر رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم ہے کما فی الصحیحین [2] البخاری ومسلم (جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں ہے۔ ت)، تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے:

فیہ زجر شدید للمؤمنین عن اظہار صورۃ الموالاۃ لھم وان لم تکن موالاۃ فی الحقیقۃ [3]

اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو سخت جھڑکی ہے اس بات سے کہ کافروں سے وہ بات کریں جو بظاہر محبت ہو اگرچہ حقیقت میں دوستی نہ ہو۔

مگر صورۃً ضرورۃً خصوصاً باکراہ، قال تعالٰی:

الا ان تتقوا منھم تقٰۃ [4]

مگر یہ کہ تمہیں اُن سے واقعی پورا ڈر ہو۔

وقال تعالٰی:

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان [5]

مگر وہ جو پورا مجبور کیا جائے اور اُس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔

مجرد معاملت کا حکم اور معاملت مجردہ سوائے مرتدین ہر کافر سے جائز ہے جبکہ اُس میں نہ کوئی اعانت کفر یا معصیت ہو نہ اضرار اسلام وشریعت، ورنہ ایسی معاملت مسلم سے بھی حرام ہے چہ جائیکہ کافر۔ قال تعالٰی:

ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان [6]

گناہ وظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۱

[2] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب لاتتخذوا عدوی وعدوکم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۲۶

[3] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) سورۃ ۵/ ۵۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۸

[4] " ۳/ ۲۸

[5] " ۱۶/ ۱۰۶

[6] " ۵/ ۲

28
28

غیر قوموں کے ساتھ جوازِ معاملت کی مجمل تفصیل اُس فتوے میں آپ ملاحظہ فرما چکے، ہر معاملت کے ساتھ وہ قید لگادی ہے جس کے بعد نقصانِ دین کا احتمال نہیں، ان احکامِ شرعیہ کو کبھی حالات دائرہ نے کچھ نہ بدلا، نہ یہ شریعت بدلنے والی ہے،

لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔[1] باطل نہیں آسکتا نہ اُس کے آگے نہ اُس کے پیچھے سے، اتارا ہوا ہے حکمت والے سراہے گئے کا۔

(۵) احکامِ الٰہیہ میں لیڈروں کی طرح طرح کھینچ تان بلکہ کایا پلٹ

للہ انصاف، اس میں کون سی کھینچ تان ہے، جتنی بات کہی گئی صاف صریح احکامِ شرعیہ و جزئیاتِ منصوصہ میں کھینچ تان کر احکامِ شرعیہ میں تغییر کا وقت خادمِ شرع کے لئے نہ اب ہے نہ کبھی تھا، نہ کبھی ہو، ہاں خادمانِ گاندھی کے لئے نہ صرف کھینچ تان بلکہ کلامِ الٰہی و احکامِ الٰہی کو یکسر کایا پلٹ کر کے فرضیت موالاتِ کفار بنا لینے کا وقت ہے۔ مسجد میں کسی دبے ہوئے ذمی کے ذلت خواری کے ساتھ آنے کے جواز کا اختلافی مسئلہ نکالیں اور مشرک کو بروجہ استعلاء مسجد میں لے جانا اور مسلمانوں کا واعظ و ہادی بنانا مسندِ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جانا اُس پر ڈھالیں، دبے ہوئے ملتجی بے قابو مشرک سے کوئی بالائی خدمت یا زرہ خود وبکتر عاریۃً لینے کے جواز کا مسئلہ دکھائیں اور اُس سے خود سر خود غرض زبردست، خونخوار مشرکوں کے دامن پکڑنا، اُن کے سایہ میں پناہ لینا، اُن صریح بدخواہوں کی رائے پر اپنے آپ کو سپرد کردینا منائیں، کفارِ معاہدین یا بعض کے نزدیک قتال سے بالذات

عہ خود محررِ مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الآثار[2] میں فرماتے ہیں: اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم انہ قال فی التاجر یختلف الی ارض الحرب انہ لاباس بذٰلک مالم یحمل الیھم سلاحا او کراعا وسلبا، قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ۔ یعنی ہمیں امام اعظم نے امام حماد بن ابی سلیمان انہوں نے امام ابراہیم نخعی سے خبر دی کہ تجارت کے لئے دار الحرب میں تاجر کی آمد و رفت جائز ہے جب تک اُن کی طرف ہتھیار یا گھوڑے یا قیدی نہ لے جائے، امام محمد نے فرمایا اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول امام اعظم کا ہے۔ نیز موطا شریف کی عبارت آتی ہے کہ مشرک مقاتل کو ہدیہ بھیجنے میں حرج نہیں جب تک ہتھیار یا زرہ کا بھیجنا نہ ہو، اور یہی قول امام اعظم اور ہمارے عام فقہاء کا ہے[3] انتہی ۱۲ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۲

[2] کتاب الآثار امام محمد باب حمل التجارۃ الی ارض الحرب حدیث ۱۵۱ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۶۷

[3] موطا امام محمد باب مایکرہ من لبس الحریر والدیباج آفتاب عالم پریس لاہور ص ۳۷۱

عاجزین کے ساتھ کچھ مالی سلوک کی رخصت والی آیت سنائیں اور اُسے خوانخواہ مشرکین سخت اعدائے اسلام و مسلمین کے ساتھ اتحاد و وداد بلکہ غلامی و انقیاد کی نہ صرف رخصت بلکہ اعظم فرضیت کی دلیل بنائیں، ان سب کا بیان بعونہٖ تعالٰی ابھی آتا ہے آپ انصاف کرلیں گے کس نے کھینچ تان کی، حاشا نہ صرف کھینچ تان بلکہ کمال جسارت سے احکامِ الٰہیہ کا پایلٹ کرکے قرآن و حدیث کی عمر بُت پرستی پر قربان کی۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

تعلیم کے لئے امداد لینا اور لیڈروں کی دینی حالت کہ اسلام اُن کو نہ جب مدِّ نظر نہ تھا نہ اب ہے

(۶) اور تعلیم دین کے لئے گورنمنٹ سے امداد قبول کرنا جو مخالفتِ شرع سے مشروط نہ اس کی طرف منجر ہو یہ تو نفع بے غائلہ ہے جس کی تحریم پر شرع مطہر سے اصلاً کوئی دلیل نہیں، دین پر قائم رہو مگر دین میں زیادت نہ کرو، کیا نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے سلاطینِ کفار کے ہدایہ قبول نہ فرمائے، جو وجوہ شناعت آپ نے اُن مدارس میں لکھیں کہ امور مخالف اسلام حتی کہ توہینِ حضور سیّد الانام علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام کی تعلیم داخل نصاب ہے بیشک جو اس قسم کے اسکول یا کالج ہوں اُن میں نہ فقط اخذ امداد بلکہ تعلیم و تعلّم سب حرام قطعی بلکہ مستلزم کفر ہے، آپ فرماتے ہیں یہ میں اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کا ذکر کر رہا ہوں پھر غیر اسلامیہ کا کیا پُوچھنا، مگر افسوس اور سخت افسوس یہ کہ آج آپ کو جتنے لیڈر دکھائی دیں گے وہ اور اُن کے بازو اور ان کے ہم زبان عام طور پر انھیں اسکولوں کالجوں کے کاسہ لیس ملیں گے، انھیں سے بڑی بڑی ڈگریاں ایم اے، بی اے کی پائے ہوئے ہوں گے، کیا اس وقت تک ان میں یہ جناشتیں نہ تھیں، ضرور تھیں مگر ان صاحبوں کو مقبول اور منظور تھیں، اور اب بھی جو آنکھ کھلی تو صرف ایک گوشہ انگریزوں کی طرف کی اور وہ بھی شریعت پر زیادت کے ساتھ کہ اُن سے مجرد معاملت بھی حرام قطعی بلکہ کفر، اور مشرکوں کی طرف کی پہلے سے بھی زیادہ پٹ ہوگئی کہ اُن سے وداد و اتحاد واجب بلکہ اُن کی غلامی و انقیاد فرض، انھیں راضی کرلیا تو خدا کو راضی کرلیا تو ثابت ہوا کہ اسلام ان حضرات کو نہ جب مدِّ نظر تھا ورنہ ایسی مخرب دین تعلیموں سے بھاگتے نہ اب مدنظر ہے ورنہ مشرکوں کے اتحاد و انقیاد کے فتنے نہ جاگتے ؎

نہ آغاز بہتر نہ انجام اچھا

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲

موالات کی بحث

(۷) ترکِ معاملت کو ترکِ موالات بنا کر قرآنِ عظیم کی آیتیں کہ ترکِ موالات میں ہیں سو جھیں مگر فتوائے مسٹر گاندھی سے ان سب میں استثنائے مشرکین کی پچر لگائی کہ آیتیں اگرچہ عام ہیں مگر ہندوؤں کے بارے میں نہیں، ہندو تو بادیانِ اسلام ہیں، آیتیں صرف نصارٰی کے بارے میں ہیں اور نہ کل نصارٰی فقط انگریز، اور انگریز بھی کل تک ان کے مورد نہ تھے حالاتِ حاضرہ سے ہوئے ایسی ترمیمِ شریعت و تغییرِ احکام و تبدیلِ اسلام کا نام خیر خواہیِ اسلام رکھا ہے ترکِ موالاتِ کفار میں قرآنِ عظیم نے ایک دو، دس بیس جگہ تاکید شدید پر اکتفا نہ فرمائی بلکہ بکثرت جابجا کان کھول کر تعلیمِ حق سنائی اور اس پر بھی تنبیہ فرمادی کہ :

قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[1]

ہم نے تمہارے لئے آیتیں صاف کھول دی ہیں اگر تمہیں عقل ہو۔

مگر تو بہ کہاں عقل اور کہاں کان، یہ سب تو وادِ ہنود پر قربان، لاجرم اُن سب سے ہندوؤں کا استثنار کرنے کے لئے بڑے بڑے آزاد لیڈروں نے قرآنِ عظیم میں تحریفیں کیں، آیات میں پیوند جوڑے، پیش تویش واحد قہار کو اصلاحیں دیں اُن کی تفصیل گزارش ہو تو دفترِ طویل نگارش ہو۔

آیۂ ممتحنہ کا روشن بیان

ایک آیۂ کریمہ کے بیان پر اقتصار کروں کہ وہی ان سب چھوٹے بڑے لیڈروں کی نقل مجلس ہے یعنی کریمۂ ممتحنہ لاینھٰکم اللّٰہ الاٰیۃ

اس میں اکثر اہلِ تاویل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہیں فرماتے ہیں، اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمہیں ممانعت نہیں۔

امام مجاہد تلمیذ اکبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ ان کی تفسیر بھی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس ہی سمجھی جاتی ہے، فرماتے ہیں، اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جنھوں نے مکہ مکرمہ سے ابھی ہجرت نہ کی تھی، رب عزوجل فرماتا ہے ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔

بعض مفسرین نے کہا، مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت ہی نہیں۔

قولِ اکثر کی حجت حدیثِ بخاری و مسلم و احمد وغیرہ ہے کہ سیدتنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس ان کی والدہ قتیلہ بحالتِ کفر آئی اور کچھ ہدایا لائی انھوں نے نہ اس کے ہدیے قبول کئے نہ آنے دیا کہ تم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

کافرہ ہو جب تک سرکار سے اذن نہ ملے تم میرے پاس نہیں آسکتیں۔ حضور میں عرض کی اُس پر آیۂ کریمہ اُتری کہ اُن سے ممانعت نہیں، یہ واقعہ زمانۂ صلح و معاہدہ کا ہے خصوصاً یہ تو ماں کا معاملہ تھا ماں باپ کیلئے مطلقاً ارشاد ہے وصاحبهما فی الدنیا معروفاً[1] دنیوی معاملوں میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہ۔

ظاہر ہے کہ قولِ امام مجاہد پر تو آیۂ کریمہ کو کفار سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے اور نہ اب وہ کسی طرح قابلِ نسخ، اور قولِ سوم یعنی ارادۂ نساء و صبیان پر بھی اگر منسوخ نہ ہو ان دوستانِ ہنود کو نافع نہیں کہ یہ جن سے وداد و اتحاد منا رہے ہیں عورتیں اور بچے نہیں، قولِ اول پر بھی کہ آیت اہلِ عہد و ذمہ کیلئے ہے اور یہی قولِ اکثر جمہور ہے آیۂ کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں، لاجرم اکثر اہلِ تاویل اُسے محکم مانتے ہیں۔

آیۂ ممتحنہ میں ائمہ حنفیہ کا مسلک

اور اسی پر ہمارے ائمہ حنفیہ نے اعتماد فرمایا کہ آیۂ لا ینھٰکم در بارۂ اہلِ ذمہ اور آیۂ ینھٰکم اللہ حربیوں کے بارے میں ہے۔ اسی بنا پر ہدایہ و درر و غیرہما کتبِ معتمدہ میں فرمایا: کافر ذمی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے باطل و حرام، آیۂ لا ینھٰکم اللہ نے ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا اور آیۂ انما ینھٰکم اللہ نے حربی کے ساتھ احسان حرام۔ عبارتِ ہدایہ یہ ہے:

یجوز ان یوصی المسلم للکافر والکافر للمسلم فالاول لقولہ تعالٰی لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الآیۃ، والثانی لانھم بعقد الذمۃ ساووا المسلمین فی المعاملات ولھٰذا جاز التبرع من الجانبین فی حالۃ الحیاۃ فکذا بعد الممات وفی الجامع الصغیر الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ لقولہ تعالٰی انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین الآیۃ۔[2]

جائز ہے کہ مسلمان (ذمی) کافر کے لئے وصیت کرے اور کافر مسلمان کے لئے، اوّل تو اس دلیل سے کہ اللہ تعالٰی تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں آخر آیت تک، اور دوم اس لئے کہ وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہوگئے اسی لئے زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ مالی نیک سلوک کرسکتا ہے تو یوں ہی بعد موت بھی، اور جامع صغیر میں ہے حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تو تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں آخر آیت تک۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۵

[2] الھدایۃ کتاب الوصایا مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۶۵۳

کافرؑ سے خاص ذمی مراد ہے بدلیل قولہ انھم بعقد الذمۃ و لہذا امام اکمل نے عنایہ میں اس کی شرح یوں فرمائی :

وصیۃ المسلم للکافر الذمی وعکسہا جائزۃ۔[1]

مسلمان کا کافر ذمی کیلئے وصیت کرنا اور اس کا عکس جائز ہے ۱۲

امام اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا :

اراد بالکافر الذمی لان الحربی لاتجوز لہ الوصیۃ علی ما نبین۔

عبارت ہدایہ میں کافر سے ذمی مراد ہے اس لئے کہ حربی کے لئے وصیت جائز نہیں جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے ۱۲

ایسا ہی جوہرہ نیرہ و مستصفیٰ میں ہے[2] کفایہ میں فرمایا :

ارادبہ الذمی بدلیل التعلیل ورو ایۃ الجامع الصغیر ان الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ۔[3]

صاحبِ ہدایہ نے کافر سے ذمی مراد لیا ایک تو ان کی دلیل اس پر گواہ ہے کہ فرمایا وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہو گئے دوسرے جامع صغیر کی روایت کہ حربیوں کیلئے وصیت باطل ہے۔

اسی کو وافی و کنز و تنویر وغیرہا متون میں یوں تعبیر فرمایا :

یجوز ان یوصی المسلم للذمی و بالعکس[4]

جائز ہے کہ مسلمان ذمی کے لئے وصیت کرے اور اس کا عکس بھی ۱۲۔

تفسیر احمدی میں ہے :

والحاصل ان الاٰیۃ الاولٰی ان کانت

حاصل یہ کہ پہلی آیت جس میں نیک سلوک کی

عہ یہاں سے بعض مفتیان اجہل کی جہالتِ شدیدہ ظاہر ہوئی جنھوں نے عبارتِ ہدایہ کو مشرکینِ ہند پر جمایا طرفہ یہ کہ اپنی ہی نقل کردہ عبارت نہ سوجھی لانھم یعقد الذمۃ سوجھی کیوں نہیں قصداً عوام کو دھوکے دینے کی ٹھہرائی ۱۲۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[1] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الوصایا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/۳۵۵
[2] الجوہرۃ النیرۃ (مفہوماً) کتاب الوصایا مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۹۱
[3] الکفایۃ مع فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/۳۵۵
[4] کنز الدقائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۱۴

في الذمي والثانية في الحربي كما هو الظاهر وعليه الأكثرون كان دالا على جواز الاحسان الى الذمي دون الحربي، ولهذا تمسك صاحب الهداية في باب الوصية ان الوصية للذمي جائزة دون الحربي لانه نوع احسان وبهذا المعنى قال في باب الزكوة ان الصدقة النافلة يجوز اعطاؤها للذمي دون الحربي [1]

رخصت ہے اگر دربارۂ ذمی ہو اور دوسری جس میں مقاتلین سے ممانعت ہے دربارۂ حربی جیسا کہ یہی ظاہر ہے اور یہی مذہب اکثر ائمہ ہے تو آیتیں دلیل ہوں گی کہ ذمی کے ساتھ نیک سلوک جائز ہے اور حربی کے ساتھ حرام ولہذا صاحبِ ہدایہ نے باب الوصیۃ میں انھیں آیتوں کی سند سے فرمایا کہ ذمی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے حرام کہ وہ ایک طرح کا احسان ہے اور اسی کے سبب باب الزکوٰۃ میں فرمایا کہ نفلی صدقہ ذمی کو دینا حلال اور حربی کو دینا حرام ۱۲۔

نہایۂ امام سغناقی وغایۃ البیان امام اتقانی و بحر الرائق وغنیہ علامہ شرنبلالی میں ہے:

واللفظ للبحر صح دفع غير الزكوة الى الذمي لقوله تعالٰى لا ينهٰكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين الأية وقيد بالذمي لان جميع الصدقات فرضا كانت او واجبة او تطوعا لا تجوز للحربي اتفاقا كما في غاية البيان لقوله تعالٰى ينهٰكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين واطلقه فشمل المستامن وقد صرح به في النهاية۔ [2]

زکوٰۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے: تمھیں اللہ ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔ ذمی کی قید اس لئے لگائی کہ حربی کے لئے جملہ صدقات حرام ہیں فرض ہوں یا واجب یا نفل، جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے، اس لئے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اللہ تمھیں ان سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔ حربی کو مطلق رکھا تو مستامن کو بھی شامل ہوا جو سلطانِ اسلام سے پناہ لے کر دار الاسلام میں آیا اُسے بھی کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں، اور نہایہ میں اس کی صاف تصریح ہے۔

---

[1] التفسيرات الاحمدية — سورة الممتحنة — المطبع الكريمي بمبئي — ص ٧٠٠ - ٦٩٩

[2] البحر الرائق — باب المصرف — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ٢/ ٢٤٢

تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتح اللہ المعین سید ازہری میں ہے :

لایجوز دفع الزکٰوۃ الی ذمی وقال زفر یجوز لقولہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین صرف الصدقات کلھا الیھم بخلاف الحربی المستامن حیث لایجوز دفع الصدقۃ الیہ لقولہ تعالٰی انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واجمعوا علی ان فقراء اھل الحرب خرجوا من عموم الفقراء[1] (ملخصاً)

ذمی کو زکوٰۃ دینا توجائز نہیں، اور امام زفر نے فرمایا تمام قسم کے صدقات دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تمھیں ان سے نہیں روکتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں بخلاف حربی اگرچہ مستامن ہو کہ اسے کسی قسم کا صدقہ دینا حلال نہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تمھیں ان سے روکتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں، اور ائمہ امت کا اجماع ہے کہ قرآن عظیم میں جو صدقات فقراء کے لئے بتائے حربی فقیر ان سے خارج ہیں۔

جوہرہ نیرہ میں ہے :

انما جازت الوصیۃ للذمی ولم تجز للحربی لقولہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم، ثم قال انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین[2] الاٰیۃ۔

خاص ذمی کے لئے وصیت جائز اور حربی کے لئے حرام اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اللہ تعالٰی تمھیں اُن سے نیک سلوک کو منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں اور تمھیں گھروں سے نہ نکالا پھر فرمایا اللہ تمھیں اُن سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں۔

کافی میں ہے :

یجوز ان یدفع غیر الزکوٰۃ الی ذمی وقال ابویوسف والشافعی لایجوز کالزکوٰۃ ولنا قولہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن

زکوٰۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتا ہے اور امام ابویوسف و امام شافعی نے فرمایا اور صدقات بھی ذمی کو نہیں دے سکتا جیسے زکوٰۃ ہماری دلیل،

[1] تبیین الحقائق	باب المصرف	المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر	۱/۳۰۰
[2] الجوہرۃ النیرۃ	کتاب الوصایا	مکتبہ امدادیہ ملتان	۲/۳۹۱

الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم[1]۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں بھلائی میں ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔

فتح القدیر میں ہے :

الفقراء فی الکتاب عام خص منہ الحربی بالاجماع مستندین الی قولہ تعالٰی انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین[2]۔

قرآنِ عظیم میں فقراء کا لفظ عام ہے باجماعِ امت حربی اس سے خارج ہیں اجماع کی سند اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں اُن سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔

عنایہ و معراج الدرایہ و محیط برہانی و جوہرہ و چلپی زادہ و شرنبلالی و بدائع و سیرکبیر امام محمد کی عبارتیں عنقریب آتی ہیں، یہ ہے مسلکِ ائمہ حنفیہ جسے حنفی بننے والے لیڈر یوں مسخ و نسخ کی دیوار سے مارتے ہیں اور اس سے حربی مشرکوں کے ساتھ نرا احسان مالی نہیں بلکہ وداد اتحاد بگھارتے ہیں۔

آیت میں نسخ کے اقوال

یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون[3]۔ دیدہ دانستہ بات سمجھ کر اس کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔

آیۂ کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑے اُن کے نزدیک وہ ضرور آیاتِ قتال و غلظت سے منسوخ ہے، اجلّہ ائمہ تابعین مثل امام عطا بن ابی رباح استاذ امام اعظم ابوحنیفہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے : ما رأیت افضل من عطا میں نے امام عطا سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔ و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولٰی امیر المومنین عمر فاروق اعظم و قتادہ و تلمیذ خاص حضرت انس خادمِ خاص حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح فرمائی، تفسیر کبیر میں ہے :

اختلفوا فی المراد من "الذین لم یقاتلوکم" فالاکثر علی انھم اھل العھد

اس میں اختلاف ہوا کہ "وہ جو تم سے دین میں نہ لڑیں" اُن سے کون لوگ مراد ہیں، اکثر اہلِ تاویل اس پر ہیں

---

[1] کافی شرح وافی

[2] فتح القدیر　باب من یجوز دفع الصدقۃ الخ　مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر　۲/۲۰۷

[3] القرآن الکریم　۲/۷۵

الذين عاهدوا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی ترك القتال و المظاهرة فی العداوة وهم خزاعة کانوا عاهدوا الرسول علیٰ ان لا یقاتلوه ولا یخرجوه، فامر الرسول علیه الصلوٰة والسلام بالبر والوفاء الی مدة اجلهم وهذا قول ابن عباس ومقاتل ابن حیان ومقاتل ابن سلیمٰن ومحمد ابن سائب الکلبی، وقال مجاهد الذین اٰمنوا بمکة ولم یهاجروا وقیل هم النساء والصبیان، وعن عبد الله بن الزبیر انها نزلت فی اسماء بنت ابی بکر قدمت امها قتیلة علیها وهی مشرکة بهدایا فلم تقبلها ولم تأذن لها بالدخول فامرها النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان تدخلها وتقبل منها وتکرمها وتحسن الیها، وقیل الاٰیة فی المشرکین وقال قتادة نسختها اٰیة القتال[1]

کہ اُن سے اہلِ عہد مراد ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ حضور سے لڑیں گے نہ دشمن کی مدد کریں گے، اور وُہ بنی خزاعہ ہیں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ لڑیں گے نہ مسلمانوں کو مکہ معظمہ سے نکالیں گے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہُوا کہ اُن کے ساتھ نیک سلوک فرمائیں اور اُن کا عہد مدتِ موعود تک پُورا کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباس و مقاتل بن حیان و مقاتل بن سلیمٰن و محمد بن سائب کلبی کا یہی قول ہے، اور امام مجاہد نے فرمایا: وُہ مسلمانانِ مکہ مراد ہیں جنھوں نے ابھی ہجرت نہ کی تھی۔ اور بعض نے کہا: عورتیں اور بچّے مراد ہیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیۂ کریمہ حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں اُتری اُن کی ماں قتیلہ بحالتِ کفر اُن کے پاس کچھ ہدیے لے کر آئیں اُنھوں نے نہ ہدیے قبول کیے نہ انھیں آنے کی اجازت دی، تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُنھیں حکم فرمایا کہ اُسے آنے دیں اور اُس کے ہدیے قبول کریں اور اس کی خاطر اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ اور بعض نے کہا آیت دربارۂ مشرکین ہے۔ قتادہ نے کہا: وُہ آیۂ جہاد سے منسوخ ہوگئی۔

صحیح مسلم شریف میں اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہے:

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) زیر آیۃ لاینھٰکم اللہ الخ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۲۹/۳۰۲-۳۰۳

قدمت علی امی وھی مشرکۃ فی عہد قریش اذ عاھدھم فاستفتیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قلت قدمت علی امی وھی راغبۃ افاصل امی قال نعم صلی امک[1]

میری ماں کہ مشرکہ تھی اُس زمانہ میں کہ کافروں سے معاہدہ تھا میرے پاس آئی میں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فتوٰی پُوچھا کہ میری ماں طمع لے کر میرے پاس آئی ہے، کیا میں اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کروں؟ فرمایا: ہاں اپنی ماں سے نیک سلوک کر۔

جمل میں قرطبی سے ہے،

ھی مخصوصۃ بالذین اٰمنوا ولم یھاجروا وقیل یعنی بہ النساء والصبیان لانھم من لایقاتل فاذن اللہ فی برھم حکاہ بعض المفسرین وقال اکثر اھل التاویل ھی محکمۃ واحتجوا بان اسماء بنت ابی بکر سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل تصل امھا حین قدمت علیھا مشرکۃ قال نعم، اخرجہ البخاری ومسلم اھ[2]

یہ آیت خاص ہے ان کے بارے میں جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی، اور بعض نے کہا اس سے عورتیں اور بچے مراد ہیں اس لئے کہ وہ لڑنے کے قابل نہیں، تو اللہ تعالٰی نے ان کے ساتھ مالی نیک سلوک کی اجازت دی، اسے بعض مفسرین نے نقل کیا۔ اور اکثر اہل تاویل نے کہا آیت محکم ہے، اور اس سے سند لائے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال کیا کیا اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کرے جب وہ ان کے پاس بحالتِ شرک آئی تھیں؟ فرمایا: ہاں۔ اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

تفسیر درمنثور میں ہے:

اخرج حمید وابن المنذر عن مجاھد فی قولہ لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم الاٰیۃ قال ان تستغفروا وتبروھم وتقسطوا الیھم ھم

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے امام مجاہد سے تفسیر کریمہ لاینھٰکم الخ میں روایت کیا، فرمایا معنی آیت یہ ہیں کہ اللہ تمہیں منع نہیں فرماتا کہ تم ان کی مغفرت کی دعا کرو اور ان سے نیک سلوک وانصاف کا

۱؎ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۴

۲؎ الفتوحات الالٰھیۃ (الشہیر بالجمل) زیر آیہ لاینھٰکم اللہ الخ مصطفی البابی مصر ۴/۳۲۸

الذین اٰمنوا بمکۃ ولم یھاجروا اھ[1]

برتاؤ برتو اس سے مراد کون لوگ ہیں وہ جو مکہ میں ایمان لائے تھے اور ہجرت نہ کی۔

تفسیر جامع البیان میں بسند صحیح ہے:

حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وھب قال قال ابن زید وسألتہ عن قول اللہ عزوجل لاینھٰکم اللہ الاٰیۃ فقال ھذا قد نسخ نسخہ القتال۔[2]

مجھ سے یونس نے حدیث بیان کی کہ مجھ کو ابن وہب نے خبر دی کہا جب میں نے امام ابن زید سے کریمہ لاینھٰکم اللہ کے بارے میں پوچھا، فرمایا یہ منسوخ ہے حکم جہاد نے اسے نسخ فرمادیا۔

تفسیر درمنثور میں ہے:

اخرج ابوداؤد فی تاریخہ وابن المنذر عن قتادۃ لاینھٰکم اللہ الاٰیۃ نسختھا اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم[3]

ابوداؤد نے اپنی تاریخ اور ابن المنذر نے تفسیر میں قتادہ سے روایت کیا کریمہ لاینھٰکم اللہ کو اس آیت نے منسوخ فرمادیا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔

اسی میں ہے:

ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن مقاتل فی قولہ تعالٰی وقاتلوا المشرکین کافۃ قال نسخت ھذہ الاٰیۃ کل اٰیۃ فیھا رخصۃ[4]

ابن ابی حاتم وابو الشیخ نے اپنی تفسیروں میں مقاتل سے روایت کیا کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد نے کہ سب مشرکوں سے قتال کرو، اس سے پہلے جتنی آیتوں میں کچھ رخصتیں تھیں سب منسوخ فرمادیں۔

تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیر کریمہ یایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم ہے:

قال عطاء نسخت[ع] ھذہ الاٰیۃ کل

امام عطا رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کافروں کے

ع یہاں سے اس جاہل مفتی کی جہالت ظاہر ہوگئی جس نے آیہ کریمہ لاینھٰکم کو کہا کہ واغلظ علیھم سے اس کو کسی نے منسوخ نہیں بتایا۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ۔

---

[1] الدرالمنثور (تفسیر) زیر آیۃ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶/ ۲۰۵

[2] جامع البیان لابن جریر الطبری 〃 〃 〃 〃 〃 〃 مطبعۃ میمنہ مصر ۲۸/ ۴۱

[3] الدرالمنثور زیر آیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶/ ۲۰۵

[4] 〃 〃 〃 وقاتلوا المشرکین کافۃ الخ 〃 〃 〃 〃 ۳/ ۲۳۶

شیئ من العفو والصفح ۱؎

ساتھ معافی و درگزر کی جتنی اجازتیں تھیں سب اس آیہ کریمہ نے منسوخ فرمادیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں زیر کریمۂ لاینھٰکم اللہ ہے:

ھذہ الاٰیۃ منسوخۃ بقولہ تعالٰی اقتلوا المشرکین الاٰیۃ ۲؎

یہ آیت اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے منسوخ ہے کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ تلوار کے گھاٹ اتارو۔

تفسیر خطیب شربینی پھر فتوحات الالٰہیہ میں ہے:

کان ھذا الحکم وھو جواز موالاۃ الکفار الذین لم یقاتلوا فی اول الاسلام عند الموادعۃ وترک الامر بالقتال ثم نسخ بقولہ تعالٰی فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم ۳؎

یہ حکم کہ "جو کفار مسلمانوں سے نہ لڑیں اُن کے ساتھ کچھ نیک سلوک کیا جائے" ابتدا میں تھا کہ لڑائی موقوف بھی اور جہاد کا حکم نہ تھا، پھر یہ حکم اس آیہ کریمہ سے منسوخ ہوگیا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ گردن مارو۔

جلالین شریف میں ہے:

ھذا قبل الامر بالجہاد ۴؎

یہ اجازت اس وقت تک تھی کہ جہاد کا حکم نہیں ہوا تھا۔

اُسی کے خطبہ میں ہے:

ھذا تکملۃ تفسیر القراٰن الکریم الذی الفہ الامام جلال الدین المحلی علی نمطہ من ذکر مایفھم بہ کلام اللہ تعالٰی والاعتماد علی ارجح الاقوال ۵؎ (ملخصاً)

یہ امام جلال الدین محلی کی تفسیر کا تکملہ اُسی کے انداز پر ہے کہ اتنی بات بیان کی جائے جس سے کلام اللہ سمجھ میں آجائے اور جو قول سب سے راجح ہے اس پر اعتماد کیا جائے۔ (ملخصاً)

جمل میں ہے:

۱؎ ارشاد العقل السلیم آیۃ یاایھا النبی جاھد الکفار دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۸۲
۲؎ عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی آیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین دار صادر بیروت ۸/ ۱۸۸
۳؎ الفتوحات الالٰہیہ (الشہیر بالجمل) آیۃ " " " مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۲۸
۴؎ تفسیر الجلالین " " " " مطبع مجتبائی دہلی نصف ثانی / ۴۵۵
۵؎ " خطبہ کتاب " " " نصف اول / ۲

ای الاقتصار علی ارجح الاقوال[1] — یعنی صرف وہ قول بیان کریں گے جو سب سے راجح ہے۔

زرقانی علی المواہب میں ہے:

الجلال قد التزام الاقتصار علی الاصح[2] — امام جلال نے التزام فرمایا ہے کہ صرف وہ قول لکھیں گے جو سب سے زیادہ صحیح ہے۔

یہاں مسلمانوں کو جہاد کا حکم نہیں جو اس کی طرف بلاتے ہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں

تنبیہ ضروری: یہ آیۂ کریمہ کہ یہاں علماء وائمہ نے بیان ناسخ کے لئے تلاوت کی کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور اس مضمون کی اور آیات نیز وہ عبارات ہدایہ وغیرہا قریب آنے والیاں کہ جہاد میں پہل واجب ہے ان کا تعلق سلاطینِ اسلام وعساکرِ اسلام اصحابِ خزائن واسلحہ واستطاعت سے ہے نہ کہ ان کے غیر سے۔ قال اللہ تعالٰی:

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3] — اللہ تعالٰی کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت بھر۔

وقال تعالٰی:

لا یکلف اللہ نفسا الا ما اٰتٰھا[4] — اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُتنے کی جس قدر کی استطاعت اُسے دی ہے۔

وقال تعالٰی:

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[5] — اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

مجتبٰی وجامع الرموز وردالمحتار میں ہے:

یجب علی الامام ان یبعث — سلطانِ اعظم اسلام پر فرض ہے کہ ہر سال

---

[1] الفتوحات الالٰہیۃ (الشہیر بالجمل) خطبۂ کتاب مصطفی البابی مصر ۱/۷

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۳/۱۷۱

[3] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

[4] ″ ″ ۶۵/۷

[5] ″ ″ ۲/۱۹۵

سریۃ الی دار الحرب کل سنۃ مرۃ او مرتین وعلی الرعیۃ اعانتہ الا اذا اخذ الخراج فان لم یبعث کان کل الاثم علیہ ' وھذا اذا غلب علی ظنہ انہ یکافیھم والا فلا یباح قتالھم[1]

ایک یا دو بار دار الحرب پر لشکر بھیجے اور رعیت پر اس کی مدد فرض ہے اگر اس نے ان سے خراج نہ لیا ہو تو سلطان اگر لشکر نہ بھیجے تو سارا گناہ اسی کے سر ہے' یہ سب اس صورت میں ہے کہ اسے غالب گمان ہو کہ طاقت میں کافروں سے کم نہ رہے گا ورنہ اُسے ان سے لڑائی کی پہل ناجائز ہے۔

خصوصاً ہندوستان میں جہاں اگر دس مسلمان ایک مشرک کو قتل کریں تو معاذ اللہ دسوں کو پھانسی ہو ایسی جگہ مسلمانوں پر جہاد فرض بتانے والا شریعت پر مفتری اور مسلمانوں کا بدخواہ ہے، ہمارا مقصود اس قدر تھا کہ کریمہ ممتحنہ اگر جملہ مشرکین غیر محاربین کو عام ہے تو ضرور منسوخ ہے وہ بحمدہٖ تعالیٰ بروجہ احسن ثابت ہوگیا۔

خود قرآن عظیم سے اس آیت کی منسوخی کا ثبوت اگر ہر غیر محارب بالفعل کو عام مانی جائے

وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) اگر وہ اکابر تابعین اس کے نسخ کی تصریح اور یہ امام جلیل اس کی ترجیح و تصحیح نہ فرماتے تو قرآن عظیم خود شاہد تھا کہ آیۂ لاینھٰکم اگر جملہ مشرکین غیر محاربین بالفعل کو عام ہے تو قطعاً منسوخ ہے، ممتحنہ کا نزول سورۂ براءت سے یقیناً پہلے ہے تصریح ائمہ نہ ہوتی تو خود اس کی آیاتِ کریمہ بتارہی ہیں کہ اُس کے نزول تک مکہ معظمہ قبضۂ کفار میں تھا اور سورۂ توبہ شریف کے ارشادات جگمگا رہے ہیں کہ اُس کا نزول بعد فتح بلد الحرام و تسلط تام دین اسلام ہے وللہ الحمد، سورۂ براءت میں ارشاد فرمایا:

یایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین و اغلظ علیھم و ماْوٰھم جھنم و بئس المصیر[2]

اے نبی! کافروں اور منافقوں پر جہاد فرمایئے اور اُن کے ساتھ سختی سے پیش آیئے اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی بُری پھرنے کی جگہ ہے۔

پھر اسی سورۃ میں ارشاد فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا قاتلوا الذین

اے ایمان والو! اپنے پاس کے کافروں سے لڑو

---

[1] جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۵

[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۳

یلونکم من الکفار ولیجد وا فیکم غلظۃ [1]

اور تم پر فرض ہے کہ وہ تم میں درشتی پائیں۔

یہ حکم بھی جمیع کفار کو عام ہے حکمت یہی ہے کہ پہلے پاس والوں کو زیر کیا جائے جب وہاں اسلام کا تسلط ہو جائے تو اب جو اس سے نزدیک ہیں وہ پاس والے ہوئے وہ زیر ہو جائیں تو اب جو ان سے قریب ہیں یونہی یہ سلسلہ شرقاً غرباً منتہائے زمین تک پہنچے، اور بحمد اللہ ایسا ہی ہوا اور بعونہ تعالیٰ ایسا ہی بروجہ اتم وکمال زمانۂ امام موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہونے والا ہے۔

سب کافروں سے قتال و غلظت کا حکم ہے اگرچہ محارب بالفعل نہ ہوں رب محارب بالفعل کی تخصیص منسوخ ہوگئی

حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ [2]

یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لئے ہو جائے۔

یہاں نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کفار پر درشتی کرو، مومنین کو حکم ہوا کافروں پر سختی کرو، اس میں نہ کوئی تقسیم ہے نہ تردید، نہ تخصیص نہ تقلید، اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نیک سلوک اور سختی و درشتی باہم متنافی ہیں، پہلے نیک سلوک کی اجازت تھی اب درشتی و سختی کا حکم ہوا تو وہ اجازت ضرور منسوخ ہوگئی۔

اجماع اُمت ہے کہ جہاد کفار محاربین بالفعل سے مخصوص نہیں مدافعانہ و جارحانہ قطعاً دونوں طرح کا حکم ہے اجازت کا مدافعانہ میں حصر پہلے تھا پھر قطعاً منسوخ ہوگیا، مبسوط شمس الائمہ سرخسی و کفایہ و عنایہ و تبیین و بحرالرائق و در و المختار وغیرہا میں ہے:

واللفظ للبابرتی قولہ تعالیٰ فان قاتلوکم فاقتلوھم منسوخ و بیانہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان فی الابتداء مأمورا بالصفح والاعراض عن المشرکین بقولہ فاصفح الصفح الجمیل، واعرض عن المشرکین الاٰیۃ ثم امر بالدعاء الی الدین بالموعظۃ والمجادلۃ

یہ ارشاد کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو اُن کو قتل کرو منسوخ ہے بیان اس کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتداء میں یہ حکم تھا کہ مشرکوں سے درگزر اور روگردانی فرمائیں ارشاد تھا اچھی طرح درگزر کرو اور مشرکوں سے منہ پھیر لو، پھر حضور کو حکم ہُوا کہ سمجھانے اور خوبی کے ساتھ دلیل قائم فرمانے سے دین کی طرف بلاؤ کہ ارشاد تھا اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ بلاؤ، پھر

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۳

[2] " ۸/ ۳۹

29 بالاحسن بقوله تعالٰی ادع الٰی سبیل ربك بالحکمة الأیة، ثم اذن بالقتال اذا کانت البداءة منهم بقوله تعالٰی اذن للذین یقاتلون الأیة وبقوله فان قاتلوکم فاقتلوهم ثم امر بالقتال ابتداء فی بعض الازمان بقوله تعالٰی فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشرکین الأیة، ثم امر بالبداءة بالقتال مطلقاً فی الازمان کلها وفی الاماکن باسرها فقال تعالٰی وقاتلوهم حتی لاتکون فتنة الأیة وقاتلوا الذین لایؤمنون باللّٰه ولا بالیوم الأخر الأیة۔[1]

اجازت فرمائی گئی کہ ان کی طرف سے قتال کی ابتدا ہو تو لڑو۔ ارشاد تھا کہ جن سے قتال کیا جائے انھیں پروانگی ہے، اور ارشاد تھا کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو، پھر بعض اوقات ابتداءً قتال کا حکم ہُوا ارشاد فرمایا جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو، پھر مطلقاً ابتداءً بالقتال کا حکم ہُوا سب زمانوں اور سب مکانوں میں، ارشاد ہُوا ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے، اور فرمایا ان سے لڑو جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے۔

کنز میں ہے:

الجہاد فرض کفایة ابتداءً۔[2]

جہاد کی پہل کرنا فرض کفایہ ہے۔

بحرالرائق میں ہے:

مفید لافتراضه وان لم یبدؤنا للعمومات واما قوله تعالٰی فان قاتلوکم فاقتلوهم فمنسوخ۔[3]

یہ عبارت فائدہ دیتی ہے کہ جہاد فرض ہے اگرچہ کافر پہل نہ کریں کہ آیتیں عام ہیں اور وہ جو فرمایا تھا کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو وہ منسوخ ہے۔

ہدایہ میں ہے:

قتال الکفار واجب وان لم یبدؤا للعمومات۔[4]

کافروں سے لڑنا واجب ہے اگرچہ وہ پہل نہ کریں کہ احکام عام ہیں۔

---

[1] کفایہ وعنایہ مع فتح القدیر — کتاب السیر — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۵/ ۱۹۳
[2] کنز الدقائق — کتاب السیر والجہاد — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۸۳
[3] بحرالرائق — کتاب السیر — " — ۵/ ۷۱
[4] الہدایہ — " — المکتبۃ العربیہ کراچی — ۲/ ۲۳۹

29
29

فتح القدیر میں ہے :

صریح قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الصحیحین وغیرھما امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ الحدیث یوجب ان نبدأھم بادنی تأمل[1] اھ اقول وکذا قولہ تعالٰی فاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ[2] الاٰیۃ ثم فی العنایۃ رأیتہ کما تقدم[عہ]

صحیحین وغیرہما میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا صاف ارشاد مجھے حکم ہوا کہ لوگوں سے قتال فرماؤں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں، پوری حدیث، ادنٰی غور سے واجب فرماتا ہے کہ ہم اُن سے قتال کی پہل کریں فتح القدیر کی عبارت تمام ہوئی، اور میں کہتا ہوں یونہی رب العزت کا ارشاد کہ ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لئے ہوجائے۔ پھر میں نے عنایہ میں اسی دلیل کو دیکھا جیسا کہ گزر چکا۔

نیز اسی میں زیر حدیث رأی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرأۃ مقتولۃ فقال ھاہ ماکانت ھذہ تقاتل[3] (نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک عورت دیکھی تو فرمایا ارے یہ تو لڑنے کے قابل نہ تھی) ہے :

الحدیث صحیح علٰی شرط الشیخین فقد علل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالمقاتلۃ فثبت انہ معلول بالحرابۃ فلزم قتل ماکان مظنۃ لہ بخلاف مالیس ایاہ[4]

یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیان فرمادیا کہ قتل کی علت قتال ہے، تو ثابت ہوا کہ قتل وہی کیا جائیگا جو لڑنے کے قابل شخص ہے تو جسے لڑنے کے قابل سمجھا جائے شریعت میں اس کا قتل لازم ہوا بخلاف اُس کے جو اُس کے لائق ہی نہ ہو۔

عہ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے : لاتخرج بنیتھم من ان تکون صالحۃ للمحاربۃ وان کانوا لایشتغلون بالمحاربۃ کالمشتغلین بالتجارۃ والحراثۃ منھم بخلاف النساء والصبیان[5] کافر اگرچہ بالفعل نہ لڑیں ان کے بدن کی بناوٹ تو لڑنے کے قابل ہے جیسے اُن کے سوداگر اور کسان بخلاف زنان و اطفال ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] فتح القدیر — کتاب السیر — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۸/ ۳۹

[3] فتح القدیر — باب کیفیۃ القتال — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۰۳

[4] ایضاً

[5] المبسوط للسرخسی — باب آخر فی القیمۃ — دار المعرفۃ بیروت — الجزء العاشر/ ۱۳۷

مرادی خادمِ فقہ جانتا ہے کہ حربی مقابل ذمّی ہے نہ کہ خاص محارب بالفعل، ہدایہ وغیرہ کی عبارات ابھی گزریں تو آیت قطعاً تمام حربیوں کو شامل خواہ بالفعل مصدرِ قتال ہوئے ہوں یا نہیں، البتہ معاہدین کا استثناء ضروریاتِ دین سے ہے جس پر نصوصِ قاطعہ ناطق، اور وہ اذہانِ مسلمین میں ایسا مرتکز کہ اصلاً محتاجِ ذکر نہیں، یونہی حکمِ جہاد و قتال کے اعتبار سے اصحابِ قولِ سوم کو بھی یہاں گنجائشِ اجماع و اتفاق ہے کہ معاہدین و ذراری محلِ جہاد ہی نہیں تو کلمۂ جاھد و اقاتلوا سے اُن کی طرف ذہن نہ جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

وما الظن الا ان حرمة قتل النساء والصبيان اجماع[۱]

گمان اس کے سوا کسی کی طرف نہیں جاتا کہ عورتوں اور بچّوں کا قتل حرام ہونے پر اجماع ہے۔

غرض معاہد و ذمی و نساء و صبیان کو نصِ قتال ابتداءً ہی شامل نہ ہوا کہ تخصیص کی حاجت ہو۔ بحرالرائق میں ہے:

نفس النص ابتداء لم يتعلق به لانه مقيد بمن بحيث يحارب كقوله تعالى وقاتلوا المشركين كافة الأية فلم تدخل المرأة[۲]

سرے سے خود نص اس سے متعلق نہ ہوا کہ وہ خاص ایسے کے بارے میں ہے جو لڑنے کے قابل ہو جیسے ارشادِ الٰہی، سب مشرکوں سے لڑو تو یہ عورت کو شامل نہیں ہے۔

باقی تحقیق عنقریب آتی ہے ان شاء اللہ تعالٰی، بالجملہ آیہ کریمہ میں دو قول ہیں:

ایک قول اکثر اہلِ تاویل کہ سب کفار غیر محاربین بالفعل مراد نہیں بلکہ خاص اہلِ عہد و پیمان یا اطفال و زنان یا غیر مہاجر مسلمان۔ اس تقدیر پر آیہ کریمہ مشرکینِ ہند کو جن سے اتحاد و وداد منایا جا رہا ہے کسی طرح شامل ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ نہ اہلِ ذمہ ہیں نہ عورتیں بچے نہ مسلمان۔

دوسرا قول بعض کہ سب مشرکین غیر محاربین بالفعل مراد تھے۔

لیڈروں کو پہلا جواب

اس طور پر وہ اوّلاً یقیناً منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا ضلالت و گمراہی، کیا کوئی روا رکھے گا کہ شراب پیے اور کافروں کو بیٹیاں دے اور اپنی سگی بہن سے نکاح کرے ؎

کہ بعہد قدیم نابو دست

کہ یہ بے حیائی تو زمانہ (قدیم) جہالت میں روا نہیں رکھی گئی۔ ت)

---

[۱] فتح القدیر | باب کیفیۃ القتال | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۵/ ۲۰۲

[۲] البحرالرائق | کتاب السیر | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۵/ ۷۰

لیڈر بننے والوں کا یہ ظلمِ عظیم ہے کہ ہندوؤں کو شامل کرنا لیا قول ثانی سے، اور اس کا غیر منسوخ[عہ۱] ہونا لیا قول اوّل سے، جمع بین المنا کرکے بیچارے جاہلوں کو دھوکے دیتے ہیں۔

لیڈروں کو دُوسرا جواب

ثانیاً اگر بفرضِ باطل ان کی یہ شتر گربگی مان بھی لی جائے تو عام[عہ۲] مشرکینِ ہند کو لم یقاتلوکم فی الدین کا مصداق ماننا ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ لینا ہے، کیا وہ ہم سے دین پر نہ لڑے، کیا قربانیِ گاؤ پر ان کے سخت ظالمانہ فساد بُرانے پڑ گئے، کیا کٹار پور و آرہ اور کہاں کہاں کے ناپاک و ہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہو گئے، بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کئے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے، ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں، قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے جلائے، اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لیتے کلیجہ منہ کو آئے۔ الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین ۵ الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین ۵ الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[۱] سُن لو اللہ کی لعنت ظالموں پر۔

اب کوئی درد رسیدہ مسلمان ان لیڈروں سے یہ کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ اے اسٹیجوں پر مسلمان بننے والو، ہمدردیِ اسلام کا تانا تننے والو! کچھ حیا کا نام باقی ہے تو ہندوؤں کی گنگا میں ڈوب مرو، اسلام ومسلمین ومساجد وقرآن پر یہ ظلم توڑنے والے کیا یہی تمہارے بھائی، تمہارے چہیتے، تمہارے پیارے

عہ۱ بیان سے اُس فتوائے جاہلانہ کا حال کھل گیا جس میں عبارت مذکورۂ جمل قال اکثر اھل التاویل ھی محکمۃ[۲] الخ اور عبارت روح البیان فی فتح الرحمٰن نسخہا فاقتلوا المشرکین والاکثر علی انہا غیر منسوخۃ[۳] سے استناد کرکے آیۂ کریمہ کا قول اکثر میں غیر منسوخ ہونا بتاکر اُسے ہندوؤں پر جما دیا اب یہ کون سمجھے کہ قول اکثر پر کسی طرح ہندو اُس میں داخل نہیں اور قول دیگر پر بفرضِ غلط اگر داخل ہو سکتے تو یقیناً منسوخ ہے حشمت علی عفی عنہ۔

عہ۲ اس تقریر کو خوب محفوظ رکھنا چاہئے کہ اس سے ان مفتیانِ اجہل کی جہالت وبیباکی بلکہ عیاری وچالاکی خوب روشن ہوتی ہے جنھوں نے کہا کہ "ہندوستان کے عام ہندو اہل اسلام سے مقاتلہ فی الدین نہیں کرتے اور عامۂ نصارٰی مقاتلہ فی الدین کے مرتکب و معاون ہیں" طرفہ تر یہ کہ جانب نصارٰی میں معاون کا لفظ بڑھا لیا کہ عامۂ نصارٰی پر جما سکیں اور جانب ہنود میں اسے اڑا دیا تاکہ عام ہنود اس میں نہ آسکیں۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[۱] القرآن الکریم ۱۱/۱۸

[۲] الفتوحات الالٰہیۃ الشہیر بالجمل آیۃ لاینہٰکم اللہ الخ مصطفی البابی مصر ۴/۳۲۸

[۳] روح البیان " " " " المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا الریاض، الجزء الثامن والعشرون ص۴۸۱

تمھارے سردار، تمھارے پیشوا، تمھارے مددگار، تمھارے غمگسار مشرکین ہند نہیں جن کے ہاتھ آج تم بکے جاتے ہو، جن کی غلامی کے گیت گاتے ہو، اُف اُف اُف، تُف تُف تُف۔

ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جھنم جمیعا[1] — بیشک اللہ تعالٰی منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

اور بے ایمان اور پکا بے ایمان ہوگا وہ جو واحد قہار کو یکسر پیٹھ دے کر کے کہ یہ ملعون مظالم تو بعض بعض شہر کے بعض بعض کفار نے کیے، اس سے سب تو قاتلوکم فی الدین نہیں ہوگئے۔ بدعقلو بدمنشو! کوئی قوم ساری کی ساری نہیں لڑتی۔

تمام مشرکینِ ہند محارب بالفعل ہیں اور محارب بالفعل کے معنٰی کی تحقیق

کفارِ زمانۂ رسالت جن کی نسبت حکم ہُوا واقتلوھم حیث ثقفتموھم[2] انھیں جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور حکم ہوا: وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ[3] سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔ کیا ان کا ہر ہر فرد میدان جنگ میں آیا تھا، لڑائی دیکھی جاتی ہے اگر جو لڑے اُن کی خاص کوئی ذاتی غرض ہے جس میں ساری قوم شریک نہیں تو وہ لڑائی خاص انھیں کی طرف منسوب ہوگی جو اس کے مرتکب ہوئے مثلاً کسی گاؤں کے دھرے مینڈھے پر بعض لوگوں سے جنگ ہو تو وہ انھیں کی ہے نہ تمام قوم کی۔ اور اگر لڑائی مذہبی ہے تو اُن سب اہلِ مذہب کی ہے کہ باقی دامے درمے قلمے قدمے معین ہوں گے اور کچھ نہ ہو تو راضی ہوں گے اور اپنے مذہب کی فتح ہو تو خوش ہوں گے اور دوسرے کی ہو تو رنجیدہ ہوں گے۔ قال تعالٰی:

ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا[4] — اگر تمھیں بھلائی پہنچے تو انھیں بُری لگے اور اگر تمھیں برائی پہنچے تو اس پر شاد ہوں۔

تو وہ سب محاربین بالفعل ہیں خواہ ہاتھ سے یا زبان سے یا دل سے۔ یہ قربانیِ گاؤ کا مسئلہ ایسا ہی ہے کون سا ہندو ہے جس کے دل میں اس کا نام سُن کر آگ نہیں لگتی کون سی ہندو زبان ہے جو گئو رکھشا کی مالا

۱؎ القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰
۲؎ " ۲/ ۱۹۱ و ۴/ ۹۱
۳؎ " ۹/ ۳۶
۴؎ " ۳/ ۱۲۰

نہیں چلتی، کون سا شہر ہے جہاں اُس کی سبھا یا اُس کے ارکان یا اس میں چندہ دینے والے نہیں، کیا یہ مقدس بیگناہوں کے خون، یہ پاک مساجد کی شہادتیں، یہ قرآن عظیم کی اہانتیں اُنھیں ناپاک رکھشاؤں انھیں مجموعی سفاک سبھاؤں کے نتائج نہیں، نہ سہی ع

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

اب جس شہر جس قصبہ جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو، اپنی مذہبی قربانی کے لئے گائے پچھاڑو، اُسی وقت یہی تمھاری بائیں پسلی کے نکلے یہی تمھارے سگے بھائی، یہی تمھارے منہ بولے بزرگ یہی تمھارے آقا، یہی تمھارے پیشوا تمھاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں، ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالئے وُہ آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانیِ گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے، اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہند دین میں ہم سے محارب ہیں پھر انھیں لم یقاتلوکم فی الدین میں داخل کرنا کیا نری بے حیائی ہے یا صریح بے ایمانی بھی، محاربۂ مذہبی ہر قوم کا اس بات پر ہوتا ہے جسے وہ اپنے دین کی رُو سے زشت و منکر جانے، اسی کے ازالہ کیلئے لڑائی ہوتی ہے اور ازالۂ منکر تین قسم ہے موقع ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے ورنہ دل سے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من رأی منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ[1]۔

تم میں جو کوئی کچھ خلافِ شرع بات دیکھے اُس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے رد کرے، پھر اگر نہ ہوسکے تو زبان سے، اور یہ بھی نہ ہوسکے تو دل سے۔

یہ تینوں صُورتیں ازالہ و تغییر کی ہیں اور یہ سب اہل محاربہ سے محاربہ ہی ہیں بالفعل ہتھیار اٹھانا شرط نہیں جس کا ثبوت اُوپر گزرا، اور اگر یہی ٹھہرے کہ اگرچہ لڑائی سرتاج قوم اور تمام افراد کی رضا سے ہو مگر قاتلوکم فی الدین میں صرف وہی داخل ہوں گے جنھوں نے میدان میں ہتھیار اٹھائے تو ذرا انگریزوں کے ساتھ اپنے بائیکاٹ کا مزاج پوچھ لیجئے، کیا ہر انگریز ترکوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں گیا تھا، ہرگز نہیں، لاکھوں یا شاید کروڑوں ہوں جنھوں نے اس میدان کی صورت تک نہ دیکھی خصوصًا ہندوستان میں سول کے انگریز، تو یہ سب لم یقاتلوکم فی الدین ہوئے، اور تمھارا یہ ترکِ تعاون کا عام مسئلہ تمھارے ہی منہ سخت جھوٹا

---

[1] مسند احمد بن حنبل | روایت ابوسعید الخدری | دارالفکر بیروت | ۳/ ۱۰
صحیح مسلم | کتاب الایمان | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۵۱

اور شریعت پر افترا ، ٹھہرا کہ مقاطعہ کرو تو انھیں معدود سے کر و جو میدان میں ترکوں سے لڑے ، غرض سے

نے فروعت محکم آمد نے اصول
شرم بادت از خدا واز رسول

(نہ تیرے فروع قائم رہیں نہ اصول تو خدا اور رسول سے شرم کھا ۔ ت)

قرآن عظیم سے مزعوماتِ لیڈران کا رد

تنبیہ جلیل : اقول کریمۂ وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ[1] (اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں ۔ ت) کہ ابھی ہم نے تلاوت کی قطعاً اپنی ہر وجہ ہر پہلو پر لیڈران عنود وپس روانِ ہنود پر رَدِّ شدید ہے ، ان کا مزعوم دو فقرے ہیں ،

اول یہ کہ ہنود میں مقاتل فی الدین صرف وہی ہیں جنھوں نے وہ مظالم کئے تو مقاتل نہیں مگر مقاتل بالفعل جس نے ہتھیار اٹھایا اور قتال کو آیا تاکہ عامۂ ہنود کو قاتلوکم فی الدین سے بچالیں ۔

دوم یہ کہ جو مقاتل بالفعل نہیں اس سے اظہارِ عداوت فرض نہیں تاکہ بزورِ زبان اُن سے وداد و اتحاد کی راہ نکالیں ۔

اب آیۂ کریمہ میں چار احتمال ہیں :

اول ، دونوں کافۃ مسلمانوں سے حال ہوں یعنی تم سب مسلمانوں مشرکوں سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں ۔

دوم ، دونوں کافۃ مشرکین سے حال ہوں یعنی سب مشرکین سے لڑو جس طرح وہ سب تم سے لڑتے ہیں ۔

سوم ، پہلا کافۃ مشرکین سے حال ہو اور دوسرا مومنین سے یعنی تم بھی سب مشرکین سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں ۔ یہ قول عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہے ۔

چہارم ، اس کا عکس یعنی سب مسلمان مشرکوں سے لڑیں جس طرح سب مشرک مسلمانوں سے لڑتے ہیں ، کبیر میں اسی کو ترجیح دی اور لباب میں اسی پر اقتصار کیا ، اور امام نسفی نے چاروں احتمالوں کا اشعار کیا ، مفاتیح الغیب میں ہے :

فی قولہ تعالٰی کافۃ قولان ، الاول ارشادِ الٰہی کافۃ میں دو قول ہیں ، اول مراد یہ ہے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۶

ان یکون المراد قاتلوھم باجمعکم مجتمعین علی قتالھم، کما انھم یقاتلونکم علی ھذہ الصفۃ، یرید تعاونوا وتناصروا علی ذٰلک ولاتتخاذلوا ولاتقاطعوا وکونوا عباد اللہ مجتمعین متوافقین فی مقاتلۃ الاعداء، والثانی قال ابن عباس قاتلوھم بکلیتھم ولایحابوا بعضھم بترک القتال کما انھم یستحلون قتال جمیعکم، والقول الاول اقرب حتی یصح قیاس احد الجانبین علی الآخر۔[1]

کہ تم سب اُن کے قتال پر اتفاق کرکے اُن سے لڑو جس طرح وُہ تم سے یُونہی لڑتے ہیں، فرماتا ہے قتالِ مشرکین میں سب آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور ایک دوسرے کو بے یار نہ چھوڑو نہ باہم علاقہ قطع کرو اور سب اللہ کے بندے ہو جاؤ، دشمنوں کے قتال پر یک دل و یک رائے ہوکر دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا کہ سب مشرکوں سے لڑو اور ان میں کسی سے ترک قتال میں محابہ نہ کرو جس طرح وہ تم سب سے قتال روا رکھتے ہیں اور پہلا قول زیادہ قریب ہے تاکہ ایک فریق کا دوسرے پر قیاس صحیح ہو۔

خازن میں ہے:

یعنی قاتلوا المشرکین باجمعکم مجتمعین علی قتالھم کما انھم یقاتلونکم علی ھذہ الصفۃ۔[2]

یعنی سب مل کر قتالِ مشرکین پر متفق الرائے ہوکر ان سے لڑو جس طرح وُہ تم سے یُونہی لڑتے ہیں۔

مدارک میں ہے:

کافۃ حال من الفاعل او المفعول۔[3]

کافۃ فاعل سے حال ہے یا مفعول سے۔

اس احتمال چہارم پر آیہ کریمہ کے دونوں جلے لیڈروں کے پہلے فقرے کا رَد میں ظاہر ہے کہ سب مشرک میدان میں نہ آئے سب نے ہتھیار نہ اُٹھائے بلکہ کچھ ساعی تھے کچھ معاون کچھ راضی، اور آیت میں فرمایا کہ وُہ سب تم سے لڑتے ہیں تو معلوم ہُوا کہ جمیع اقسام مقاتل فی الدین میں یونہی قطعاً تمام ہُو کہ منشا مظالم گئو رکھشا ہے اور اُس میں سب شریک، پھر مسلمانوں کو فرمایا تم سب لڑو اگر قتال قتال بالید سے خاص ہو تو جہاد مطلقاً فرض عین ہوجائے اور یہ بالاجماع باطل ہے نیز اس تقدیر پر یہ حکم صحابہ کرام سے آج تک کبھی بجا نہ لایا گیا کون سے دن دنیا کے سب مسلمان ہتھیار لے کر میدان میں آئے تو معاذ اللہ صحابہ کرام وجمیع امت کا اجماع ضلالت ومعصیت پر

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیہ قاتلوا المشرکین الخ — المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۶/ ۵۴

[2] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) " " " " " " — مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۰

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " " " " " — دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۵

ہوا اور یہ اول سے بڑھ کر باطل وکفر بائل دسخت ہے لاجرم قتال معاونت و رضا سب کو عام ہے اب بیشک اس کا حکم شامل جملہ اہلِ اسلام ہے، اسی طرح احتمال اول پر آیہ کریمہ کے دونوں جملے فقرۂ اولیٰ کے رد ہیں، پہلے کا ابھی بیان ہوا اور دوسرا یوں کہ جب مشرکین سب مسلمانوں سے مقاتل ہیں تو سب مسلمان مشرکوں کے مقاتل کہ مفاعلہ جانبین سے ہے اور وہ نہیں مگر اسی طور پر کہ فاعل ومعاون وراضی سب مقاتل ہوں بعینہٖ اسی تقریر سے احتمال دوم وسوم بھی جیسا کہ فہیم پر مخفی نہیں، بالجملہ ہر پہلو آیہ کریمہ کا ہر جملہ ان کے فقرۂ اولیٰ کا رد ہے اور احتمال دوم وسوم پر کریمہ کا پہلا جملہ لیڈروں کے فقرۂ دوم کا بھی رد ہے کہ عام فرمایا گیا سب مشرکوں سے قتال کرو، اور قتل وقتال سے بڑھ کر اور اظہارِ عداوت کیا ہے، تو ثابت ہوا کہ مشرک مقاتل بالید ہو یا نہ ہو ہر ایک سے اظہارِ عداوت فرض اور وداد و اتحاد حرام۔

قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً[۱] بل نقذف بالحق علی الباطل فید مغہ فاذا ھو زاھق ولکم الویل مما تصفون[۲]

کہو حق آیا باطل کا دم ٹوٹا، بیشک باطل کو دم توڑنے ہی کو تھا بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں کہ وہ باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے جبھی وہ فنا ہو جاتا ہے اور تمہارے لئے خرابی ہے اُن باتوں سے جو بناتے ہو۔

اصح قول اکثر ہے کہ کریمہ ممتحنہ صرف معاہدین کے بارے میں ہے

تنبیہ دوم: اقول یہاں سے روشن ہوا کہ آیۂ ممتحنہ میں قول اکثر ہی راجح و اصح ہے لم یقاتلوکم فی الدین وہی ہو سکتے ہیں جو اہلِ عہد و ذمہ ہیں کہ اُن کے عہد نے صراحۃً انھیں مقاتلین سے جدا کر لیا، والصریح یفوق الدلالۃ تصریح دلالت پر مرجح ہے۔ باقی تمام حربی کفار مقاتل فی الدین ہیں اگرچہ ہتھیار نہ اٹھائے ہوئے ہوں، قول آخر کے اصح ہونے کی وجہ یہی ہوتی کہ لفظ عام ہے اور جب ثابت ہوا کہ وہ اہلِ عہد و ذمہ ہی پر صادق ہے، تو حربیوں کی تعمیم نا موجہ ہے، یونہی نساء و صبیان سے تخصیص کی وجہ نہیں، اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوصِ سبب کا، ورنہ صرف صلۂ مادر و پدر یا غایت درجہ صلۂ رحم کی اجازت نکلے نہ جملہ نساء وصبیان کو تعمیم مقبول کہ اگرچہ وہ حکم قتال سے مستثنیٰ ہیں مگر حکم غلظت سے مستثنیٰ نہیں، اہلِ عہد و ذمہ کی عورتیں بچے ان کے حکم میں رہیں گے اور غیر معاہد حربیوں کے زنان و اطفال ان کے حکم میں، قال تعالیٰ من ذکر او انثیٰ بعضکم من بعض[۳] مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو۔

---

[۱] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۱
[۲] " " ۲۱/ ۱۸
[۳] " " ۳/ ۱۹۵

یہاں کے کسی کافر فقیر کو بھیک دینا بھی جائز نہیں صحاح ستہ میں صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زنان وصبیانِ کفار کے بارے میں فرمایا: ھم منھم[1] وہ اُنھیں میں سے ہیں۔ ولہذا ہمارے ائمہ کرام نے حربی کو صدقہ نافلہ دینے کی ممانعت سے اُن کی عورتوں بچّوں کسی کو مستثنٰی نہ فرمایا حکم عام دیا۔ جامع صغیر امام محمد و ہدایہ و درر وعنایہ وکفایہ وجوہرہ ومستصفی پھر نہایہ وغایۃ البیان و فتح القدیر و بحر الرائق وکافی وتبیین وتفسیر احمدی و فتح اللہ المعین وغنیہ ذوی الاحکام کتب معتمدہ کی عبارتیں اُوپر گزریں، معراج الدرایہ میں ہے:

صلتہ لایکون برا شرعا ولذا لم یجز التطوع الیہ[2] | حربی سے نیک سلوک شرعاً کوئی نیکی نہیں اس لئے اسے نفل خیرات دینا بھی حرام ہے۔

عنایہ امام اکمل میں ہے:

التصدق علیھم مرحمۃ لھم ومواساۃ وھی منافیۃ لمقتضی الاٰیۃ[3]۔ | انھیں خیرات دینا ان پر ایک طرح کی مہربانی اور ان کی غمخواری ہے اور یہ حکم قرآن مجید کے خلاف ہے۔

امام برہان الدین صاحبِ ذخیرہ نے محیط پھر علامہ جوی زادہ پھر علامہ شرنبلالی نے غنیہ میں فرمایا:

لا یجوز للمسلم بر الحربی[4] | حربی کے ساتھ نیک سلوک مسلمان کو حرام ہے۔

بحمد اللہ تعالٰی ہمارے ائمہ کی نظر ایسی ہی غائر و دقیقہ رس ہے جب کبھی تنقیحِ تام کی جاتی ہے جو انھوں نے تحقیق فرمایا وہی گل کھلتا ہے ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

مستامن کے لئے مسئلہ ہبہ و وصیت کی تحقیق **تنبیہ سوم**: مستامن کے بارے میں عبارات مختلف آئیں کثیر

---

[1] صحیح مسلم باب جواز قتل النساء والصبیان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۴

[2] رد المحتار بحوالہ معراج الدرایۃ باب المصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸

[3] العنایۃ شرح الہدایۃ مع فتح القدیر باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۰۷

[4] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر الحکام کتاب الوصایا مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ دارالسعادۃ مصر ۲/ ۴۲۹

روایاتِ مذکورہ میں مطلقاً حربی سے نیک سلوک کی ممانعت ہے جس میں مستامن بھی داخل، اور نہایہ و تبیین و بحرالرائق و ابوالسعود کی عبارات میں اس سے ممانعت کی صاف تصریح گزری لیکن بعض روایات سے اُس کے لئے رخصت ثابت۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لاباس بان یصل الرجل المسلم المشرك قریبا کان اوبعیدا محاربا کان او ذمیا و اراد بالمحارب المستامن واما اذا کان غیر المستأمن فلاینبغی للمسلم ان یصله بشیئ کذا فی المحیط[۱]

کوئی حرج نہیں کہ مسلمان مشرک سے کوئی مالی سلوک کرے خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی، حربی ہو یا ذمی۔ حربی سے مستامن مراد لیا اور اگر حربی غیر مستامن ہو تو مسلمان کو سزاوار نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی نیک سلوک کرے، ایسا ہی محیط میں ہے۔

امام ملک العلماء نے بدائع میں مستامن کے لئے وصیت کا جواز مبسوط سے نقل کیا پھر فرمایا: امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عدمِ جواز مروی ہوا اور یہی روایت ہمارے ائمہ کے قول سے موافق تر ہے کہ وہ مستامن کے لئے صدقات حرام فرماتے ہیں، یونہی وصیت بھی۔ پھر فرمایا بعض نے کہا اس کے لئے جواز و عدمِ جواز صدقات میں ہمارے اصحاب سے دو روایتیں ہیں تو وصیت بھی انہیں دونوں روایتوں پر ہوگی، عبارت یہ ہے شرائط وصیت باعتبار موصی لہ میں فرمایا

ومنها ان لایکون حربیا غیر مستامن فان کان لاتصح الوصیة له من مسلم او ذمی وان کان مستامنا ذکر فی الاصل انه یجوز لانه فی عهدنا فاشبه الذمی وروی عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه انه لایجوز وهذه الروایة بقول اصحابنا رحمهم اللہ تعالٰی اشبه فانهم قالوا لایجوز صرف الکفارة والنذر وصدقة الفطر والاضحیة الی المستامن ویجوز صرفها

ایک شرط جوازِ وصیت کی یہ ہے کہ حربی غیر مستامن نہ ہو ایسا ہو تو اس کے لئے وصیت باطل ہے مسلمان کرے خواہ ذمی، اور اگر حربی مستامن ہو تو امام محمد نے مبسوط میں ذکر فرمایا کہ جائز ہے اس لئے کہ وہ بھی ہمارے معاہدہ میں ہے تو ذمی سا ہوا اور امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حربی مستامن کے لئے بھی وصیت جائز نہیں اور یہی روایت ہمارے ائمہ کے قول سے زیادہ موافق ہے اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حربی مستامن کو بھی نذر و کفارہ و صدقۂ فطر و قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں اور ذمی

---

[۱] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع عشر فی اہل الذمۃ الخ مکتبہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۷

الی الذمی لانا ما نهینا عن بر اهل الذمۃ لقولہ تعالٰی لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین، وقیل ان فی التبرع علیہ فی حال الحیاۃ بالصدقۃ و الھبۃ روایتین عن اصحابنا فالوصیۃ لہ علی تلك الروایتین ایضا[1] (ملخصا)۔

کو جائز ہے اس لئے کہ ذمیوں کے ساتھ احسان کی ہمیں ممانعت نہ فرمائی گئی، اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تمھیں اُن سے منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں، اور کہا گیا کہ زندگی میں حربی مستامن کو کچھ ہبہ یا خیرات دینے میں ہمارے ائمہ سے دو روایتیں ہیں تو اس کے لئے وصیت بھی انہیں دو روایتوں پر رہے گی۔ (ملخصا)

اس پر تمام کلام و نقض و ابرام رد المحتار پر ہمارے حاشیہ جد الممتار میں مذکور جس سے اطالت کی یہاں حاجت نہیں، سیر کبیر سے حربی کے لئے اشعارِ جواز نقل کیا گیا مگر اُس میں حربی فی دارہ کے لئے تصریح ہے محیط پھر قاضی زادہ نے اس کی عبارت یہ نقل کی:

لو اوصی مسلم لحربی والحربی فی دار الحرب لا تجوز فان خرج الحربی الموصی لہ الی دار الاسلام بامان واراد اخذ وصیتہ لم یکن لہ من ذلك شیئ وان اجازت الورثۃ لان الوصیۃ وقعت بصفۃ البطلان فلا تعمل اجازۃ الورثۃ فیھا[2]

اگر مسلمان نے کسی حربی کے لئے وصیت کی اور حربی دار الحرب میں تھا جائز نہیں، پھر اگر جس حربی کے لئے وصیت تھی امان لے کر دار الاسلام میں آئے اور اپنی وصیت لینا چاہے اُسے اُس میں سے کچھ نہ ملے گا اگرچہ وارث اجازت بھی دے دیں کہ وصیت سرے سے باطل واقع ہوئی تو وارثوں کی اجازت اُس میں کیا کام دے گی۔

اقول ہاں فی دارہ کی قید اور سیاق کلام سے مستامن کے لئے جواز نکلتا ہے کما لا یخفی وبہ اندفع ایراد المحیط ثم نتائج الافکار علیھم (جیسا کہ مخفی نہیں اسی سے محیط پھر نتائج الافکار کا ان پر اعتراض ختم ہوگیا۔ ت) تو یہ اُسی توفیق کی طرف مشیر جو علامہ مولٰی خسرو نے درر میں کی اور تنویر نے اسے متن میں لیا کہ مستامن کے لئے صحیح اور غیر مستامن کے لئے ناجائز، درر میں اسے بحث درر ٹھہرایا حالانکہ منصوص ہے، وہی ہدایہ جس سے گزرا کہ حربی کے لئے وصیت باطل،

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الوصایا فصل واما شرائط الرکن الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۳۴۱

[2] نتائج الافکار قاضی زادہ (شرح ہدایہ) تکملہ فتح القدیر باب فی صفۃ الوصیۃ الخ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۳۵۵

اُسی میں ہے کہ مستامن کے لئے صحیح باب وصیۃ الذمی میں فرمایا:

اذا دخل الحربی دارنا بامان فاوصی لہ مسلم بوصیۃ جاز لانہ مادام فی دار الاسلام فھو فی المعاملات بمنزلۃ الذمی[1] (ملخصاً)

جب حربی امان لے کر دارالاسلام میں آئے اور اُس وقت مسلمان اُس کے لئے کچھ وصیت کرے تو جائز ہے اس لئے کہ وُہ جب تک دارالاسلام میں ہے معاملات میں بمنزلہ ذمی ہے۔

اقول اور یہی مفاد کریمتین ممتحنہ ہے کہ معاہد کے لئے رخصت اور غیر معاہد سے ممانعت، اور مستامن بھی مثل ذمی معاہد ہے اگرچہ اس کا عہد موقت ہے کما تقدم عن البدائع والھدایۃ (جیسا کہ بدائع اور ہدایہ سے گزرا۔ ت) اور وصیت[ع۱] وصدقہ میں فرق کی کچھ وجہ نہیں کہ دونوں بر وصلہ ہیں خصوصاً کریمۂ لاینھٰکم اللہ کا نزول ہی در بارۂ مستامن ہُوا تو ایسی تخصیص کہ اصل سبب کی نفی کردے کیونکر روا ہو جس طرح شرح سیر کبیر کا اطلاق کہ ہرگونہ حربی کے لئے جواز کا موہم ہے کیونکر مقبول ہوسکتا ہے کہ کریمۂ انما ینھٰکم اللہ کا صاف منافی ہے، اور یہ[ع۲] کہنا کہ اس میں موالات سے ممانعت ہے نہ کہ صلہ سے۔

اقول محض بے معنی ہے موالات ہر کافر سے حرام ہے اگرچہ ذمی ہو، اگر صلہ ہر[ع۳] حربی کے لئے بھی جائز ہو تو فریقین میں فرق کیا رہا حالانکہ صریح نزول کریمتین اثبات فرق کیلئے ہے تو قطعاً کریمۂ ثانیہ میں صلہ ہی کو موالات فرمایا اور اُسی سے منع کیا، لاجرم اس کی صحیح تاویل وہی ہے جو ابھی محیط و ہندیہ سے گزری کہ حربی سے مستامن یعنی معاہد مراد ہے، لاجرم اسی ہندیہ میں تاتارخانیہ سے ہے:

ذکر الامام رکن الاسلام علی السغدی اذا کان حربیاً فی دار الحرب وکان الحال حال صلح ومسالمۃ فلاباس بان یصلہ[2]

امام رکن الاسلام علی سغدی نے فرمایا: جب حربی دارالحرب میں ہو اور وہ وقت صلح و معاہدہ التوائے جنگ کا وقت ہو تو اس سے مالی سلوک میں حرج نہیں۔

عہ۱ تعریض بما فی ردالمحتار ۱۲ منہ غفرلہ

عہ۲ تعریض بما فی بعض التفاسیر ۱۲ منہ غفرلہ

عہ۳ تفاسیر معالم و خازن و کبیر و تفسیر ابن عباس کے نصوص ابھی آتے ہیں۔

---

[1] الہدایۃ باب وصیۃ الذمی مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۶۸۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع عشر فی اہل الذمۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۷

اس تحقیق سے بہت عبارات میں توفیق ہوگئی جن میں حربی کے لئے مطلقاً ممانعت ہے جیسے ارشاد جامع صغیر وکتب کثیر اُن میں حربی غیر معاہد مراد ہے۔ لاجرم کافی پھر درر پھر نتائج الافکار نے کلام جامع صغیر یوں نقل کیا:

الوصیة للحربی وھو فی دارھم باطلة لانھا بر وصلة وقد نھینا عن بر من یقاتلنا لقولہ تعالٰی انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین[1]

حربی کہ دار الحرب میں ہو اس کے لئے وصیت باطل ہے اس لئے کہ وہ احسان ونیک سلوک ہے اور حربی کے ساتھ نیک سلوک سے ہمیں منع فرمایا گیا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے، اللہ تمہیں اُن سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے لڑے۔

جامع صغیر شریف کے متعدد نسخے حاضر، اس کی عبارت صرف اسی قدر ہے:

الوصیة لاھل الحرب باطلة[2]

حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے۔

اور یہی اُس سے بدایہ متن ہدایہ میں منقول، نہ اس میں تعلیل ہے نہ لفظ وھو فی دارھم ضرور یہ بعض شرح جامع کی عبارت ہے جسے کافی نے حسب عادت علماء جامع کی طرف نسبت فرمایا تو شارح نے اطلاق جامع کو غیر مستامن پر حمل کیا اور جن میں مطلق جواز ہے جیسے عبارت شرح سیر کبیر جس کو محیط نے اُسی عادت کی بناء پر سیر کبیر کی طرف نسبت کیا اُن میں مستامن ومعاہد مقصود جس طرح خود محیط نے تصریح کی کہ: اس اد یا المحارب

عہ فلا علیك ما وقع فی زکوٰۃ الشامی[3] من عزوہ لمحمد فی السیر الکبیر فقد ابان الصواب فی الوصایا ناقلا عن العلامة جوی زادہ ان مرادھم بما یدل علی الجواز ما ذکر فی شرح السیر الکبیر[4] للامام السرخسی۔ منہ غفرلہ

شامی کی کتاب الزکوٰۃ میں سیر کبیر کے حوالہ سے جو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کی طرف منسوب ہے وہ تجھے اشتباہ نہ دے اس لئے کہ شامی کے وصایا میں علامہ جوی زادہ سے درست وصحیح عبارت منقول ہے کہ جواز پر دلالت کرنے سے ان کی وہ دلیل مراد ہے جو امام سرخسی کی شرح سیر کبیر میں مذکور ہے۔ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الوصایا مطبعہ احمد کامل الکائنہ دار سعادت مصر ۲/ ۴۲۹
نتائج الافکار تکملہ فتح القدیر باب صفة الوصیة ما یجوز من ذالک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۳۵۵
[2] الجامع الصغیر باب الوصیة بثلث المال مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۷۰
[3] ردالمحتار مطبوعہ کوئٹہ ۲/ ۶۳ [4] ایضاً ۵/ ۴۶۳

المستأمن[1] حربی سے مستامن مراد لیا۔ اسی طرح عبارت موطائے امام محمد:

لاباس بالهدية الى المشرك المحارب مالم يهد اليه سلاح اودرع وهو قول ابی حنيفة والعامة من فقهائنا۔[2]

حربی مشرک کو ہدیہ دینے میں حرج نہیں جب تک ہتھیار یا زرہ کا بھیجنا نہ ہو اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء کا ہے۔

وصیت بھی ہدیہ ہی ہے کہ تملیک عین مجاناً ہے، اور امام محمد جامع صغیر میں صاف فرما چکے کہ اُن کے لئے وصیت باطل، تو ہدیہ کیسے جائز ہوسکتا ہے مگر اسی فرق سے کہ معاہد کے لئے جائز اور غیر معاہد کے لئے ناجائز، جس طرح خود امام نے سیر کبیر میں اشعار فرمایا اور کتاب الاصل میں ارشادِ امام نے تو بالکل کشفِ حجاب فرمادیا کہ فرمایا حربی کے لئے باطل، پھر فرمایا: مستامن کے لئے جائز۔ ردالمحتار میں ہے:

نص محمد فی الاصل علی عدم جواز الوصیة للحربی صریحا۔[3]

امام محمد نے اصل میں روشن تصریح فرمائی کہ حربی کے لئے وصیت جائز نہیں۔

بدائع امام ملک العلماء سے گزرا:

وان کان مستامنا ذکر فی الاصل انه یجوز۔[4]

امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ کافر اگر مستامن ہو تو اس کے لئے وصیت جائز ہے۔

خانیہ امام فقیہ النفس میں ہے:

اوصی مسلم لحربی مستامن بثلث ماله ذکر فی الاصل انه تجوز وقیل هذا قول محمد وعن ابی حنیفة فی روایة لا تجوز وان لم یکن الحربی مستامنا لا تجوز فی قولهم۔[5]

کسی مسلمان نے حربی مستامن کے لئے اپنے تہائی مال کی وصیت کی، مبسوط میں فرمایا: یہ جائز ہے۔ بعض نے کہا: یہ قول امام محمد کا ہے، اور امام اعظم سے ایک روایت میں ہے کہ جائز نہیں اور اگر حربی مستامن نہ ہو تو بالاتفاق ناجائز ہے۔

---

[1] المحیط البرہانی

[2] مؤطا امام محمد باب مایکرہ من لبس الحریر والدیباج آفتاب عالم پریس لاہور ص ۳۷۱

[3] ردالمحتار کتاب الوصایا مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ۵/ ۴۶۳

[4] بدائع الصنائع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۳۴۱

[5] فتاوٰی قاضی خاں فصل فیمن تجوز وصیتہ وفیمن لاتجوز وصیتہ الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۳۷

رہا شرح سرخسی میں یہ استدلال کہ قحطِ مکہ معظمہ میں حضور رحمتِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانسو اشرفیاں ابوسفیان وصفوان بن امیہ کو عطا فرمائیں کہ فقرائے مکہ پر تقسیم کریں **اقول** واقعۂ عین کے لئے عموم نہیں ہوتا، ممکن کہ وہ زمانہ صلح ومعاہدہ ہو معہذا ابوسفیان وصفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں مؤلفۃ القلوب سے تھے، ممکن کہ اس مد سے عطا فرمائی ہوں پھر بھی وہ عبارات باقی رہیں جن میں مستامن کے لئے بھی عدمِ جواز کا صریح ارشاد ہے یونہی وہ کہ حربی غیر معاہد کے لئے بھی جواز اُن کا مفاد ہے۔ ہندیہ میں محیط سے ہے:

لو ان عسکرا من المسلمین دخلوا دار الحرب فاھدی امیرھم الی ملک العدو ھدیۃ فلا باس بہ۔[1]

اگر مسلمانوں کا کوئی لشکر دار الحرب میں داخل ہو اور سپہ سالار دشمنوں کے بادشاہ کو کچھ ہدیہ بھیجے کچھ مضائقہ نہیں۔

ائمہ لیڈروں پر سخت اشد عبارات

ظاہر ہے کہ فَئے وہی مال ہے کہ کافر سے بے لڑے قہراً لیا جائے اور لڑ کر لیں تو غنیمت۔ اور ایامِ معاہدہ کے ہدایا قہراً نہیں۔ شرح سیر کبیر میں ہے:

لو وادع الامام قوما من اھل الحرب سنۃ علی مال دفعوہ الیہ جاز لو خیرا للمسلمین ثم ھذا المال لیس بفیئ ولا غنیمۃ حتی لایخمس ولکنہ کالخراج یوضع فی بیت المال لان الغنیمۃ اسم لمال یصاب بایجاف الخیل والرکاب والفیئ اسم لما یرجع من اموالھم الی ایدینا بطریق القھر وھذا یرجع الینا بطریق المراضاۃ۔[2]

اگر سلطانِ اسلام نے حربیوں کے کسی گروہ سے سال بھر کے لئے صلح کرلی اور اس پر کچھ مال اُن سے لے لیا تو اگر یہ مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو جائز ہے پھر یہ مال نہ فَئے ہے نہ غنیمت، یہاں تک کہ اُس سے خمس نہ لیا جائے گا، ہاں وہ خراج کی طرح بے خزانۂ مسلمین میں داخل کیا جائے گا، اس لئے کہ غنیمت اُس مال کا نام ہے جو گھوڑے اُونٹ دوڑا کر یعنی لڑ کر ملے اور فَئے اس مال کا نام ہے جو ہمیں اُن سے بطور غلبہ ہاتھ آئے اور یہ تو ہم کو بطور رضامندی حاصل ہوا۔

خیالاتِ لیڈران کا قلع قمع اسی توفیق انیق ہی سے ہوگیا، یہ دونوں قسمیں ان پر اشد ہیں، اُن کے دونوں مزعوم کا سخت تر رد ہیں، قسمِ اول نے حربی معاہد کے ساتھ بھی ذرا سا سلوک مالی حرام فرمایا اُن کے فقیر گداگر کو بھیک

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الفصل الثالث مکتبہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۶

[2] شرح السیر الکبیر

دینے تک منع بتایا اور لیڈروں نے غیر معاہد مشرکوں سے وداد و اتحاد منایا بلکہ اُن کی غلامی و انقیاد کا کلنک لگایا 30
قسم دوم نے خود محارب و نامعاہد حربیوں کو ہدیہ دینا لینا جائز ٹھہرایا، لیڈروں کے مطلقاً ترک تعاون کی فرضیت کا دریا جلایا، خیر انھیں اسی طرح ہر طرف کی ضرب و جرح و رد و طرح میں چھوڑیے، جانب توفیق باگ موڑیے۔

سلوک مالی کی اقسام فاقول سلوک مالی تین طرح ہے: مرحمت، مکرمت، مکیدت۔

اول یہ کہ محض اُسے نفع دینا خیر پہنچانا مقصود ہو، یہ مستامن معاہد کے لئے بھی حرام ہے، امان و معاہدہ کفِ ضرر کے لئے ہے نہ کہ اعداء اللہ کو بالقصد ایصال خیر کے واسطے۔

دوم یہ کہ اپنی ذاتی مصلحت مثل مکافات احسان و لحاظ رحم کے لئے کچھ مالی سلوک، یہ معاہد سے جائز نامعاہد سے ممنوع۔

سوم یہ کہ مصلحت اسلام و مسلمین کے لئے محاربانہ چال ہو، یہ حربی محارب کے واسطے بھی جائز کہ حقیقت بر و صلہ سے اسے علاقہ نہیں۔

موالات کی تقسیم اور اُس کے احکام تحقیق مقام یہ ہے کہ موالات دو قسم ہے: اول حقیقیہ جس کا ادنیٰ رکن یعنی میلانِ قلب ہے، پھر وداد پھر اتحاد پھر اپنی خواہش سے بے خوف و طمع انقیاد پھر تبتل ؏ یہ بجمیع وجوہ ہر کافر سے مطلقاً ہر حال میں حرام ہے۔

میل طبعی کا حکم قال اللہ تعالٰی:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ۱؎ ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں آگ چھوئے۔

مگر میل طبعی جیسے ماں باپ اولاد یا زنِ حسینہ کی طرف کہ جس طرح بے اختیار ہو زیرِ حکم نہیں پھر بھی

؏ جب مجرد میلان قلب کو حرام و موجب عذاب نار فرمایا تو وداد و اتحاد و انقیاد و تبتل کس قدر سخت کبیرہ موجب عذاب اشد ہوں گے، لیڈر وداد و اتحاد و انقیاد سب خود قبول کر رہے ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی ۱۲

۱؎ القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

30/30

اس تصور سے کہ یہ اللہ و رسول کے دشمن ہیں ان سے دوستی حرام ہے، بقدرِ قدرت اُس کا دبانا یہاں تک کہ بن پڑے تو فنا کردینا لازم ہے کہ شیئ مستمر میں بقاء کے لئے حکم ابتداء ہے کہ اعراض ہر آن متجدد ہیں آنا بے اختیار تھا اور جانا یعنی ازالہ قدرت میں ہے تو رکھنا اختیار موالات ہوا اور یہ حرام قطعی ہے ولہذا جس غیر اختیاری کے مبادی اُس نے باختیار پیدا کئے اُس میں معذور نہ ہوگا جیسے شراب کہ اُس سے زوالِ عقل اس کا اختیاری نہیں مگر جبکہ اختیار سے پی تو زوالِ عقل اور اس پر جو کچھ مرتب ہو سب اسی کے اختیار سے ہوا، قال تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا اٰباءکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظٰلمون[1]۔

اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو اُن سے دوستی رکھے گا وہی پکا ظالم ہوگا۔

تفسیر کبیر و نیشاپوری و خازن و جمل وغیرہا میں ہے:

انہ تعالٰی امر المؤمنین بالتبری عن المشرکین وبالغ فی ایجابہ، قالوا کیف تمکن ھذہ المقاطعۃ التامۃ بین الرجل وبین ابیہ وامہ واخیہ، فذکر اللہ تعالٰی ان الانقطاع من الاٰباء والاولاد والاخوان واجب بسبب الکفر[2]۔

جب اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو مشرکوں سے بیزاری کا حکم دیا اور بتاکیدِ شدید واجب فرمایا تو بعض مسلمانوں نے کہا آدمی کا اس کے باپ اور ماں اور بھائی سے یہ پُورا انقطاع کیونکر ممکن ہے؟ اس پر رب عزوجل نے فرمایا کہ باپ اور اولاد اور بھائیوں سے اُن کے کُفر کے سبب پُورا انقطاع ہی لازم ہے۔

موالات صوریہ کے احکام

دوم صوریہ کہ دل اس کی طرف اصلاً مائل نہ ہو مگر برتاؤ وہ کرے جو بظاہر محبت و میلان کا پتا دیتا ہو، یہ بحالت ضرورت و مجبوری صرف بقدر ضرورت و مجبوری مطلقاً جائز ہے، قال تعالٰی:

الا ان تتقوا منھم تقٰۃ[3]۔

مگر یہ کہ تمھیں ان سے پورا واقعی خوف ہو۔

بقدر ضرورت یہ کہ مثلاً صرف عدمِ اظہار عداوت میں کام نکلتا ہو تو اسی قدر پر اکتفا کرے اور اظہار محبت کی

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) آیہ قل ان کان اٰباءکم الخ کے تحت المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۶/ ۱۸

[3] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

ضرورت ہو تو حتی الامکان پہلو دار بات کہے صریح کی اجازت نہیں اور بے اس کے نجات نہ ملے اور قلب ایمان پر مطمئن ہو تو اس کی بھی رخصت اور اب بھی ترکِ عزیمت۔ ابناء جریر و منذر و ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی:

نھی اللّٰہ المومنین ان یلاطفوا الکفار و یتخذوھم ولیجۃ من دون المؤمنین الا ان یکون الکفار علیھم ظاھرین اولیاء فیظھرون لھم اللطف ویخالفونھم فی الدین وذٰلك قولہ تعالٰی الا ان تتقوا منھم تقٰۃ[1]

اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ کافروں سے نرمی کریں اور مسلمانوں کے سوا اُن میں سے کسی کو رازدار بنائیں مگر یہ کہ کافران پر غالب و والیانِ ملک ہوں تو اس وقت اُن سے نرمی کا اظہار کریں اور دین میں مخالفت رکھیں اور یہ ہے مولٰی تعالٰی کا ارشاد مگر یہ کہ تم کو ان سے واقعی پورا خوف ہو۔

مدارک میں ہے:

ای الّا ان یکون للکافر علیك سلطان فتخافہ علٰی نفسك ومالك، فحینئذ یجوز لك اظھار الموالاۃ وابطان المعاداۃ[2]

یعنی مگر یہ کہ کافر کی تجھ پر سلطنت ہو تو تجھے اس سے اپنے جان و مال کا خوف ہو اس وقت تجھے جائز ہے کہ اس سے دوستی ظاہر کرے اور دشمنی چھپائے۔

کبیر میں ہے:

وذٰلك بان لا یظھر العداوۃ باللسان، بل یجوز ایضا ان یظھر الکلام الموھم للمحبۃ والموالاۃ، ولکن بشرط ان یضمر خلافہ وان یعرض فی کل ما یقول[3]

یہ یوں ہے کہ زبان سے دشمنی ظاہر نہ کرے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ ایسا کلام کہے جو محبت و دوستی کا وہم دلائے مگر شرط یہ ہے کہ دل میں اس کے خلاف ہو اور جو کچھ کہے پہلو دار بات کہے۔

صوریہ کی اعلٰی قسم مداہنت[4] ہے اس کی رخصت صرف بحالتِ مجبوری و اکراہ ہی ہے اور ادنٰی قسم مداراۃ یہ مصلحتاً بھی جائز، قال تعالٰی:

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) القول فی تاویل قولہ لا یتخذ المومنون الکٰفرین الخ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۳ / ۱۴۰

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیہ ۳ / ۲۸ دار الکتاب العربی بیروت ۱ / ۱۵۳

[3] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) " المطبعۃ البہیۃ مصر ۸ / ۱۴

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مأمنہ[1]

اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اُسے پناہ دو تاکہ کلامِ الٰہی سُنے پھر اُسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔

ظاہر ہے کہ اس وقت غلظت وخشونت منافی مقصود ہوگی۔

مدارات کا بیان

مدارات صرف اُس ترکِ غلظت کا نام ہے اظہارِ الفت ورغبت پھر کسی قسم اعلیٰ میں جائے گا اور اسی کا حکم پائے گا، مدارات و مداہنت کے بیچ میں موالات صوریہ کی دو قسمیں اور ہیں، برّ و اقساط اور معاشرت۔ یہ دو صورتیں موالات کی ہوئیں اور دس کی مکمل مجرد معاملت ہے کہ میلان پر مبنی نہ اُس سے منبی، یہ سوائے مرتد ہر کافر سے جائز ہے جب تک کسی محظورِ شرعی کی طرف منجر نہ ہو معاشرت کے نیچے افعال کثیرہ ہیں، سلام کلام، مصافحہ، مجالست، مساکنت، مواکلت، تقریبوں میں شرکت، عیادت، تعزیت، اعانت، استعانت، مشورت وغیرہا ان سب کے صور وشقوق کی تفصیل اور ہر صورت پر بیان حکم و دلیل ایک مستقل رسالہ چاہے گا، یہاں برّ وصلہ سے بحث ہے جس کی ہم نے تین قسمیں بیان کیں، قسم اول کہ بے اپنی کسی غرض صحیح کے بالقصد ایصال نفع وخیر منظور ہو یہ بے رغبت و میلان قلب متصور نہیں تو موالات حقیقیہ ہے اور مطلقاً قطعاً حرام قطعی، باقی دو قسمیں کہ اپنی غرض ذاتی یا مصلحت دینی مقصود ہو تو موالات صوریہ کی ایک ہلکی قسمیں ہیں اگرچہ مجرد ترکِ غلظت پر ان میں شئے زائد ہے، ان دو میں فرق یہ ہے کہ قسم دوم بھی اگرچہ حقیقت موالات سے بر کراں ہے اور صورۃً بھی کوئی قوی دلیل نہیں مگر معنیً کچھ اُس کی نفی و ضد بھی نہیں، اور سوم حقیقۃً معادات و قصد اضرار ہے، لہذا حربی محارب سے بھی جائز ہوئی کہ اب وہ ظاہری صورت خدعہ اور چال رہ گئی والحرب خدعۃ[2] (لڑائی فریب ہے۔ ت) کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنا کیسا اشد حرام و کبیرہ ہے لیکن اگر مثلاً اس لئے ہو کہ وہ تعاقب کرتے چلے آئیں گے اور آگے اسلامی کمین ہے جب اُس سے گزریں اُن کے پیچھے سے کمین کا لشکر نکلے اور آگے سے یہ لوٹ پڑیں اور کافر گھر جائیں تو ایسا فرار بہت پسندیدہ ہے کہ یہ صورۃً فرار معنیً کرار ہیں۔ قال تعالٰی :

ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الٰی فئۃ فقد باء

جہاد کے دن جو کوئی کافروں کو پیٹھ دکھائے گا سوا اس کے جو لڑائی کے لئے کنارہ کرنے یا اپنے جتھے میں جگہ

---

[1] القرآن الکریم ۹/۶

[2] صحیح البخاری باب الحرب خدعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۲۵

بغضب من الله ومأوٰہ جھنم و بئس المصیر[1]۔ لینے کو جائے وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی بُری پھرنے کی جگہ ہے۔

حربی غیر معاہد سے موالات کی حالی صورت بھی حرام ہے

اور دوم ان سے جائز نہیں کہ حقیقت معادات سے خالی اور صورت موالات حالی یہ صرف معاہدین کے لئے ہے تنزیلا للناس منازلھم ہر شخص کو اس کے مرتبے پر رکھنے کے لئے۔ اور غیر معاہد کے لئے یہ بھی موالات ممنوعہ ہی ہے، اور پر گزرا کہ مولیٰ عزوجل نے اُن سے صوریہ کو بھی مثل حقیقیہ منع فرمایا اور اس کا نام بھی مودۃ ہی رکھا کہ تلقون الیھم بالمودۃ تسرون الیھم بالمودۃ[2] (تم انھیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے، تم انھیں محبت کا خفیہ پیغام پہنچاتے ہو۔ ت) یہ ہے تحقیق انیق متکفل توفیق و تطبیق والحمد للہ علی حسن التوفیق۔

آیاتِ ممتحنہ میں بِر و معاملات سے کیا مراد

اس تحقیق سے روشن ہُوا کہ کریمہ لاینھٰکم میں بِر سے صرف اوسط مراد ہے کہ اعلیٰ معاہد سے بھی حرام اور ادنیٰ غیر معاہد سے بھی جائز، اور آیت فرق کے لئے اُتری ہے نیز ظاہر ہوا کہ کریمہ انما ینھٰکم میں تو دھم سے یہی بِر وصلہ مراد ہے تاکہ مقابلہ و فرق فریقین ظاہر ہو لاجرم تفسیر معالم و تفسیر کبیر میں ہے :

ثم ذکر الذین ینھاھم عن صلتھم فقال انما ینھٰکم اللہ الاٰیۃ[3]۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا بیان فرمایا جن سے نیک سلوک کی ممانعت ہے کہ فرمایا اللہ تمھیں ان سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں۔

تنویر المقباس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے :

(انما ینھٰکم اللہ عن الذین) عن صلۃ الذین (ان تودھم) ان تصلوھم[4] (ملخصًا)۔ اللہ تمھیں ان سے منع فرماتا ہے یعنی ان کے ساتھ نیک سلوک سے کہ اُن سے موالات یعنی نیک سلوک کرو۔

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۱۶ [2] القرآن الکریم ۶۰/ ۱

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) زیر آیۃ انما ینھٰکم اللہ عن الذین الخ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۲۹/ ۳۰۴

[4] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس " " " " " " " مصطفی البابی مصر ص ۳۵۱

معنی اقساط کی تحقیق **تنبیہ چہارم:** معنی اقساط میں مفسرین تین وجہ پر مختلف ہوئے:

اوّل کشاف و مدارک و بیضاوی و ابوالسعود و جلالین میں اسے بمعنی عدل ہی لیا اولین میں اور واضح کردیا کہ ولا تظلموھم[1]، امام ابوبکر ابن العربی نے اس پر ایراد کیا کہ عدل و منع ظلم کا حکم معاہد سے خاص نہیں حربی محارب کو بھی قطعاً عام ہے اور وہ صرف رخصت نہیں بلکہ قطعاً واجب۔ قال تعالٰی:

ولا یجرمنکم شناٰن قوم علی ان لاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی[2] کسی قوم کی عداوت تمھیں عدل نہ کرنے پر باعث نہ ہو عدل کرو وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔

یہ تقریر ایراد ہے اور اسے قرطبی و خطیب شربینی پھر جمل نے مقرر رکھا۔

دوم عدل سے صرف وفائے عہد مراد ہے اسے کبیر میں مقاتل سے نقل کیا اور یہی تنویر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی:

(ان تقسطوا علیھم) تعدلوا بینھم بوفاء العھد (ان اللہ یحب المقسطین) العادلین بوفاء العھد[3] اُن کے ساتھ اقساط کی اجازت فرماتا ہے یعنی جو معاہدہ اُن کے ساتھ ہوا اُسے پورا کرو بیشک اللہ تعالٰی اقساط والوں کو دوست رکھتا ہے جو وفائے عہد سے عدل کرتے ہیں۔

اگر کہئے معاہد سے وفائے عہد بھی واجب ہے نہ صرف رخصت **اقول** وفا واجب ہے اتمام مدت واجب نہیں، مصلحت ہو تو نبذ جائز۔ قال تعالٰی: فانبذ الیھم علی سواء[4] ان کی طرف یکساں حالت پر نبذ کردو ؏۔ اب ایراد بھی نہ رہا اور بر و قسط دو جدا چیزیں ہوگئیں اور ان اللہ یحب المقسطین یہاں بھی بلاتکلف ہے

ؑ جن کفار سے ایک مدت تک معاہدہ ہو اور مصلحتِ اسلام اس کا ترک چاہے فرض ہے کہ ان کو اطلاع کردی جائے ہوشیار ہوجاؤ اب ہم تم سے معاہدہ رکھنا نہیں چاہتے اس کا نام نبذ ہے اس میں فرض ہے کہ اگر اس وقت وہ امن کی جگہ نہ ہوں تو اتنی مہلت دی جائے کہ وہ اپنی امان کی جگہ پہنچ جائیں، اور اگر

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] مدارک التنزیل (التفسیر النسفی)، تحت وتقسطوا الیھم، دارالکتاب العربی بیروت ۴/ ۲۴۶ [2] القرآن الکریم ۵/ ۸

[3] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس زیر آیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ مصطفی البابی مصر ص ۳۵۱

[4] القرآن الکریم ۸/ ۵۸

اور اسے ماثور ہونے کا بھی شرف حاصل اگرچہ سند ضعیف ہے تو یہی اسلم و اقوی ہے۔

سوم عدل سے مراد صرف عدل بالبر ہے، ابن جریر و معالم و خازن میں ہے: تعدلوا فیھم بالاحسان والبر[1] (ان سے انصاف کا برتاؤ کرو بھلائی اور نیکی کے ساتھ۔ت) ابن العربی و قرطبی و شربینی و نیشاپوری و جمل نے اس کی یوں توجیہ کی اقساط قسط بمعنی حصہ سے یعنی اپنے مال سے کچھ دینا۔

اقول یعنی اب تخصیص عدل کی حاجت نہ ہوئی کہ معنی عدل ہی سے عدول ہوگیا مگر بہرحال اقساط بر سے جدا چیز نہ ہوا اور ظاہر عطف مغایرت چاہتا ہے۔

وانا **اقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) ممکن کہ عدل سے عدل فی البر مراد ہو نہ کہ بالبر، اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی ماں عہد معاہدہ میں آتی ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُس سے صلہ کا مسئلہ پوچھتی ہیں اس پر یہ آیہ کریمہ اترتی ہے وہ اگر کچھ ہدیہ نہ لاتی یہ اپنی طرف سے صلہ کرتیں یا جتنا وہ لاتی اس سے زائد دیتیں تو کل یا قدر زائد ان کی طرف سے احسان ہوتا یہ بر ہے، اُتنا ہی دیتیں تو دینے میں عدل یعنی مساوات ہوتی، یہ اقساط ہے آیہ کریمہ نے معاہد سے دونوں صورتوں کی اجازت فرمائی اب یہ آیت زیادت و مساوات دونوں کی اجازت اور اُن میں تقدیم ذکر زیادت میں آیت تحیت کی نظیر ہوگی اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا اوردوھا[2] جب تمھیں سلام کیا جائے تو اس سے زیادہ الفاظ جواب میں کہو یا اُتنے ہی، واللہ تعالٰی اعلم بمرادہ، یہ ہے بتوفیق اللہ تعالٰی، تفسیر کریمہ ممتحنہ میں تمام کلام کہ ان اوراق کے غیر میں نہ ملے گا والحمدللہ حمدًا کثیرا طیبًا مبارکًا فیہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا وآلہ وذویہ اٰمین والحمدللہ رب العٰلمین۔ بالجملہ عطر ارشادات ائمہ ونتیجہ تنقیحات مہمہ یہ ہوا کہ کریمہ ممتحنہ میں اگر قتال سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) باطمینان معاہدہ وہ اپنے قلعے خراب کرچکے ہوں تو فرض ہے کہ اتنی مدت دی جائے جس میں وہ اپنے قلعے درست کرلیں یہاں سے یکساں حالت کے معنی کھل گئے یعنی یہ نہ ہو کہ اپنا سامان ٹھیک کرکے اُن کی غفلت میں نبذ کردو اور انھیں درستی سامان کی مہلت نہ دو، یہ ہے اسلام کا انصاف، والحمدللہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) زیر آیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۲۸/ ۴۰

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۶

قتال بالفعل مراد ہو تو یقیناً آیاتِ کثیرہ سے منسوخ جس کے نسخ پر تصریحاتِ جلیلہ مذکورہ کے علاوہ مبسوط و عنایہ و کفایہ و تبیین و بحر الرائق و رد المحتار کے نصوص کا اور اضافہ ہوا، یہ جواب اول تھا اور اگر مطلق قتال مقصود کہ ہر حربی غیر معاہد میں موجود، تو ضرور آیت محکم، اور مشرکین ہند کو اُس میں داخل کرنا شدید ظلم و ستم یہ جواب دوم ہوا اور یہی مذہبِ جمہور و مشربِ منصور و مسلک ائمۂ حنفیہ صدور ہے مسلم حنفی بننے والی ہندو پرستی نے نہ حنفیت قائم رکھی نہ حنیفیت، نہ مذہب ہی برقرار رکھا نہ شریعت۔ ذٰلک ھو الخسران المبین ۵ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، دو جواب تو ہوئے۔

لیڈروں کو تیسرا جواب

ثالثاً وائے غربت اسلام و انصاف، کیا کوئی ان سے اتنا کہنے والا نہیں کہ ہندوؤں کے بالفعل محاربین سے بھی تمھیں عداوت کا اقرار ہاتھی کے دانت ہیں کھانے کے اور دکھانے کے اور، کیا تمھیں نہیں ہو کر جب وہ محاربین قاتلین ظالمین کافرین گرفتار ہوئے اُن پر ثبوت اشد جرائم کے انبار ہوئے تمھاری چھاتی دھڑکی، تمھاری مامتا پھڑکی، گھبرائے، تلملائے، سٹپٹائے، جیسے اکلوتے کی پھانسی سن کر ماں کو درد آئے، فوراً گرما گرم دھواں دھار ریزولیوشن[ع] پاس کیا ہے کہ ہے ہے یہ ہمارے پیارے ہیں، یہ ہماری آنکھ کے تارے ہیں، انھوں نے مسلمانوں کو ذبح کیا، جلایا، پھونکا، مسجدیں ڈھائیں، قرآن پھاڑے، یہ ہماری ان کی خانگی شکر رنجی تھی، ہمیں اس کی مطلق پرواہ نہیں، یہ ہمارے سگے ہیں کوئی سوتیا ڈاہ نہیں، ماں بیٹی کی لڑائی دودھ کی ملائی، یہ تو ایک دوسرے سے کھڑک ہی جاتا ہے، ان کے درد سے ہمیں غش پر غش آتا ہے، اُن کا بال بیکا ہوا اور ہمارا کلیجہ پھٹا، لہٰذا ان کو معافی دی جائے، فوراً ان سے درگزر کی جائے، یہ ہے آیۂ ممتحنہ پر تمھارا عمل، یہ ہے الذین قاتلوکم فی الدین سے تمھاری جنگ و جدل، یہ ہے واحد قہار کو تمھارا پیٹھ دینا، یہ ہے کلام جبار سے تمھارا مچیٹا لینا، اُن تمھارے سگوں نے قرآن مجید پھاڑے، تم نے اس کے احکام پاؤں تلے مل ڈالے، انھوں نے مسجدیں ڈھائیں، تم نے رب المسجد کے ارشاد و دلیلوں سے کچل ڈالے، قرآن چھوڑا ایمان چھوڑا مصطفیٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے منہ موڑا اور ان کے دشمنوں اُن کے اعداء سے رشتہ جوڑا، یہ تمھیں اسلام کا بدلا ملا۔

ع بعض مفتیان بے انصاف اسے دیکھیں جنھوں نے لکھا تھا کہ "اگر کوئی ہندو اس کے خلاف ہو تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ محارب سے برو قسط ناجائز"، ع

یہی اقرار یہی قول یہی وعدہ تھا الخ ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

وافئدتھم ھواء[1] اور اُن کے دل اُڑے ہوئے ہیں۔

کریمہ لاینھٰکم نے کچھ نیک برتاؤ و مالی مواسات ہی کی تو رخصت دی یا یہ[1] فرمایا کہ انھیں اپنا انصار بناؤ، اُن[2] کے گھرے یار غار ہو جاؤ، اُن[3] کے طاغوت کو اپنے دین کا امام ٹھہراؤ، اُن[4] کی جے پکارو، اُن[5] کی حمد کے نعرے مارو، انھیں[6] مساجدِ مسلمین میں باادب و تعظیم[7] پہنچا کر مسندِ[8] مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لے جا کر مسلمانوں سے اونچا اٹھا کر واعظ و ہادیِ مسلمان بناؤ، اُن[9] کا مردار جیفہ اٹھاؤ، کندھے[10] پر ٹکٹکی زبان پر جے یوں مرگھٹ میں پہنچاؤ، مساجد[11] کو اُن کا ماتم گاہ بناؤ، اُن[12] کے لئے دعائے مغفرت و نماز[13] جنازہ کے اعلان کراؤ، اُن[14] کی موت پر بازار بند کرو سوگ مناؤ، اُن[15] سے اپنے ماتھے پر قشقے لگواؤ، اُن[16] کی خوشی کو شعارِ اسلام بند کراؤ، گائے[17] کا گوشت کھانا گناہ ٹھہراؤ، کھانے[18] والوں کو کمینہ بتاؤ، اُسے[19] مثل سؤر کے گناؤ، خدا[20] کی قسم کی جگہ رام دُہائی گاؤ، واحد[21] قہار کے اسماء میں الحاد رچاؤ، اُسے[22] معاذ اللہ رام[23] یعنی ہر چیز میں رما ہوا ہر شے میں حلول کئے ہوا ٹھہراؤ،

ع؎ یہاں سے صریح گمراہی ظاہر ہوئی ان جاہل مفتیوں کی جنھوں نے کہا کہ "اس میں کیا حرج ہے رام خدا ہی کو تو کہتے ہیں" اور جب تنبیہ کی گئی کہ رام لچھمن و سیتا رام میں کون سے لکھا کہ "بظاہر رام ہنود کے یہاں خدا کو کہتے ہیں اور خدا کی دُہائی دینا جائز ہے"۔ اتحاد منانے کا اثر ہے کہ وہ جو شدید گالی رب العزت کو دیتے ہیں مقبول و شیر مادر ہے خدا کو تو رام بنا لیا کیا اپنے آپ کو بھی مولوی کی جگہ پنڈت اور عبد مضاف با حد اسماء الٰہیہ کے بدلے رام داس اور اپنی مسجد کو شوالہ اور اپنے مدرسہ کو پاٹ شالا کہنا روا رکھیں گے، کیا ان لفظوں کی جگہ کہ مولوی عبد ..... صاحب نے اپنے مدرسہ کی مسجد میں وعظ فرمایا یوں کہنے کی اجازت دیں گے کہ پنڈت رام داس جی نے اپنے پاٹ شالا کے شوالے میں کتھا بکھانی یا کم از کم اتنا کہ اپنے لئے مولوی صاحب السلام علیکم کے بدلے پنڈت جی نمسکار کہنا روا رکھیں گے، اور یہی نہیں اپنے جنازوں کے ساتھ کلمہ طیبہ کی جگہ رام رام ست پکاریں گے کہ آخر ہنود کے نزدیک رام خدا ہی تو ہے اور خدا ضرور حق ہے، نہ اجازت دیں گے تو کیوں اللہ کو رام کہنا جائز، اور تمھارے لئے ویسے ہی ترجمے کرنا حرام معلوم ہوا، اللہ عزوجل کی عظمت سے اپنی عظمت دل میں زائد اور بہت زائد ہے، یہ ترجمہ کا سلسلہ تو بہت اونچا چلتا ہے مگر بے ادبوں کی اسی قدر سزا ہے ۱۲

حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۳

افٍ لکم بئس للظٰلمین بدلا[1] ۝ اف ہے تم پر ظالموں نے کیا ہی برا عوض پایا۔

آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ تمھیں آیۂ ممتحنہ پڑھنے کا کیا منہ ہے تمھارا پڑھنا یقیناً مصداق رب تالی القرآن و القراٰن یلعنہ[2] (بہتیرے وہ ہیں کہ وہ تو قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن انھیں لعنت فرمارہا ہے) ہے کیا اسی آیت کا تتمہ نہیں،

ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظٰلمون[3] تم میں جو اُن سے دوستی رکھے تو وہی پکے ظالم ہیں۔

جو اُن سے موالات کرے وہی ظالم ہے تم نے خاص محاربین بالفعل مقاتلین فی الدین سے موالات کی تو تم بحکم قرآن ظالمین ہوئے یا نہیں، اور یہی قرآن فرماتا ہے،

الا لعنۃ اللہ علی الظٰلمین[4] ۝ سُن لو ظالموں پر اللہ کی لعنت۔

تو بحکم قرآن ایسے لوگ لعین ہُوئے یا نہیں اب دو فتوے اب کرو آیۂ ممتحنہ کا دعوٰی۔

واللہ لا یھدی القوم الظٰلمین[5] ۝ ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین ۝ یخدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون ۝ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون[6] ۝

اور اللہ تعالٰی ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا، کچھ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور انھیں ایمان نہیں، اللہ اور مسلمانوں سے فریب کرتے ہیں اور حقیقت میں اُنھیں اپنی ہی جانوں کو فریب میں ڈالتے ہیں اور انھیں خبر نہیں اُن کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اُن کے جھُوٹ کا بدلا۔

لیڈروں کو چوتھا جواب

سابعاً ان صاحبوں سے یہ بھی پُوچھ دیکھیے کہ سب جانے دو کریمہ لا ینھٰکم ہر مشرک غیر محارب کو عام ہو کر محکم ہی سہی اور مشرکین ہند میں کوئی بھی محارب بالفعل نہ سہی اب دیکھو تمھارے ہاتھ میں قرآن سے کیا ہے خالی ہوا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵۰

[2] المدخل لابن الحاج الکلام علی جمع القرآن دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۸۵ و ۲/ ۳۰۴

[3] القرآن الکریم ۹/ ۲۳ [4] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

[5] " ۹/ ۱۰۹

[6] " ۲/ ۸ تا ۱۰

قرآن[23] مجید کو رامائن کے ساتھ ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جاؤ دونوں[24] کی پوجا کراؤ۔ ان[25] کے سرغنہ کو کہو خدا نے ان کو تمھارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے، یوں معنیٰ نبوت جماؤ۔ اللہ عزّ[2] وجل نے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو یہی فرمایا انما انت مذکر[1]تم تو نہیں مگر مذکر۔ اور خدا نے مذکر بنا کر بھیجا ہے اس نے معنیٰ رسالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا، ہاں لفظ بچایا اُسے[26] یوں دکھایا نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے اور[27] امام و پیشوا و بجائے مہدی موعود تو صاف کہہ دیا بلکہ اُس[28] کی حد میں یہاں تک اُونچے اُڑے کہ "خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست" صاف[29] کہہ دیا کہ "آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو خوش کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر لیا" صاف[30] کہہ دیا کہ "ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اٹھا دے گا" صاف[31] کہہ دیا کہ "ایسا مذہب چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا" صاف کہہ دیا کہ "ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بُت پرستی پر نثار کر دی" کیا کریمہ لا ینھٰکم میں ان ملعونات وکفریات کی اجازت دی تھی۔

ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب[2] ۝ ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا، اولٰئک یعرضون علی ربھم ویقول الاشھاد ھٰؤلاء	تمھاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمھیں عذاب میں بھون دے اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یہ ہیں وہ لوگ کہ اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے اور گواہ کہیں گے

ع یہاں سے صاف ظاہر ہوئی ان جاہل مفتیوں کی جنھوں نے لکھا "مذکر یاد دلانے کے معنی میں بولا جاتا ہے پس اگر کسی کو مذکر یعنی کوئی بات دلانے والا کہا جائے تو جائز ہے۔" مسلمانو! للہ انصاف کہاں تو کوئی بات یاد دلانے والا اور کہاں یہ کہ "خدا نے ان کو مذکر بنا کر تمھارے پاس بھیجا ہے گاندھی کو پیشوا نہیں بلکہ قدرت نے تم کو سبق پڑھانے والا مدبّر بنا کر بھیجا ہے یہ گلفشانی جدید لیڈر بننے والے جناب عبد الماجد بدایونی کی ہے جو جلسہ جمعیت علمائے ہند دہلی میں ہوئی اور اخبار فتح دہلی ۲۴ نومبر میں چھپی انھیں کی حمایت میں مفتی مذکور کا وہ فتویٰ ہے مگر معلوم نہیں ان مفتی صاحب فقیہ کی کتاب علم یا ان کے طور پر پنڈت رام داس جی شاستری کی ودیا پشتک میں مولوی عبد الماجد کو پانڈے شری داس کہنے کا بھی جواز ہے یا اُن کے کھیلنے کے لئے صرف بارگاہِ قہار بے نیاز ہے ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

ل[1] القرآن الکریم ۸۸/ ۲۱

ل[2] " ۲۰/ ۶۱

الذین کذبوا علی ربھم الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین ○ الذین یصدون عن سبیل اللہ ویبغونھا عوجا ؕ وھم بالاٰخرۃ ھم کٰفرون ○[1]

یہ ہیں وہ جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا سُن لو ظالموں پر اللہ کی لعنت وہ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اُس میں کجی چاہتے ہیں اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔

دیکھی تم نے آئینۂ ممتحنہ میں اپنی صُورت:

وذٰلک جزؤا الظّٰلمین ○[2] کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ○[3]

یہ سزا ہے ظالموں کی، عذاب ایسا ہوتا ہے اور بیشک آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کیا اچھا ہوتا اگر وُہ جانتے۔

لیڈروں سے ضروری سوال

سوال ضروری لیڈران و پارٹی کو اب تو کُھلا کہ انھوں نے یقیناً دشمنانِ خدا و رسول سے وداد و اتحاد منایا اور اُن کا کوئی عذر بارد اُنھیں کام نہ آیا اب قرآن کریم سے اپنا حکم بنائیں، اوپر آیۂ کریمہ تلاوت ہوئی:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ[4]

تم نہ پاؤ گے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ مخالفانِ خدا و رسول سے وداد کریں۔

دوسری آیت میں فرماتا ہے:

تری کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خٰلدون ○ ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء ولٰکن کثیرا منھم فٰسقون ○[5]

تم اُن میں بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں بیشک کیا ہی بُری چیز ہے جو خود انھوں نے اپنے لئے تیار کی یہ کہ اُن پر اللہ کا غضب اترا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے، اور اگر انھیں اللہ و نبی و قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں کو دوست نہ بناتے مگر ہے کہ ان میں بہتیرے فاسق ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸ و ۱۹

[2] القرآن الکریم ۵/ ۲۹

[3] ؎ ؎ ۶۸/ ۳۳

[4] ؎ ؎ ۵۸/ ۲۲

[5] ؎ ؎ ۵/ ۸۰ و ۸۱

ترکِ موالات میں لیڈروں کی افراط و تفریط

فرمائیے اللہ واحد قہار سچا کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد منانے والے ہرگز مسلمان نہیں انھیں اللہ و نبی و قرآن پر ایمان نہیں، یا معاذ اللہ یہ سچے کہ ہم تو ٹکسالی مسلمان ہیں ہم تو قوم کے لیڈران و ریفارمران ہیں۔ مسلمان تو یہی کہے گا کہ اللہ سچا و من اصدق من اللہ حدیثا، غرض ترکِ موالات میں افراط کی تو وہ کہ مجرد معاملت حرام قطعی اور تفریط کی تو یہ کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد واجب بلکہ ان کی غلامی و انقیاد فرض بلکہ مدارِ ایمان۔

فسبحٰن مقلب القلوب والابصار۔ پاکی ہے اُسے جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتا ہے۔

اوّل میں تحریم حلال کی، دوم میں تحلیلِ حرام بلکہ افتراضِ حرام، اور ان دونوں کے حکم ظاہر و طشت از بام۔

انگریزوں کو خوش کرنے کے لیے بہتانی الزام کا رد

للہ انصاف! کیا یہاں اہلِ حق نے انگریزوں کے خوش کرنے کو معاذ اللہ مسلمانوں کا تباہ کرنے والا مسئلہ نکالا یا اُن اہلِ باطل نے مشرکین کے خوش کرنے کو صراحۃً کلام اللہ و احکام اللہ کو پاؤں کے نیچے مل ڈالا، مسلمان کو خدا لگتی کہنی چاہیئے، ہندوؤں کی غلامی سے چھڑانے کو جو فتوی اہلسنت نے دیئے کلامِ الٰہی و احکامِ الٰہی بیان کئے، یہ تو ان کے دھرم میں انگریزوں کو خوش کرنے کے ہوئے وہ جو پیر نیچر کے دور میں نصرانیت کی غلامی آپڑی تھی جسے اب آدھی صدی کے بعد لیڈر زردتے بیٹھے ہیں، کیا اُس کا رد علمائے اہلِ سنت نے نہ کیا، وہ کس کو خوش کرنے کو تھا، کیا بکثرت رسائل و مسائل اس کے رد میں نہ لکھے گئے، حتی کہ اس کے بچے ندوے کے رد میں پچاس سے زائد رسائل شائع کئے جن میں جا بجا اُس نیم نصرانیت کا بھی ردِ بلیغ ہے، یہ کس کے خوش کرنے کو تھا، کیا صمصامِ حسن میں نہ تھا۔

نیچریاں راست خدا در کمند ... نیچر و قانون ورا پائے بند
سر نتواند کہ ز نیچر کشد ... خط بخدائیش سنیچر کشد
کیست سنیچر سی، ایس، آئی ست ... گول بگول آمدہ نیچر پرست
چوں شدہ استارہ ہند آں غل ... نحس و بلند آمدہ ہمچوں زحل
عرش و فلک جن و ملک حشر تن ... نار و جناں جملہ غلط کرد و ظن
کیست نبی پُردل پُر جوش گو ... وحی چہ باشد سخن جوشِ او
بر زدہ برہم ہمہ از اصل و فرع ... دین نو آورد و نو آورد شرع
ریش حرام ست و دُمِ فرق فرض ... حج سوئے انگلنڈ بود قطعِ ارض
گفت بیا قوم شنو قومِ من ... ہیں سوئے اعزاز بدو قومِ من

ذلت تاں دین مسلمانی ست   وائے بر آنکس کہ نہ نصرانی ست[1]

(ترجمہ: خدا نیچریوں کی قید میں ہے، نیچر (طبیعت) اور قانون اس کو پابند کرنے والے ہیں۔ وہ نیچر سے سر نہیں پھیر سکتا، سنیچر اس کی خدائی پر لکیر کھینچ دیتا ہے۔ سنیچر کون؟ سی، ایس، آئی ہے، ایک بیوقوف نیچر پرست (سر سید) کو ل میں آیا ہے جب سے وہ کھوٹا شخص ستارۂ ہند ہُوا (اسے تمغہ ملا ہے) زحل کی طرح منحوس اور بلند ہوگیا ہے۔ اس نے عرش، آسمان، فرشتے، حشرِ جسمانی، جنت و دوزخ سب کو غلط اور ظنی قرار دیا ہے۔ (اس کے نزدیک) نبی کون ہے؟ بہادر اور شعلہ بیان خطیب ہے۔ تمام اصول اور فروع کو اس نے درہم برہم کردیا ہے، دین نیا لایا ہے اور شریعت نئی لایا ہے۔ داڑھی حرام ہے اور (ٹیڑھی) مانگ کی دم فرض ہے، حج انگلینڈ کی طرف سفر کا نام ہے۔ اس نے کہا اے میری قوم! آ اور سُن، اے میری قوم! عزت کی طرف دوڑ۔ دینِ اسلام تمہاری ذلت ہے، افسوس اس شخص پر جو نصرانی (عیسائی) نہیں ہے)

یہ کس کی خوشی کو تھا، کیا مشرقستانِ اقدس میں نہ تھا؟

ندویاں کیں جلوہ در اسٹیج و لکچر می کنند   چوں بہ سنت می رسند آں کار دیگر می کنند
گہ روافض را بسر بر تاج لطف اللہ نہند   گہ پادر را بہ تخت عالماں بر می کنند
بخت و رخت تخت دیں ہیں جلوہ با صد رش برل   پاڈری و سکاٹ با مسٹر برادر می کنند
مفت مفتی یافت ایں عزت کہ اورا ہمنشیں   با اماماں جج و جنٹ و کلکٹر می کنند
ساز و ناز عالماں ہیں نظم بزم دیں بدیں   میز و اسٹیج و ٹکٹ ہال و کلب گھر می کنند
زیں سگالشہا چہ نالشہا کہ خود ایں سرکشاں   داور دادار را برٹش گورنر مے کنند[2]

(ترجمہ: ندوہ والے جو تقریر اور لیکچر میں جلوہ دکھاتے ہیں جب سنت تک پہنچتے ہیں تو دوسرا کام کرتے ہیں (یعنی سنت کی مخالفت)۔ کبھی رافضیوں کے سر پر اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا تاج رکھتے ہیں کبھی پادریوں کو علماء کے سٹیج پہ بٹھاتے ہیں۔ دین کے اسٹیج کی قسمت اور ساز و سامان دیکھئے کہ سو داڑھی منڈوں کے ساتھ پادری و سکاٹ اور مسٹر کو (اپنا) بھائی بناتے ہیں۔ مفتی کو مفت میں یہ عزت مل گئی کہ اسے اماموں، ججوں، جنٹوں اور کلیکٹروں کا ہم نشین بنا دیتے ہیں۔ علماء کے ناز و انداز دیکھئے، مجلسِ دینی کا نظام دیکھئے، میز، اسٹیج، ٹکٹ ہال اور کلب گھر بناتے ہیں۔ ان خوشامدوں پر کیا رونا؟ کہ یہ سرکش لوگ برٹش گورنر کو حاکم اور منصف مقرر کرتے ہیں)

یہ کس کی خوشی کو تھا، مولوی عبدالباری صاحب خدام کعبہ کی بانگی کے لئے مسجد کانپور کو عام سڑک اور ہمیشہ کے لئے جنب و حائض و کافر و مشرک کی پامال کرا آئے اور بکمال جرأت اسے مسئلہ شرعیہ ٹھہرایا اس کے رد میں ابانۃ المتواری لکھا جس میں ان سے کہا گیا ؎

دانم نہ رسی بکعبہ اے پشت براہ   کیں رہ کہ تو میروی بانگلستان است

(کعبہ کی طرف پشت کر کے چلنے والے! میں جانتا ہوں تو کعبہ نہیں پہنچ سکے گا کہ جس راہ پر تو چل رہا ہے وہ انگلستان کا راستہ ہے)

میزان کے شبہات واہیہ کے قلع قمع کو قامع الواہیات شائع ہوا کہ کس کی خوشی کو تھا، بات یہ ہے ع

المرء یقیس علی نفسہ

ع آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس

لیڈروں اور ان کی پارٹی نے آج تک نصرانیت کی تقلید و غلامی خوشنودی نصاریٰ کو کی اب کہ ان سے بگڑی اُس سے بدرجہا بڑھ کر خوشنودی ہنود کو ان کی غلامی لی سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ خادمانِ شرع بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے حالانکہ اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اظہارِ مسائل سے خادمانِ شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اُس کے بندوں کو اُس کے احکام پہنچانا وللہ الحمد سنیئے ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہیِ مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو، نہیں نہیں، بلکہ اُس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا و رسول نہ تنبیہ و آگاہیِ مسلمین کے لئے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اُس کا مقصد و مدعا ہو! اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ لیجئے کہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں ان پر جنھوں نے خوشنودیِ مشرکین کے لئے تباہیِ اسلام کے مسائل دل سے نکالے اللہ عزوجل کے کلام اور احکام تحریف و تغییر سے کایا پلٹ کر ڈالے شعارِ اسلام بند کئے شعارِ کفر پسند کئے، مشرکوں کو امام و ہادی بنایا، اُن سے وداد و اتحاد منایا اور اس پر سب لیڈر مل کر کہیں آمین۔ اُن کی یہ آمین ان شاء اللہ تعالیٰ خالی نہ جائے گی اگرچہ ان میں بہت کی دُعا نہ ہو الا فی ضلل۔

مشرکین سے معاہدہ کا بیان اور لیڈروں کا ردِّ بلیغ

(۸) لیڈر کہ احکامِ اسلام کو یکسر بدلنے اور بیچارے عوام کو جھوٹے من گھڑت احکام سنا کر چھلنے پر تُلے ہیں محض فریب دہی کے لئے اس طرف چلے ہیں کہ ہندوؤں سے اور ہم سے اب جبکہ عہدِ موافقت ہو گیا تو ہم کو اُس کا پورا کرنا لازمی ہے یہ شریعت پر محض افترا ہے، اول کون سی شریعت میں ہے کہ مشرکوں سے عہدِ موافقت، کافروں سے معاہدہ شرعیہ ایک مدت تک بمصلحت شرعی التوائے قتال کا عہد ہے نہ کہ موافقت کا جو بہ نصوص قطعیہ حرام ہے۔

لیڈران پر دوسرا رد

دوم صرف موافقت ہی نہیں بلکہ لیڈران فرماتے ہیں اگر شرعی مصلحت ہو تو اتحاد پیدا کرنا بھی ممنوع نہیں۔

عـــہ عبارت گزشتہ اور یہ سب عبارات کہ اس بحث میں آتی ہیں جن پر خط ہے خطبۂ صدارت مولوی عبد الباری صاحب جلسۂ انجمن علمائے صوبۂ متحدہ ۱۲ رجب ۳۸ھ بمقام کانپور کی ہیں ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

مشرکوں سے اتحاد

اللہ اکبر مشرک اور اتحاد، جب تک یہ مشرک یا وہ مسلم نہ ہو جائیں دو ضدوں کا اتحاد کیونکر ممکن، ظاہر ہے کہ وہ مسلمان نہ ہوئے نہ یہ اُن کو مسلمان مان کر اُن سے متحد ہوئے تو ضرور صورت عکس ہے کہ انھیں نے شرک قبول کیا، لیڈر صاحبو! ممنوع ہے یا نہیں تمھاری خانگی پنچایتی بات نہیں ان الحکم الا للہ[1] حکم نہیں مگر اللہ کے لئے۔ خود لیڈران فرماتے ہیں خدا کے سوا کسی کو حاکم بنانا روا نہیں لا حکم الا للہ، اور اس میں یہاں تک بڑھے کہ اگر رسول کی اطاعت لازم ہے تو اس صورت میں جبکہ مخالفت احکامِ الٰہیہ نہ ہو ورنہ انما الطاعۃ فی المعروف مشہور ہے۔

لیڈران کے نزدیک رسول اللہ بھی خلافِ خدا حکم فرما سکتے ہیں

اللہ اکبر واحد قہار تو یہ فرمائے کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[2] جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور لیڈران فرمائیں رسول کی اطاعت اُسی وقت تک ہے جب تک وہ احکامِ الٰہی کی مخالفت نہ کرے۔ جب رسول خلافِ خدا حکم دے تو اس کی اطاعت نہیں۔ خیر، جب آپ کے یہاں رسول کا یہ مرتبہ ہے تو کیا قوم پر آپ کی اطاعت ہر طرح لازم ہے اگرچہ خلافِ خدا و قرآن حکم دیجئے ابھی تو آپ نے کہا کہ حکم نہیں مگر خدا کے لئے، اب اگر خدائی دعویٰ تمھیں نہیں تو دکھاؤ خدا نے کہاں فرمایا ہے کہ مشرکوں سے اتحاد پیدا کرنا بمصلحت ممنوع نہیں۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[3] لاؤ اپنی بُرہان اگر تم سچے ہو۔

قرآن عظیم کے صفحات مشرکین سے اتحاد و وداد حرام کرنے سے گونج رہے ہیں، لیڈرو! ءانتم اعلم ام اللہ[4] مصلحتِ شرعی تم زیادہ جانو یا اللہ، جو فرماتا ہے:

لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم[5] کسی غیر مسلم کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۵۷ و ۱۲/ ۴۰ و ۱۲/ ۶۷

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۰

[3] " ۲/ ۱۱۱

[4] " ۲/ ۱۴۰

[5] " ۳/ ۱۱۸

اللہ اکبر ایسا کھلا اقرار اور واحد قہار پر۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تقولوا لما تصف السنتكم هذا حلال و هذا حرام لتفتروا على الله الكذب ان الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون ○ متاع قليل ولهم عذاب اليم[1]

اپنی زبانوں کی جھوٹی بناوٹ سے نہ کہو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے تھوڑے دنوں دنیا میں برت لیں اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

لیڈران پر تیسرا رد

لیڈران فرماتے ہیں ہم نے خدا کی محبت کو اس اتحاد میں بھی ملحوظ رکھا ہے۔

لیڈران کے نزدیک دشمنانِ خدا سے اتحاد میں خدا کی محبت ہے

اللہ اکبر اللہ کے دشمنوں سے اتحاد اور اُس میں محبتِ خدا کا ادعا واقعی ان کے نزدیک اللہ کی محبت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے مل کر ایک ہو جائیں۔ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

الاعداء ثلثة عدوك وعدو صديقك وصديق عدوك[2]

دشمن تین ہیں: ایک خود تیرا دشمن، دوسرا تیرے دوست کا دشمن، تیسرا تیرے دشمن کا دوست۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: فان الله عدو للكفرين[3] بیشک اللہ کافروں کا دشمن ہے۔ تم کہ اس کے دشمنوں سے متحد ہوئے کیونکر اللہ کے دشمن نہ ہوئے؟

تود عدوی ثم تزعم اننی
صدیقك لیس النوك عنك بعازب

(تُو میرے دشمن سے محبت رکھتا ہے پھر یہ جھک مارتا ہے کہ میں تیرا دوست ہوں، حماقت تجھ سے دُور نہیں)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶، ۱۱۷
[2] نہج البلاغۃ مع شرح ابن ابی الحدید الجزء التاسع عشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۸۴
[3] القرآن الکریم ۲/ ۹۸

31
31

لیڈران پر چوتھا رد

چہارم کافروں مشرکوں سے معاہدہ شرعیہ صرف اُس وقت روا ہے جب معاذ اللہ مسلمانوں کو اس کی احتیاج و ضرورت ہو۔ امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں:

الموادعۃ رکنھا فھو لفظ الموادعۃ او المسالمۃ او المصالحۃ او المعاھدۃ او ما یؤدی معنی ھذہ العبارات وشرطھا الضرورۃ فلا تجوز عند عدم الضرورۃ[1] (ملخصاً)

معاہدہ صلح کا رکن یہ الفاظ ہیں مواد عت، مسالمت، مصالحت، معاہدہ، اور جو لفظ ان معنی کو ادا کرے، اور معاہدہ کی شرط ضرورت ہے بے ضرورت حرام ہے۔

لیکن لیڈران اپنا بھاری جُرم خود قبول کرتے ہیں کہ ہم کو احتیاج نے اتحاد برادرانِ ہند کی جانب مائل نہیں کیا تمھارا معاہدہ اگر بلفرض غلط معاہدہ شرعیہ کی شکل میں ہوتا جب بھی بے ضرورت ان کی طرف مائل ہونا حرام تھا بہرحال اُس نے تمھیں واحد قہار کا نافرمان اور صریح بدخواہ مسلمانان و دین مسلمانان کر دیا۔

لیڈران پر پانچواں رَد

پنجم کفار سے معاہدہ شرعیہ ایک قسم امان ہے اور شرطِ امان یہ ہے کہ کفار کو امان دہندہ سے خوفِ قتل و قتال ہو اور یہ اُن پر قاہر ہو اگرچہ اپنی جماعت کے لحاظ سے اگرچہ نسبۃً بلکہ انھیں کا بھاری ہو جنگ دو سردار و حرب میں حریب کو بھی خوف ہوتا ہے جس سے انھیں اپنے قتل کا خوف نہ ہو اس کا امان دینا باطل اور معاہدہ کرنا مردود۔ بدائع ملک العلماء میں ہے:

اما حکم الموادعۃ فما ھو حکم الامان المعروف لانھا عقد امان ایضاً[2]

معاہدہ کا حکم وہی ہے جو امان کا مشہور حکم ہے اس لئے کہ معاہدہ بھی ایک عقدِ امان ہے۔

ہدایہ میں ہے:

انہ من اھل القتال فیخافونہ اذ ھو من اھل المنعۃ فیتحقق الامان منہ لملاقاتہ محلہ[3]

اس لئے کہ وہ امان دہندہ اہلِ قتال سے ہے تو کافر اس سے ڈریں گے اس لئے کہ وہ حمایتی گروہ رکھتا ہے تو اُس کا امان دینا ٹھیک ہوگا کہ اپنے محل پر واقع ہوا۔

---

[1] بدائع الصنائع کتاب السیر مطلب واما حکم الموادعۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۱۰۸
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۷/ ۱۰۹
[3] الہدایۃ باب الموادعۃ ومن یجوز امانہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۵۴۴

اُسی میں ہے:

لایجوز امان اسیر ولا تاجر یدخل علیهم لانهما لایخافونهما والامان یختص بمحل الخوف[1] (ملخصًا)

قیدی یا تاجر کہ دارالحرب میں تجارت کو گیا ہو اُن کی امان صحیح نہیں اس لئے کہ کافران سے نہ ڈریں گے اور امان وہیں ہوسکتی ہے جہاں خوف ہو۔ (ملخصًا)

اُسی میں ہے:

ومن اسلم فی دار الحرب ولم یهاجر الینا لایصح امانه لما بینا[2]

جو دارالحرب میں مسلمان ہُوا اور دارالاسلام میں ہجرت کرکے نہ آئے اُس کا امان دینا بھی صحیح نہیں اُسی دلیل سے کہ ہم بیان کرچکے۔

فتح القدیر میں ہے:

لما بینا من ان الامان یختص بمحل الخوف ولاخوف منه حال کونه مقیما فی دارهم لامنعة له ولاقوة دفاع[3]

ہماری بیان کی ہوئی دلیل یہ ہے کہ امان دینا اس کا صحیح ہے جس سے خوف ہو اور اس سے خوف نہیں کہ یہ انھیں کے ملک میں رہتا ہے، اس کے پاس نہ اپنی حمایت کرنے والا کوئی گروہ ہے نہ مدافعتِ کفار کی قوت۔

عنایہ امام اکمل میں ہے:

شرط جواز الامان هو الایمان وعلته هو الخوف لان الخوف انما یحصل ممن له قوة وامتناع[4]

امان جائز ہونے کی شرط ایمان ہے اور اُس کی علت خوف اس لئے کہ خوف اُسی سے ہوتا ہے جو زور رکھتا ہو اور اپنے آپ کو بچا سکتا ہو۔

کلام امام نسفی میں ہے:

صح امانه لانه من اهل القتال

اس کی امان صحیح ہے اس لئے کہ وہ قتال کے

---

[1] الهدایة باب الموادعة ومن یجوز امانه المکتبة العربیة کراچی ۲/۵۴۵
[2] " " " "
[3] فتح القدیر " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۱۳
[4] عنایة مع الفتح القدیر " " " " " "

ومنعة الاسلام فیخافونه فینفذ منه الامان الذی ھو ازالۃ الخوف [1]

لائق ہے اور اپنی حمایت کے لئے اسلامی گروہ رکھتا ہے تو کافر اس سے ڈریں گے تو امان کہ خوف زائل کرنے کا نام ہے اُس سے نفاذ پائے گی۔

اسی میں ہے:

لایجوز امان اسیر وتاجر دخل علیھم ومسلم اسلم فی دار الحرب ولم یھاجر لان الامان یکون علی خوف ولاخوف لھم منه [2]

قیدی یا تاجر کہ دار الحرب میں داخل ہوا یا حربی کہ وہاں اسلام لایا اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی ان کا امان دینا صحیح نہیں کہ امان ڈر میں ہوتی ہے اور کافران سے نہ ڈریں گے۔

تبیین امام زیلعی میں ہے:

لودخل مسلم فی عسکر اھل الحرب فی دار الاسلام وامّنھم لایصح امانه الااذا امّنھم من یقاومھم بخلاف ما اذا امن عشرین اونحوھم فی دار الاسلام حیث یجوز امانه لان الواحد وان کان مقھورا باعتبار نفسه حیث لایقاومھم لکنه قاھر ممتنع بقوۃ المسلمین فکان قاھرا لھم حکمًا [3] (ملخصًا)

حربیوں کا لشکر دار الاسلام میں آیا ہوا ہے اور کوئی مسلمان ان کے لشکر میں جاکر امان دے آئے یہ امان صحیح نہیں ہاں جب اتنے مسلمان انھیں امان دیں جو اس لشکر کی مقاومت کرسکتے ہوں بخلاف اس کے مثلاً بیس پچیس حربی دار الاسلام میں آئے اور ایک مسلمان نے اُن میں جاکر انھیں امان دے دی یہ امان صحیح ہوگئی کہ ایک اگرچہ بیس سے مغلوب ہے ان کی مقاومت نہیں کرسکتا مگر وہ مسلمانوں کے زور سے ان پر غالب ہے تو حکمًا غلبہ اسی کو ہوگا۔ (ملخصًا)

اسی میں ہے:

الامان ازالۃ الخوف ومن لم

امان خوف زائل کرنے کا نام ہے اور وہ جو قتال

---

[1] کافی شرح وافی للنسفی
[2] " " "
[3] تبیین الحقائق کتاب السیر المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۳/۲۴۷

یباشر القتال لایخافونہ فکیف یصح امانہ[1]	نہ کرے کافر اس سے نہ ڈریں گے تو اس کی امان کیسے صحیح ہو۔

ایمان سے کہنا کیا تم ہنود پر قادر تھے کیا تم اُن کے قتل پر قادر تھے کیا ان کو تم سے خوفِ قتل تھا جسے تمھاری امان نے زائل کیا، اور جب یہ کچھ نہ تھا اور بیشک نہ تھا تو تمھارا معاہدہ اگر بالفرض باطل، معاہدہ شرعیہ کی شکل میں ہوتا جب بھی قطعاً باطل و مردود تھا اور مردود کو پورا کرنا لازمی بتانا اس سے بڑھ کر مردود۔

لیڈران پر چھٹا رد ششم کفار سے معاہدہ شرعیہ میں شرطِ اعظم یہ ہے کہ جتنی مدت تک ہو اُس میں تہیۂ قتال رکھیں اور اس کی آمادگی و درستیٔ سامان سے غفلت نہ کریں کہ التواء و معاہدہ سے اصل مقصود یہی ہے ورنہ تارکِ فرضِ اہم ہوں گے اور مستحقِ نارِ جہنم، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

المعاهدة شرطها الضرورة وهی ضرورة استعداد القتال لان الموادعة ترك القتال المفروض فلایجوز الا فی حال یقع وسیلة الی القتال[2]	معاہدہ جائز ہونے کی شرط ضرورت ہے اور وہ ضرورت یہ ہے کہ اس مدت میں سامانِ قتال درست کریں اس لئے کہ جہاد فرض ہے اور معاہدہ اس فرض کا ترک ہے تو اُسی حال میں حلال ہو سکتا ہے کہ یہ جہاد کے لئے وسیلہ پڑے۔

ایمان سے کہنا کیا تم ہندوؤں سے آمادگی قتال میں ہو اور اسی لئے ایک مدت تک اُن سے معاہدہ کیا ہے کہ اس فرصت میں اُن کے قتل کا سامان مہیا کر لو کیوں مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہو بلکہ عالم الغیب و القلب کے ساتھ فریب کی راہ لیتے ہو۔

ومایخدعون الا انفسهم وما یشعرون[3]	اور فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انھیں شعور نہیں۔

طرح طرح ثابت ہُوا کہ تمھارا یہ معاہدہ اگر بالفرض غلط معاہدہ شرعیہ کی شکل میں بھی ہوتا جب بھی

---

[1] تبیین الحقائق کتاب السیر قبیل باب الغنائم المطبعة الکبری الامیریة بولاق مصر ۳/۲۴۸
[2] بدائع الصنائع ، مطلب واما نوع الثانی وهو الامان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/۱۰۸
[3] القرآن الکریم ۲/۹

حرام و مردود و خلافِ شرع ہُوا ، اب کیوں نہ یاد کریں لیڈران اپنا ہی قول کہ" خدا کے یہاں معاہدہ کا حیلہ بھی کارگر ہوتا ہے" یا دیکھئے کیا جواب ملتا ہے کوئی اگر معاہدہ کا دعویٰ بھی کرے تو خلافِ شرع معاہدہ کیونکر مسلّم ہوگا کیونکہ صلح حدیبیہ منسوخ ہوچکی ہے اور الا ما احل بہ حراما او حرم بہ حلالا[1] (مگر وُہ معاہدہ جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنائے۔ ت) کا استثنا رحکم مستقل ہے"۔

لیڈران پر ساتواں رَد

ہفتم لیڈران کی بڑی کوشش اس میں ہے کہ مشرکینِ ہند کے شدید مظالم چھپائیں اور اُن کو جیسے بنے لم یقاتلوکم فی الدین میں داخل ٹھہرائیں تاکہ انھیں زیرِحکم لا ینھٰکم اللّٰہ لائیں یہ صاف کہہ رہا ہے کہ معاہدہ کا عذر محض جھُوٹا ہے معاہدہ تو حسبِ ضرورتِ شرعیہ خاص متاملین سے خاص وقت قتال بھی جائز ہے پھر اگر معاہدہ ہوتا تو اس کھینچ تان کی کیا ضرورت پڑتی، معلوم ہُوا کہ جھُوٹ کہتے ہیں اور قصداً بکتے ہیں اور دل میں خوب سمجھ رہے ہیں کہ نِرا جھوٹ بکتے ہیں واللّٰہ علیم بالظّٰلمین[2] (اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔ ت)

مشرکوں سے معاہدۂ لیڈران کے اصل اغراض

(۹) لیڈران حاشا تمہارا معاہدہ ہنود سے نہ التوائے قتال کے لئے ہوا نہ اس کا کچھ ذکر تھا نہ تم اُن پر قاہر تھے نہ انھیں تم سے اپنے قتل کا خوف تھا بلکہ دونوں تیسرے کے ہاتھ میں مقہور ہو نہ ہرگز اس مدتِ معاہدہ میں تم قتلِ ہنود کا سامان کر رہے ہو نہ ہرگز تمہاری نیت نہ ہرگز تم ایسا کر سکتے ہو غرض معاہدہ شرعیہ سے ایسا ہی دُور ہو جیسے مشرکین توحید سے یا تم شرع مجید سے بلکہ یہ ناپاک معاہدہ چار باتوں کے لئے ہُوا :

مشرکوں کا برادر بننا حرام ہے

یکم ، مشرکین سے عقدِ مواخات بھائی چارہ کہ برادرانِ وطن ہندو بھائی ، اللہ عزوجل فرمائے انما المؤمنون اخوۃ[3] مسلمان آپس میں بھائی ہیں ، تم کہو نحن والمشرکون اخوۃ ہم اور مشرکین آپس میں بھائی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الاحکام باب الصلح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۱
[2] القرآن الکریم ۲/ ۹۵
[3] " " ۴۹/ ۱۰

الم تر الی الذین نافقوا یقولون لاخوانهم کفروا[1] — کیا تم نے نہ دیکھا منافقوں کو کہ اپنے بھائی کافروں سے کہتے ہیں۔

وہاں من اھل الکتاب تھا یہاں اس سے بڑھ کر من المشرکین ہُوا۔

کافروں سے اتحاد کرنے والے بحکمِ قرآن کافر ہیں

دوم، اُن سے اتحاد، حالانکہ قرآن عظیم بیس سے زیادہ آیات میں اسے مردود وملعون فرما چکا اور جابجا صاف ارشاد فرمادیا کہ ایسا کرنے والے انھیں میں سے ہیں ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2]، ایسا کرنے والے مسلمان نہیں لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاداللہ ورسولہ[3]، ایسا کرنے والوں کو اللہ ورسول وقرآن پر ایمان نہیں ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء[4]۔

کافروں کا حلیف بننا حرام ہے

سوم، مشرکین کے حلیف بننا انھیں اپنا حلیف بنانا، حالانکہ حلیف بنانا منسوخ ہوچکا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تحدثوا فی الاسلام حلفا۔ رواہ الامام احمد فی المسند ومحمد بن عیسٰی فی الجامع عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

اب اسلام میں کوئی حلف پیدا نہ کرو۔ یہ حدیث امام احمد نے مسند اور امام محمد بن عیسٰی نے جامع میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کی۔

یہ منسوخات ہی کے عمل پر رہیں کل کو شراب بھی حلال کرلیں گے اور خدا جانے کہاں کہاں تک بڑھیں گے، رب عزّوجل فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۱۱

[2] " ۵/۵۱

[3] " ۵۸/۲۲

[4] " ۵/۸۱

[5] جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی الحلف امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۹۲
مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص دارالفکر بیروت ۲/۲۰۷، ۲۱۳

یٰایھا الذین لاتتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین۝[1]

اے ایمان والو! وہ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور باقی سب کافران میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔

تفسیر ابن جریر میں اس آیہ کریمہ کے تحت میں ہے :

یقول لاتتخذوھم ایھا المؤمنون انصارا او اخوانا او حلفاء فانھم لایألونکم خبالا وان اظھروا لکم مودۃ وصداقۃ۔[2]

رب عزوجل فرماتا ہے اے مسلمانو! کافروں کو مددگار یا بھائی اور حلیف نہ بناؤ وہ تمہاری ضرررسانی میں کمی نہ کریں گے اگرچہ تم سے دوستی و یارانہ ظاہر کریں۔

فقہ وحدیث کے حاوی امام اجل ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے مشکل الآثار میں یہ تحقیق فرماکر کہ مشرکوں سے استعانت حرام ہے کتابی سے ہوسکتی ہے اس پر حدیث سوم کہ فائدہ ثانیہ میں آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابن اُبی منافق کے چھ سو حلیف یہودیوں کو واپس کردیا اور اُنھیں مشرکین فرمایا اعتراضاً وارد کی کہ دیکھو حضور نے یہود کو بھی مشرکین سے گنا اور ان سے استعانت کو بھی مشرکین سے استعانت قرار دیا اس کے جواب میں فرمایا اس کی وجہ اُن کا اُس مشرک منافق سے حلف ہے کہ حلف کرنے والے جس سے حلف کرتے ہیں اس کی موافقت قبول کرتے ہیں تو مشرک کے حلیف ہوکر وہ کتابی نہ رہے مرتد ہوگئے اور اسی طرح مشرک۔ عبارت یہ ہے :

جوابنا ان وجہ قول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لھٰؤلاء الیھود علی ما بینھم وبین ابن ابی المنافق من الحلف والمحالفۃ ھی الموافقۃ من الحالفین للمحالفین فکانوا بذٰلک خارجین من اھل الکتاب مرتدین عما کانوا علیہ وصاروا مشرکین کمشرکی العرب[3] (ملخصاً)

امام ابوالولید باجی نے مختصر پھر علامہ یوسف دمشقی نے معتصر میں اسے مقرر رکھا

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۷

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۵/ ۵۷ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۶/ ۱۶۹

[3] مشکل الآثار للطحاوی کتاب الجہاد باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ الخ دار صادر بیروت ۳/ ۲۴۱

ان بنی قینقاع بمحالفتہم عبد اللہ صاروا کالمرتدین فخرجوا بہ عن حکم اھل الکتاب فصاروا کالمشرکین فکان لہم حکمہم فلذٰلک منعوا وسموا مشرکین[1] (ملتقطا)

بنی قینقاع کے یہودی ابن اُبی کے حلیف بن کر مرتدوں کے مثل ہو گئے تو کتابیوں کے حکم میں نہ رہے اور مشرکوں کی طرح ہو گئے تو اُن کا وہی حکم ہوا جو مشرکوں کا، اسی واسطے حدیث نے انھیں منع فرمایا اور اُن کا نام مشرک رکھا۔ (ملتقطا)

سبحان اللہ! یہودی مشرک کے حلیف بن کر کتابی نہ رہے مرتد و مشرک ہو گئے حالانکہ الکفر ملۃ واحدۃ مگر کلمہ گو لیڈر مشرکین ہند کے حلیف بس رو غلام بن کر نہ مرتد ہوئے نہ مشرک، ہٹے کٹے مسلمان ہی بنے رہے ع

مشرک سے عہد باندھ کے مشرک بنے یہود
یہ مشرکوں کے عبد مسلمان ہی رہے

اقول حلف جب دو مساوی گروہوں میں ہو فریقین یکساں ہیں اور جب مغلوب و ضعیف گروہ دوسرے کی پناہ لے کر اس کا حلیف بنے تو پوری موافقت کا بار اسی پر ہے اس کی طرف سے صرف قبول پناہ وہی ہے، ابن ابی خبیث نے بڑی سطوت پیدا کر لی تھی یہاں تک کہ اس کے لئے تاج تیار کیا جاتا تھا قریب تھا کہ اسے بادشاہ بنایا جائے تو یہود بنی قینقاع کا حلف اُس کی شوکت سے مستفید ہی ہونے کو تھا، ولہذا امام نے فرمایا: ھی الموافقۃ من الحالفین للمحالفین[2] (حلف کرنے والے جس سے حلف کرتے ہیں اس کی موافقت قبول کرتے ہیں۔ ت) نہ اختصار کی طرح الموافقۃ بین المتحالفین[3] (حلف کرنے والوں کے درمیان موافقت۔ ت) پھر در بارۂ ادیان حکم یہ ہے کہ نازل سے مجرد ارادۂ موافقت نازل کر دیتا ہے اور صعود کے لئے صرف ارادہ کافی نہیں، مسلمان اگر معاذ اللہ ارادۂ کفر کرے گا کافر ہو جائے گا، لیکن کافر محض ارادۂ اسلام سے مسلمان نہ ہو گا جب تک اسلام قبول نہ کرے، یوں ہی کتابی صرف ارادۂ موافقتِ مشرکین سے مشرک ہو سکے گا مشرک نرے ارادے سے کتابی نہ ہو جائے گا لہذا وہ یہودی مشرک ہو گئے، ابن ابی خبیث کتابی نہ ہوا۔ یونہی حلیفانِ مشرکینِ ہند پر

---

[1] المعتصر من المختصر کتاب الجہاد باب فی الاستعانۃ بالمشرک دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱/ ۲۳۰
[2] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ما روی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۳/ ۲۴۱
[3] المعتصر من المختصر کتاب الجہاد باب فی الاستعانۃ بالمشرک دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱/ ۲۳۰

امام کا یہ حکم نافذ ہوگا، مشرکین ہند مسلمان نہ ہوجائیں گے۔

اصل مقصود سلفت گورنمنٹ ہے اماکن مقدسہ اور ترکوں کا نام ٹٹی ہے

چہارم: اصل مقصود سلفت گورنمنٹ ہے جس کی صاف تصریح بڑے بڑے لیڈران نے کردی اس میں اپنی کمزوری بلکہ عجز دیکھ کر مشرکوں کا دامن پکڑا[1] اپنا یار و انصار بنایا اوروں کو چھوڑیئے مولویوں میں گنے جانے والے لیڈر فرماتے ہیں "ہم تو ہندوستان کی آزادی کو ایک فرض اسلامی سمجھتے ہیں اس کے لئے ضرورت ہے کہ عام اتحاد ہو اور پوری کوشش سے مقصد حاصل کیا جائے"[2] حالانکہ مشرکوں سے ایسی استعانت نص قرآنی کے خلاف اور قطعاً حرام بلکہ صراحۃً قرآن کریم کی تکذیب ہے، ہم اس بحث کو بعونہٖ چند فوائد میں روشن کریں:

مشرکوں سے استعانت کی بحث جلیل ہے

فائدہ اولٰی آیات کریمہ: قرآن کریم نے منع موالاتِ کفار کو بکثرت آیات میں ارشاد فرمایا وہ سب اُن کو مددگار بنانے سے ممانعت ہیں، یہ اعلیٰ درجہ موالات میں ہے، ولہٰذا اکابر مفسرین نے جابجا ولی کو ناصر اور ولایت کو نصرت و معونت و مظاہرت سے تفسیر کیا، مگر ہم یہاں صرف اُن بعض آیات پر اقتصار کریں جو اپنے سوقِ نظم یا شانِ نزول سے اس مقصود کو بالخصوص افادہ فرما رہی ہیں:

استعانت بمشرکین کے حرام ہونے پر آیاتِ قرآنیہ

آیت نمبر ۱:

یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[3]

اے ایمان والو! اپنے غیروں کو رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہوچکی ہے اور وہ جو اُن کے سینوں میں دبی ہے اور بڑی ہے بیشک ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں صاف بیان فرمادیں اگر تمہیں عقل ہو۔

---

[1] شل شوکت علی و محمد علی و ابوالکلام آزاد ۱۲ حشمت علی غفرلہ

[2] وہی خطبہ صدارت مولوی عبدالباری صاحب ۱۲ حشمت علی غفرلہ

---

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

لیڈران نے اس آیۂ کریمہ کو کیسا کیسا رد کیا کس کس طرح جھٹلایا

یہ آیۂ کریمہ اپنے ایک ایک جملے سے اس طوفانِ بدتمیزی کو جو آج مشرکینِ ہند سے لیڈران برت رہے ہیں رَد فرماتی ہے:

ا۔ حالتِ کمزوری وعجز میں مدد کے لئے جس کسی کی طرف التجا لائی جائے ضرور ہے کہ اُسے اپنا رازدار بنایا جائے اور رب عزّوجل فرماتا ہے، کسی کافر کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ یہ واحد قہار کی نافرمانی ہُوئی۔

ب۔ ظاہر ہے کہ اُسے اپنا خیر خواہ سمجھا گیا کہ بدخواہ کے دامن میں کوئی نہ چھُپے گا، اور رب عزّوجل فرماتا ہے: وُہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب ہُوئی۔

ج۔ مصیبت میں التجا واستمداد اسی سے ہوگی جسے جانا جائے کہ ہمیں مشقت سے بچائے گا، اور رب عزّوجل فرماتا ہے، اُن کی دلی تمنّا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا۔ یہ دوسری تکذیب ہُوئی۔

د۔ چھُپا دشمن جس سے اثرِ عداوت کبھی ظاہر نہ ہوا آدمی اس کے دھوکے میں آسکتا ہے اور جس کے منہ سے بغض کھُل چکا اس سے قطعی احتراز کرے گا۔ رب عزّوجل نے فرمادیا تھا کہ دشمنی اُن کے منہ سے ظاہر ہو چکی پھر بھی اُن کی محبت نے وُہ اندھا بہرا کردیا کہ نہ اللہ تعالیٰ کی سُنی نہ اُن کے منہ سے جھلکی یاد رہی۔

ہ۔ اگر ایک خفیف حد کی مخالفت ورنجش ظاہر ہوتی اور اطمینان ہوتا کہ دل میں اس سے زائد نہیں تو کچھ گنجائش ہوسکتی کہ یہ ہمارا اس حد کا بدخواہ نہیں جو ایسی بھاری مصیبت میں ساتھ نہ دے۔ اس خیال ارذل کو رب عزّوجل نے ان تینوں جملوں سے رَد فرمادیا کہ وُہ کوئی ہلکے مخالف نہیں تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے یہ گمان نہ کرنا کہ وُہ کسی سخت سے سخت مصیبت میں تم پر کچھ ترس کرینگے اُن کی دلی تمنّا ہے کہ تم مشقت میں پڑو کوئی خفیف رنجش اُن کے منہ سے ظاہر نہ ہُوئی بلکہ بغض اور پُوری دشمنی بیرعداوت، اور اس پر چوتھا جملہ یہ ارشاد فرمادیا کہ اُس پر بس نہ جانو کہ اُن کے دلوں کی دبی اور سخت تر ہے مگر اُنھوں نے اس واحد قہار کریم مہربان پروردگار کی ایک نہ مانی اور جملے جملے کی تکذیب ہی ٹھانی ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

آیت نمبر ۲:

بشّر المنٰفقین بانّ لھم عذابا الیماہ الذین[1] اے محبوب! خوشخبری دو منافقوں کو کہ اُن کے لئے

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۳۸

یتخذون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا۔[۱]

دردناک عذاب ہے، وہ جو مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار بناتے ہیں کیا اُن کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے قبضے میں ہے۔

ظاہر ہے کہ کمزوری میں کسی کی مدد چاہنے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے بل بازو سے ہمیں قوت ملے گی ہماری کمزوری و ذلت غلبہ وعزت سے بدلے گی، اللہ عزوجل فرماتا ہے، یہ اُن کی بدعقلی ہے کافروں کی مدد سے غلبہ وعزت کی تمنا ہوس باطل ہے۔ اور فرماتا ہے کہ ایسا کرنے والے منافق ہیں اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ تفسیر ارشاد العقل السلیم میں اسی آیۂ کریمہ کے تحت ہے:

بیان لخیبۃ رجائھم ایطلبون بموالاۃ الکفر القوۃ والغلبۃ (فان العزۃ للہ جمیعا) تعلیل لبطلان رأیھم فان انحصار جمیع افراد العزۃ فی جنابہ عزوعلا بحیث لاینالھا الا اولیاءہ قال تعالٰی وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین یقضی ببطلان التعزز بغیرہ واستحالۃ الانتفاع بہ[۲] (مختصرًا)۔

اس آیت میں ان کی نامرادی کا بیان ہے جو کافروں سے استعانت کرتے ہیں، فرماتا ہے کیا کافروں کی دوستی سے غلبہ وقوت چاہتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے' اس میں ان کی رائے فاسد ہونے پر دلیل فرمائی کہ جب تمام عزتیں حضرت عزت کے لئے خاص ہیں کہ اس کے دوستوں کے سوا کسی کو نہیں مل سکتیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے عزت صرف اللہ و رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے، تو اس سے واجب ہوا کہ غیروں سے عزت چاہنا باطل اور اُن سے نفع پہنچنا محال۔ (مختصرًا)

آیت نمبر ۳:

لایتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیئ[۳]

مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

تفسیر لباب التاویل میں ہے:

ان عبادۃ بن الصامت کان لہ حلفاء من الیھود فقال یوم الاحزاب یارسول اللہ

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۹

[۲] ارشاد العقل السلیم تفسیر ابی السعود تحت آیہ ۴/ ۱۳۸ و ۱۳۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۴۴

[۳] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

معی خمسمائة من الیهود وقد رأیت ان استظهر بهم علی العدو فنزلت هذه الاٰیة وقوله (لا یتخذ المؤمنون) الاٰیة یعنی انصارا واعوانا (من دون المؤمنین) یعنی من غیر المؤمنین والمعنی لا یجعل المؤمن ولایته لمن هو غیر مؤمن نهی اللّٰه المؤمنین ان یوالوا الکفار او یلاطفوهم لقرابة بینهم او محبة او معاشرة والمحبة فی اللّٰه والبغض فی اللّٰه باب عظیم واصل من اصول الایمان[1]

یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کچھ یہودی حلیف تھے غزوۂ احزاب میں انھوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ساتھ پانسو یہودی ہیں میری رائے ہوتی ہے کہ دشمن پر اُن سے مدد لوں۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ اُتری کہ مسلمان غیر مسلم کو مددگار نہ بنائیں کہ یہ مسلمانوں کو حلال نہیں اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ رشتے یارانے خواہ برے میل کے باعث کافروں سے دوستانہ برتیں یا اُن سے لطف و نرمی کے ساتھ پیش آئیں اور اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت ایک عظیم باب اور ایمان کی جڑ ہے۔

مدارک شریف پارہ ۶ میں ہے:

ای لا تتخذوهم اولیاء تنصرونهم وتستنصرونهم وتؤاخونهم وتعاشرونهم معاشرة المؤمنین[2]

یعنی رب عزوجل فرماتا ہے کافروں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کے معاون ہو اور اُن سے اپنے لئے مدد چاہو انھیں بھائی بناؤ دُنیوی برتاؤ اُن کے ساتھ مسلمانوں کا سا رکھو اس سب سے منع فرماتا ہے۔

تفسیر کبیر پارہ ۶ میں ہے:

المراد ان اللّٰه تعالٰی امر المسلمین ان لا یتخذوا الحبیب والناصر الا من المسلمین[3]

یعنی مرادِ آیت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ صرف مسلمانوں ہی کو اپنا دوست مددگار بنائیں۔

اسی میں ہے:

---

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۳/ ۲۸ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۳۶

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیہ لا تتخذوا الیہود الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۸۷

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ″ ″ انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۲/ ۳۰

یعنی لاتتخذوھم اولیاء ای لا تعتمدوا علی الاستنصار بھم ولا تتوددوا الیھم۔[1]

یعنی مرادِ آیت یہ ہے کہ کافروں کی مدد ویاری پر اعتماد نہ کرو۔

تفسیر ابی السعود و تفسیر فتوحاتِ الٰہیہ میں زیرِ آیۂ مذکورہ ہے:

نھوا عن موالاتھم لقرابۃ اوصداقۃ جاھلیۃ ونحوھما من اسباب المصادقۃ والمعاشرۃ وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ۔[2]

یعنی مسلمان منع کئے گئے کافروں کی دوستی سے خواہ وہ رشتہ داری ہو یا اسلام سے پہلے کا یارانہ یا کسی سبب یاری خواہ میل جول کے سبب اور منع کئے گئے اس سے کہ جہاد یا کسی دینی کام میں کافروں سے استعانت کریں۔

آیت نمبر ۴:

فان تولوا فخذوھم واقتلوھم حیث وجدتموھم ولا تتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا۔[3]

اگر کافر ایمان لانے سے منہ پھیریں تو انھیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو دوست نہ بناؤ۔

اس آیۂ کریمہ میں ولی کے ساتھ لفظ نصیر خود ہی صاف ارشاد ہے کہ انھیں دوست ٹھہرانا بھی حرام اور مددگار بنانا بھی حرام۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

(فان تولوا) عن الایمان (فخذوھم واقتلوھم حیث وجدتموھم ولا تتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا) وان بذلوا لکم الولایۃ والنصرۃ فلا تقبلوا منھم (الا الذین یصلون الی قوم) ویتصلون بھم والاستثناء من قولہ فخذوھم واقتلوھم دون الموالاۃ۔[4]

اگر وہ ایمان لانے سے منہ پھیریں تو انھیں پکڑو اور جہاں پاؤ مارو اور اُن میں کسی کو نہ دوست بناؤ نہ مددگار، اور اگر وہ بلامعاوضہ بھی تمھاری دوستداری و مددگاری بگھاریں جب بھی قبول نہ کرو مگر جو اہلِ معاہدہ سے ملیں یہ پکڑنے اور قتل کرنے سے استثناء ہے نہ دوستی سے کہ وہ تو ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) زیرِ آیۃ لاتتخذوا الیھود الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۲/۱۶

[2] ارشاد العقل السلیم تفسیر ابی السعود " " لایتخذ المومنون الکافرین اولیاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳

[3] القرآن الکریم ۴/۸۹

[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) زیرِ آیہ ۴/۸۹ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۴۲

تفسیر بیضاوی میں ہے :

ای جانبوھم راسا ولا تقبلوا منھم ولایۃ ولا نصرۃ۔[1]

یعنی ان سے بالکل دُور رہو اور ان کی دوستی و مدد کچھ نہ قبول کرو۔

تفسیر ابی السعود میں ہے :

ای جانبوھم مجانبۃ کلیۃ ولا تقبلوا منھم ولایۃ ولا نصرۃ ابدا۔[2]

یعنی کافروں سے بالکل کنارہ کش رہو اور کبھی ان کی دوستی و مدد قبول نہ کرو۔

تفسیر فتوحاتِ الٰہیہ میں ہے :

ھذا مستثنی من الاخذ والقتل اما الموالاۃ فحرام مطلقا لا تجوز بحال۔[3]

یہ استثناء گرفتاری و قتل سے ہے، رہی کافر سے موالات وہ تو مطلقاً حرام ہے کسی حال میں جائز نہیں۔

تفسیر خازن میں ہے :

ھذا الاستثناء یرجع الی القتل لا الی الموالاۃ لان موالاۃ الکفار والمنافقین لا تجوز بحال۔[4]

یہ استثناء قتل کی طرف پھرتا ہے نہ کہ موالات کی جانب، اس لئے کہ کافروں اور منافقوں سے موالات تو کسی حال میں حلال نہیں۔

تفسیر کرخی میں ہے :

استثناء من مفعول فاقتلوھم لا من قولہ ولا تتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا وان کان اقرب مذکور لان اتخاذ الولی منھم حرام بلا استثناء بخلاف قتلھم۔[5]

معاہدوں سے ملنے والوں کا استثناء ان سے ہے جن کی بابت حکم فرمایا تھا کہ انھیں قتل کرو، اس ارشاد سے استثناء نہیں کہ اُن میں نہ کسی کو دوست بناؤ نہ مددگار اگرچہ ذکر میں یہی قریب تر ہے اس واسطے کہ کافروں سے کسی کو دوست بنانا بلا استثناء حرام ہے بخلاف اُن کے قتل کے کہ

---

[1] انوار التنزیل مع القرآن الکریم (بیضاوی) زیر آیہ ۴/۸۹ مصطفی البابی مصر ۱/۹۳

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۱۳

[3] الفتوحات الٰہیۃ (الشہیر بالجمل) " " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

[4] لباب التاویل (تفسیر الخازن) " " " " " " ۱/۵۲۱

[5] تفسیر کرخی

اس سے معاہدین مستثنیٰ ہیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

قال الطیبی لامن الضمیر فی ولاتتخذوا وان کان اقرب لان اتخاذ الولی منھم منھم حرام مطلقا[1]

طیبی نے کہا دوست یا مددگار بنانے کی ممانعت سے استثنا نہیں اگرچہ وہ قریب تر ہے اس لئے کہ کافروں میں سے کسی کو دوست بنانا مطلقاً حرام ہے اگرچہ معاہد ہو۔

اقول اس پر خود سیاقِ کریمہ دال کہ قتل وقتال ہی کے منع و رخصت کا ذکر ہے یونہی عموم حکم نفس استثنار کا مفاد کہ مجاہرین متصلین بالمعاہدین ومعاہدین غیر جانبدار طرفین مستثنیٰ فرمائے واللہ تعالٰی اعلم۔

فائدہ ثانیہ، صحاح احادیث ناطق۔ استعانت بمشرکین کی تحریم پر صحیح حدیثیں

حدیث ۱: صحیح مسلم وسُنن ابی داؤد ومشکل الآثار امام طحاوی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے جب حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بدر کو تشریف لے چلے سنگستان وبرہ میں (کہ مدینہ طیبہ سے چار میل ہے) ایک شخص جس کی جرأت و بہادری مشہور تھی حاضر ہوا، اصحاب کرام اُسے دیکھ کر خوش ہوئے، اُس نے عرض کی، میں اس لئے حاضر ہوا کہ حضور کے ہمراہِ رکاب رہوں اور قریش سے جو مال ہاتھ لگے اُس میں سے میں بھی پاؤں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اتؤمن باللہ ورسولہ کیا تو اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ کہا: نہ۔ فرمایا: "فارجع فلن نستعین بمشرك" تو پلٹ جا ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ چاہیں گے۔ پھر حضور تشریف لے چلے جب ذوالحلیفہ پہنچے (کہ مدینہ طیبہ سے چھ میل ہے) وہ پھر حاضر ہوا، صحابہ خوش ہوئے کہ واپس آیا وہی پہلی بات عرض کی اور حضور نے وہی جواب ارشاد فرمایا کہ کیا تو اللہ و رسول پر ایمان لاتا ہے؟ کہا: نہ۔ فرمایا: "فارجع فلن نستعین بمشرك" واپس جا ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ لیں گے۔ پھر حضور تشریف لے چلے جب وادی میں پہنچے وہ پھر آیا اور صحابہ خوش ہوئے اُس نے وہی عرض کی، حضور نے فرمایا: کیا تو اللہ و رسول پر ایمان لاتا ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: فنعم

---

[1] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی زیر آیہ ۴/۸۹ دار صادر بیروت ۳/۱۶۵

اذن[1] ہاں اب چلو۔ 32

حدیث ۲: امام احمد و اسحٰق بن راہویہ مسانید اور امام بخاری تاریخ اور ابوبکر بن ابی شیبہ مصنّف اور امام طحاوی مشکل الآثار اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں خبیب بن اساف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک غزوہ[ع۱] کو تشریف لئے جاتے تھے میں اور میری قوم سے ایک شخص حاضر ہوئے میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمیں شرم آتی ہے کہ ہماری قوم کسی معرکہ میں جائے اور ہم نہ جائیں (یہ قوم خزرج سے تھے کہ انصار سے ایک بڑا گروہ ہے) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دونوں مسلمان ہوئے؟[ع۲] کہا: نہ۔ فرمایا: فانا لا نستعین بالمشرکین علی المشرکین تو ہم مشرکوں سے مشرکوں پر مدد نہیں چاہتے۔ اس پر ہم دونوں اسلام لائے اور ہمراہ رکاب اقدس شریک جہاد ہوئے[2]۔

حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ یونہی تنقیح میں اس کے رجال کی توثیق کی۔

حدیث ۳: امام واقدی مغازی اور امام اسحٰق بن راہویہ مسند اور امام طحاوی مشکل الآثار اور طبرانی معجم کبیر و معجم اوسط میں ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم روزِ اُحد تشریف لے چلے جب ثنیۃ الوداع سے آگے بڑھے ایک بھاری لشکر ملاحظہ فرمایا ارشاد ہوا: یہ کون ہیں؟ عرض کی گئی: یہود بنی قینقاع قومِ عبداللہ بن سلام حلفائے عبداللہ بن اُبی (یہ لفظِ طحاوی ہیں اور لفظ ابن راہویہ یوں ہی عرض کی گئی یہ عبداللہ بن اُبی ہے اپنے حلیفوں کے ساتھ کہ قوم عبداللہ بن سلام کے یہود ہیں، اور لفظ واقدی میں ہے یہ ابن اُبی کے حلیف یہودی ہیں اور لفظ طبرانی میں ہے یہ عبداللہ بن اُبی ہے چھ سو یہودیوں کے ساتھ کہ اُس کے

ع۱ یہ غزوہ غزوہ بدر ہے کمافی اسد الغابہ ۱۲ منہ غفرلہ

ع۲ اقول یہ لفظ مستدرک میں ہے اور مشکل الآثار و مسند احمد میں نہیں قبل اسلام اس کا کہنا باعتبار عرف مسلمین ہوگا یا یُوں کہ اُس وقت بھی ایقان تھا اگرچہ اذعان بعد کو ہوا ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب کراہیۃ الاستعانۃ فی الغزو الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۸

مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۲/ ۲۳۷

[2] " " " " " " " " " ۲/ ۲۳۹

32/32

حلیف ہیں۔ فرمایا: کیا اسلام لے آئے؟ عرض کی: نہ، وہ اپنے دین پر ہیں۔ فرمایا:

قل لهم فلیرجعوا فانا لانستعین بالمشرکین علی المشرکین[1]

ان سے کہہ دو لوٹ جائیں ہم مشرکوں پر مشرکوں سے مدد نہیں لیتے۔

اقول یہ حدیث بھی حسن صحیح ہے مسند امام اسحٰق میں اس کی سند یوں ہے:

اخبرنا الفضل بن موسٰی عن محمد بن عمرو بن علقمة عن سعد بن المنذر عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]

ہمیں خبر دی فضل بن موسٰی نے محمد بن عمرو بن علقمہ سے انھوں نے سعد بن منذر سے انھوں نے ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

فضل بن موسٰی و محمد بن عمرو بن علقمہ دونوں رجال جمیع صحاح ستہ سے ہیں ثقہ ثبت وصدوق اور یہ سعد بن منذر بن ابی حمید الساعدی ہیں کما فی مشکل الآثار، ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا، تقریب میں کہا مقبول ہیں، تہذیب التہذیب میں ہے:

روی عن جدہ وحمزة بن ابی اسید وعنه محمد بن عمرو بن علقمة وعبد الرحمٰن بن سلیمٰن بن الغسیل ذکرہ ابن حبان فی الثقات[3]

انھوں نے اپنے دادا حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حمزہ بن اسید سے علم حاصل کیا اور ان سے محمد بن عمرو بن علقمہ اور عبدالرحمٰن بن سلیمٰن ابن حضرت غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا۔

لاجرم زرقانی علی المواہب میں ہے:

قد روی الطبرانی فی الکبیر والاوسط برجال ثقات عن ابی حمید الساعدی الحدیث[4] ع

یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر ومعجم اوسط میں بہ سند صحیح ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۴: عبد بن حمید و ابویعلٰی و ابناء جریر ومنذر وابی حاتم اور بیہقی شعب الایمان میں

---

[1] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ما روی فی الاستعانة من الکفار دار صادر بیروت ۲/ ۲۴۱

[2] نصب الرایہ بحوالہ اسحاق بن راہویہ فی مسندہ کتاب السیر کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/ ۴۲۳

[3] تہذیب التہذیب ترجمہ ۸۹۹ سعد بن منذر دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳/ ۴۸۳

[4] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول غزوہ احد دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۵

ع یہ طبرانی نے معجم کبیر ومعجم اوسط میں بہ سند صحیح ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: لاتستضیئوا بنار المشرکین[1] مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو۔

امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کے معنی پوچھے گئے، فرمایا: لاتستشیروا المشرکین فی شیئ من امورکم قال الحسن وتصدیق ذٰلک فی کتاب اللّٰہ یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالا[2] ارشاد حدیث کے یہ معنی ہیں کہ مشرکوں سے اپنے کسی معاملہ میں مشورہ نہ لو، پھر فرمایا اس کی تصدیق خود کلام اللہ میں موجود ہے کہ فرمایا اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔

اقول یہ حدیث بھی اصول حنفیہ کرام پر حسن ہے، طبری کے یہاں اس کی سند یہ ہے:

حدثنا ابوکریب ویعقوب بن ابراھیم قالا حدثنا ھشیم اخبرنا العوام بن حوشب عن الازھر بن راشد عن انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ[3]

ابوکریب اور یعقوب بن ابراہیم نے ہمیں حدیث بیان کی اور کہا ہمیں ہشیم نے انھوں نے کہا ہمیں عوام بن حوشب نے ازہر بن راشد سے انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی (ت)

ابوکریب سے عوام بن حوشب تک سب اجلہ مشاہیر ثقہ عدول رجال جملہ صحاح ستہ سے ہیں اور ازہر بن راشد رجال سنن نسائی و تابعین سے ہیں ان پر کسی امام معتمد سے کوئی جرح ثابت نہیں اور

عہ اما تضعیف ابن معین فلازھر بن راشد الکاھلی لافی ھذا البصری الراوی عن انس وقد فرق بینھما ابن معین فضعف الکاھلی لاھذا کما بینہ الحافظ المزی فی تھذیبہ والحافظ

عہ لیکن ابن معین نے ضعیف کہا ہے تو ازہر بن راشد کاہلی کو کہا ہے اس بصری راشد کو جو انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کی بابت نہیں کہا، ابن معین نے دونوں میں فرق کرتے ہوئے کاہلی کو ضعیف کہا ہے اس کو نہیں جیسا کہ حافظ مزی نے اپنی تہذیب

(باقی بر صفحہ آیندہ)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۹۳۷۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۰

[2] // // // // // // ۷/ ۴۰

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) زیر آیہ لاتتخذوا بطانۃ الخ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۴/ ۳۸

یہ کہ اُن سے راوی صرف عوام بن حوشب ہیں جس کی بناء پر تقریب میں حسبِ اصطلاحِ محدثین مجہول کہا ہمارے نزدیک اصلاً جرح نہیں خصوصاً تابعین میں۔ مسلم الثبوت میں ہے:

لا جرح بان له راویا واحدا وھو مجھول العین[1] (ملتقطا)

یہ کوئی جرح کی بات نہیں کہ اُس سے ایک ہی شخص نے روایت کی یا اسے مجہول العین کہتے ہیں۔

فواتح الرحموت میں ہے:

وقیل لا یقبل عند المحدثین وھو تحکم[2]

اور بعض نے کہا ایسا راوی محدثین کے نزدیک مقبول نہیں اور یہ نری زبردستی ہے۔

فصول البدائع میں ہے:

العدالة فیما بین رواة الحدیث ھی الاصل ببرکته وھو الغالب بینھم فی الواقع کما نشاھده فلذا قبلنا مجھول القرون الثلثة فی الروایة[3]۔

راویانِ حدیث میں حدیث کی برکت سے عدالت ہی اصل ہے اور مشاہدہ شاہد کہ واقع میں ثقہ ہونا ہی اُن میں غالب ہے اسی لئے قرونِ ثلثہ کے مجہول کی روایت ہمارے ائمہ قبول کرتے ہیں۔

بعض روایات کہ استعانت میں پیش کی جاتی ہیں اُن کا حال

فائدہ ثالثہ: بعض روایات کہ ان احادیث صحیحہ بلکہ آیاتِ صریحہ کے مقابل پیش کی جاتی ہیں اُن میں کوئی صحیح و مقید مدعائے مخالف نہیں، محقق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

العسقلانی فی تقریبه واما قول الازدی منکر الحدیث فالازدی نفسه مجروح ضعیف بشدید التعنت فی الرجال معروف ثم قوله منکر الحدیث جرح مبھم غیر مفسر کما نصوا علیه ۱۲ منه غفرله۔

میں اور حافظ عسقلانی نے اپنی تقریب میں بیان کیا ہے لیکن ازدی کا اس کو منکر الحدیث کہنا معتبر نہیں اس لئے کہ ازدی خود مجروح، ضعیف اور رجالِ حدیث پر طعن کرنیوالا مشہور ہے پھر منکر الحدیث کہنا یہ غیر واضح، مبہم جرح ہے جیسا کہ علماءِ نقد نے تصریح کی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] مسلم الثبوت مسئلۃ معرف العدالۃ الشہرۃ مطبع انصاری دہلی ص ۱۹۲

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی، مسئلہ مجہول الحال، منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۴۹

[3] فصول البدائع

علی الاطلاق نے فتح القدیر میں انھیں ذکر کرکے فرمایا:

ولا شك ان هذه لاتقاوم احادیث المنع فی القوة فکیف تعارضها[1]

کوئی شک نہیں کہ یہ روایتیں قوت میں احادیث منع کو نہیں پہنچتیں توکیونکر ان کے معارض ہوسکتی ہیں۔

خود ابوبکر حازمی شافعی نے کتاب الاعتبار میں حدیث صحیح مسلم در بارۂ ممانعت روایت کرکے کہا:

ومایعارضه لایوازیه فی الصحة و الثبوت فتعذر ادعاء النسخ[2]

اور اس کا خلاف جن روایتوں میں آیا ہے وہ صحت وثبوت میں اُن کے برابر نہیں تو ممانعتِ استعانت کو منسوخ ماننے کا ادعا ناممکن ہے۔

یہ اجمالی جواب بس ہے اور مجمل کی تفصیل یہ کہ یہاں دو واقعے پیش کئے جاتے ہیں جن سے احادیث منع کو منسوخ بتاتے ہیں کہ وہ واقعہ بدر واُحد ہیں اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں کہ اُن کے کئی برس بعد ہے بعض یہودِ بنی قینقاع سے یہود خیبر پر استعانت فرمائی پھر ۸ ہجری غزوۂ حنین میں صفوان بن امیہ سے اور وہ اس وقت مشرک تھے تو اگر اُن پہلے واقعات میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مشرک یا مشرکوں کو رَد فرمانا اس بناء پر تھا کہ حضور کو رَد وقبول کا اختیار تھا جب تو حدیثوں میں کوئی مخالفت ہی نہیں اور اگر اس وجہ سے تھا کہ مشرک سے استعانت ناجائز تھی تو ظاہر ہے کہ بعد کی حدیث نے اُن کو منسوخ کردیا یہ تمام وکمال کلام امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے کہ اُن سے فتح اور فتح سے ردالمحتار میں نقل کیا اور ناواقفوں نے نہ سمجھا یہ بعینہ کتاب الاعتبار حازمی شافعی میں امام شافعی سے مروی ہے:

حیث قال قرأت علی روح بن بدر اخبرك احمد بن محمد بن احمد فی کتابه عن ابی سعید الصیرفی اخبرنا ابو العباس انا الربیع انا الشافعی قال

میں نے رُوح بن بدر پر پڑھا کہ آپ کو احمد بن محمد بن احمد نے اپنی کتاب میں ابوسعید صیرفی سے خبر دی کہ انھوں نے کہا ہمیں ابوالعباس نے خبر دی کہ ہمیں ربیع نے خبر دی کہ ہمیں امام شافعی نے خبر دی

---

[1] فتح القدیر کتاب السیر فصل فی کیفیة القسمة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۴۳

[2] نصب الرایة بحوالہ الحازمی فی کتاب الناسخ والمنسوخ فصل فی کیفیة القسمة کتبخانہ رشیدیہ دہلی ۳/ ۴۲۴

الذی روی مالك كما روی رد رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم مشركا ومشركین فی غزوة بدر وابی ان یستعین الا بمسلم ثم استعان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم بعد بدر فی غزوة خیبر بیهود من بنی قینقاع كانوا اشداء واستعان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی غزوة حنین سنة ثمان بصفوان بن امیة وهو مشرك، فالرد الاول ان كان بان له الخیار بان یستعین بمشرك وان یرده كما له رد المسلم من معنی مخافة اولشدة به فلیس واحد من الحدیثین مخالفا للاٰخر، وان كان رده لانه لم یر ان یستعین بمشرك فقد نسخه ما بعده من استعانته بالمشركین اذا خرجوا طوعا ویرضخ لهم ولا یسهم لهم ولا یثبت عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم انه اسهم لهم انتهی[1]

کہ وُہ جو امام مالک نے روایت فرمایا وہ ویسا ہی ہے جیسا اُنھوں نے روایت فرمایا۔ غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مشرک اور دو مشرکوں کو واپس فرمادیا اور غیر مسلم سے استعانت کرنا قبول نہ فرمایا۔ پھر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے بعد غزوۂ خیبر میں بنی قینقاع کے کچھ یہودیوں سے کام لیا کہ زور آور تھے اور ۸ھ ہجری غزوۂ حنین میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صفوان بن اُمیہ سے جس وقت میں کہ وہ مشرک تھے کچھ امداد لی تو پہلا رَد فرمادینا اگر اس بنا پر تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ کسی مشرک سے کام لیں یا اسے واپس فرمادیں جیسا انھیں مسلمان کے واپس فرمادینے کا اختیار ہے اس پر کسی خوف یا مشقت کے باعث، جب تو حدیثوں میں باہم کچھ اختلافات ہی نہیں اور اگر وُہ واپس فرمادینا اس بناء پر تھا کہ حضور نے مشرک سے مدد لینا ناجائز جانا تو بعد کے واقعہ نے کہ مشرکوں سے کام لیا اسے منسوخ کردیا (اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ مشرکوں سے لڑنے میں مشرکوں سے مدد لے جبکہ وُہ اپنی خوشی سے لڑنے کو چلیں اور غنیمت میں سے انھیں کچھ تھوڑا سا دیا جائے پورا حصّہ نہ دیا جائے اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہیں کہ حضور نے انھیں پُورا حصّہ دیا ہو انتہی (یہ تمام کلام امام شافعی کا ہے)۔

اس کے بعد جو فقرہ فتح میں ہے وہ بھی زیر قال الشافعی داخل، اور انھیں کا قول ہے جسے بیہقی شافعی نے ان سے روایت کیا، نصب الرایہ میں ہے:

---

[1] نصب الرایۃ بحوالہ الحازمی فی کتاب الناسخ والمنسوخ، فصل فی کیفیۃ القسمۃ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۳/۴۲۴

قال الشافعی ولعله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انما ردّ المشرك الذی ردّہ فی غزوة بدر رجاء اسلامه قال وذٰلك واسع للامام ان یرد المشرك اویاذن له انتھی وکلام الشافعی کله نقله البیھقی عنه[1]

امام شافعی نے فرمایا کہ وہ مشرک جسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ بدر میں واپس فرمایا تھا شاید یہ اس امید کی بنا پر ہو کہ وہ اسلام لے آئے گا اور امام شافعی نے کہا سلطانِ اسلام کو گنجائش ہے چاہے مشرک کو واپس کردے یا اجازت دے انتھی اور امام شافعی کا یہ سارا کلام بیہقی نے ان سے روایت کیا۔

یہود سے استعانت کے پانچ جواب

واقعہ یہود بنی قینقاع کا جواب تو واضح ہے جو محقق علی الاطلاق اور خود حازمی شافعی نے ذکر کیا کہ وہ روایت کیا اس قابل ہے کہ احادیثِ صحیحہ کے سامنے پیش کی جائے اس کا مخرج الحسن بن عمارۃ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ہے قطع نظر انقطاع سے کہ حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنیں جن میں یہ نہیں، اور امام شافعی کے نزدیک منقطع مردود ہے، حسن بن عمارہ متروک ہے کما فی التقریب۔ اور مرسل زہری مروی جامع ترمذی و مراسیل ابی داؤد ایک تو مرسل کہ امام شافعی کے یہاں مہمل **اقول** اور سند مراسیل میں ایک انقطاع حیوۃ بن شریح و زہری کے درمیان ہے، تہذیب التھذیب میں امام احمد سے ہے:

لم یسمع حیوۃ من الزھری[2]۔ حیوۃ نے زہری سے کوئی حدیث نہ سُنی۔

دوسرے مرسل بھی زہری کا جسے محدثین پا بر ہوا کہتے ہیں تیسرے ضعیف بھی کما فی الفتح (جیسا کہ فتح میں ہے۔ ت) یونہی بیہقی نے کہا:

اسنادہ ضعیف و منقطع[3] اس کی سند ضعیف اور بیچ میں کٹی ہوئی ہے۔

نصب الرایہ میں ہے: انھا ضعیفة[4] یہ سب روایتیں ضعیف ہیں۔

اقول اور کچھ نہ ہو تو اس میں یہ تو ہے کہ:

---

[1] نصب الرایۃ کتاب التفسیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/۴۲۴

[2] تہذیب التہذیب ترجمہ ۱۳۵ حیوۃ بن شریح دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن بھارت ۳/۷۰

[3] نصب الرایۃ بحوالہ البیہقی کتاب السیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ المکتبۃ الاسلامیۃ ریاض ۳/۴۲۲

[4] " " " " " " " " " ۳/۴۲۳

اسهم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقوم من الیھود قاتلوا معہ[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان یہودیوں کو جنھوں نے ہمراہِ رکابِ اقدس قتال کیا تھا حصہ عطا فرمایا۔

اس سے استعانت کہاں ثابت، ممکن کہ انھوں نے بطورِ خود قتال کیا ہو، اور پانچواں جواب امام طحاوی سے آتا ہے کہ سِرے سے قاطع استناد ہے۔

صفوان بن امیہ سے استعانت کے روشن جواب

رہا قصہ صفوان رضی اللہ تعالٰی عنہ، اُن کا قبل از اسلام غزوہ حنین شریف میں ہمراہ رکابِ اقدس ہونا ضرور ثابت ہے مگر ہرگز نہ اُن سے قتال منقول نہ یہی کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اُن سے قتال کو فرمایا ہو صرف اس قدر ہے کہ سَو زرہ خود بکتر اور ایک روایت میں چار سَو ان سے عاریۃً لئے اور وُہ بطمع پرورش سرکار عالم مدار کہ مؤلفۃ القلوب سے تھے ہمراہ لشکر ظفر پیکر ہولئے اُن کی مراد بھی پُوری ہُوئی اور اسلام بھی پختہ راسخ ہوگیا سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غنائم سے اتنا عطا فرمایا اتنا عطا فرمایا کہ یہ بے اختیار کہہ اُٹھے:

واللہ ماطابت بھذا الا نفس نبی[2]

خدا کی قسم اتنی عطائیں خوش دلی سے دینا نبی کے سوا کسی کا کام نہیں۔

اشھد ان لاالٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔ امام ابن سعد طبقات پھر حافظ الشان عسقلانی اصابہ فی تمییز الصحابہ میں انہی صفوان رضی اللہ تعالٰے عنہ کی نسبت فرماتے ہیں:

لم یبلغنا انہ غزا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]

ہمیں روایت نہ پہنچی کہ انھوں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ہمراہی میں جہاد کیا ہو۔

امام طحاوی مشکل الآثار میں فرماتے ہیں:

صفوان کان معہ لا باستعانۃ ایاہ منہ فی

یعنی صفوان خود ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی

---

[1] نصب الرایۃ کتاب السیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/ ۴۲۲

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ باب ص ف ترجمہ ۴۰۷۳ دار صادر بیروت ۲/ ۱۸۷

[3] " " " " " " " " " " ۲/ ۱۸۸

ذٰلك ففی هذا ما یدل علی انه انما امتنع من الاستعانة به و باشاله ولم یمنعهم من القتال معه باختیارهم لذٰلك [1]

علیہ وسلم کے ساتھ ہولئے تھے حضور نے اُن سے استعانت نہ فرمائی، اس میں دلیل ہے اس پر کہ حضور مشرکوں سے استعانت سے باز رہتے تھے اور وُہ اپنے اختیار سے ہمراہی میں لڑیں تو اس سے منع نہ فرماتے تھے۔

اسی میں ہے:

حدثنا ابوامیة قال حدثنا بشر بن عمر الزهرانی قال قلت لمالك الیس ابن شهاب کان یحدث ان صفوان بن امیة سار مع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فشهد حنینا والطائف وهو کافر قال بلی ولکن هو سار مع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولم یأمره رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بذٰلك [2]

ہم سے ابوامیہ نے حدیث بیان کی کہ ہم سے بشر بن عمر زاہرانی نے حدیث بیان کی کہ میں نے امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزارش کی کیا زہری یہ حدیث بیان نہ کرتے تھے کہ صفوان بن امیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس چل کر حنین وطائف کے غزوں میں بحالت کفر حاضر ہوئے۔ فرمایا ہاں مگر وہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمرکاب ہولئے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے نہ فرمایا تھا۔

علامہ جلال الدین ابوالمحاسن یوسف حنفی معتصر میں فرماتے ہیں:

لامخالفة بین حدیث صفوان و بین قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لانستعین بمشرك لان صفوان قتاله کان باختیارہ دون ان یستعین به النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وان الاستعانة بالمشرك غیر جائزة

یعنی حدیث صفوان اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کہ ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے کچھ مخالفت نہیں کہ صفوان کا قتال کو جانا اپنے اختیار سے تھا نہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے استعانت فرمائی ہے مشرک سے استعانت حرام ہے لیکن وہ خود لڑیں تو لڑنے دینا

---

[1] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانت من الکفار دار صادر بیروت ۳/ ۲۳۹

[2] " " " " " " " " " " ۳/ ۲۳۶

لکن تخلیتھم للقتال جائزۃ لقولہ تعالٰی لاتتخذوا بطانۃ من دونکم والاستعانۃ اتخاذ بطانۃ وقتالھم دون استعانۃ بخلاف ذلک[1] (مختصرًا)۔

جائز ہے اس لئے کہ رب عزوجل نے فرمایا غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ مشرک سے استعانت کرنا اُسے رازدار بنانا ہے اور بلا استعانت خود اس کے لڑنے میں یہ بات نہیں۔ (مختصرًا)

استعانت جائز ہے تو صرف ذمی سے ہے حربی سے مطلقاً حرام

فائدہ رابعہ: اقول یہ مسئلہ کہ ذمی اگر مسلمانوں کے ہمراہ قتال کرے یا راستہ بتائے تو سلطان اسے غنیمت سے کچھ عطا فرمائے جو مسلمانوں کے حصہ سے کم ہو اور راہ بتانے میں بقدر اجرت تمام متون مثل ہدایہ و وقایہ و تحفۃ الفقہاء و کنز و وافی و مختار و اصلاح و غرر و ملتقی و تنویر اور ان کے سوا جن جن کتب میں اس کا ذکر ہے جیسے خزانۃ المفتین و اشباہ والنظائر وغیرہا سب میں ذمی کے ساتھ مقید ہے حتی کہ علامہ محمد بن عبد الرحمٰن دمشقی نے رحمۃ الامہ اور امام عبد الوہاب شعرانی نے میزان الشریعہ میں اسے ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اسی قید کے ساتھ ذکر کیا، رحمۃ الامہ کی عبارت یہ ہے:

اتفقوا علی ان من حضر الغنیمۃ من مملوک او امرأۃ او صبی او ذمی فلھم الرضخ[2]۔

علماء کا اتفاق ہے کہ غلام یا عورت یا لڑکا یا ذمی جو غنیمت میں حاضر ہوں تو انھیں کچھ دیا جائیگا پورا حصہ نہیں۔

بعض شراح نے اسی سے مسئلہ استعانت استنباط کیا۔ فتوائے شائع کردہ لیڈری نے درمختار کی یہ عبارت تو نقل کی،

مفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ[3]۔

اس سے سمجھا گیا کہ حاجت کے وقت کافر سے مدد لینی جائز ہے۔

اور متن کی عبارت چھوڑ دی جو ضمیر مفادہ کا مرجع بتاتی کہ یہ کاہے کا مفاد ہے وہ عبارت یہ ہے،

لا لعبد وصبی وامرأۃ و ذمی و رضخ لھم

غلام اور لڑکے اور عورت اور ذمی کے لئے غنیمت

---

[1] المعتصر من المختصر فی الاستعانۃ بالمشرک دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد دکن ۱/۲۲۹

[2] رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ کتاب السیر فصل اختلف الائمۃ ہل یملک الکفار الخ مطابع قطر الوطنیۃ قطر ص ۳۸۷

[3] الدرالمختار فصل فی کیفیۃ القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۳

اذا باشروا القتال اوکانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی اودل الذمی علی الطریق[1]

کا حصّہ نہیں، ہاں کچھ دیا جائے گا اگر لڑیں یا عورت مریضوں کی تیمارداری کرے یا ذمّی راستہ بتائے۔

اس کے متصل بلافصل درمختار کی وُہ عبارت ہے تو کافر سے مطلقاً وہی مراد جو متن میں مذکور ہے یعنی ذمّی کو حربی ہرگز اس کے معنی میں نہیں جس کے سبب بدلیل اولویت یا مساوات تعمیم کرلی جائے اس کی نظیر ابھی عبارت قدوری و ہدایہ سے گزری جن میں لفظ کافر تھا اور تمام اکابر نے تصریح فرمادی کہ کافر سے مراد ذمّی ہے۔

ذمی میں بھی خاص کتابی سے استعانت جائز ہے مشرک سے مطلقاً حرام ہے

فائدہ خامسہ: امام اجل زینتِ حنفیت سیدنا احمد طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس میں اور تخصیص فرمائی اور اسی کو حضرت سیدنا امام اعظم وجملہ ائمہ حنفیہ کا مذہب بتایا کہ مسئلہ استعانت کا کتابی سے خاص ہے، جہاد میں وقت حاجت دبے ہُوئے یہودی یا نصرانی سے مدد لے سکتے ہیں مشرک سے اصلاً جائز نہیں مشکل الآثار میں استعانت بمشرک سے ممانعت کی حدیثیں روایت فرمائیں پھر استعانت بہ یہود کی حدیث اعتراضاً وارد کی پھر اُس سے جواب میں فرمایا:

لیس فی ذٰلک مایخالف شیئا مما رویناہ فی ھذا الباب لان الیھود لیسوا من المشرکین الذین قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاٰثار الاول انہ لانستعین بھم اولٰئک عبدۃ الاوثان وھؤلاء اھل الکتٰب والغلبۃ لنا لانا الاعلون علیھم وھم اتباع لنا وھکذا حکمھم الاٰن عند کثیر من اھل العلم منھم ابوحنیفۃ واصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم یقولون لا باس

وُہ حدیثیں کہ اس باب میں ہم نے ذکر کیں یہ روایت ان سے کچھ مخالفت نہیں رکھتی اس لئے کہ یہود مشرک نہیں ہیں جن کے بارے میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اگلی حدیثوں میں فرمایا کہ ہم اُن سے استعانت نہیں کرتے وُہ بت پرست ہیں اور یہ کتابی ہیں اور غلبہ اُن پر ہمیں کو ہے کہ ہمیں ان پر بالادست ہیں اور وُہ ہمارے تابع ہیں اور اب بھی اکثر علماء کے نزدیک اُن کا یہی حکم ہے از انجملہ امام ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم

---

[1] الدرالمختار فصل فی کیفیۃ القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۳

بالاستعانۃ باھل الکتاب فی قتال من سواھم اذا کان حکمنا ھو الغالب ویکرھون ذٰلک اذا کان احکامنا بخلاف ذٰلک ونعوذ باللہ من تلک الحال[1]

وُہ فرماتے ہیں غیر کتابی کافروں کے مقابلہ میں کتابیوں سے مدد لینے میں حرج نہیں جبکہ ہمارا ہی حکم غالب ہو اور کتابیوں سے بھی مدد لینے کو ناجائز رکھتے ہیں جبکہ حالت اس کے خلاف ہو یعنی وہ ہمارے تابع پیرو نہ ہوں اور اس حالت سے اللہ کی پناہ۔

معتصر علامہ یوسف حنفی میں ہے:

الممتنع الاستعانۃ بالمشرک والیھود لیسوا من المشرکین ھکذا حکمھم عند ابی حنیفۃ واصحابہ اذا کان حکمنا ھو الغالب بخلاف ما اذا لم یکن غالبا نعوذ باللہ[2] (ملتقطا)

مشرک سے استعانت ناجائز ہے اور یہودی مشرک نہیں امام اعظم اور اُن کے تلامذہ کے نزدیک یہی حکم ہے جبکہ ہمارا ہی حکم غالب ہو بخلاف اس کے کہ معاذ اللہ ہمارا حکم اُن پر غالب نہ ہو (ملتقطا)

تحقیقِ مقام، استعانت کے اقسام اور اُن کے احکام

فائدہ سادسہ: اقول تحقیق مقام بتوفیق منعام یہ ہے کہ یہاں استعانت کی تین حالتیں ہیں:

التجاء، اعتماد، استخدام۔

التجاء یہ کہ قلیل گروہ اپنے کو ضعیف وکمزور یا عاجز پاکر کثیر وقوی وطاقتور جتھے کی پناہ لے اپنا کام بنانے کے لئے اُس کا دامن پکڑے یہ بداہۃً اپنے آپ کو اُن کے ہاتھ میں دینا ہوگا اور انھیں خواہی نخواہی اُن کے اشارے پر چلنا اُن کی پس روی کرنی پڑے گی۔

اعتمادعہ یہ کہ گروہ مساوی سے یارانہ گانٹھیں انھیں اپنا یاور و یار و معین و مددگار بنائیں اُن کی مدد و موافقت سے اپنے لئے غلبہ وعزّت وکامیابی چاہیں یہ اگرچہ اپنے آپ کو اُن کے رحم پر چھوڑ دینا نہیں مگر اُن کی ہمدردی وخیر خواہی پر اعتماد یقیناً ہے کوئی عاقل خون کے پیاسے دشمن بدخواہ کو معین وناصر نہ بنائے گا۔ یہاں مساوات کے یہی معنی نہیں کہ ہر طرح قوت میں ہمارا ہم سنگ ہو بلکہ خود سر گروہ کہ ہمارے

عہ اعتماد ہر استعانت میں ہے اور یہاں یہ مراد کہ صرف اعتماد ہے استیلاء ان کا نہ اپنا ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۳/ ۲۴۰

[2] المعتصر من المختصر فی الاستعانۃ بالمشرک دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۲۲۹

ہاتھ میں مجبور نہیں اور ہمارے ساتھ اظہار بدخواہی کرسکتا ہے اسی شق میں ہے کہ باوصف خودسری اسے ناصر بنانا بے اعتمادی نہ ہوگا، یہ دونوں صورتیں کفار کے ساتھ یقیناً قطعاً نصوص قطعیہ قرآنیہ سے حرام قطعی ہیں جن کی تحریم کو پہلی اور دوسری دو ہی آیتیں کافی ووافی ہیں ہرگز کوئی مسلمان انھیں حلال نہیں کہہ سکتا۔

استخدام یہ کہ کافر ہم سے دبا ہوا اس کی چُٹیا ہمارے ہاتھ میں ہو، کسی طرح ہمارے خلاف پر قادر نہ ہو، وہ اگرچہ اپنے کفر کے باعث یقیناً ہمارا بدخواہ ہوگا مگر بے دست وپا ہے ہم سے خوف وطمع رکھتا ہے خوفِ شدید کے باعث اظہار بدخواہی نہ کرسکے گا بلکہ طمع کے سبب مسلمان کے بارے میں نیک رائے ہوگا۔

الحمدللہ! یہ تقریر فقیر غفرلہ القدیر نے تفقہاً لکھی تھی پھر امام شمس الائمہ سرخسی کی شرح سیر صغیر امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ دیکھی عظیم وجلیل تائید ملی، فائدہ خامسہ میں امام طحاوی وعلامہ یوسف حنفی کی عبارتیں سُن چکے کہ جواز اس وقت ہے جب ہمارا ہی حکم غالب ہو اور امام ابوجعفر کا ارشاد کہ ہمیں بلند وبالا ہوں اور وہ ہمارے تابع ۔ بعینہٖ یہی شرط سیر صغیر میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے امام محمد نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ فرمایا :

سألتہ عن المسلمین یستعینون باھل الشرک علی اھل الحرب قال لاباس بذلک اذا کان حکم الاسلام ھو الظاھر الغالب[1]

میں نے عرض کی کہ مسلمان اگر حربیوں پر مشرکوں سے مدد لیں تو کیسا ہے، فرمایا مضائقہ نہیں بشرطیکہ اسلام ہی کا حکم روشن وزبردست ہو۔

مشرکوں سے ذمی مراد ہیں کہ اس سے دو ورق پہلے فرمایا ہے :

لاباس بان یستعین اھل العدل بقوم من اھل البغی واھل الذمۃ علی الخوارج اذا کان حکم اھل العدل ظاھرا[2]

اہل عدل کا باغیوں اور ذمیوں سے خوارج کے خلاف مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اہل عدل کا حکم غالب ہو(ت)

یہاں تو استخدام بتایا تھا مگر اس کی تعلیل وہ فرمائی جس نے استخدام کی پوری تصویر بھی کھینچ دی اور اس کی نوعیت بھی بتادی کہ کس طرح کا استخدام ہو۔

---

[1] المبسوط للسرخسی باب آخر فی الغنیمۃ دار المعرفۃ بیروت ۱۰/۱۳۸

[2] " " باب الخوارج " " " ۱۰/۱۳۴

کافر کو کتا بنا کر استعانت جائز ہے جب وہ ہمارے ہاتھ میں کُتّے کی طرح مسخّر ہو

ارشاد ہوا :

لان قتالهم بهذه الصفة لاعزاز الدين والاستعانة عليهم باهل الشرك كالاستعانة بالكلاب[1]

دو ورق پہلے فرمایا :

والاستعانة باهل الذمة كالاستعانة بالكلاب[2]

(یعنی اس لئے کہ جب وہ اس حالت پر ہوں تو ان کا لڑنا ہمارے ہی دین کے اعزاز کو ہوگا اور حربیوں پر ان ذمی مشرکوں سے استعانت ایسی ہوگی جیسے شکار میں کتوں سے مدد لیتے ہیں دوسرے یہ کہ وہ ہمارے ہاتھ میں کُتّوں کی طرح مسخّر ہوں کہ ان کا فعل ہمارے ہی لئے ہو ہمارے ہی دین کے اعزاز کے واسطے ہو) کتّے سے شکار میں استعانت کب جائز ہوتی ہے جبکہ وُہ وقت شکار سارا کام ہمارے ہی لئے کرے اُس میں سے اپنے واسطے کچھ نہ کرے اگر شکار مارا اور ماشہ بھر اُس کا گوشت کھا لیا شکار حرام ہے تو استخدام بتایا اور وُہ بھی سب سے ذلیل تر یعنی جیسے کُتّے سے خدمت لیتے ہیں اور شرط فرما دی کہ وہ خودسری سے یکسر نکل کر محض ہمارے لئے آلہ بن گئے ہوں یہ نہ ہوگا مگر اُسی صورت میں کہ ہم نے منقح کی وللہ الحمد۔

ذلیل وقلیل کافروں سے استعانت کی اجازت ہوگی نہ کہ انبوہِ کثیر سے

اقول اور اس کے لئے ضرور ہے کہ وہ معدودے چند ذلیل قلیل ہوں کہ بڑا گروہ ہُوا تو ممکن کہ میدان میں پہنچ کر کافروں کا لشکر دیکھ کر شرارت پر آئے اور پھن دکھائے ممکن کہ یہی حکمت ہو کہ روزِ اُحد چھ سَو یہود کو واپس فرما دیا کہ یہ بڑا جتھا ہُوا خصوصاً اس حالت میں کہ مسلمان صرف سات سَو اور مغلطائی کی روایت میں چھ ہی سو تھے، اور غزوۂ خیبر میں حسبِ روایت واقدی صرف دس یہود کو ہمراہی کا حکم فرمایا کہ مسلمان ایک ہزار چار سو تھے

عہ اخرج الواقدی فی مغازیہ عن واقدی نے اپنے مغازی میں

(باقی بر صفحہ آیندہ)

---

[1] المبسوط للسرخسی باب آخر فی الغنیمۃ دار المعرفۃ بیروت ۱۰/۱۳۸

[2] ؍؍ ؍؍ کتاب السیر ۴/۲۳ باب الخوارج ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۰/۱۳۴

اورغزوہ حنین میں توصفوان جیسے ستر اشخاص بھی مان لیجئے تو کچھ نہ تھے کہ الٰہی لشکر بارہ ہزار تھا جس کی کثرت کا ذکر خود قرآن عظیم میں ہے۔[1] اسی طرف اشارہ ہے کہ ہمارے علماء ان مسائل میں ذمی و کافر بصیغہ مفرد لکھتے ہیں نہ بصیغہ جمع۔

استخدام کی چارصورتیں اوران کے احکام

اب چارصورتیں ہیں:

کافرکورازداربنانامطلقاً حرام ہے

اوّل اس سے ایسی استعانت جس میں وہ ہمارا رازدار و دخیل کار بنے یہ مطلقاً حرام ہے جس کے لئے پہلی آیۂ کریمہ بس ہے، نیز فرماتا ہے جل وعلا:

ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللّٰہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللّٰہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ ؕ و اللّٰہ خبیر بما تعملون ۝

کیا اس گھمنڈ میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے اور ابھی وہ لوگ علانیہ ظاہر نہ ہوئے جو تم میں سے جہاد کریں اور اللہ و رسول و مسلمین کے سوا کسی کو اپنا رازدار و دخیل کار نہ بنائیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

کافروں کومحرری پرنوکررکھنے کی ممانعت

ولہٰذا حدیث چہارم میں اُن سے مشورہ لینا ناجائز فرمایا، تفسیر کبیر میں کریمۂ اولیٰ کے تحت میں ہے:

ان المسلمین کانوا یشاورونھم فی امورھم ویؤانسونھم لما کان بینھم من الرضاع

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حرام بن سعد بن محیصہ قال خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بعشرۃ من یھود المدینۃ غزا بھم الی خیبر۔[2] ۱۲ منہ غفرلہ۔

حرام بن سعد بن محیصہ سے راوی کہ انھوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ کے دس یہود کو غزوۂ خیبر میں ہمراہ لے گئے۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۶

[2] کتاب المغازی للواقدی غزوۂ خیبر منشورات موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۲/ ۶۸۴

والحلف ظنا منهم انهم وان خالفوهم فی الدین فهم ینصحون لهم فی اسباب المعاش فنهاهم اللّٰہ تعالٰی بھٰذہ الاٰیۃ عنہ، فمنع المؤمنین ان یتخذوا بطانۃ من غیر المؤمنین فیکون ذٰلک نھیا عن جمیع الکفار، وقال تعالٰی "یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء" ومما یؤکد ذٰلک ماروی انہ قیل لعمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ھٰھنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لایعرف اقوی حفظا واحسن خطا منہ، فان رأیت ان تتخذہ کاتبا فامتنع عمر من ذٰلک وقال اذن اتخذت بطانۃ من غیر المؤمنین [1]۔

یعنی کچھ مسلمان بعض یہود سے اپنے معاملات میں مشورہ کرتے اور باہم دل بہلاتے کہ کسی سے دودھ کی شرکت تھی کوئی کسی کا حلیف تھا یہ گمان کرتے تھے کہ وہ اگرچہ دین میں ہمارے خلاف ہیں دُنیوی باتوں میں تو ہماری خیر خواہی کریں گے اس آیہ کریمہ میں رب العزت جل وعلا نے اُنھیں منع فرمادیا اور حکم دیا کہ کسی غیر مسلم کو اپنا رازدار نہ بناؤ، تو یہ نہ صرف یہود بلکہ جملہ کفار سے ممانعت ہوئی اور اللہ عزوجل نے فرمایا: "اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو یار نہ بناؤ" اور اس کی تائید اُس حدیث سے ہوتی ہے جو امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوئی کہ اُن سے عرض کی گئی کہ شہر حیرہ میں ایک نصرانی ہے اُس کا سا حافظہ اور عمدہ خط کسی کا معلوم نہیں حضور کی رائے ہو تو ہم اسے محرر بنالیں امیر المؤمنین نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ایسا ہو تو میں غیر مسلم کو رازدار بنانے والا ٹھہروں گا۔

تفسیر لباب التاویل وغیرہ پارہ ۶ میں ہے:

روی ان اباموسٰی الاشعری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قلت لعمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ان لی کاتبا نصرانیا، فقال مالک ولہ قاتلک اللّٰہ الا اتخذت حنیفا یعنی مسلما اما سمعت قول اللّٰہ عزوجل "یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الیھود والنصٰری اولیاء" قلت لہ دینہ ولی کتابتہ فقال لا اکرمھم

یعنی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا کہ میں نے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم سے عرض کی میرا ایک محرر نصرانی ہے، فرمایا تمھیں اس سے کیا علاقہ خدا تمھیں سمجھائے کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر بنایا کیا تم نے یہ ارشادِ الٰہی نہ سُنا کہ اے ایمان والو! یہود و نصارٰی کو یار نہ بناؤ۔ میں نے عرض کی اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے تو اس کی محرری سے کام ہے، فرمایا میں

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) آیہ لاتتخذوا بطانۃ الخ کے تحت المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۸/۱۰-۲۰۹

33 اذا اھانھم اللہ، ولا اعزھم اذا اذلھم اللہ ولا ادنیھم اذ ابعدھم اللہ، قلت انہ لایتم امر البصرۃ الا بہ فقال مات النصرانی والسلام یعنی ھب انہ مات فما تصنع بعدہ فما تعملہ بعد موتہ فاعلمہ الاٰن واستغن عنہ بغیرہ من المسلمین[1]۔

کافروں کو گرامی نہ کروں گا جبکہ انھیں اللہ نے خوار کیا نہ انھیں عزت دوں گا جبکہ اللہ نے انھیں ذلیل کیا نہ اُن کو قُرب دُوں گا جبکہ اللہ نے اُنھیں دُور کیا، میں نے عرض کی بصرہ کا کام بے اس کے پُورا نہ ہوگا، فرمایا مرگیا نصرانی والسلام یعنی فرض کرلو کہ وُہ مرگیا تو اس کے بعد کیا کرو گے جو جب کرو گے اب کرو اور کسی مسلمان کو مقرر کرکے اُس سے بے پروا ہوجاؤ۔

کافر کی تعظیم حرام ہے

دوم اُسے بعض مسلمانوں پر کوئی عہدہ و منصب دینا جس میں مسلم پر اس کا استعلاء ہو مثلاً مسلمان فوج کے کسی دستے کا افسر بنانا یہ بھی حرام ہے، ابھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد سُن چکے کہ اللہ نے انھیں خوار کیا میں گرامی نہ کروں گا اللہ نے انھیں ذلّت دی میں عزّت نہ دُوں گا۔ کُتبِ حدیث میں یُوں ہے کہ جب ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُسے تحریری پر مقرر کیا امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں فرمان میں لکھا:

لیس لنا ان نأتمنھم وقد خونھم اللہ ولا ان نرفعھم وقد وضعھم اللہ ولا ان نعزھم وقد امرنا بان یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون[2]۔

ہمیں روا نہیں کہ کافروں کو امین بنائیں حالانکہ اللہ تعالٰی انھیں خائن بتاتا ہے یا ہم انھیں رفعت دیں حالانکہ اللہ سبحٰنہ نے انھیں پستی دی یا انھیں عزت دیں حالانکہ ہمیں حکم ہے کہ کافر ذلّت و خواری کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جزیہ پیش کریں۔

درمختار میں ہے:

یمنع من استکتاب و مباشرۃ یکون بھا معظما عند المسلمین، وتمامہ فی الفتح وفی الحاوی ینبغی ان یلازم الصغار بینہ وبین المسلم فی کل شیئ وعلیہ فیمنع من القعود حال قیام المسلم عندہ، بحر، و یحرم تعظیمہ[3]۔

---

[1] لباب التاویل (التفسیر الکبیر) زیر آیہ لاتتخذوا الیھود والنصارٰی اولیاء، مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۲

[2]

[3] الدر المختار فصل فی الجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۲

33
33

یعنی ذمی کافر کو محرر بنانا یا اور کوئی عمل ایسا سپرد کرنا جس سے مسلمانوں میں اس کی بڑائی ہو جائز نہیں، اس کا پورا بیان فتح القدیر میں ہے، حاوی میں ہے وُہ مسلمان کے ساتھ ہر معاملہ میں دبا ہوا ذلیل رہے تو جب تک اس کے پاس کوئی مسلمان کھڑا ہو اُسے بیٹھنے نہ دیں گے، یہ بحرالرائق میں ہے، اور اس کی تعظیم حرام ہے۔

ہدایہ میں ہے:

قالوا الاحق ان لایترکوا ان یرکبوا الا لضرورۃ واذا رکبوا للضرورۃ فلینزلوا فی مجامع المسلمین[1]

علماء نے فرمایا: سزاوار تریہ ہے کہ انھیں سوار ہونے ہی نہ دیں مگر (مرض وغیرہ کی) ناچاری سے پھر جب مجبوری کو سوار ہوں تو یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں کے مجمع میں اُتر لیں۔

بے تعظیمی کے ساتھ بھی کافر سے استعانت صرف وقت حاجت جائز ہے

سوم بے حاجت اُس سے استعانت کرنا یہ بھی ناجائز ہے، خود فتوائے شائع کردہ لیڈران میں دُرمختار سے ہے:

مفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ[2]

اس عبارت سے سمجھا گیا کہ حاجت کے وقت کافر (ذمی) سے استعانت جائز ہے۔

اُسی میں ردالمحتار سے ہے:

امّابدونھا فلا لانہ لایؤمن غدرہ[3]

حاجت نہ ہو تو جائز نہیں کہ کچھ اطمینان نہیں کہ وُہ بدعہدی نہ کرے گا۔

کافر سے صرف اِس صورت کی استعانت جائز ہے

چہارم اب ایک صورت یہ رہی کہ دبے ہوئے مقہور کافر سے بشرط حاجت ایسی استعانت جس میں نہ اسے رازدار و دخیل کار بنانا ہو نہ کسی مسلمان پر اس کا استعلا ہو تو یہ ہے وُہ جس کی ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہم نے رخصت

---

[1] الہدایۃ باب الجزیۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۵۸۸

[2] الدرالمختار فصل فی کیفیۃ القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۳

[3] ردالمحتار " " " مکتبہ ماجدہ کوئٹہ ۳/۲۵۷

دی پچھلی دو قیدیں تو منتظرِ ثبوت بلکہ محتاجِ بیان بھی نہیں دینِ متین سے ضرورۃً معلوم ہیں جن کا کچھ بیان ابھی گزرا، تو ان کی نظیر نماز کے لئے شرط وضو ہے کسی نماز کا مسئلہ بتائیے تو یہ کہنا کچھ ضرور نہیں کہ بشرطیکہ باوضو پڑھی جائے، رہیں پہلی دو، وہ ہمارے ائمہ کی طرح امام شافعی نے بھی بتائیں۔

امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فارجع فلن استعین بمشرک، وقد جاء فی الحدیث الاٰخر ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استعان بصفوان بن امیۃ قبل اسلامہ فاخذ طائفۃ من العلماء بالحدیث الاول علی اطلاقہ، وقال الشافعی واٰخرون ان کان الکافر حسن الرأی فی المسلمین ودعت الحاجۃ الی الاستعانۃ بہ استعین بہ والا فیکرہ، وحمل الحدیثین علی ھذین الحالین۔[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کر واپس جا ہم ہرگز کسی مشرک سے استعانت نہ کریں گے، اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ سے اس حال میں امداد لی کہ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے تو ایک جماعتِ علماء نے پہلی حدیث کا مطلق حکم اختیار کیا اور شافعی اور کچھ اوروں نے کہا کافر اگر مسلمانوں کے حق میں نیک رائے رکھتا ہو اور اس سے استعانت کی حاجت پڑے تو استعانت کی جائے ورنہ منع ہے، امام شافعی نے ان دونوں حدیثوں کو ان دونوں حالوں پر محمول کیا۔

شرط حاجت تو صاف ذکر فرمائی اور شرط اول کا یوں اشعار کیا کہ کسی کافر کی رائے مسلمانوں کے بارے میں اچھی ہو تو اس سے استعانت جائز ہے، اسی شرط کو حازمی شافعی نے یوں ذکر کیا،

والثانی ان یکونوا ممن یوثق بھم فلا تخشی نائرتھم فمتی فقد ھذان الشرطان لم یجز للامام ان یستعین بھم[2]

یعنی حاجت کے ساتھ دوسری شرط یہ ہے کہ ان کافروں پر وثوق ہو کہ ان کی شرارت کا اندیشہ نہ رہے ان دونوں شرطوں میں سے کوئی کم ہوگی تو سلطانِ اسلام کو کافروں سے استعانت جائز نہ ہوگی۔

اقول: اللہ عزوجل فرماتا ہے: اور اللہ سب سے زیادہ سچا ہے لا یألونکم

---

[1] شرح صحیح مسلم مع مسلم کتاب الجہاد والسیر کراہیۃ الاستعانۃ فی الغزو بکافر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۸

[2] الناسخ والمنسوخ للحازمی

خبالا ودوا ماعنتم[1] کافر تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے تمہارا مشقت میں پڑنا ان کی دلی تمنا ہے، تو محال ہے کہ خودسر کافر مسلمانوں کے لئے کوئی اچھی رائے رکھیں اُن کی خیرخواہی پر وثوق ہوسکے اُن کا خودسر کافر ہونا ہی اُن پر بے اطمینانی کا پورا موجب ہے، محقق علی الاطلاق فتح القدیر باب الموادعۃ میں فرماتے ہیں:

لعل خوف الخیانۃ لانہ م للعلم بکفرھم و کونھم حربا علینا[2] — امید یہ ہے کہ خوف خیانت آپ ہی لازم ہے کہ اُن کا کافر اور ہم سے مقاتل ہونا معلوم ہے۔

تو مسلمانوں کے خیرخواہ و قابلِ وثوق نہیں ہوسکتے مگر معدودے چند ذلیل قلیل مجبور مقہور کافر جن کو سرکشی کی مجال نہیں ولہذا تمام علماء نے مسئلہ رضخ کو ذمّی کے ساتھ مقید فرمایا اور اُسے بصیغہ مفرد ذکر کیا۔

ثم اقول ان شروط و قیود سے مشروط استعانت سے[عـــہ] نہ اُن کو رازدار و دخیل کار بنانا ہے کہ آیت اولٰی کے خلاف ہو، نہ اُن سے عزت چاہنا کہ آیت دوم کے مخالف ہو، ذلیل قلیل سے کون عزت چاہے گا، نہ اُسے کوئی ولی و نصیر بنانا کہے گا کہ باقی آیات کے خلاف ہو، یہ استعانت اگر ایسی نہیں جیسے کتبت بالقلم (میں نے قلم کی مدد سے لکھا۔ ت) میں تو ایسی ضرور ہے جیسے لوگ چماروں کو پکڑ کر بیگار لیتے ہیں بلکہ جب اُنھیں کچھ مال دیا جاتا ہے تو ایسی جیسے چمار کو پیسہ دے کر جوتا گانٹھوا لینا، کیا اِسے کوئی کہے گا کہ چمار کو ولی و ناصر بنایا، لاجرم کلماتِ علماء مخالف آیات نہ ہوئے وللہ الحمد۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

لیڈروں نے احکام شریعت کو کیسے بدلا

فائدہ سابعہ: یہ تھا حکم شرعی جس کی تحقیق و تنقیح بحمدہ تعالٰی اُس وجہ جلیل پر ہوئی کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی، اب لیڈران اپنی تحریفیں دیکھیں احکام دین کو کتنا کتنا بدلا، شرعی مسئلہ کیسا کیسا مسلا۔

اوّلاً ذکر تھا ذمّی کا، لے دوڑے حربی۔

ثانیاً بروایت امام طحاوی حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد جملہ ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک جواز کتابی سے خاص تھا یہ لے دوڑے مشرک۔

عـــہ: دربارہ استعانت احکامِ شریعت تو یہ تھے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[2] فتح القدیر باب الموادعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۰۶

ثالثًا جواز باجماع قائلین حاجت سے مقید تھا اور یہ خود اپنا جرم قبول لے کہ ہم کو احتیاج نے اتحاد برادران ہند کی جانب مائل نہیں کیا۔

رابعًا انھیں رازدار و دخیل کار بنانا حرام قطعی تھا یہ اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر قطعی تھا یہ اُس سے بھی بدرجہا بڑھ کر اُن کے ہاتھ بک گئے انھیں اپنا امام و پیشوا بنا لیا اُن کو[ع۱] اپنا رہنما بنا لیا ہے جو۔ کہتے ہیں "وہی مانتا ہوں میرا حال تو سر دست اس شعر کے موافق ہے"؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت

رفتی و نثار بت پرستی کردی

(وُہ عمر کہ آیات و احادیث کے ساتھ گزری ختم ہو گئی، اور بت پرستی کی نذر کر دی رت)

کذٰلک یطبع اللّٰہ علی کل قلب متکبر جبار[۱] — اللہ یونہی چھاپ لگا دیتا ہے ہر مغرور ستمگر کے دل پر۔

خامسًا اُن کی تعظیم، انھیں مسلمانوں پر استعلاء دینا حرام قطعی تھا انھوں نے صرف ظاہری سجدہ کسی مصلحت سے بچا رکھا باقی کوئی دقیقہ مشرکوں کی تعظیم و اعلاء میں نہ چھوڑا مسلمان کہلانے والوں نے ان کی جیتیں پکاریں، بیل بن کر گو پتروں کی گاڑیاں کھینچیں، اُن کی مدح میں غلو و اغراق کئے[ع۲] حتی کہ گاندھی کو کہہ بھاگے ع

"خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست[ع۳]"

(تیری تعریف سے خاموش رہنا تیری تعریف کی انتہا ہے[ت])

"نبوت[ع۴] ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے ایک متلذذ[ع۵] ہزاروں کے مجمع میں اسٹیج پر چہکتا ہے کہ "اللہ تعالٰی نے اُن کو (گاندھی کی طرف اشارہ کر کے کہا) تمہارے لئے مذکر بنا کر بھیجا ہے"۔

ع۱ خطبۂ صدارت مولوی عبد الباری ص ۵ ۔ ۱۲ حشمت علی عفرلہ

ع۲ خط مولوی عبد الباری صاحب جس کا فوٹو حسن نظامی نے چھاپا ۔ ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

ع۳ انجمن اسلامیہ بریلی کی طرف سے گاندھی کا سپاسنامہ شعر ۱۸ ۔ ۱۲ حشمت علی

ع۴ تقریر ظفر الملک در رفاہِ عام لکھنؤ "اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے"۔ اخبار اتفاق دہلی ۲۷، ۲۸ اکتوبر و دبدبہ سکندری یکم نومبر و پیسہ اخبار ۱۸ نومبر ۱۲ حشمت علی

ع۵ تقریر عبد الماجد بدایونی جلسۂ جمعیۃ العلماء ہند دہلی فتح اخبار دہلی جلد ۲ نمبر ۲۴۲ ۔ ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

---

۱ القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

خطبۂ جمعہ میں گاندھی کی تعریف داخل کرنے کا رَد

دوسرا[عـ۱] جمعہ کا خطبہ اُردو میں پڑھتا ہے، نہیں نہیں خطبہ کی جگہ لیکچر دیتا ہے اور اس میں خلفائے راشدین و حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بدلے گاندھی کی مدح مقدس ذات ستودہ[عـ۲] صفات وغیرہا الفاظیوں کے ساتھ گاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے: انما المشرکون نجس[۱] مشرک تو نہیں مگر ناپاک، یہ کہیں مقدس ذات۔ اللہ فرمائے: اولٰئك هم شر البريّة[۲] وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں، یہ کہیں ستودہ صفات۔ غرض خطبۂ جمعہ کیا تھا قرآن عظیم کا رد تھا۔ آج خطبۂ جمعہ میں یہ ہُوا کل نماز میں اهدنا الصراط المستقیم کی جگہ اهدنا الصراط الگاندھی پڑھیں گے اور کیوں نہ پڑھیں جبکہ جانیں کہ اس مقدس ذات ستودہ صفات کو اللہ تعالیٰ نے مذکر بنا کر مبعوث فرمایا ہے اس کی راہ آپ ہی طلب کیا چاہیں اور بالفرض یہ تبدیل نہ کریں تو صراط الذین انعمت علیہم میں تو گاندھی کو ضرور داخل مان چکے، اللہ جسے مقدس ذات ستودہ صفات کرے اور خلق کے لئے مذکر بنا کر بھیجے اُس پر انعام الٰہی تام و کامل ہے۔ الذین انعم اللہ علیہم[۳] (وہ جن پر اللہ نے احسان کیا) کا بیان قرآن کریم نے من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین[۴] (وہ کون ہیں نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ) فرمایا ہے۔ یہ سب مقدس ذات ستودہ صفات ہیں مگر لاکھوں شہداء و صالحین کو اللہ تعالیٰ نے مذکر بنا کر مبعوث نہ فرمایا تو گاندھی جی اول نمبر کے انعمت علیہم ہوئے مگر قرآن تو کفار پر اپنا غضب اور لعنت بتاتا اور انھیں ہر مخلوق سے بدتر ہر ذلیل سے ذلیل تر فرماتا ہے، اگر اس کا نام انعام ہے تو ضرور کفار سے بڑھ کر کوئی انعمت علیہم نہیں۔ قاتلهم الله انّٰی یؤفکون[۵] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) مشرک کو مسجد جامع میں مسلمانوں کا واعظ بنایا جاتا ہے ہزارہا مسلمانوں سے اُونچا کھڑا کرکے مسندِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جمایا جاتا ہے کیا مسئلۂ استعانت

عـ۱ اخبار مشرق گورکھپور ۱۳ جنوری ۲۱ء و عینی شہادت مولوی احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی رکن خلافت کمیٹی ۱۲ حشمت علی

عـ۲ یہ مولوی صاحب شاہد عینی کا بیان ہے اور اخبار مشرق میں مقدس ذات پاکیزہ خیالات ہے ۱۲ حشمت علی

۱؎ القرآن الکریم ۹/ ۲۸ ۲؎ القرآن الکریم ۹۸/ ۶

۳؎ ؎ ؎ ۴/ ۶۹ ۴؎ ؎ ؎ ۴/ ۶۹

۵؎ ؎ ؎ ۹/ ۳۰ و ۶۳/ ۴

کا یہ مطلب تھا کیا درمختار میں اس کا جواز لکھا تھا، اجازت تھی تو استخدام کی، وہ بھی ایسا جیسے کتے سے جو پورا مسخر ہولیا ہو، تم نے الٹی خدمت گاری بلکہ غلامی کی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اوراب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

سادسًا مشرکوں پر اعتماد حرام قطعی بلکہ تکذیب کلامِ الٰہی تھا جس کا بیان زیر آیت اولٰی گزرا انھوں نے اعتماد درکنار قطعًا التجا کی، التجاء و اعتماد کے جو معنی گزرے اُن کے آئینہ میں اُن کی صورتیں منقوش دیکھ لیجئے ۲۲ کروڑ ہندوؤں کو اپنا یار دیا ور بنا نا کیا دلی خیرخواہی پر پُورے اعتماد کے بغیر ممکن ہے، بداہت عقل کو ٹکرائیے تو لیڈران کے گیت سُن لیجئے جو مشرکین کو اپنا دلی خیرخواہ سمجھے کے گئے ہیں "اُن[عہ۱] کی ہمدردی ہماری مصیبت کے وقت ظاہر ہُوئی جس وقت کلمہ گو بھی معاونتِ حق سے گریزاں تھے اُن کا دستِ اتحاد ہماری طرف بڑھا جب یار اغیار ہوگئے ہیں برادرانِ وطن کو اُن کی ہمدردی کی اُجرت دے کر اُن کے مرتبہ کو گھٹانا نہیں چاہتا وہ بہادر قوم ہماری مصیبت کے وقت خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے ہم کو اپنا دلی دوست بنانا چاہتی ہے نہ ہماری لفظی شکرگزاری کی محتاج ہے ہمارے دل میں اُن کے اخلاص[عہ۲] نے گھر کر لیا ہے"، دیکھئے کیسی دل کھول کر قرآن کی تکذیبیں کیں ایسا اتنا مسلمان دیکھ لیں گے کہ یہ سچے یا اللہ واحد قہار سچا کہ لا یالونکم خبالا[2] وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے قل صدق اللہ وما للظّٰلمین من انصار[3]۔

سابعًا سب جانے دو اتنا تو مفتی **دربارۂ استعانت فتوٰی میں لیڈران کی موت**[عہ۳] لیڈران کو بھی مسلّم کہ اگر ان کی طرف حاجت پڑے اور ان سے غدر کا امن ہو تو استعانت درست یعنی حاجت نہ ہو تو حرام اور ان کے غدر سے

عہ۱ خطبۂ صدارت مولوی عبدالباری صاحب ص ۵ و ۶۔ ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

عہ۲ رسالہ قربانی گاؤ مولوی عبدالباری ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

عہ۳ دربارۂ استعانت جو فتوٰی شاہجہانپور لیڈران نے شائع کیا اُس میں خود اُن کی موت ہے مگر لیڈران کو نہیں سُوجھتی۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[3] " ۲/ ۲۷۰

امن نہ ہو تو حرام حاجت کا انکار خود لیڈران کو ہے اور ان کے غدر سے امن پر کیا دلیل قائم کرلی، کیا زا وعدہ۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وما یعدھم الشیطٰن الا غرورا [1]
شیطان تو انھیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔

یا اُنھوں نے تمھارے خیر خواہ بنے رہنے کی قسمیں کھائی ہیں، اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے، انھم لا ایمان لھم [2] ان کی قسمیں کچھ نہیں، یا تمھیں وحی آئی کہ یہ جانی دشمن یہ دینی اعدا یہ خونخوار بدخواہ یہ کبھی دغا نہ کرینگے۔ اور اللہ تعالٰے فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شیء [3]
اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی حالانکہ اُسے کچھ بھی وحی نہ ہوئی۔

اُن کے غدر سے امن کی تو ایک وہی صورت تھی کہ وُہ ایسے ذلیل وقلیل ہمارے ہاتھ میں مجبور و مقہور ہوں کہ سرتابی کی قدرت ہی نہ رکھیں، کیا یہ ۲۳ کروڑ ہندو تمھارے ہاتھ میں ایسے ہی ہیں، جھوٹ جھوٹ اور پُورے ۲۳ کروڑ جھوٹ۔ دیکھو تمھارے ہی شائع کردہ فتوے نے تمھیں گھر تک پہنچا دیا اور اس استعانت میں تم پر فردِ قرارداد جرم لگا کر مرتکب حرام ٹھہرا دیا احمق اُسے شائع کرداتے اور اپنی سند ٹھہراتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وُہ انھیں پر رد ہے، ہمارے دوست مفتی صاحب نے مروان کے خفیہ خط کی طرح ملتمس کا سا صحیفہ اُن کے ہاتھ میں دے دیا جس میں اُن کی موت ہے اور یہ خوشی لئے پھرتے ہیں، نہیں نہیں نرے ناسمجھ نہیں سمجھتے ہیں مگر مقصود ہی دین کو بدلنا احکام کو کچلنا عوام کو چھلنا ہے، جاہل بیچارے اتنا دیکھ لیں گے کہ دیکھو ج ائ ز لکھا ہے اب اتنی سمجھ کسے کہ جسے جائز لکھا ہے لیڈران کی استعانت کو اُس سے مَس نہیں اور اُن کی جو استعانت ہے فتوے میں ہرگز اُسے جائز نہ لکھا بلکہ صاف عدم جواز کا اِشعار کیا

مفتیوں کو ہدایت

ہاں جب مفتی کو واقعہ معلوم تو فتوٰی اگرچہ بجائے خود صحت سے موسوم ایسا غلط انگیز لکھنا مذموم جسے اہلِ باطل اپنے باطل پر ڈھالیں اور اس سے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۰

[2] " " ۹/ ۱۲

[3] " " ۶/ ۹۳

اپنی تقویت کی راہ نکالیں یہ سمجھ لینا کہ فتوے کا مفہوم مخالف یہ ہے اور اُن کے غدر سے امن کی صورت یہاں متصور نہیں عوام جاہلوں کو میسر نہیں۔ عقود الدریہ میں ہے:

اذا علم المفتی حقیقۃ الامر ینبغی لہ ان لایکتب للسائل لئلا یکون معینا لہ علی الباطل[1]

مفتی کو جب اصل واقعہ معلوم ہو تو اسے سزاوار نہیں کہ سائل کو اُس کے سوال کے موافق فتویٰ لکھ دے تاکہ باطل پر اس کا مددگار نہ ہو۔

اسی میں اپنے شیخ المشائخ شیخ عبدالقادر صفوری سے ہے:

ان بعض المبطلین اذا صار بیدہ فتوی صال بھا علی خصمہ، وقال المفتی افتی لی علیک بکذا والجاھل اوضعیف الحال لایمکنہ منازعتہ فی کون نصہ مطابقا اولا[2]

بعض اہلِ باطل کے ہاتھ میں جب فتویٰ آجاتا ہے اپنے فریق پر اُس سے حملہ کرتا ہے اور کہتا ہے مفتی نے میرے لئے تجھ پر یہ فتویٰ دیا ہے اور بے علم یا کمزور اس سے یہ بحث نہیں کرسکتا کہ اس کی عبارت صورت واقعہ سے مطابق بھی ہے یا نہیں۔

مولیٰ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے احباب کو باطل و اعانتِ باطل و اختلاطِ اہلِ باطل سے بچائے اور حق پر استقامتِ تامہ عطا فرمائے والحمد للہ رب العالمین۔

مساجد میں مشرک کے لے جانے کا رَد

(۱۰) لیڈران نے شریعتِ مطہرہ پر ایسے ہی شدید ظلم مسئلہ دخول کافر بمسجد میں کئے ہیں۔

اوّلاً یہ مسئلہ تمام متون مثل تحفۃ الفقہاء و ہدایہ و وقایہ و کنز و وافی و مختار و اصلاح و غرر و ملتقی و تنویر اور ان کے سوا محیط سرخسی و اشباہ والنظائر و وجیز کردری و خزانۃ المفتین و فتاوٰی ہندیہ سب میں ذمی کے ساتھ مقید ہے فتوائے شائع کردہ لیڈران نے بھی یہاں عبارت درمختار میں گنجائش نہ پائی یونہی نقل کرنی پڑی کہ جاز دخول الذمی مسجدا[3] ذمی کا مسجد میں جانا جائز ہے۔

سب سے اجل و اعظم خود محرر مذہب امام محمد کا جامع صغیر میں ارشاد ہے، محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ لاباس بان یدخل اھل الذمۃ المسجد الحرام[4] یعنی امام محمد امام ابویوسف سے راوی

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ قبیل کتاب الطہارۃ حاجی عبدالغفار پسران قندھار افغانستان ۳/۱

[2] " " " " " " " ۳/۱

[3] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲۴۶/۲

[4] جامع الصغیر مسائل من کتاب الکراھیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۵۴

کہ امام اعظم نے فرمایا رضی اللہ تعالٰی عنہم ذمیوں کا مسجد حرام میں جانا مضائقہ نہیں" ذمی مراد ہو اور کافر سے تعبیر کریں کیا بعید ہے ذمی بھی کافر ہی ہے اطلاق کی سندیں اُوپر گزریں کہ ارادیا لکافرالذمی کافر سے ذمی مراد ہے۔ یُونہی مستامن مراد ہو اور حربی سے تعبیر کریں کیا عجب ہے مستامن بھی حربی ہے" اطلاق کی سند محیط و عالمگیریہ سے گزری کہ اراد بالمحارب المستامن حربی سے مستامن مراد ہے۔ مگر ذمّی بولیں اور اُس سے حربی بھی مراد ہو یہ کس طرح معقول کہ اب تخصیص ذمی محض بے معنی و موجب غلط فہمی ہوگی کہ حربی ہرگز معنیٔ ذمی میں نہیں، لاجرم علامہ سید احمد طحطاوی و علامہ سید محمد شامی محشیانِ درمختار کو اس میں تردد ہُوا کہ مستامن کے لئے بھی جواز ہے یا نہیں، پھر اس پر استدلال علماء بالحدیث سے سند لاکر بھی جزم نہ کیا اور کتب سے تحقیق کرنے کا حکم دیا دونوں کتابوں کی عبارت یہ ہے:

انظر هل المستامن ورسول اهل الحرب مثله ومقتضی استدلالهم علی الجواز بانزال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وفد ثقیف فی المسجد الجواز ویحرر۔[1]

غور طلب ہے کہ مستامن اور حربیوں کا ایلچی بھی (کہ وُہ بھی مستامن ہوتا ہے) اس حکم میں ذمیوں کے مثل ہے یا نہیں، علماء کہ جواز پر اس سے دلیل لائے کہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے وفد ثقیف کو مسجد شریف میں اتارا، یہ مستامن کے لئے جواز چاہتا ہے بات ہنوز تحقیق طلب ہے۔

اقول مستامن کے لئے خود قرآن عظیم سے اشارہ نکال سکتے ہیں کہ:

ان احد من المشرکین استجارک فاجره حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغه مأمنه۔[2]

اے محبوب! اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اُسے پناہ دو کہ اللہ کا کلام سُنے پھر اُسے اس کی امن کی جگہ پہنچادو۔

حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے کوئی مجلس نہ تھی سوا مسجد کریم کے، ولہذا وفود وہیں حاضر ہوتے اور اس میں متون کا خلاف نہیں، ہدایہ سے گزرا کہ مستامن جب تک دار الاسلام میں ہے بمنزلۂ ذمی ہے ذمہ مؤبدہ و موقتہ دونوں طرح ہوتا ہے، کافی امام نسفی فصل امان میں ہے:

المراد بالذمة العهد مؤقتا کان او مؤبدا وذٰلک الامان وعقد الذمة۔[3]

ذمہ سے عہد مراد ہے ایک میعاد معیّن تک ہو یا ہمیشہ کے لئے، یہ امان و عقد ذمہ ہے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مکتبہ ماجد کوئٹہ ۲۴۴/۵

[2] القرآن الکریم ۶/۹

[3] کافی للنسفی

یہی کہہ سکتے ہیں کہ ذمی و حربی برابر ہیں یعنی مستامن کہ اُس کے لئے بھی ایک وقت تک ذمہ ہے بالجملہ جواز خاص ذمی کے لئے تھا اور یہ حربی لے دوڑے۔

ثانیًا یہاں بھی امام بدرالدین محمود عینی وغیرہ اکابر کی روایت یہ ہے کہ ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ذمیوں میں بھی جواز صرف کتابی کے لئے ہے یہ مشرک حربی لے دوڑے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قال ابوحنیفۃ یجوز للکتابی دون غیرہ[a] واحتج بما رواہ احمد فی مسندہ بسند[1]

امام ابوحنیفہ نے فرمایا مسجد میں کتابی (ذمی) کا آنا جائز ہے اور کفار کا نہیں اور امام اس پر اس

---

[a] قول الامام العینی بسند جید اقول ای علی اصولنا و مالنا ان نترک اصولنا الٰی اصول المحدثین، فضلا عن قول عالم متاخرشافعی فلا علیک مما فی التقریب، وذٰلک ان مخرجہ اشعث بن سوار عن الحسن عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ واشعث من شیوخ شعبۃ والثوری ویزید بن ہارون وغیرھم من الاجلاء وانتقاء شعبۃ فی من یاخذ منہ معلوم قال الذھبی و حدث من اشعث لجلالتہ من شیوخہ ابو اسحٰق السبیعی[1] اھ وقد قال سفیٰن اشعث اثبت من مجالد وقال ابن مھدی ھو ارفع من مجالد و مجالد من رجال صحیح مسلم وقال ابن معین اشعث احب الی من

امام عینی کا قول جیّد سند سے **اقول** (میں کہتا ہوں) کہ یہ سند ہمارے قاعدہ پر جیّد ہے اور ہم محدثین کے اصول کی خاطر اپنے اصول نہ چھوڑیں گے چہ جائیکہ ایک متاخر شافعی عالم کے قول کی خاطر چھوڑیں تو تقریب میں مذکور بیان تمہارے خلاف نہیں ہے یہ اس لئے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بواسطہ حسن اس حدیث کی تخریج کرنے والے اشعث بن سوار ہیں جبکہ اشعث، شعبہ، ثوری، یزید بن ہارون وغیرہم کے اکابر شیوخ میں سے ہیں اور شعبہ کا انتخاب ان میں جن سے اس نے روایت کی ہے وہ معروف ہے ذہبی نے کہا اشعث کی جلالت شان کی وجہ سے اس کے شیوخ میں سے ابواسحٰق سبیعی نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ اھ اور سفیان نے کہا کہ اشعث مجالد کی نسبت زیادہ قوی ہے اور ابن مہدی نے کہا وہ مجالد سے بلند ترین ہے جبکہ مجالد صحیح مسلم کے راویوں میں شمار ہیں اور

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۹۹۶ اشعث بن سوار دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۶۴

جید عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایدخل مسجدنا ھذا بعد عامنا ھذا

حدیث سے سند لئے جو امام احمد نے اپنی مسند میں کھری اسناد کے ساتھ جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اسمٰعیل بن مسلم، وقال الامام احمد و العجلی ھو امثل فی الحدیث من محمد بن سالم و روی ابن الدورقی عن ابن معین انہ ثقۃ وقال عثمٰن بن ابی شیبۃ صدوق و ذکرہ ابن شاھین فی الثقات وقال ابن عدی لم اجد لہ فیما یرویہ متنا منکرا وقال البزار لا نعلم احدا ترک حدیثہ الا من ھو قلیل المعرفۃ و آختلاف قول ابن معین فی رجل یکون انہ دون الثقۃ وفوق الضعیف و ھذا ھو شرط الحسن قال الذھبی فی محمد بن حفصۃ فیہ شیئ ولھذا وثقہ ابن معین مرۃ وقال مرۃ صالح و مرۃ لیس بالقوی و مرۃ ضعیف اھ[1] و محمد ھذا من رجال الصحیحین، و بالجملۃ و قد وثق اشعث ولم یرم بقادح قط بل لیس فیہ جرح مفسر اصلاً فحدیثہ حسن ولا شک لاجرم ان حکم العینی علٰی اسنادہ انہ جید حق واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ

ابن معین نے کہا میرے نزدیک اشعث زیادہ محبوب ہیں اسمٰعیل بن مسلم سے، اور امام احمد اور عجلی نے کہا وہ محمد بن سالم سے حدیث میں زیادہ مقبول ہے اور ابن دورقی نے ابن معین سے روایت کی کہ اشعث ثقہ ہے، اور عثمان نے کہا وہ نہایت صادق ہے، ابن شاہین نے اس کو ثقہ لوگوں میں ذکر کیا، اور ابن عدی نے کہا میں نے اس کے روایت کردہ متن کو منکر نہیں پایا، اور بزار نے کہا کہ اس کی مروی حدیث کو ترک کرنے والا صرف وہی ہے جو خود معرفت میں کمزور ہے اور ابن معین کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو ثقہ نہ ہو اور ضعف سے بالاتر ہو اور یہی حدیث حسن کی شرط ہے۔ ذہبی نے محمد بن حفصۃ کے متعلق کہا کہ اس میں کچھ ضعف ہے اسی لئے ابن معین نے کبھی اس کی توثیق کی اور کبھی صالح کہا اور کبھی لیس قوی کہا اور کبھی ضعیف کہا اھ، اور یہ محمد نامی صحیحین کے رجال میں ہے، خلاصہ یہ کہ اشعث کی توثیق کی گئی اور کسی اعتراض کا نشانہ ہرگز نہیں بنایا گیا بلکہ کوئی مفسر جرح اس پر قطعاً نہ ہوئی لہذا اس کی حدیث حسن ہے تو بیشک لازمی طور پر عینی کا اسکی سند کو جید کہنا حق ہے، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۴۲۹، محمد ابن ابی حفصہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۵۲۵

مشرك الا اهل العهد وخدمهم[1]

فرمایا اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک آنے پائے سوا ذمیوں اور اُن کے غلاموں کے۔

غمز العیون والبصائر میں ہے:

لایمنع من دخول المسجد الذمی الکتابی بخلاف غیرہ واحتج الامام رحمه الله له بما رواه احمد عن جابر رضی الله تعالٰی عنه[2]

ذمی کتابی کو مسجد میں آنے سے نہ روکا جائیگا بخلاف اور کافر کے اور اس پر امام اعظم اُس حدیث سے سند لائے جو امام احمد نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

غایۃ البیان علامہ اتقانی کتاب القضاء میں ہے:

قال شمس الائمة السرخسی فی شرح ادب القاضی وقد ذکر فی السیر الکبیر ان المشرك یمنع من دخول المسجد عملا بقوله تعالٰی انما المشرکون نجس[3]

امام شمس الائمہ سرخسی نے شرح ادب القاضی میں فرمایا کہ امام محمد نے سیر کبیر میں فرمایا کہ مشرکوں کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے گا اس ارشادِ الٰہی پر عمل کے لیے کہ مشرک نرے ناپاک ہیں۔

اگر کہئے حدیث میں تو مطلق ذمی کا استثناء فرمایا کتابی کی تخصیص کہاں ہے **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) مشرکین عرب کو ذمی بنانا روا نہ تھا اُن پر صرف دو حکم تھے اسلام لائیں ورنہ تلوار، تو وہاں ذمی نہ تھے مگر کتابی، تو استثناء منقطع ہے بلکہ ہم نے مسند میں دیکھا اواخر مسند جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حدیث اس طرح ہے کہ مذکور ہوئی اور اُس سے ۲۷ ورق پہلے یوں ہے:

لاید خل مسجدنا ھذا مشرك بعد عامنا ھذا غیر اھل الکتاب وخدمھم[4]

اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک نہ آنے پائے، سوائے کتابی اور ان کے غلام کے۔

تو یہاں خود کتابی کی تصریح ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری باب الاغتسال اذا اسلم ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/ ۲۳۷

[2] غمز العیون والبصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الذمی ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۵۵، ۱۴۸

[3] غایۃ البیان کتاب القضاء

[4] مسند احمد بن حنبل مروی از جابر رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۳۳۹

ثالثاً، اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) للہ الحمد اس حدیث حسن نے صاف ارشاد فرمادیا کہ اس سے پہلے جو کسی مشرک یا کافر غیر ذمی کے لئے اجازت تھی منسوخ ہوگئی کہ فرمایا "بعد عامنا ھذا" (اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد میں نہ آنے پائے سوا ذمیوں کے) مخالفین جتنی روایات پیش کریں اُن کے ذمہ لازم ہے کہ اُس واقعہ کے اس ارشاد کے بعد ہونے کا ثبوت دیں ورنہ سب جوابوں سے قطع نظر ایک سیدھا سا یہی جواب بس ہے کہ وہ منسوخ ہوچکا اور وہ ہرگز اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ خصوصاً بعد عامنا ھذا کا لفظ ارشاد فرمارہا ہے کہ یہ ارشاد بعد نزول سورۂ براءت ہے غالباً اُس کا یہ لفظ پاک ارشادِ الٰہی انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا[1] (مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔ ت) سے ماخوذ ہے، تو پہلے کے وقائع پیش کرنا محض نادانی لیکن لیڈران تو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر منسوخات ہی پر عمل کر رہے ہیں کہ اس میں اپنا بچاؤ دیکھتے ہیں وخسر ھنالك المبطلون[2] (اور باطل والوں کا وہاں خسارہ۔ ت)

لیڈران کی بہی خواہیِ اسلام

سادساً یہ بھی اختلاف احوال زمانہ وعادات قوم کو بعینہٖ مسائل تعظیم و توہین میں دخل تام ہے پھر غیر اسلامی سلطنت اور کافروں کی کثرت میں اس کی اجازت اور اس کی اشاعت اور مساجد کو پامالِ کفار کے لئے وقف کرنا کس قدر بہی خواہیِ اسلام ہے ؎

اے راہ روپشت بمنزل ہشدار

(اے منزل کی طرف پشت کرکے چلنے والے! ہوش کر۔ ت)

لیڈران کی اسلامی غیرت

خامساً واقعی بندگی بیچارگی جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کی خودداری، وہ تمہیں ملیچھ جانیں، بھنگی مانیں، تمہارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے گندی ہوجائے، سودا بیچیں تو دُور سے ہاتھ میں ڈال دیں، پیسے لیں تو دُور سے، یا پنکھا وغیرہ پیش کرکے اس پر رکھوالیں حالانکہ بحکمِ قرآن خود وہی نجس ہیں اور تم اُن نجسوں کو مقدس مطہر بیت اللہ میں لے جاؤ جو تمہارے ماتھا رکھنے کی جگہ ہے وہاں اُن کے گندے پاؤں رکھواؤ مگر تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا محبتِ مشرکین نے اندھا بہرا کردیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/۲۸

[2] 〃 ۴۰/۷۸

لیڈران محض اغوا کے لئے مسئلہ دخول مساجد کا نام لیتے ہیں، انھوں نے جو کیا بالاجماع حرام قطعی ہے

سادساً ان باتوں کا ان سے کیا کہنا جن پر حبك الشیئ یعمی ویصم[1] (تیرا کسی چیز سے محبت کرنا اندھا اور بہرا کر دیتا ہے) کا رنگ پھر گیا، سب جانے دو خدا کو بھی منہ دکھانا ہے یا ہمیشہ مشرکین ہی کی چھاؤں میں رہنا ہے، جواز تھا تو یوں کہ کوئی کافر دبا لچا ذلیل و خوار مثلاً اسلام لانے یا اسلامی تبلیغ سننے یا اسلامی حکم لینے کے لئے مسجد میں آئے یا اس کی اجازت تھی کہ خود سر مشرکوں نجس پرستوں کو مسلمانوں کا واعظ بنا کر مسجد میں لے جاؤ، اُسے مسندِ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر بٹھاؤ، مسلمانوں کو نیچا کھڑا کرکے اُس کا وعظ سناؤ، کیا اس کے جواز کی کوئی حدیث یا کوئی فقہی روایت تمھیں مل سکتی ہے حاشا ثم حاشا فللہ انصاف! کیا یہ اللہ و رسول سے آگے بڑھنا، شرع مطہر پر افترا گھڑنا، احکامِ الٰہی دانستہ بدلنا، سور کو بکری بتا کر نگلنا نہ ہوگا، ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں:

نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ان یصافح المشرکون او یکنوا او یرحب بھم۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مشرکوں سے مصافحہ کیا جائے یا انھیں کنیت سے یاد کریں یا آتے وقت مرحبا کہیں۔

یہ ادنٰی درجہ تکریم کا ہے کہ نام لے کر نہ پکارا، فلاں کا باپ کہا، یا آتے وقت جگہ دینے کو آیئے کہہ اللہ اکبر حدیث اس سے بھی منع فرماتی ہے، اور ائمہ دین ذمی کافر کی نسبت وہ احکام تحقیر و تذلیل فرما چکے جن کا نمونہ ابھی گزرا کہ اسے محرر بنانا حرام، کوئی کام ایسا سپرد کرنا جس سے مسلمانوں میں اس کی بڑائی ہو حرام، اس کی تعظیم حرام، مسلمان کھڑا ہو تو اُسے بیٹھنے کی اجازت نہیں، بیماری وغیرہ ناچاری کے باعث سواری پر ہو تو جہاں مسلمانوں کا مجمع آئے فوراً اتر پڑے۔

بدایونی لیڈر بننے والے اپنے حق میں احکامِ ائمہ کرام دیکھیں

حتی کہ فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و درمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے:

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۵/ ۱۹۴

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۴۴۶ اسحٰق بن ابراہیم الحنظلی " " " ۹/ ۲۳۶

لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر[1] — اگر ذمی کو تعظیماً سلام کرے کافر ہو جائے گا کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

فتاوی امام ظہیر الدین و اشباہ و درمختار وغیرہا میں ہے:

لو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر[2] — اگر مجوسی کو بطور تعظیم "اے استاد" کہا کافر ہو گیا۔

اور یہاں حربی مشرک کی یہ کچھ تعظیم یہ کچھ مسلمانوں پر اُس کی رفعت و تقدیم ہو رہی ہے اور پھر کفر بالائے طاق اُن کے جواز کو بھی ٹھیس نہیں لگتی، اس حرام قطعی کو حلال کی کھال پہنا کر فتوے اور رسالے لکھے جا رہے ہیں، مجوسی کو تعظیماً زبان سے استاد کہہ دینے والا کافر ہو لیکن مشرک بت پرست کو اسٹیج پر کھڑے ہو کر کہنے والا کہ خدا نے ان کو مذکر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے[عہ] گاندھی کو پیشوا نہیں بلکہ قدرت نے تم کو سبق پڑھانے والا مدبّر بنا کر بھیجا ہے ٹھیٹ مسلمان بنا رہے ہیں سبق پڑھانے والا اور سبق بھی کسی دُنیوی حرفت کا نہیں بلکہ صاف کہا کہ تمہارا فرض دینی یاد دلانے کو تو استاذ نے علم دین بتایا اور علم دین بھی کسی مستحب وغیرہ کا نہیں بلکہ خاص فرض دینی کا معلم استاذ بنایا اور کسی کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل، پہلو میں دل اور دل میں اسلام کی قدر ہو تو وہ ان لفظوں کو دیکھے کہ "خدا نے ان کو مذکر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے" خدا لگتی کہنا یہ رسالت سے کے سیڑھی نیچے رہا ان لیڈر بننے والوں کا اسلام کیا ہے؟ ع

چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

(یہی جیسے بی بی تمیز کا محکم وضو ہوت)

کہ کسی طرح ٹوٹتا گیا اس میں دراڑ تک نہ پڑتی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[۳]
(اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

عہ دیکھو اخبار فتح دہلی جلد ۲ ۲۴۳ جلسہ جمعیۃ العلماء ہند میں مولانا عبدالماجد بدایونی کی تقریر صہ ۴ کالم اول ۱۲ حشمت علی

---

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱
[2] " " " " " " "

34

دربارہ مساجد لیڈران کا پیش کردہ شاہجہانپوری فتویٰ خود انھیں پر رد ہے

سابعًا ائمۂ دین نے صاف تصریحیں فرمائیں کہ کافر کا بطور استعلا مسجد میں جانا مطلقًا حرام ہے۔ ہدایہ میں ہے:

الآیة محمولة علی الحضور استیلاء و استعلاء[1]

آیت اس پر محمول کی گئی ہے کہ وہ غلبہ و بلندی کے طور پر نہ آئیں۔

کافی امام نسفی میں ہے:

الآیة محمولة علی منعهم ان ید خلوها مستولین وعلی اهل الاسلام مستعلین[2]

آیت کے یہ معنی قرار دئے گئے ہیں کہ اُن کے ایسے آنے سے منع کیا جاتا ہے کہ بطور غلبہ آئیں اور مسلمانوں پر بلند ہوں۔

مگر ہدایہ و کافی کا اُن لوگوں کے سامنے ذکر کیا جو قرآن عظیم کے نصوص قاہرہ نہیں سُنتے، ہاں یہ کہئے کہ اگر حق مانیں تو لیڈران کی خوبیٔ قسمت ورنہ سخت درسخت نصیبوں کی شامت کہ خود لیڈری شائع کردہ فتوے نے بحوالہ رد المحتار یہی عبارت ہدایہ نقل کر دی کہ قرآن عظیم نے مشرک کا بطور استعلا مسجد میں آنا حرام فرمایا ہے، ہمارے دوست مفتی صاحب نے یہ دوسرا متلمس کا صحیفہ مروانی خط کی طرح اُن کے ہاتھ میں دے دیا مروانی خط ان کے ہاتھ تھا اور متلمس کا صحیفہ بند، ان کے ہاتھ میں کُھلا ہُوا فتویٰ دے دیا اور ان کو اپنی موت نہ سُوجھی اُسے شائع کراتے عوام کو بہلاتے بھلاتے ہیں۔

مفتی کو ہدایت ہاں اتنی شکایت دوستانہ مفتی صاحب سے بھی ہے کہ ذمی کا حکم حربیوں یا کتابی یا مشرکوں پر ڈھالنا درکنار صورت استعلا اگر معلوم تھی کہ گشت ازیام ہے تو اُسے جانتے ہُوئے باطل پرستوں کے ہاتھ میں فتویٰ دینا نہ چاہئے تھا جس سے وہ عوام کو بہکائیں اور اپنے حرام قطعی بلکہ اس سے بھی اشد کو حلال کر دکھائیں پھر عجب یہ کہ بیان حکم میں عدم استعلا کی قید رہ جانے نے مطلقًا جواز کی سُنائی اگرچہ عبارت کتاب سے اطلاق پر آئی کتاب کی عربی عبارت عوام کیا سمجھیں انھیں گمراہ کرلینے کی لیڈروں نے راہ پائی نسأل اللہ العفو والعافیة ولاحول ولاقوة الا باللہ۔

---

[1] الہدایہ کتاب الکراہیة مسائل متفرقہ مطبع یوسفی لکھنؤ الجزء الرابع / ۴۷۲

[2] کافی امام النسفی

34/34

شریعت کے ساتھ لیڈروں کی حالت

مسلمانو! تم نے دیکھا یہ حالت ہے ان لیڈر بننے والوں کے دین کی، کیسا کیسا شریعت کو بدلتے مَسلتے، پاؤں کے نیچے کچلتے، اور خیر خواہِ اسلام بن کر مسلمانوں کو چھلتے ہیں، موالاتِ مشرکین ایک، معاہدۂ مشرکین دو، استعانت بمشرکین تین، مسجد میں اعلائے مشرکین چار، ان سب میں بلا مبالغہ یقیناً قطعاً لیڈروں نے خنزیر کو دُنبے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے، دینِ الٰہی کو پامال کیا ہے، اور پھر لیڈر ہیں، ریفارمر ہیں، مسلمانوں کے بڑے راہبر ہیں، جو اُن کی ہاں میں ہاں نہ ملائے مسلمان ہی نہیں، جب تک اسلام کو کُند چھری سے ذبح نہ کرے ایمان ہی نہیں،

رب اعوذبك من همزٰت الشیٰطین ۝ واعوذبك رب ان یحضرون ۝[1] اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔

آہ آہ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون ۝ ؎

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم ❊ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیارست

(آپ کے سامنے تھوڑا سا غمِ دل پیش کیا ہے، مجھے ڈر ہے کہ آپ کا دل آزردہ ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں۔ت)

ضروری عرض واجب اللحاظ

میں جانتا ہوں کہ میرا کلام انھیں بُرا لگے گا اور حسبِ معمول تحقیقِ حق و اظہارِ احکام رب الانام کا نام گالیاں کھا جائیگا ہمیشہ عاجزوں نے اپنا عجز یُونہی چھپایا ہے احکامِ حق کو سختی بتا کر گالیاں ٹھہرا کر جواب سے گریز کا حیلہ بنایا ہے لہذا دست بستہ معروض کہ تھوڑی دیر نیچری تہذیب سے تنزل فرما کر وہ آیتیں کہ شروع فتوٰی میں تلاوت ہُوئیں اُن پر ایمان لاکر ان مباحثِ علمیہ و احکامِ الٰہیہ کو بغور سُن لیجئے، اگر بالفرض باطل ہماری غلط فہمی ہے حق و انصاف سے بتادیجئے ہمیں بحمداللہ تعالٰی ہرگز وہ نہ پائیے گا جو سمجھ لینے کے بعد باطل پر اصرار حق سے انکار نار پر عار اختیار کر رہے ہیں اور اگر سمجھ جاؤ سمجھ کیا جاؤ گے تمھارے سمجھ دال سمجھ ہی رہے ہیں کہ دیدہ و دانستہ حق سے اُلجھ رہے ہیں، حرام کو حلال، حلال کو حرام کا جامہ پہنایا، اسلام کو کفر، کفر کو اسلام بنا کر دکھایا ہے تو ماننے نہ ماننے کا تمھیں اختیار ہے اور جزاء وحساب وکشفِ حجاب روزِ شمار۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۹۷ و ۹۸

یوم تبلی السرائر فما لہ من قوۃ ولا ناصر[1] جس دن سب چھپی باتیں جانچ میں آئیں گی تو آدمی کو نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔

ترکِ معاملت پر ایک نظر

(۱۱) حضرات لیڈر نے مسئلہ موالات میں سب سے بڑھ کر اودھم مچائی اوروں میں افراط یا تفریط ایک ہی پہلو پر گئے، اس میں دونوں کی رنگت رچائی، افراط وہ کہ نصارٰی سے نری معاملت بھی حرام قطعی، اور تفریط یہ کہ ہندوؤں سے اتحاد بلکہ اُن کی غلامی فرضِ شرعی۔ پھر بھی اُن کے اس افراط و تفریط میں اتنا فرق ہے کہ دوم نے بذاتہٖ دین کو برباد کر دیا، اور اول پر عمل میں فی نفسہٖ ضررِ اسلام نہ تھا، مباح کو کوئی حرام جان کر چھوڑے تو اس چھوڑنے میں حرج نہیں کہ مباح ہی تھا نہ کہ واجب، ضلالت ہے تو اس اعتقادِ تحریم میں، لیکن حرام قطعی کو فرض منانا ایمان و عمل دونوں کا تباہ کن ہُوا اور اپنے ہر پہلو سے اسلام کا برباد کرنے والا، لہٰذا اول سے بحث ضرور نہ تھی، حکم بتا دیا معاندوں کا عناد اُن کے ساتھ ہے لیکن عملی حیثیت سے بھی اس خصوص میں مسلمانوں کو بہت ضرر پہنچتے دکھائی دیتے ہیں سخت مشکلات کا سامنا ہے جن کا حل ان بزعمِ خود گہری نگاہ والے انجام شناس لیڈر ان نے کچھ سوچ رکھا ہوگا، نظر بعادات حالات کسی طرح عقل باور نہیں کرتی کہ اُن کی چیخ پکار سے تمام ہند و سند و بنگال و برما و افریقہ و جاوہ حتی کہ عدن تک کے مسلمان سب نوکریاں، ملازمتیں، زمینداریاں، تجارتیں یکلخت چھوڑ دیں۔ یہ شورشیں تو دو دن سے ہیں صدہا[عہ] حرام نوکریاں پہلے ہی سے کر رہے ہیں وہ تو چھوڑیں نہیں مباح نوکریاں اور

عہ مثلاً حفظ کی نوکری کہ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے سوا کسی مسلمان بادشاہ کی بھی جائز نہیں یونہی خلاف ما انزل اللہ حکم کرنے کی، یونہی جس میں سُود کا لینا دینا یا حساب کرنا ہو یا دستاویزِ سُود کا کاتب یا شاہد بننا پڑے بالجملہ حرام کام یا خود اعانت حرام کی ملازمت کی کہ اسلامی سلطنت و ریاست کی بھی حرام ہے اور بلا ملازمت ایسے کاموں کا انجام دینا اور زیادہ شرع پر اُجرت، یہی حال کالجوں کی ملازمت اور اُن کے تعلیم تعلّم کا ہے جہاں تعلیم مخالفِ شرع و اسلام ہو اگرچہ اسلامی کہلائے تعلّم حرام، اور اُس کی کسی طرح امداد حرام مگر جو علمِ دین رکھتے والا تعلیمِ دینیات پر یُوں رہے کہ طلبہ کے عقائد کی حفاظت کرے ضلالتوں کا بطلان انھیں بتایا کرے وُہ بازار میں ذکرِ الٰہی کرنے والے سے بھی زائد ہوگا جسے حدیث نے فرمایا مُردوں میں زندوں کی طرح ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۸۶/ ۹ و ۱۰

حلال تجارتیں، زمینداریاں کس طرح چھوڑدیں گے، ان جلسوں، ہنگاموں، تبلیغوں کہراموں سے اگر سَو دو سَو[۲] نے نوکریاں یا دس بیس نے تجارتیں یا دو ایک نے زمینداریاں چھوڑ بھی دیں تو اس سے ترکوں[علہ] کا کیا فائدہ یا انگریزوں کا کیا نقصان، غریب نادار مسلمان کی کمائی کا ہزارہا روپیہ ان تبلیغوں میں برباد جارہا ہے اور جائے گا اور محض بیکار و نامراد جارہا ہے اور جائے گا، ہاں لیڈروں مبلغوں کی سیر و سیاحت کے سفر خرچ اور جلسہ و اقامت کے پلاؤ قورمے سیدھے ہوگئے اور رہوں گے، اگر یہ فائدہ ہے تو ضرور نقد وقت ہے اور سیر یورپ کے حساب کا راز تو روزِ حساب ہی کھلے گا، یوم تبلی السرائر ○ فما لہ من قوۃ ولا ناصر○[۱] (جس دن سب چھپی باتیں جانچ میں آئیں گی تو آدمی کو نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔ ت) کیا لیڈر صاحبان فہرست دکھائیں گے کہ ان برسوں کی مدت اور لاکھوں روپے کی اضاعت میں اتنا فائدہ مرتب ہوا، اتنوں نے نوکریاں چھوڑیں اتنوں نے تجارتیں اتنوں نے زمینداریاں۔

اخبارات و مطابع کیوں نہیں بند کرتے

طرفہ یہ کہ اُن کے خون گرم حامی ہمدم و محرم[علہ۲] اخبارات اس ترک تعاون پر بڑے بڑے

علہ تنبیہ، تنبیہ، تنبیہ: مسلمانو! ترکوں کی حمایت اماکن مقدسہ کی حفاظت سلطنت اسلامی کی اعانت یہ سب دکھانے کے دانت تھے کہ کسی طرح مسلمانوں میں اشتعال ہو لاکھوں روپے کا چندہ ہاتھ آئے ورنہ بڑے ساعی لیڈروں علی برادروں سے صاف منقول ہوا کہ "مسئلہ خلافت اب طے کر رکھو ہندوستان کی آزادی کی فکر کرو ہم ہندو قوم پرست ہیں ہمارا فرض ہے کہ اگر ترکی بھی ہندوستان پر چڑھائی کرے تو ہم اُن کے خلاف تلوار اٹھائیں ہمارا نصب العین سلطنت کی خود اختیاری حاصل کرنا ہے ترکِ موالات اُس کا ذریعہ ہے" ابوالکلام آزاد سے منقول ہوا "لڑائی ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دلانے کے لئے ہے اگر خلافت کا خاطر خواہ فیصلہ ہو بھی جائے تاہم ہماری جدوجہد جاری رہے گی اس وقت تک کہ ہم گنگا و جمنا کی مقدس زمین کو آزاد نہ کرالیں"۔ مسلمانو! اب بھی تمہاری آنکھیں نہ کھلیں اور خلافت و اماکن مقدسہ کے حیلہ پر فریب کھاتے رہو تو خدا حافظ۔ حشمت علی عفی عنہ

علہ۲ خصوصاً روزنامہ ہمدم لکھنؤ جس کے ہر پرچہ کی پیشانی پر یہ ساقط الوزن رباعی لکھی ہوتی ہے:

پابند اگرچہ اپنی خواہش کے رہو — حامی نہ کسی خراب سازش کے رہو
قانون سے فائدہ اٹھانا ہے اگر — لائل سبجکٹ تم برٹش کے رہو

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[۱] القرآن الکریم ۸۶/ ۹-۱۰

زور لگا رہے ہیں خود اپنے اخبارات و مطابع کیوں نہیں بند کرتے اُن صیغوں کو تو انگریزوں سے جو گہرے تعلقات ہیں دوسرے صیغوں کو کم ہوں گے، کیا اوروں کے لئے شور وفغاں اور اپنے لئے نوشجاں۔

لیڈران اوروں کو ترکِ تعاون کی طرف بُلاتے ہیں اور خود ان کا عمل اس کے خلاف ہے

اور ایک اخباری و مطابعی کیا کریں گے بڑے بڑے لیڈر بننے والے اسی مرض میں گرفتار ہیں دیگراں را نصیحت خود را فضیحت ؎

حیرتے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس ۔۔۔ توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر مے کنند

(مجھے حیرت ہے، مجلس کے دانشمند سے پھر پوچھو، توبہ کا مشورہ دینے والے خود بہت کم توبہ کرتے ہیں۔ ت)

ہجرت کا غل مچایا اور اپنے آپ ایک نہ سرکا جو اُبھارنے میں آگئے ان مصیبت زدوں پر جو گزری سو گزری یہ سب اپنے جورو بچوں میں چین سے رہے، ہرّا لگا نہ پھٹکری۔ اور ترکِ تعاون میں بھی کیا کسی لیڈر یا مبلغ کے پاس زمینداری یا کسی قسم کی تجارت نہیں، نہ اُن کا کوئی انگریزی یا ریاست میں ملازم ہے پھر انھیں کیوں نہیں چھوڑتے، کیا واحد قہار نے نہ فرمایا:

لم تقولون مالا تفعلون ۝ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون[1]

کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے، کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اتباعِ ہوا کی اجازت دی جو اللہ کی راہ سے گمراہ کرنے والی ہے قال تعالیٰ:
ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ[2] اپنی خواہش کا پابند نہ ہو کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کردے گی۔
خیر گمراہی تو ان صاحبوں کے یہاں بہت آسان بلکہ محبوب تر چیز ہے مگر پچھلے مصرع پر اپنے لیڈروں اور کمیٹی کا فتویٰ لیں جس میں کہا کہ انگریزوں کے وفادار اُن کے حکم کے نیچے چلنے والے رہو اور اتنی تاکید ہے کہ ہر پیشانی پر اسی کی تجدید ہے اس سے مقاطعہ کیوں نہ فرض ہوا اسے پارٹی بلکہ اسلام سے کیوں نہ خارج کیا' ہاں شاید ساقط الوزن کرنے میں اُس نے اپنے لئے کچھ رات لگا رکھی ہو یعنی انگریزوں کے دکھانے کو اُس طرح ہو اور لیڈروں کے سنانے کو یوں کہ آپ دیکھتے نہیں اُس میں وزن ہی کہاں ہے یوں ہے: ع
لائل سبجکٹ تم نہ برٹش کے رہو
حشمت علی عفی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۲و۳ [2] القرآن الکریم ۳۸/ ۲۶

کیا خدا کا سخت دشمن بننا آسان سمجھا ہے کیا تمھارے یہاں سے نہ چھپا[1] کہ "اگر کسی مسلمان رئیس نے دباؤ یا خوشامد سے کوئی ایسی کارروائی کی جس سے ثابت ہو کہ وہ دشمنانِ اسلام کا ساتھ دیتے ہیں تو فوراً اُن کا شمار مرتدین میں ہوگا اور مرتد کی سزا اسلام کے آئین میں کیا ہے ہر شخص کو معلوم ہے" کیا کوئی ریاست آپ کے نزدیک اس سے بری ہے کیا اس میں سب سے پیش قدم سلطنت علیہ دکن نہیں، کیا اس کے احکام اور چھپے ہُوئے فرمان ملاحظہ نہ ہوئے، کیا آپ کے لیڈروں میں اُس کے وظیفہ خوار نہیں، کیا مدِ خیرات سے گیارہ گیارہ روپے یومیہ پانے والوں نے اپنا یومیہ بند کرالیا، کیا جسے اوروں کے لئے حرام بتاتے ہو آپ خوشی سے کھاتے ہو۔

لیڈروں پر لیڈروں سے مقاطعہ فرض ہے

بلا پس ہو ان کے منہ لگا حرام اُن سے نہ چھوٹا، اور لیڈروں کا منہ کس نے بند کیا، ان پر ان لیڈروں سے مقاطعہ واجب تھا یا قرآن مجید بدل کر جو احکام دل سے گھڑے ہیں وہ کسی طرح لیڈروں کے لگ بھگ نہیں اوروں کے سر پڑے ہیں، یہ قانون کے مستثنیات عام ہیں، اور جب لیڈر خود ہی اپنے کہے پر عامل نہیں تو اُن کی چیخ پکار اوروں سے کیا عمل کرائے گی۔

؎ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند

(وہ تو خود گم ہے کسی کی کیا رہبری کرے۔ ت)

مانا کہ تم میں وہ بھی ہوں جو ان تینوں علتوں سے بری ہیں، نہ زمینداری نہ تجارت نہ اجارت کہ مالگزاری یا ابواب یا ٹیکس یا چُنگی دینی پڑے اور انگریزوں سے تعلق تعاون پیدا ہو کر حرمتِ قطعیہ کا حکم جڑے، فرض کردم کہ خود اس سے پاک ہیں نرے مفلس محتاج بے نوا ہیں پھر یہاں تو عام ذرائع رزق یہی ہیں، کیمیا تو نہ بناتے ہوں گے اوروں کے سر کھاتے ہوں گے، اُن کا مال انھیں وجوہ سے ہوگا جو تمھارے نزدیک علی الاطلاق حرام ہے، تو حرام ہی کھایا حرام ہی کمایا، ہر طرح گرفتارِ حرام ہی رہے، نجات کی صُورت بتائیے پھر ترکِ معاملت کی فرضیت گائیے، اور یہ روپیہ کہ ان جلسوں میں صرف

---

[1] دیکھو تقریر صدارت شیخ مشیر حسین قدوائی بیرسٹرایٹ لاء تعلقدار گدیا مطبوعہ لکھنؤ ص۲۹ یہ بھی مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے ان مسائل میں امام و متبوع ہیں دیکھو خطبۂ صدارت مولوی عبدالباری مطبوعہ لکھنؤ ص۱ "میں ان مسائل میں کبھی مشیر حسن صاحب کے خلاف مشورہ نہیں کرتا" آپ بیرسٹر بھی ہیں اور تعلقدار بھی، بھلا انگریزوں سے آپ کو کیا تعلق لہٰذا صرف اسلامی ریاستوں کو مرتد فرمایا۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

کررہے ہو یہ بھی تو اُس حرام کا ہے، سچ کہنا کیا دل میں سمجھ لئے ہو اگرچہ زبان سے نہ کہو کہ ع

مالِ حرام بود بجائے حرام رفت

اور ریل، تار، ڈاک کیا انگریزوں سے معاملت نہیں اس میں تو سب چھوٹے بڑے مبتلا ہو، اگر کہو انھیں سہولت کے لئے رکھ چھوڑا ہے تو اعلان کردو کہ ہمارے یہاں سہولت کے لئے حرام روا ہے، اگر کہو کہ زمینداری و تجارت چھوڑیں تو کھائیں کیا، تو ملازم اگر ملازمتیں چھوڑیں تو کھائیں کیا، جو جواب تمہارا ہے وہ سب کا ہے، غرض یہ نہ چلی نہ چل سکتی ہے، نہ تم نے خود اس پر عمل کیا، نہ کرسکتے ہو، اس کی پوری تصویر یہی ہے کہ ع

وہ کرتے ہیں اب جو نہ کیا تھا نہ کریں گے

پھر بے معنی چیخ پکار سے کیا حاصل سوا اس کے کہ : ع

مغز ما خورد و حلق خود بدرید (مغز ہمارا کھایا اور حلق اپنا پھاڑ لیا۔ ت)

ہندوؤں کی دیگ موافقت سے بانگی کا چاول

اور بفرضِ غلط و بفرضِ باطل اگر سب مسلمان زمینداریاں تجارتیں نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑدیں تو کیا تمہارے جگری خیر خواہ جملہ ہنود بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے، حاشا ہرگز نہیں، زنہار نہیں، اور جو دعوٰی کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں مکّار نہیں، اتحاد و وداد کے جھوٹے بھروں پر بھولے ہو منافقانہ میل پر پھولے ہوئے سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی ہو تو اُدھر پچاس ہندوؤں نے نوکری تجارت زمینداری چھوڑدی ہو کہ یہاں مالی نسبت یہی یا اس سے بھی کم ہے، اگر نہیں دکھا سکتے تو کھُل گیا کہ ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

لاجرم نتیجہ کیا ہوگا یہ کہ تمام اموال کل دولتیں دنیاوی جمیع اعزاز جملہ وجاہتیں صرف ہندوؤں کے ہاتھ میں رہ جائیں اور مسلمان دانے دانے کو محتاج بھیک مانگیں اور نہ پائیں، ہندو کہ اب انھیں پکائے ڈالتے ہیں جب بے خوف و خطر کچّا ہی چبا جائیں۔ یہ ہے لیڈر صاحبوں کی خیر خواہی، یہ ہے حمایتِ اسلام میں جانکاہی، ولاحول ولا قوۃ الّا باللّٰہ العلی العظیم۔

ہندو کیوں ملے ہیں اس کا راز

میں نے اپنی ایک تقریر میں اس ہندو الفت و گاندھوی رغبت کا راز بیان کیا تھا جسے بعض احباب نے تحریر میں لیا، اس کا اعادہ موجبِ افادہ، مسلمانوں کا رب جل وعلا فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایألونکم خبالاً ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[1]

اے ایمان والو! کسی کافر کو اپنا ہمراز نہ بناؤ وہ تمہارے نقصان رسانی میں گئی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مونہوں سے کھل چکی ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبی ہے بہت بڑی ہے بیشک ہم نے تمہیں صاف صاف نشانیاں بتادیں اگر عقل رکھتے ہو۔

قرآن عظیم گواہ ہے اور اس سے بہتر کون گواہ ومن اصدق من اللہ قیلا[2] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) کہ مشرکین ہرگز ہماری خیرخواہی نہ کریں گے، خیرخواہی درکنار کبھی بدخواہی میں گئی نہ کرینگے، پھر انھیں یار وانصار بنانا اُن سے وداد واتحاد منانا اُن کے میل سے نفع کی امید رکھنا صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب ہے یا نہیں ہے، اور ضرور ہے، ولکن لا تبصرون[3] (مگر تمہیں نگاہ نہیں۔ ت) آؤ اب ہم تمھیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں اور اُن کی طرف سے اس میل اور میل کا راز بتائیں، دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے:

اوّل اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

دوم یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

سوم یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ اُس کی بے پری کہ عاجز ہو کر رہے۔

مخالف نے یہ تینوں درجے اُن پر طے کر دئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں خیرخواہی سمجھے جاتے ہیں اوّلاً جہاد کے اشارے ہوئے اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا، ثانیاً جب یہ نہ بنی ہجرت کا بھرا دیا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یُوں ہی چھوڑ جائیں بہرحال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد و مزارات اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں، ثالثاً جب یہ بھی نہ بنی تو ترکِ موالات کا جھوٹا حیلہ کرکے ترکِ معاملت پر اُبھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو کبھی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو، مالگزاری ٹیکس کچھ نہ دو خطابات واپس کر دو، امر اخیر تو صرف اس لئے ہے کہ ظاہری نام کا دنیوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے اور پہلے تین اس لئے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲
[3] " " ۵۶/ ۸۵

کہ ہر صیغہ و ہر محکمہ میں صرف ہنود رہ جائیں، جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے حقوقِ اسلام پر جو گزرتی ہے ظاہر ہے، جب تنہا وہی رہ جائیں گے تو اس وقت کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے، مالگزاری وغیرہ نہ دینے پر کیا انگریز چپ بیٹھے رہیں گے؟ ہرگز نہیں، قُرقیاں ہوں گی، تعلیقے ہوں گے، جائدادیں نیلام ہوں گی اور ہندو خریدیں گے۔ نتیجہ یہ کہ مسلمان صرف قُلی بن کر رہ جائیں، یہ تیسرا درجہ ہے۔ دیکھا تم نے قرآن عظیم کا ارشاد کہ "وہ تمہاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے" ان کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو والعیاذ باللہ تعالٰی۔

منکر پر رَدّ و انکار کس حالت میں فرض ہے اور کہاں اس کا حُکم نہیں

(۱۲) منکر کا ازالہ ضرور فرض ہے اپنے مراتب ثلاثہ پر جن میں تیسرا مرتبہ کہ تغییر بالقلب ہے یعنی دل سے اسے بُرا جاننا مطلقاً ہر حال میں فرض عین ہے اور پہلے دونوں بشرطِ قدرت علی الترتیب فرض کفایہ، مگر دوسرا یعنی تغییر باللسان اس حالت میں ہرگز فرض نہیں کہ مرتکب اس کی شناعت سے خود آگاہ ہو جان بوجھ کر اس کا مرتکب ہو اور امید واثق نہ ہو کہ منع کئے سے باز رہے گا ایسی حالت میں اُس پر زبان یا قلم سے کہ وہ بھی ایک زبان ہے رَدّ و انکار اصلاً واجب نہیں رہتا خصوصاً جبکہ مظنّہ فتنہ و شورش ہو، فتاوی امام قاضی خاں و فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

انما یجب الامر بالمعروف اذا علم انھم یستمعون[1]

امر بالمعروف اسی وقت واجب ہے جب یہ جانے کہ وہ کان لگا کر سُنیں گے۔

نصاب الاحتساب میں ہے:

المقصود منه الائتمار فاذا فات ذٰلك لایجب[2]

امر بالمعروف سے مقصود تو یہ ہے کہ لوگ مانیں جب اس کی امید نہ ہو تو وہ واجب نہیں۔

بستان امام فقیہ ابواللیث و محیط و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

ان کان یعلم باکبر رأیه انه لو امر بالمعروف یقبلون ذٰلك منه و

اگر اپنے غالب گمان سے جانتا ہو کہ امر بالمعروف کرے گا تو یہ لوگ مان لیں گے اور بُری بات سے

---

[1] فتاوی ہندیۃ الباب السابع عشر فی الغناء واللھو الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۲

[2] نصاب الاحتساب

ینتھون عن المنکر فالامر واجب لایسعہ ترکہ، ولو علم بالکبر انہ لو امرھم بذٰلک قذفوہ وشتموہ فترکہ افضل، ولو علم انھم لایقبلون منہ ولایخاف منہ ضربا ولاشتما فھو بالخیار والامر افضل[1] (ملتقطاً)

باز آئیں گے تو امر بالمعروف واجب ہے اسے چھوڑنے کی گنجائش نہیں اور اگر اپنے غالب گمان سے جانتا ہو کہ امر بالمعروف کرے گا تو یہ لوگ پتھر پھینکیں گے گالی دیں گے تو اُس وقت امر بالمعروف نہ کرنا ہی افضل ہے اور اگر جانیں مانیں گے تو نہیں مگر ان سے گالی کا بھی اندیشہ نہیں تو اختیار ہے چاہے امر بالمعروف کرے یا نہ کرے اور کرنا بہتر ہے۔

وجیز امام کردری و عالمگیریہ میں ہے :

اللحن حرام بلاخلاف فاذا قرأ باللحان وسمعہ انسان ان علم انہ ان لقنہ الصواب لاید خلہ الوحشۃ یلقنہ، وان دخلہ الوحشۃ فھوفی سعۃ ان لایلقنہ، فان کل امر بمعروف یتضمن منکرا یسقط وجوبہ[2]

قرآن عظیم کا غلط پڑھنا بالاتفاق حرام ہے تو اگر کوئی شخص غلط پڑھ رہا ہو اور دوسرا سُنے اگر یہ سُننے والا جانے کہ اُسے صحیح بتاؤں گا تو اُسے وحشت پیدا نہ ہوگی تو بتائے، اور اگر بتانے سے اُسے وحشت پیدا ہو تو اسے گنجائش ہے کہ نہ بتائے کہ جو امر بالمعروف کسی منکر کو متضمن ہو اس کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے۔

مثلاً کون مسلمان نہیں جانتا کہ ناحق قتل یا غارتِ مسلم حرام و موجبِ عذابِ نار ہے، کون نہیں جانتا کہ اس میں کسی طرح کی اعانت مطلقاً حرام و مستوجبِ غضبِ جبار ہے، کون نہیں جانتا کہ زنا حرام ہے، کون نہیں جانتا کہ شراب پینا سخت خبیث کام ہے اور ہزاروں لاکھوں اس کے مرتکب ہیں، پھر کبھی نہ سُنا ہوگا کہ علماء یا اُن کی تحریریں ہر چکلے ہر بھٹی کا گشت کریں اصلاً ہرگز تمام جہان میں کوئی عالم بلکہ کوئی عاقل اس کا قائل نہیں اور خود ان لیڈروں میں جو جامۂ مولویت میں ہیں وہ بھی اس کے عامل نہیں، آخر یہ اس لئے کہ وہ لوگ دانستہ مرتکب ہیں اور مظنون نہیں کہ منع سے مانیں بلکہ شورش و شر کا احتمال بیشتر ایسی جگہ جب تغییر بالید متعذر نہیں تغییر باللسان کچھ ضرور نہیں، غیر ضروری اور اس پر طرہ یہ کہ نامفید ایسا شور مچانا اور بلاوجہ شرعی شورشوں کے لئے سینہ سپر ہوجانا کون سی شریعت نے واجب مانا، ایسے ہی مواقع کے لئے ارشادِ الٰہی ہے :

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السابع فی الغناء واللھو الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۵۳-۳۵۲

[2] " " " کتاب الکراہیۃ الباب الرابع فی الصلوٰۃ الخ " " ۵/ ۳۱۷

یایها الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم [1]

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو سنبھالے رہو دُوسروں کا گمراہ ہونا تمھیں نقصان نہ دے گا جب تم راہ پر ہو۔

ہاں اگر کسی منکر شرعی پر گمراہان گمراہ گر فرقہ بندی کریں اور اُسے بزورِ زبان و زور و بہتان معروف شرعی کا جامہ پہنائیں اور اس کے لئے آیات و احادیث و اقوالِ ائمہ کی تحریف و تصحیف منائیں احکامِ الٰہیہ کو کایا پلٹ کر کے حرام کو حلال حلال کو حرام دکھائیں جیسا اب گاندھوی مت اور گاندھوی امت مسائل موالات مشرکین و معاہدہ مشرکین و استعانت مشرکین و دخول مشرکین فی المساجد وغیرہا میں کر رہی ہے تو اُس وقت ان منکرات کبرٰی و واہیاتِ عظمٰی کا ازالہ فرضِ اعظم ہوگا۔ خطیب بغدادی جامع میں راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا ظھرت الفتن او قال البدع فلیظھر العالم علمہ ومن لم یفعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا [2]

جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں تو فرض ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جو ایسا نہ کرے اُس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت، اللہ نہ اُس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

یہ سعی اُن معاندوں کے لئے نہیں جو دانستہ تغییرِ کلام اللہ و تبدیلِ احکام اللہ کر رہے ہیں بلکہ اُن شبہات کے کشف کو ہے جن سے وہ احکامِ الٰہیہ کو بدلتے اور عوام مسلمین کو چھلتے ہیں اس امید پر کہ مولٰی عزوجل چاہے تو جو اُن کے دھوکے میں آگئے حق کی طرف واپس آئیں اور جن پر ہنوز اُن کا فریب نہ چلا بعونہٖ تعالٰی حفظ و پناہ پائیں ان ذٰلک علی اللہ یسیر [3] ان اللہ علٰی کل شیئ قدیر [4] (بیشک یہ اللہ کو آسان ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ ت) حضور پُر نور سید یوم النشور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

واللہ لان یھدی اللہ بک رجلا

خدا کی قسم بیشک یہ بات کہ اللہ تیرے سبب سے

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱۰۵

[2] الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع حدیث ۱۳۶۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۸

[3] القرآن الکریم ۲۹/۱۹

[4] ؍؍ ۲۹/۲۰

واحدا خیرلک من ان یکون لک حمر النعم[1]، رواہ البخاری ومسلم عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ جعل اللہ لنا السھل والسعد فی القبل والبعد وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارک وسلم۔

ایک شخص کو ہدایت فرمادے تیرے لئے سُرخ اُونٹوں کا مالک ہونے سے بہتر ہے۔ یہ حدیث بخاری ومسلم نے سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی (اللہ تعالٰی انھیں ہمارے اگلے پچھلوں کے لئے سہل اور مبارک بنائے وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارک وسلم۔ ت)

جہاد کے احکام واقسام کا ذکر

تنبیہ: جہاد کہ اعظم وجوہ ازالۂ منکر ہے اُسی کی تین قسمیں ہیں،

(۱) جنانی (۲) لسانی (۳) سنانی

جہاد جنانی یعنی کفر و بدعت وفسق کو دل سے بُرا جاننا جو ہر کافر مبتدع وفاسق سے ہے اور ہر مسلمان کہ اسلام پر قائم ہو کیا کرتا ہے مگر جنھوں نے اسلام کو سلام اور اپنے آپ کو مشرکین وکفار کا غلام کیا اُن کی راہ جُدا ہے ان کا دین غیر دین خدا ہے۔

لسانی کہ زبان وقلم سے رَد، وہ ابھی سن چکے کہ ایسوں ہی پر سب سے اہم وآکد، یہ بحمداللہ تعالٰی خادمانِ شرع ہمیشہ سے کر رہے ہیں اور اللہ ورسول کی مدد شامل ہو تو دمِ آخر تک کریں گے، وہابیہ، نیاچرہ، دیوبندیہ، قادیانیہ، روافض، غیر مقلدین، ندویہ، آریہ، نصارٰی وغیرہم سے کیا اور اب ان گاندھویہ سے بھی وہی برسرِ پیکار ہیں حق کی طرف بلاتے اور باطل کو باطل کر دکھاتے اور مسلمانوں کو گمراہ گروں کے شر سے بچاتے ہیں، وللہ الحمد آگے ہدایت رب عزوجل کے ہاتھ ہے۔

رہا **جہاد سنانی** ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ بنصوص قرآن عظیم ہم مسلمانانِ ہند کو جہاد برپا کرنے کا حکم نہیں اور اس کا واجب بتانے والا مسلمانوں کا بدخواہ مبین۔

یہاں کے مسلمانوں کو جہاد کا حکم نہیں اور واقعۂ کربلا سے لیڈران کا استناد اغوائے مسلمین

بہکانے والے یہاں واقعۂ کربلا پیش کرتے ہیں یہ اُن کا محض اغوا ہے **اوّلاً** اس لڑائی میں ہرگز حضرت

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۱۳ و ۴۲۲
صحیح مسلم باب من فضائل علی ابن ابی طالب " " " ۲/ ۲۷۹

امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پہل نہ تھی امام نے خبیث کوفیوں کے وعدوں پر قصد فرمایا تھا جب ان غداروں نے بدعہدی کی قصد رجوع فرمایا اور جب سے شروع جنگ تک اُسے بار بار احباب و اعدا سب پر اظہار فرمایا۔

(ا) جب حُر بن یزید ریاحی تمیمی رحمہ اللہ تعالیٰ اول بار ہزار سواروں کے ساتھ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاحم ہوئے امام نے خطبہ فرمایا: "اے لوگو! میں تمھارا بلایا آیا ہوں[1]، تمھارے ایلچی اور خطوط آئے کہ تشریف لائیے ہم بے امام ہیں، میں آیا اب تم اگر عہد پر قائم ہو تو میں تمھارے شہر میں جلوہ فرما ہوں" وان لم تفعلوا وكنتم بمقدمي كارهين انصرفت عنكم الى المكان الذى اقبلت منه اليكم" اور اگر تم عہد پر نہ رہو یا میرا تشریف لانا تمھیں ناپسند ہو تو میں جہاں سے آیا وہیں واپس جاؤں"، وہ خاموش رہے۔

(ب) پھر بعد نمازِ عصر خطبہ فرمایا اور اس کے آخر میں بھی وہی ارشاد کیا کہ "ان انتم کرهتمونا انصرفت عنكم[2]" اگر تم ہمیں ناپسند رکھتے ہو میں واپس جاؤں، حُر نے کہا ہمیں تو یہ حکم ہے کہ آپ سے جُدا نہ ہوں جب تک ابن زیاد کے پاس کوفہ نہ پہنچا دیں۔

(ج) امام نے اس پر بھی ہمراہیوں کو معاودت کا حکم دیا وہ بقصد واپسی سوار ہوئے حُر نے واپس نہ ہونے دیا۔

(د) جب نینویٰ پہنچے حُر کے نام ابن زیاد خبیث کا خط آیا کہ حسین کو چٹیل میدان میں اتار وجہاں پانی نہ ہو اور یہ میرا ایلچی تمھارے ساتھ رہے گا کہ تم میرا حکم بجا لاتے ہو یا نہیں، حُر نے حضرت امام کو ناپاک خط کا مضمون سُنایا اور ایسی ہی جگہ اُترنے پر مجبور کیا، فدائیانِ امام سے زہیر بن القین رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کی: اے ابنِ رسول اللہ! آگے جو لشکر آنے والے ہیں وہ ان سے بہت زائد ہیں ہمیں اذن دیجئے کہ ان سے لڑیں، فرمایا: "ما كنت لابدأهم بالقتال" میں ان سے قتال کی پہل کرنے کو نہیں۔

(ہ) جب خبیث ابن طیب یعنی ابن سعد اپنا لشکر لے کر پہنچا حضرت امام سے دریافت کیا کیسے آئے؟ فرمایا: تمھارے شہر والوں نے بلایا تھا "فاما اذ كرهوني فانی انصرف عنهم" اب کہ میں انھیں ناگوار ہوں واپس جاتا ہوں۔ ابن سعد نے یہ ارشاد ابن زیاد کو لکھا، اس خبیث نے نہ مانا، قاتله الله۔

(و) شب کو ابن سعد سے خلوت میں گفتگو ہوئی اُس میں بھی حضرت امام نے فرمایا: "دعونی

---

[1] و [2] تاریخ الطبری، ثم دخلت سنة احدی وستین، دار القلم بیروت، الجزء السادس ص ۲۲۸

ارجع الی المکان الذی اقبلت منہ[1] "مجھے چھوڑ دو کہ میں مدینہ طیبہ واپس جاؤں۔ ابن سعد نے ابن زیاد کو لکھا اس بار وہ راضی ہوا تھا کہ شمر مردود خبیث نے باز رکھا۔

(نما) عین معرکہ میں قتال سے پہلے فرمایا:

ایھا الناس اذکرھتمونی فدعونی انصرف الی مأمنی من الارض[2] — اے لوگو! جبکہ تم مجھے پسند نہیں کرتے تو چھوڑ دو کہ اپنی امن کی جگہ چلا جاؤں۔

اشقیاء نے نہ مانا، غرض جب سے برابر قصد عود رہا مگر ممکن نہ ہوا کہ منظور رب یونہی تھا، جنت آراستہ ہوچکی تھی اپنے دُولھا کا انتظار کر رہی تھی، وصالِ محبوب حقیقی کی گھڑی آگئی تھی تو ہرگز لڑائی میں امام کی طرف سے پہل نہ تھی اُن خبیثوں ہی نے مجبور کیا اب دو صورتیں تھیں یا بخوفِ جان اُس پلید کی وہ ملعون بیعت قبول کی جاتی کہ یزید کا حکم ماننا ہوگا اگرچہ خلافِ قرآن و سنت ہو، یہ رخصت تھی ثواب کچھ نہ تھا، قال تعالٰی: "الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[3]" مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔ یا جان دے دی جاتی اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی، یہ عزیمت تھی اور اس پر ثواب عظیم، اور یہی اُن کی شانِ رفیع کے شایان تھی، اسی کو اختیار فرمایا، اسے یہاں سے کیا علاقہ!

ثانیًا بالفرض اس بے سروسامانی میں امام کی طرف سے پہل بھی سہی تو یہاں ایک فرق عظیم ہے جس سے یہ جاہل غافل، فاسقوں پر ازالۂ منکر میں حملہ جائز اگرچہ یہ تنہا ہو اور وہ ہزاروں، اور سلطان اسلام جس پر اقامتِ جہاد فرض ہے اُسے بھی کافروں سے پہل حرام جبکہ اُن[عہ] کے مقابلہ کے قابل نہ ہو، مجتبٰی و شرح نقایہ و ردالمحتار کی عبارت گزشتہ:

ھذا اذا غلب علی ظنہ انہ یکافیھم والا فلا یباح قتالھم۔ — یہ اس وقت ہے جب گمان غالب ہو کہ ان کے مقابلہ کے قابل ہے ورنہ ان سے لڑنا حلال نہیں۔ (ت)

کے بعد ہے بخلاف الامر بالمعروف[4] (امر بالمعروف کا حکم اس کے خلاف ہے۔ ت) شرح سیر میں اس کی وجہ بیان فرمائی:

ان المسلمین یعتقدون ما یأمربہ فلابد — امر بالمعروف میں مسلمانوں کو جو حکم دے گا وہ دل سے

[عہ] اور شرط قدرت تو وفاع بلکہ کسی فرض اسلامی سے کبھی منفک نہیں بنصوص قطعیہ و اجماع اُمت مرحومہ۔

---

[1] الکامل فی التاریخ — ذکر مقتل حسین — دار صادر بیروت — ۴/ ۵۴ و ۵۵

[2] تاریخ الطبری — ثم دخلت سنۃ احدی وستین — دار القلم بیروت — الجزء السادس ۶/ ۲۴۳

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[4] جامع الرموز — کتاب الجہاد — گنبد قاموس ایران — ۴/ ۵۵۵

ان یکون فعلہ مؤثرا فی باطنہم بخلاف الکفار۔[1]

اُسے حق جانتے ہیں تو ضرور اپنے دل میں اُس کے فعل سے متاثر ہوں گے بخلاف کفار۔

دیکھو امام نے کیا کیا اور تم کیا کر رہے ہو کیوں اسلام و کفر ملاتے ہو

ثالثاً حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام پاک لیتے ہوئے شرم چاہیے تھی، کیا امام تو امام اُن کے غلام اُن کے در کے کسی کتے نے معاذ اللہ مشرکوں سے مدد مانگی، کیا کسی مشرک کا دامن تھاما، کیا کسی مشرک کے پس رو بنے، کیا مشرکوں کی جے پکاری، کیا مشرکوں سے اتحاد گانٹھا، کیا مشرکوں کے حلیف بنے، کیا ان کی خوشامد کے لئے شعارِ اسلام بند کرنے میں کوشاں ہوئے، کیا قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کر دی وغیرہ وغیرہ شنائع کثیرہ، بہتر تن سے بیس ہزار فجار کا مقابلہ فرمایا، امام کا نام لیتے ہو تو کیا تم میں بہتر مسلمان بھی نہیں جب تینتیس کروڑ مشرکین تمہارے ساتھ ہوں گے اُس وقت تم میں بہتر مسلمانوں کا عدد پورا ہوگا، قرآن کو پیٹھ دینے والو! کیوں امام کا نام لیتے ہو، اسلام سے اُلٹے چلنے والو! کیوں مسلمانوں کو دھوکے دیتے ہو، دہلی میں فتوٰی چھاپ دیا کہ اس وقت امام کی نظیر پیش ہو گئی اور حالت یہ کہ ذرا سی دھوپ سے بچنے کو گنوتروں کی چھاؤں ڈھونڈھ رہے ہیں، کیا تم اپنے ہی فتوے سے نہ صرف تارکِ فرض و مرتکبِ حرام بلکہ راضی بہ غلبہ کفر و ذلت اسلام نہ ہوئے، امام کا توکل اللہ پر تھا اور تمہارا اعتماد اعداء اللہ پر۔ یقین جانو کہ اللہ سچا اللہ کا کلام سچا "لا یالونکم خبالا" مشرکین تمہاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے وہ جھوٹا فتوٰی اور یہ پوچ بھروسا اور خادمانِ شرع پر اُلٹا غصہ کہ کیوں خاموش رہے کیوں سینہ سپر نہ ہوئے، یہ ہے تمہاری خیر خواہیِ اسلام، یہ ہیں تمہارے دل ساختہ احکام جن پر نہ شرع شاہد نہ عقل مساعد، مسلمان ہونے کا دعوٰی ہے تو اسلام کے دائرے میں آؤ، تبدیل احکام الرحمٰن و اختراعِ احکام الشیطان سے ہاتھ اٹھاؤ، مشرکین سے اتحاد توڑ دو، دیوبندیہ وغیرہم مرتدین کا ساتھ چھوڑ دو کہ جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دامنِ پاک اپنے سایہ میں لے، دنیا نہ ملے نہ ملے دین تو اُن کے صدقے میں ملے۔

یایہا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو

اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ شیطان کے پس رو نہ بنو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

---

[1] شرح السیر الکبیر

مبین o فان زللتم من بعد ما جاءتکم بالبینٰت فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم o ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملئکۃ وقضی الامر والی اللہ ترجع الامورo

پھر اگر روشن دلیلیں آنے پر تمہارا قدم لغزش کرے تو جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے کاہے کے انتظار میں ہیں سوا اس کے کہ گھٹاٹوپ بادلوں میں اللہ کا عذاب اور فرشتے آئیں اور کام تمام ہو اور اللہ ہی کی طرف سب کام پھرتے ہیں۔

ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر o ربنا لاتجعلنا فتنۃ للذین کفروا واغفرلنا ربنا انک انت العزیز الحکیم o ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین o اٰمین یا ارحم الراحمین o وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا وملجانا وماوٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین دائما ابدا لاٰبدین عدد کل ذرۃ الف الف مرۃ فی کل اٰن وحین والحمد للہ رب العٰلمین، واللہ سبحٰنہٗ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

فقیر احمد رضا قادری عفی لہ

ل القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸ تا ۲۱۰

انفس الفکر فی قربان البقر ۱۲۹۸ھ

(گائے کی قربانی کے بارے میں بہترین طریقہ)

مسئلہ عجیبہ ۱۸۴ عــہ از مراد آباد شوال ۱۲۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ مذہبِ حنفیہ اس مسئلہ میں کہ گاؤ کشی کوئی ایسا امر ہے جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دینِ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، یا اگر کوئی معتقدِ اباحتِ ذبح ہو مگر کوئی گائے اُس نے ذبح نہ کی ہو یا گائے کا گوشت نہ کھایا ہو، ہر چند کہ اکل اُس کا جائز جانتا ہے، تو اس کے اسلام میں کچھ فرق نہ آئے گا، اور وہ کامل مسلمان رہے گا، گاؤ کشی کوئی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گنہ گار ہوتا ہے یا اگر

عــہ **اہم وضاحت** (ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء کا نمونہ ومصداق) ۱۲۹۸ ہجریہ کا ربعِ اخیر ہے شوالِ مکرم کا ماہ منیر ہے، اس نے خاتمۃ المحققین امام المدققین والد ماجد حضرت مصنف علام مدظلہ وقدس سرہ الشریف کے وصال کو دس مہینے ہوئے ہیں بضرورتِ انتظامِ معاش جانبِ جائداد چند روز ابتدا میں توجہ کرنی ہوئی ہے اس لئے حضرت مصنف مدظلہ اپنے دیہات میں تشریف رکھتے ہیں کہ وہیں یہ سوال پہنچا اُس وقت کھیتوں کا معاینہ تھا آدمی نے وہیں یہ سوال پیش کیا، بنگاہِ اولین

(باقی برصفحہ آئندہ)

35 کوئی شخص گاؤکشی نہ کرے صرف اباحتِ ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہ گار نہ ہوگا، جہاں بلاوجہ اس فعل کے

35

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اُس کے اندرونی مقصد کو پہچان لیا کہ اگرچہ یہاں بعض مسلمانوں نے بھیجا مگر اصل سائل ہنود ہیں اور فوراً معلوم کیا کہ وہ اس سے کیا چاہتے ہیں، اور اہلِ اسلام کو کیسے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرتے ہیں، عصر کا وقت تھا، فرمایا صبح جواب دیا جائے گا۔ دیہات میں کتابیں نہ تھیں، دوسرے دن وہ جواب تحریر فرمادیا جو ناظرین نے ملاحظہ فرمایا، جس نے بحمداللہ تعالٰی فریب دینے والوں کے مکر کو خاک میں ملایا، و الاحضرت حامی سنت حضرت مولٰنا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ اور علمائے رامپور نے اُس پر تصدیقیں لکھیں اور حضرت مولٰنا موصوف مرحوم نے مقاصد کو پہچان کر تصدیق میں تحریر فرمایا کہ"انا قد بصیر" یہ پرکھنے والا آنکھیں رکھتا ہے یعنی اس کا دیدۂ بصیرت نورِ الٰہی سے منور ہے کہ مکاروں کے مخفی مکر کی تہہ تک پہنچ گیا اور اُس کا قلع قمع کیا، ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ط واللہ ذوالفضل العظیم[1] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ت)

جب جناب مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا فتاوٰی ۱۳۰۵ھ میں چھپا اس کے دیکھنے سے معلوم ہُوا کہ یہ سوال اُسی ماہ و سال میں اُن کے پاس بھی گیا تھا، یہاں مراد آباد سے آیا، وہاں مرزا پور سے گیا تھا، اور عجب نہیں کہ مختلف مقامات سے اور علماء کے پاس بھی بھیجا ہو، اوروں کا جواب تو کیا معلوم مگر جناب لکھنوی صاحب کا جواب چھپا جس سے ظاہر ہُوا کہ عیاروں کا دھوکا اُن پر چل گیا اُنھوں نے غور نہ فرمایا کہ سوال کے تیور کیا ہیں اس کا سائل کون ہونا چاہئے، اس سے اس کی غرض کیا ہے۔ سیدھا سادہ پاؤں تلے کا جواب لکھ دیا کہ:

"گاؤکشی واجب نہیں، تارک گنہ گار نہ ہوگا، بقصد اثارت فتنہ گاؤکشی نہ چاہئے بلکہ جہاں فتنہ کا ظن غالب ہو احتراز اولٰی ہے قربانی اونٹ کی بہتر ہے۔ محمد عبدالحی"[2]

وہیں کے اور دو صاحبوں نے مُہر کی، اس پر مسلمانوں کی ضرورت ہُوئی کہ اہلِ افتا کو ہوشیار کریں انھیں دُنیا کی حالت، مُلک کی رنگت دکھائیں خود اپنے جواب کو صحیح معنے کی طرف پھیرنے کی راہ بتائیں، لہٰذا اس پر دو سوال ہُوئے:

سوال اوّل: "حضرات علماء سے جن کی مواہیر اس پرچہ پر ثبت ہیں استفسار ہے کہ جواب میں آپ کی مراد اس جملہ سے آیا یہ ہے کہ ابتدائے فتنہ اہل اسلام کی طرف سے نہ ہو یعنی

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۱

[2] مجموعۂ فتاوٰی کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۲۸۲ و ۲۸۳

ارتکاب سے ثورانِ فتنہ وفساد ہو اور مفضی بہ ضررِ اہلِ اسلام ہو، اور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو اور عملداری

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جہاں عملداری ہنود کی ہو وہاں بقصدِ فتنہ انگیزی گاؤ کشی نہ کریں یا یہ کہ بلادِ ہند وغیرہ میں جہاں ہمیشہ سے اہلِ اسلام گائے ذبح کرتے آئے اور کبھی اُن کو مقصود فتنہ انگیزی نہ ہُوئی بلکہ اجرائے حکم شریعت، اب اگر مسلمان ان بلاد میں گائے ذبح کرے اور ہندو بنظرِ تعصب منع کریں تو مسلمان اُس سے باز رہے[۱]۔"

طبیعت میں حق کی طرف رجوع کا مادہ تھا اس سوال سے تنبّہ ہُوا اور حضرات علمائے یہ **جواب** تحریر فرمایا:

"گائے ذبح کرنا اگرچہ مباح ہے واجب نہیں، مگر ایسا مباح نہیں کہ کسی زمانہ یا بلادِ خاص میں اس کا رواج ہو بلکہ یہ طریقہ قدیمہ ہے زمانِ آنحضرت صلعم وصحابہ وتابعین وجملہ سلف صالحین سے تمام بلاد وامصار میں، اور اسکی اباحت پر اجماع ہے تمام اہلِ اسلام کا، ایسے امرِ شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود روکیں تو مسلمان کو اس سے باز رہنا نہیں درست ہے بلکہ ہرگاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کے ابطال میں کوشش کریں، اہلِ اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقا واجراء میں سعی کریں، اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑیں گے تو گنہگار ہوں گے، اور مقصود اس جملہ میں جو جواب سابق میں ہے یہ ہے کہ بقصدِ برانگیختہ کرنے فتنہ وفساد کے گاؤ کشی نہ چاہیے مثلاً جہاں عملداری ہنود کی ہو وہاں مسلمان بقصدِ ابتدائے مردم آزاری خواہ مخواہ ذبح کریں یا عیدالضحٰی میں کسی ہندو کے مکان کے قریب جا کے بایں خیال ذبح کریں کہ فتنہ قائم ہو ایسی صورتوں کا ارتکاب نہ چاہیے بلکہ ایسی حالت میں ترک اولٰی ہے اور بلادِ ہندوستان وغیرہ میں ترک اولٰی نہیں بلکہ اُس کے ابقا میں سعی واجب ہے[۲]۔"

محمد عبدالحی ابوالحسنات

سوال تو پہلے بھی بلادِ ہندوستان ہی سے آیا تھا مگر اُس وقت غور نہ فرمایا گیا۔

(باقی بر صفحہ آیندہ)

عہ استغفر اللہ بلکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ کاتب

۱؎ مجموعہ فتاوٰی عبدالحی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۸۳-۲۸۲

۲؎ " " " " ۲۸۳/۲

اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بدیں وجہ اس فعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہے، یا یہ کہ بلا سبب ایسی حالت میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

"فی الواقع اُن بلاد میں مسلمانوں کو گاؤکشی باقی رکھنے میں کوشش لازم ہے اور مراد اُس فقرہ سے یہ ہے کہ جہاں عملداری خاص ہنود کی ہے اور گاؤکشی وہاں زینہار نہیں ہوتی اُس جگہ باعلان گاؤکشی کرنا بنظر فتنہ اولیٰ نہیں۔[1]" **محمد عبدالوہاب**

"فی الواقع مقصود جملہ سابق سے یہ ہے کہ بارادہ برانگیختہ کرنے فساد کے عملداری خاص ہنود میں جہاں گائے ذبح نہ ہوتی ہو گاؤکشی باعلان نہ چاہیے یا ہندو کے ہمسایہ میں علانیہ ذبح کرنا بارادہ فساد نہ چاہیے جن بلاد و مواضعاتِ ہند میں رواج گاؤکشی چلا آیا ہے اب کوئی ہندو بپاسِ تعصب مانع ہے تو مسلمانوں کو بپاسِ حمیت اسلامی ابقائے گاؤکشی میں کوشش بلیغ لازم ہے زینہار ترک نہ کریں گاؤکشی شعارِ مسلمانی ہے احتمالِ فساد ہو تو بذریعہ حکام رفع کرنا اس کا بابقائے رواج قدیم واجب ہے بخوف فساد ہنود ذبح گائے سے زینہار باز نہ رہیں، ذبح گاؤ شعائرِ اسلام سے ہے اہمال اس کا بلاوجہ وجیہہ جائز نہیں۔[2]" **ابوالحیا محمد عبدالحلیم**

"ہاں ابتداءً اثارت فتنہ نہ چاہیے اور یہی معنی ہیں فقرہ جواب سابق کے پس جن بلاد میں ذبح گاؤ مروّج ہے منع کرنا ہنود کا اُن کی جانب سے اثارتِ فتنہ و فساد ہو گا اُس کو دفع کرنا مسلمانوں کو ضرور ہے۔[3]" **ابوالغنا محمد عبدالحلیم ۱۰۹۲**

سوال دوم ازبھاگل پور شوال ۱۲۹۸ھ

"اگر مسلمان گائے کی قربانی یا واسطے کھانے کے گائے ذبح کرنا چاہے اور ہنود بوجہ تعصب یا بنظرِ توہینِ اسلام روکیں تو مسلمانوں کو گائے کی قربانی یا گائے کے ذبح سے رکنا چاہیے یا کیا کرے، اگر از جانب ہنود فساد کا احتمال ہے مگر اس کا دفع بذریعہ حکام ممکن تو صرف بلحاظ فتنہ مذکورہ باز آنا چاہیے یا کیا کرے، یہ امر ظاہر ہے کہ اونٹ ان ملکوں میں کم ہیں

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] مجموعہ فتاویٰ عبدالحی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۲۸۳

[2] " " " " ۲/۲۸۴

[3] " " " " ۲/۲۸۴-۸۵

میں بقصد اثارت فتنہ و فساد ارتکاب اُس کا واجب ہے، اور قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اگر دستیاب بھی ہوئے تو بہت قیمت سے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سات بھیڑ کی قیمت ایک گائے سے زیادہ ہوتی ہے اور اگر ہنود کہیں تم گائے مت کرو اونٹ بھیڑ قربانی کرو تو اُس کو مان لینا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: گائے ذبح کرنے کا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے زمانہ آنحضرت علیہ[1] میں اور بعد آنحضرت صلعم[2] کے اس کو ذبح کیا ہے اس کے گوشت حلال اور ذبح جائز ہونے پر اتفاق ہے تمام مسلمانوں کا، خواہ بروز عید ہو یا اور روز، تو مسلمان کو باز آنا نہیں درست ہے، اور ہندو کی ممانعت تسلیم کر لینا نہیں جائز ہے، تسلیم کرنا موجب اُن کے اعتقاد باطل کی تقویت و ترویج کا ہوگا، یہ کسی طرح شرع میں جائز نہیں، اونٹ اگرچہ گائے سے اولیٰ ہے مگر کوئی شخص اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا علی الخصوص جب ہنود بغرض تعصب کہیں کہ خواہ مخواہ اُونٹ یا بکری کرو، مسلمانوں کو ضرور ہے کہ قول ہنود تسلیم کریں اور گاؤ کشی کو کہ اسلام کا طریقہ قدیمہ ہے ترک نہ کریں بوجہ احتمال فساد ہنود گائے ذبح کرنے سے رکنا نہ چاہئے۔"[1]

ابو الحسنات محمد عبد الحی | ابو الحیا محمد عبد الحلیم

"قربانی گائے کی شعارِ اسلام ہے اس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود معصیت ہے۔"

عبد الوہاب | ابو الغنا محمد عبد المجید | ابو الاحیا محمد نعیم | ابو الکرم محمد اکرم

یہ مجموعہ فتاویٰ جلد دوم طبع اول ص ۱۴۸ تا ص ۱۵۵ کا اقتباس ہے، الحمد للہ کہ آخر میں وہی سمجھا پڑا جو حضرت مصنف مدظلہ نے بنگاہِ اولین خیال فرمالیا، ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم، ان فتاویٰ کی نقل سے یہ بھی مقصود ہے کہ حضرت مصنف مدظلہ کے حکم وجوب کی بعض تائیدات واضح ہوں تاکہ بعض عوام کو زیادت اطمینان ملے و باللہ التوفیق۔

کتبہ ابو العلا امجد علی الاعظمی
عفی عنہ بمحمدٍ النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] و [2] اقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] مجموعہ فتاویٰ عبد الحی   کتاب الاضحیہ   مطبع یوسفی لکھنؤ   ۲/ ۲۸۵

[2] 〃 〃   〃 〃   〃 〃   ۲/ ۸۶-۲۸۵

گائے کی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

واللّٰہ سبحٰنہ موفق الصدق والصواب، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، اللّٰھم صلّ وسلّم وبارک علٰی سیدنا محمد و اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین، اللّٰھم بک نستعین۔

اصل مسئلہ کے جواب سے پہلے دو امر ذہن نشین کرنا لازم:

اوّل یہ کہ ہماری شریعتِ مطہرہ اعلٰی درجہ حکمت ومتانت ومراعات دقائق مصلحت میں ہے، اور جو حکم عرف ومصالح پر مبنی ہوتا ہے انھیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے، اور اعصار وامصار میں اُن کے تبدل سے متبدل ہوجاتا ہے، اور وہ سب احکام احکامِ شرع ہی قرار پاتے ہیں، مثلاً زمان برکت نشان حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بوجہ کثرتِ خیر ونایابی فتنہ وشدتِ تقوٰی وقوت خوف خدا عورتوں پر ستر واجب تھا نہ حجاب، اور زنانِ مسلمین برائے نماز پنجگانہ مساجد میں جماعتوں کے لئے حاضر ہوتیں، بعد حضور کے جب زمانے کا رنگ قدرے متغیر ہوا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا:

لوان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم رأی من النساء مارأینا لمنعھن من المسجد کما منعت بنو اسرائیل نساءھا۔[1] رواہ احمد وبخاری ومسلم۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے زمانے کی عورتوں کو ملاحظہ فرماتے تو انھیں مساجد جانے سے ممانعت کرتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کردیا تھا (اسے امام احمد و بخاری ومسلم نے روایت کیا۔ ت)

جب زمانۂ رسالت سے اور بُعد ہوا ائمہ دین نے جوان عورتوں کو ممانعت فرمادی، جب اور فساد پھیلا، علماء نے جوان وغیرجوان کسی کے لئے اجازت نہ رکھی، درمختار میں ہے:

یکرہ حضورھن الجماعۃ ولولجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولوعجوزا لیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان۔[2]

رات کو عورتوں کا خواہ بوڑھی ہوں جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور اگر جمعہ، عید اور وعظ کی مجلس ہو تو مفتی بہ مذہب میں مطلقاً مکروہ ہے زمانہ کے فساد کی وجہ سے (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا دارالفکر بیروت ۹۱/۶
صحیح بخاری باب خروج النساء الی المساجد باللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲۰/۱
صحیح مسلم باب خروج النساء الی المساجد 〃 〃 〃 ۱۸۳/۱

[2] درمختار باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱

فتح القدیر میں فرمایا :

عمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلها لغلبة الفساد فی سائر الاوقات[1]

غلبۂ فساد کی وجہ سے تمام اوقات کی نمازوں میں عموماً بوڑھی اور جوان عورتوں کا نکلنا متاخرین علماء نے منع فرمایا ہے۔ (ت)

حالانکہ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

اذا استأذنت احدکم امرأته الی المسجد فلا یمنعها[2]۔ رواه احمد والشیخان والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جب تم میں کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے (اسے احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں فرمایا :

لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ[3]۔ رواه احمد ومسلم عن ابن عمر واحمد وابوداؤد عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ (اسے امام احمد اور مسلم نے ابنِ عمر سے اور احمد و ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

پھر ان ائمہ وعلماء کے یہ احکام ہرگز حکمِ اقدس کے خلاف نہ ٹھہرے، بلکہ عین مطابق مقصودِ شرع قرار پائے، اسی طرح رفتہ رفتہ حاملانِ شریعت وحکمائے امت نے حکمِ حجاب دیا اور چہرہ چھپانا کہ صدرِ اوّل میں واجب نہ تھا واجب کردیا، نہایہ میں ہے :

سدل الشیئ علی وجهها واجب علیها[4]۔

چہرے پر پردہ لٹکانا عورت پر واجب ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر	باب الامامۃ	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۱/ ۳۱۷
[2] صحیح البخاری	باب استیذان المرأۃ زوجہا بالخروج الی المسجد	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۱۲۰
صحیح مسلم	باب خروج النساء الی المساجد	" " "	۱/ ۱۸۳
[3] صحیح مسلم	" "	" " "	"
سنن ابی داؤد	" "	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/ ۸۴

[4] المسلک المتقسط علی لباب المناسک بحوالہ النہایۃ مع ارشاد الساری فصل فی احرام المرأۃ دار الکتاب العربی بیروت ص ۶۸

شرح لباب میں ہے :

دلت المسئلۃ علی ان المرأۃ منھیۃ عن اظھار وجھھا للاجانب بلا ضرورۃ۔[1]

یہ مسئلہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو بلا ضرورت اجنبی لوگوں پر اپنا چہرہ کھولنا منع ہے (ت)

تنویر میں ہے :

تمنع من کشف الوجہ بین رجال لخوف الفتنۃ۔[2]

فتنہ کے خوف سے مردوں میں عورت کو چہرہ کھولنے سے روکا جائے۔ (ت)

اسی قسم کے صدہا احکام ہماری شریعت میں ہیں ومن القواعد المقررۃ فی شریعتنا المطھرۃ ان الحکم یدور مع علتہ (ہماری شریعت مطہرہ کے مسلمہ قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے۔ ت)

دوم واجبات و محرمات ہماری شریعت میں دو۲ قسم ہیں :

ایک لعینہٖ یعنی جس کی نفس ذات میں مقتضی ایجاب و تحریم موجود ہے، جیسے عبادت خدا کی فرضیت اور بت پرستی کی حرمت۔

دوسرے لغیرہٖ یعنی وہ کہ امور خارجہ کا لحاظ ان کی ایجاب و تحریم کا اقتضا کرتا ہے اگرچہ نفس ذات میں کوئی معنی اس کو مقتضی نہیں، جیسے تعلم صرف و نحو کا وجوب کہ ہمارے رب تعالٰی کی کتاب اور ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کلام زبان عربی میں ہے اور اس کا فہم بے اس علم کے متعذر، لہذا واجب کیا گیا، اور افیون اور بھنگ وغیرہما مسکرات کی حرمت کہ ان کا پینا ایک ایسی نعمت یعنی عقل کو زائل کردیتا ہے جو ہر خیر کی جالب اور ہر فتنہ و شر سے بچانے والی ہے، اسی قبیل سے ہے شعار کہ مثلاً انگرکھے کا سیدھا پردہ ہماری اصل شریعت میں واجب نہیں، بلکہ ہمارے شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی انگرکھا نہ پہنا، نہ حضور کے ملک میں اس کا رواج تھا، مگر اب کہ ملک ہندوستان میں شعار مسلمین قرار پایا اور الٹا پردہ کفار کا شعار ہوا، تو اب سیدھا پردہ چھوڑ کر الٹا اختیار کرنا بلاشبہہ حرام، اسی طرح بوجہ عرف و قرارداد امصار و بلاد جس مباح کا فعل عزت و شوکت اسلام پر دلالت کرے اور اسے چھوڑ دینے میں اسلام کی توہین اور کفر کا غلبہ سمجھا جائے، قواعد شرعیہ بالیقین اس سے باز رہنے کی تحریم کرتے ہیں، اور مبنی اس کا وہی نظر مصالح و اعتبار عرف و مراعات اقتضائے امور خارجہ ہے، جسے ہم دونوں مقدمہ سابقہ میں بیان کر آئے،

---

[1] المسلک المتقسط علی لباب المناسک بحوالہ النہایۃ مع ارشاد الساری، فصل فی احرام المرأۃ دارالکتاب العربی بیروت ص ۶۸

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب شروط الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۶

جب یہ امور منقح ہولئے تو اب اصل مسئلہ کا جواب لیجئے:

گاؤکشی اگرچہ بالتخصیص اپنے نفس ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقاد اباحت بنظر نفس ذات فعل گنہگار، نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شَے کا کھانا بالتعیین فرض، مگر ان وجوہ سے صرف اسی قدر ثابت ہُوا کہ گاؤکشی جاری رکھنا واجب لعینہٖ، اور اس کا ترک حرام لعینہٖ نہیں، یعنی ان کے نفس ذات میں کوئی امر ان کے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں، لیکن ہمارے احکام مذہبی صرف اسی قسم کے واجبات و محرمات میں منحصر نہیں، بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری وحتمی ہے، یونہی واجبات و محرمات لغیرہا میں بھی امتثال واجتناب اشد ضروری ہے، جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مفر نہیں، اور اُن سے بالجبر باز رکھنے میں بیشک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکامِ وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔

ہم ہر مذہب وملت کے عقلاء سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں گاؤکشی بند کردی جائے، اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی، یک قلم موقوف کیا جائے تو کیا اس میں ذلتِ اسلام متصور نہ ہوگی، کیا اس میں خواری ومغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی، کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کرکے ہمارے مذہب و اہلِ مذہب کے ساتھ شماتت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا، کیا بلاوجہ وجیہ اپنے لئے ایسی ندامت و ذلت اختیار کرنا اور دوسروں کو دینی مغلوبی سے اپنے اوپر ہنسوانا ہماری شرع جائز فرماتی ہے؟ حاشا وکلّا ہرگز نہیں، ہماری شرع ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی، نہ یہ متوقع کہ حکامِ وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں اور دوسری طرف کی توہین وتذلیل روا رکھیں۔

سائل لفظ ترک لکھتا ہے، یہ صرف مغالطہ اور دھوکا ہے، اس نے "ترک" اور "کف" میں فرق نہ کیا، کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات، ہم پُوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صدہا منافع ہیں یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہوگا، اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پُوری کرنا، اور مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسبابِ معیشت میں کمی وتنگی کردینا، ہم اہلِ اسلام کی ابتدائے عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبیعتیں اصل خلقت میں راغب اور اس میں ہمارے لئے ہزاروں منافع اور اس سے ہمارے خالق تبارک وتعالیٰ نے قرآن عزیز میں جابجا ہم پر منت رکھی، گوشت ہے۔

قال ربنا تبارك وتعالیٰ ومن الابل ومن البقر اثنین قل ءٰالذکرین حرم	ہمارے رب تبارک وتعالیٰ نے فرمایا، اُس نے تمہارے لئے بنائے اُونٹ میں سے دو (نرومادہ)

ام الانثیین ؕ اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین [1]

اور گائے میں سے دو (ان کافروں سے) فرمادو اللہ تعالٰی نے دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ جو دونوں مادہ کے پیٹ میں ہے۔

وقال تعالٰی اولم یروا انا خلقنا لھم مما عملت ایدینا انعاما فھم لھا مالکون ○ وذللنٰھا لھم فمنھا رکوبھم ومنھا یاکلون ○ ولھم فیھا منافع ومشارب افلا یشکرون [2]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا انھیں نہیں سوجھتا کہ ہم نے اپنی قدرتی بنائی ہوئی چیزوں میں سے اُن کے لئے چوپائے پیدا فرمائے تو وہ ان کے مالک ہیں، اور ہم نے اُن چوپاؤں کو ان کا مسخر کردیا تو ان میں کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کا گوشت کھاتے ہیں، اور اُن کے لئے اُن میں منافع ہیں اور پینے کی چیز، تو کیا شکر نہ کریں گے الی غیر ذٰلک من الآیات۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث میں گوشت کو دُنیا و آخرت کے سب کھانوں کا سردار اور سب سے افضل و بہتر فرمایا [3]۔

والحدیث مخرج بطرق عدیدۃ من عدۃ من الصحابۃ الکرام رضوان تعالٰی علیھم اجمعین۔

یہ حدیث متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیھم اجمعین سے متعدد طرق سے تخریج شدہ ہے۔ (ت)

اور بیشک بکری کا گوشت دواماً ہمارے ہر امیر و فقیر کو دستیاب نہیں ہوسکتا خصوصاً مسلمانانِ ہندوستان کہ ان میں ثروت بہت کم اور افلاس غالب ہے، غریبوں کی گزر بے گوشت گاؤ کے نہیں، اور کتب حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا انسان کی گوشت ہے، عناصر غذائے نباتات، نباتات غذائے حیوانات، حیوانات غذائے انسان، اور بیشک اس کے کھانے میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قوٰی کی افزائشیں ہیں اس کے غیر سے حاصل نہیں، اور مرغوبی کی یہ کیفیت کہ ہر شخص اپنے وجدان سے جان سکتا ہے کہ کیسا ہی لذیذ کھانا ہو، چند روز متواتر کھانے سے طبیعت اس سے سیر ہوجاتی ہے، اور

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۴

[2] ؍؍ ۳۶/ ۷۱ تا ۷۳

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب اللحم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۵

زیادہ دن گزریں تو نفرت کرنے لگتی ہے بخلاف نان گندم وگوشت کہ عمر بھر کھائے تو اس سے تنفّر نہیں ہوتا، معہذا گائے کی کھال وغیرہ سے جو ہزار ہا قسم کے منافع ملتے اور ان منفعتوں میں ہنود بھی ہمارے شریک ہوتے ہیں، اور چند اقوام کی تجارتیں اور ان کے رزق کے ظاہری سامان اُسی گاؤ کشی کا نتیجہ ہیں۔

تو سائل کا یہ قول کہ "کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو" محض تصویر غلط ہے، اور گائے کی قربانی خاص ہمارے شعائر دین سے ہے، ہمارا مالک ومولٰی تبارک وتعالٰی صریح ارشاد فرماتا ہے:

والبُدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[1]

اور اونٹ اور گائے کو کیا ہم نے تمہارے لئے خدا کے شعاروں میں سے۔

اور یقیناً معلوم کہ ہمارے ملک میں اُونٹ ہماری غذا وادائے واجب قربانی کے لئے کفایت نہیں کر سکتے، اوّل تو سخت گراں، دوسرے بہ نسبت گاؤ نہایت قلیل الوجود، اور اگر گاؤ کشی موقوف کرکے اونٹ پر کفایت کی جائے تو چند روز میں اونٹ کی قیمت دہ چند ہو جائے گی' اور یہ نفع عام جو ہمارے عزبا کو پہنچتا ہے ہرگز متصور نہ رہے گا، اور عجب نہیں کہ رفتہ رفتہ بوجہ قلت اونٹ حکم عنقآ کا پیدا کرے، تو رفع حاجت دائمہ اس سے متوقع نہیں، اور بکری کا گوشت کھانے کے لئے بھی تھوڑے لوگوں کو ملتا ہے، اور قربانی کے واسطے بھی ہر شخص ایک بکری جداگانہ کرے کہ سال بھر سے کم کی نہ ہو، اور اُس کے اعضا بھی عیب ونقصان سے پاک ہوں بخلاف اس غریب پرور جانور یعنی گائے کے کہ ہمارے مسئلہ شرعیہ سے اس میں سات شخص شریک ہو سکتے ہیں، اور بیشک سات بکریاں ایک گائے سے ہمیشہ گراں رہتی ہیں۔

معہذا ہمارے مذہب میں اس کا جواز اور ہنود کے یہاں ممانعت ایک پلّہ میں نہیں، ہماری اصل شریعت میں اس کا جواز موجود، قرآن مجید میں ہے:

ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ[2]

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔ (ت)

وشرائع من قبلنا اذا قصّھا اللہ تعالٰی علینا من دون انکار شرائع لنا[3] (ملتقطا) کما نص علیہ فی کتب الاصول۔

ہم سے پہلی شریعتوں کو جب اللہ تعالٰی بیان فرما کر منع نہ فرمائے تو وہ ہماری شریعت ہو جاتی ہے (ملتقطا) جیسا کہ کتبِ اصول میں منصوص ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۶۷

[3] اصول البزدوی باب شرائع من قبلنا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۳۲

اور ہنود کے اصل مذہب میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، متاخرین نے خواہ مخواہ اس کی تحریم اپنے سر باندھ لی، بلکہ کتب ہنود گواہی دیتی ہیں کہ پیشوایانِ ہنود بھی گائے کا مزہ چکھنے سے محروم نہ گئے، جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو سوط اللہ الجبار وغیرہ کتب رد ہنود کا مطالعہ کرے۔

علاوہ بریں ہم دریافت کرتے ہیں اس کی تحریم ہنود کے یہاں دو ہی وجہ سے معقول:

ایک یہ کہ جانور کی ناحق ایذا اور ہتھیا ہے، ہم کہتے ہیں اکثر اقوام ہنود بکری، مرغی، مچھلی کھاتے ہیں، کیا وُہ جانور نہیں، کیا ان کی جان جان نہیں، کیا اُن کی ایذا حرام نہیں، کیا اُن کا قتل ہتھیا نہیں، اور خود کتب ہنود سے جو رام و لچھمن و کرشن کا شکاری ہونا ثابت، اُس ہتھیا کا کیا علاج، اور ایسا ہی ناراضی ہنود کا خیال کیجئے، تو اگر وہ ہتھیا کے حکم کو عام کر دیں تو کیا شرع مطہر ہمیں ہر جانور کے ذبح و قتل سے باز رکھے گی، اور سانپ کہ انسان کی جان کا دشمن اور ہندوؤں کا دیوتا ہے ہرگز نہ مارا جائے گا، اور مسلمانوں کے اسباب و معیشت مفقود اور انسانوں کے ابواب عافیت مسدود کر دیئے جائیں گے، حاشا و کلّا ہماری شرع ہرگز ایسا حکم نہیں فرماتی، نہ حکامِ وقت ان خرافات کو روا رکھیں، کیا مزے کی بات ہے، ہندوؤں میں بعض قومیں ایسی ہیں کہ مطلقاً ہر جانور کا قتل حرام اور ہتھیا جانتی ہیں، بلکہ بعض کو تو اس قدر غلو و تشدد ہے کہ ہر وقت منہ پر کپڑا باندھے رہتے ہیں کہ مکھی یا بھنگا حلق میں جا کر مر نہ جائے، اور باقی طوائف ہنود ان لوگوں کا خیال اور ان کے مذہب کا لحاظ نہیں کرتے، مزے سے بکری، مرغی، مچھلی وغیرہ وغیرہ نوش جان کرتے اور مسلمانوں کی دیکھا دیکھی دیگچیوں کے بگھار کا لطف اڑاتے ہیں، جب اُن کے آپس میں یہ کیفیت ہے تو ہم پر کیوں ہنود کا لحاظ اور ان کے مذہب کا ایسا خیال واجب کر کے گاؤ کشی بند کرنے کا فتوٰی دیا جا سکتا ہے ان ھذا الا ظلم صریح او جھل قبیح (یہ نہیں مگر زا صریح ظلم یا قبیح جہالت۔ ت)

دوسری وجہ یہ کہ گائے ان کے یہاں معظم ہے اور اپنے معظم کا ہلاک نہیں چاہتے، ہم کہتے ہیں کہ:

اولاً گئو ماتا کی آنکھیں بند ہوتے ہی ان سعادت مندوں کی تعظیم کا حال کھل جاتا ہے، اپنے ہاتھوں چماروں کے حوالے کرتے ہیں کہ چیریں پھاڑیں اور چرسا اپنے لئے ٹھہرا لیتے ہیں کہ کھال کی جوتیاں بنا کر پہنیں جو جوتوں سے بچی وُہ ڈھول کر کھنچی کہ شادی بیاہ میں کام آئے، رات بھر تپا پچے کھائے۔

ثانیاً بفرض غلط اگر تعظیم ہے بھی تو صرف گائے پر مقتصر ہے، ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ ہنود آپ بیل کی ہرگز تعظیم نہیں کرتے بلکہ اُس پر سخت تشدد کرتے ہیں، ہل میں جوتیں، گاڑی میں چلائیں، سواریاں لیں، بوجھ لدوائیں، وجبے وجہ سخت ماریں کہ جا بجا اُن کے جسم زخمی ہو جاتے ہیں۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ بعض ہنود نے باربرداری کی گاڑیوں میں اس قدر بوجھ بھرا کہ بیلوں کا جگر پھٹ گیا اور خون ڈال کر مر گئے، تو معلوم ہوا کہ بیل اُن کے

یہاں معظم نہیں، اگر یہ ممانعت بربنائے تعظیم ہے تو چاہیے کہ بخوشی بیلوں کے ذبح کی اجازت دیں، ورنہ اُن کا صریح مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔

باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ "اس فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ وفساد ہو" ہم کہتے ہیں جن مواضع میں مثل بازار و شارع عام وغیرہا گاؤکشی کی قانوناً ممانعت ہے عہ، وہاں جو مسلمان گائے ذبح کرے گا البتہ اثارت فتنہ وفساد اس کی طرف منسوب ہوسکتی ہے اور قانوناً مجرم قرار پائے گا، اور اس امر کو ہماری شریعت مطہرہ بھی روا نہیں رکھتی کہ ایسی وجہ سے مسلمانوں پر مواخذے یا انھیں سزا ہونے کا باعث ہونا بیشک توہین اسلام ہے جس کا مرتکب یہ شخص ہُوا، نظیر اس کی سب وشتم آلہہ باطلہ مشرکین ہے کہ شرع نے اُس سے ممانعت فرمائی، اگرچہ اکثر جگہ فی نفسہ حرج متحقق نہ تھا،

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم[1] — اور انھیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے (ت)

اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں وہاں اگر ثوران فتنہ وفساد ہوگا تو لاجرم ہنود کی جانب سے ہوگا، اور جرم انھیں کا ہے کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت ہے وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے، کیا اُن کے جرم کے سبب ہم اپنی رسوم مذہبی ترک کرسکتے ہیں، یہ حکم بعینہٖ ایسا ہُوا کہ کوئی شخص اغنیاء سے کہے تمہارا مال جمع کرنا باعث ثوران فتنہ وفساد و ایذائے خلق اللہ ہے، کہ نہ تم مال جمع کرو نہ چور چرانے آئیں نہ وہ قید وبند کی سخت سخت سزائیں پائیں، اس احمق کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ چوری چور کا جرم ہے، اُس کے سبب ہمیں جمع مال سے کیوں ممانعت ہونے لگی۔ اور اگر ایسا ہی خیال ہنود کے فتنہ وفساد کا شرع ہم پر واجب کرے گی تو ہر جگہ ہنود کو قطعاً اس رسم کے اٹھا دینے کی سہل تدبیر ہاتھ آئے گی جہاں چاہیں گے فتنہ وفساد برپا کریں گے اور بزعم جہّال شرع ہم پر ترک واجب کردے گی، اور اس کے سوا ہماری جس رسم مذہبی کو چاہیں گے اپنے فتنہ وفساد کی بنا پر بند کرا دیں گے، اور یہی واقعہ اُن کے لئے نظیر ہو جائے گا، ایسی صورت میں تم پر اپنی رسم کا ترک شرعاً واجب ہوتا ہے۔

عہ فی الحال یہی صورت حال ہے کہ مختلف حکومتوں نے اپنے اپنے صوبے میں ذبیحہ گاؤ مطلقاً خلاف قانون قرار دیا ہے لہذا باز رہا جائے ۱۲ عبدالمنان

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۸

بالجملہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار و شارع عام میں جہاں قانوناً ممانعت ہے، براہِ جہالت ذبح گاؤ کا مرتکب ہونا بیشک اسلام کو توہین و ذلت کے لئے پیش کرنا ہے کہ شرعاً حرام، اور اس کے سوا جہاں ممانعت نہیں وہاں سے بھی باز رہنا اور ہنود کی بیجا ہٹ بجا رکھنے کے لئے یک قلم اس رسم کو اٹھا دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ انھیں مضرات و مذلات کا باعث ہے جن کا ذکر ہم اول کر آئے جنھیں شرع مطہر ہرگز گوارا نہیں فرماتی نہ کوئی ذی انصاف حاکم پسند کرسکے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۵ از مسلم لیگ ضلع بریلی مرسلہ سید عبدالودود جائنٹ سیکرٹری لیگ مذکور جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ

نحمدہ ونصلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ آج کل ہنود کی طرف سے نہایت سخت کوشش اس امر کی ہو رہی ہے کہ ہندوستان سے گاؤکشی کی رسم موقوف کرا دی جائے، اور اس غرض سے انھوں نے ایک بہت بڑی عرضداشت گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے تیار کی ہے جس پر کروڑوں باشندگانِ ہندوستان کے دستخط کرائے جارہے ہیں، بعض ناعاقبت اندیش مسلمان بھی اس عرضداشت پر ہندوؤں کے کہنے سننے سے دستخط کر رہے ہیں، ایسے مسلمانوں کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ اور اس مذہبی رسم جو شعائر اسلام میں سے ہے کے بند کرانے میں مدد دینے والے گنہگار اور عنداللہ مواخذہ دار ہیں یا نہیں؟ بینوا الجواب بالتفصیل واللہ یہدی من یشاء الی سواء السبیل۔

الجواب

گائے کی قربانی شعائرِ اسلام سے ہے، قال تعالیٰ:

والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ [1] اور اونٹ گائے بیل ہم نے ان کو کیا تمھارے لئے اللہ کی نشانیوں سے۔

مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ اس معاملہ کے انسداد میں شرکت ناجائز و حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبید النبی نواب مرزا
عفی عنہ بجاہ المصطفیٰ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سنی حنفی
نواب مرزا
عبید النبی

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

فی الواقع گاؤکشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں متعدد جگہ موجود ہے، اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی مضرت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے،

واللہ تعالٰی اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ



اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ[1]

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔(ت)

شرائع من قبلنا اذا قصہا اللہ تعالٰی علینا من دون انکار شرائع لنا[2] (ملتقطا) کما نص فی کتب الاصول۔

ہم سے پہلی شریعتوں کو جب اللہ تعالٰی بیان فرما کر منع نہ فرمائے تو وہ ہماری شریعت ہوجاتی ہے (ملتقطا) جیسا کہ کتب اصول میں منصوص ہے۔(ت)

زراعت کے بہانے سے ہنود ہماری مذہبی رسم میں نہ صرف دست اندازی بلکہ اس کا پورا انسداد چاہتے ہیں، اور طرفہ یہ کہ اس پر مذہبی آزادی سے استناد کرتے ہیں، کیا مذہبی آزادی کے یہ معنے ہیں کہ ایک فریق کے خیالات کو کامیاب کرنے کے لئے دوسرے فریق کی دینی مذہبی رسوم بند کردی جائیں، ہندوستان میں روزانہ ہزاروں گائے ذبح ہوتی ہیں آج تک زراعت کو کون سا نقصان پہنچا جو آئندہ پہنچنے کی امید ہے، قدرت کا قاعدہ ہے کہ جس چیز کی مانگ زیادہ ہوتی ہے اسے زیادہ پیدا فرماتی ہے، گاؤکشی بند ہونے سے زراعت کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا سوا اس کے کہ کھیت میں پڑ کر تیار کھیت کو کھاجانے والے اب دس ہیں تو جب سو ہونگے، ہاں گوشت کو نقصان عظیم پہنچے گا، مسلمان اور عیسائی بلکہ ہنود کی بعض اقوام بھی طبعی طور پر غذائے گوشت کے عادی ہیں اسے بند کرکے صرف دال ساگ پر انہیں قانع کرنا ضرور ان کی عافیت میں خلل انداز ہوگا اور ہرگز ان کی صحت جسمانی ٹھیک نہیں رہ سکتی، اور اس کے سوا عام حاجتوں کو سخت نقصان پہنچے گا مثلاً "جوتا" ہے، کیا ہندو اس کے محتاج نہیں، کم لوگ ہیں کہ نری استر کا پہنتے ہوں اور جب ادھوڑی استر کا بند ہوجائیگا تو غرباء تو پہن ہی نہ سکیں گے اور امراء کے لئے چہار چند قیمت ہوجائے گی، اور اس کے علاوہ ہزاروں کام جن پر چمڑے کے کارخانوں کی بنا ہے اور لاکھوں روپے کی تجارت ہے اور ہزاروں

---

[1] القرآن الکریم ۲/۶۷

[2] اصول البزدوی باب شرائع من قبلنا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۳۲

آدمیوں کا رزق اور گورنمنٹ خزانے کے لئے لاکھوں کا محصول یہ سب امور یکسر بند ہو جائیں گے اور ملک کی رفاہ و آسائش میں عام انقلاب واقع ہوگا جس کا ضرر نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام اقوام کو پہنچے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ذٰلک کذٰلک

مصطفٰی رضا خان قادری ۱۳۲۸
آل الرحمٰن محمد عرف
ابو البرکات محی الدین جیلا

کتبہ ابو العلا امجد علی الاعظمی
عفی عنہ بمحمدن النبی الامی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ ۱۸۶ از مجلس دادخواہی مسلمانان بریلی ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

دعوئ قربانی کے جواب میں ہنود نے اپنا یہ بیان پیش کیا ہے کہ قرآن شریف میں اس فعل کی اجازت نہیں، بنیاد مذہب مدعی کی اوپر قرآن شریف کے ہے، کتاب مذکور میں قربانی گاؤ کی ہدایت نہیں کرتا ہے، مدعی خلاف اس کے بحیلہ مذہب بغرض دل دکھانے مذہب ہنود کے جس کی دھرم شاستر میں سخت ممانعت ہے، یہ فعل خلافِ استحقاق کرنا چاہتا ہے فقط، چونکہ یہ بیان اُن کا متعلق قرآن شریف و مسائل مذہب کے ہے، لہذا علماء کی خدمت میں استفتا ہے کہ آیا یہ بیانِ ہنود صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

بیان ہنود سراسر غلط ہے، مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید اور ہمارے سچے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادات سے قربانیِ گاؤ کی اجازت بخوبی ثابت ہے:

(۱) اللہ تعالٰی قرآن مجید کے سترھویں پارہ، بائیسویں سورہ حج کے پانچویں رکوع میں فرماتا ہے:

والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیرٌ ق فاذکروا اسم اللہ علیھا صوافّ ج فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا واطعموا القانع والمعترّ ط کذٰلک سخرنٰھا لکم لعلکم تشکرون۔[1]

اور قربانی کے ڈیل دار جانوروں کو کیا ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں تمہارے لئے، ان میں بھلائی ہے، تو اللہ کا نام لو اُن پر کھڑے ہوئے، پھر جب ان کی کروٹیں گرجائیں تو خود کھاؤ، اور صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے کو کھلاؤ، یونہیں ہم نے ان جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے کہ تم احسان مانو۔

قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہیں، تفسیر قادری جو ہنود کے ایک معزز رئیس منشی نولکشور سی آئی ای نے اپنی فرمائش سے منجانب مطبع تصنیف کرائی اور داخل رجسٹری کرا کر اپنے مطبع میں چھ بار

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

36 چھاپی ، یہی ، اس کی جلد دوم طبع ششم سطر اخیر صفحہ ۷۹ وسطر اول ص ۸۰ میں آیت کے ان لفظوں کا ترجمہ یوں لکھا : "وَالْبُدْنَ اور اونٹ اور گائے جو قربانی کے واسطے ہانکے لئے جاتے ہیں جعلنٰھا لکم کر دیا ہم نے انھیں یعنی اُن کے ذبح کو تمہارے واسطے مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ دین الٰہی کے نشانیوں میں سے۔[1]

اور بیشک ہم حنفی مذہب والوں کے تینوں امام یعنی امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اور اُن کے سب پیروؤں کا یہی مذہب ہے کہ بُدنہ یعنی قربانی کے ڈیل دار جانور میں اونٹ اور گائے دونوں داخل ہیں، انھیں اماموں کا مذہب ہندوستان کے تمام شہروں میں رائج ہے۔ اور یہاں انھیں کے مذہب پر فتوٰی وعمل ہوتا ہے، ہدایہ، درمختار، قاضی خاں، عالمگیری وغیرہا مشہور کتابیں اسی مذہب کی ہیں۔ درمختار میں ہے :

بدنۃ ھی الابل والبقر سمیت بہ لضخامتھا۔[2]

بدنہ اُونٹ اور گائے ہے، ان کے ڈیل دار ہونے کے سبب اُن کا یہ نام ہوا۔

ہدایہ میں ہے :

البدنۃ ھی الابل والبقر، قال الشافعی من الابل لنا ان البدنۃ تنبئ عن البدانۃ وھی الضخامۃ وقد اشترکا فی ھذا المعنی ولھذا یجزئ کل واحد منھما عن سبعۃ اھ[3] ملخصا۔

اونٹ اور گائے دونوں بدنہ ہیں۔ شافعی نے کہا اونٹ۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ بدنہ ڈیل دار ہونے سے خبر دیتا ہے، اور اس بات میں اونٹ اور گائے برابر ہیں، اس لئے وہ دونوں سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کرتے ہیں۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے : البُدن من الابل والبقر[4] بُدنہ اونٹ اور گائے دونوں سے ہے۔ اور یہ مضمون حدیث سے بھی ثابت ہے کہ عنقریب مذکور ہوگی۔

(۲) اللہ تعالٰی اسی رکوع کے شروع میں فرماتا ہے :

ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ

اور ہر گروہ کے لئے ہم نے مقرر کر دی قربانی کہ اللہ کا

---

[1] تفسیر قادری | آیۃ والبدن جعلنٰھا لکم کے تحت | نولکشور لکھنؤ | ۲/ ۷۹، ۸۰
[2] درمختار | کتاب الاضحیۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۲۳۱
[3] الہدایۃ | فصل ما یتعلق بالوقوف | المکتبۃ العربیۃ کراچی | ۱/ ۲۳۷-۲۳۶
[4] فتاوٰی ہندیۃ | الباب السادس عشر فی الہدی | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۲۶۱

36/36

علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام[1] — نام لیں چوپایوں کے ذبح پر جو اللہ نے انھیں دئے'

یہاں فرمایا کہ چوپایوں کو اللہ تعالیٰ نے قربانی کے لئے بنایا ہے، اور آٹھویں پارہ چھٹی سورہ انعام کے سترھویں رکوع میں چوپایوں کی تفصیل یہ بیان فرمائی:

ثمنیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین (الیٰ قولہ تعالیٰ) ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قل ءالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین[2] — چوپائے آٹھ نر و مادہ میں بھیڑ سے دو، اور بکری سے دو، اور اونٹ سے دو، اور گائے سے دو، تو کہہ کیا اللہ نے دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ، یا وہ جسے اپنے پیٹ میں رکھا دونوں مادہ نے۔

ان آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری سب کی قربانی اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے، اسی لئے تفسیر مذکور قرہائتی منشی نولکشور کی جلد دوم ص۲۸ سطر ۱۱ و ۱۲ میں چوپایوں پر اللہ کا "نام لینے" کی تفسیر میں لکھا:

"بے زبان چوپایوں میں سے یعنی اونٹ گائے بکرا اس سے قربانی مراد ہے کہ خدا کے نام پر ذبح کریں[3]"

اور پچھلی آیت سے یہ بھی کھل گیا کہ گائے، بیل، بچھیا، بچھڑا اس کا کھانا حلال ہے جس کی حلت خود قرآن شریف میں صراحۃً مذکور ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ پہلے پارے دوسری صورت سورۂ بقر کے آٹھویں رکوع میں فرماتا ہے:

واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ[4] — اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے بیشک اللہ تمھیں حکم فرماتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔

اور ساتویں پارے چھٹی سورت سورۂ انعام کے دسویں رکوع میں موسیٰ و ہارون وغیرہما انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرکے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۴

[2] " ۶/ ۴۴-۱۴۳

[3] تفسیر قادری آیۃ ۲۲/ ۲۸ نولکشور لکھنؤ ۲/ ۸۰

[4] القرآن الکریم ۲/ ۶۷

اولٰئک الذین ھدی اللّٰہ فبھدٰھم اقتدہ۔[۱] یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ٹھیک راستے چلایا تو تو انھیں کی راہ چل۔

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ اگلے انبیاء کی شریعت میں جو کچھ تھا وہی ہمارے لئے بھی ہے جب تک ہماری شریعت اسے منسوخ نہ فرمادے۔ تو گائے قربانی کرنے کی ہمیں اجازت یُوں بھی ثابت ہُوئی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے حکم سے گائے کا ذبح کیا جانا آج کا نہیں بلکہ اگلی شریعتوں سے چلا آتا ہے۔

تفسیر مذکور فرمائشی نولکشور جلد اول کے ص۲۱ سطر اخیر و ص۲۲ سطر اول میں اس حکم الٰہی ذبح گاؤ کی حکمت یُوں لکھی:

"اس کے ذبح کرنے میں نکتہ یہ تھا کہ گوسالہ پرستوں کی سرزنش ہو، انھیں دکھادیا کہ جسے تم نے پُوجا وُہ ذبح کرنے کے قابل ہے، عبادت اور مدح کے لائق نہیں۔"[۲]

(۴) ان سب کے علاوہ اگر فرض کیجئے کہ قرآن مجید میں گائے اور قربانی کا نام تک نہ آیا ہوتا جب بھی گائے کی قربانی قرآن مجید سے بخوبی ثابت تھی۔ قرآن مجید نے مذہب اسلام کی بُنیاد صرف انھیں احکام پر نہیں رکھی جس کا خاص خاص بیان قرآن مجید میں آچکا، بلکہ خود قرآن مجید نے اپنے احکام اور نبی کے ارشادات دونوں پر بنائے اسلام رکھی۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا۔[۳] جو کچھ رسول تمھیں دے وہ لو، اور جس سے روکے اس سے بچو۔

اور فرماتا ہے:

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ۔[۴] جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور فرماتا ہے:

وما ینطق عن الھوٰی ○ ان ھو الا وحی یوحٰی ○[۵] یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ صرف خدا کا حکم ہے جو اسے بھیجا جاتا ہے۔

---

[۱] القرآن الکریم ۶/ ۹۰

[۲] تفسیر قادری آیہ ۲/ ۶۷ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۷-۱۸

[۳] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

[۴] القرآن الکریم ۴/ ۸۰

[۵] " ۵۳/ ۳ و ۴

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود گائے کی قربانی کی، اور مسلمانوں کو ایک ایک گائے کی قربانی میں سات سات آدمیوں کے شریک ہونے کا حکم فرمایا، مذہب اسلام میں نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے احکام کی چھ کتابیں زیادہ مشہور ہیں جنھیں صحاح ستّہ کہتے ہیں، ان سب کتابوں میں یہ مضمون صراحۃً موجود ہے، صحیح بخاری شریف میں حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

ضحی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن نسائہ بالبقر۔[1]
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت ہے کہ:

امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان نشترک فی الابل والبقر کل سبعۃ منا فی بدنۃ۔[2]
ہمیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اونٹ اور گائے ہر بدنہ میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔

صحیح مسلم شریف میں انھیں سے روایت ہے:

اشترکنا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الحج والعمرۃ کل سبعۃ فی بدنۃ فقال رجل لجابر ایشترک فی البقر مایشترک فی الجزور، فقال ماھی الا من البدن۔[3]
حج و عمرہ میں ہم نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے ایک ایک ڈیل دار جانور میں سات سات آدمی شریک ہوئے، کسی نے جابر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے پُوچھا کیا گائے کی قربانی میں بھی اُتنے ہی آدمی شریک ہوسکتے ہیں جتنے اونٹ میں، فرمایا: گائے بھی تو بُدنہ ہی میں داخل ہے۔

ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے ہے:

قال کنا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ
ہم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر

---

[1] صحیح البخاری باب من ذبح ضحیۃ غیرہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۴
[2] صحیح مسلم باب جواز الاشتراک فی الہدی الخ " " " ۱/۴۲۴
[3] " " " " " " " " " "

وسلم فی سفر فحضر الاضحی اشترکنا فی البقرۃ عن سبعۃ۔[1] | میں تھے کہ بقر عید آئی تو ہم نے سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

سبحان اللہ! جو کام خود ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور ہمیں اس کا حکم دیا، اسے مذہبِ اسلام کے خلاف جاننا یا مذہبِ اسلام میں اس کی اجازت و ہدایت نہ ماننا کیسی کھلی ہٹ دھرمی ہے۔

(۵) اس بیان میں ایک بڑی ناانصافی یہ ہے کہ ہماری تو صرف کتاب آسمانی سے ثبوت چاہا، جو ہم روشن طور پر ادا کر چکے اور اپنے لئے شاستر کا دامن پکڑا وید کا نام کیوں نہ لیا جسے اپنے نزدیک کتاب آسمانی بتاتے ہیں، اگر سچے ہیں تو اب اپنے وید سے قربانی گاؤ کی ممانعت ثابت کریں، اور شاستر پر بنائے مذہب رکھتے ہیں تو ہماری بھی کتبِ فقہ کو بنائے مذہب جانیں۔ ہدایہ، درمختار، قاضی خاں، عالمگیری وغیرہا ہزار دس ہزار کتابیں جو چاہیں دیکھ لیں جس میں قربانی کا باب مذکور ہے، ان سب میں قربانی گاؤ نہایت صریح طور پر مسطور ہے، تو اسے خلاف مذہب بتانا صریح دھوکا دینا ہے۔

(۶) یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس بیان ہنود نے خوب ثابت کردیا کہ مورتی پوجن اور بتوں کے آگے گھنٹا بجانا، سنکھ پھونکنا، مہادیو پر پانی ٹپکانا، ہولی دوالی وغیرہ وغیرہ صدہا باتیں کہ ہنود نے اپنی مذہبی ٹھہرا رکھی ہیں، جن کا ذکر ان کے وید میں نہیں، سب ان کے خلاف مذہب ہیں کہ جس کتاب پر بنیاد مذہبِ ہنود ہے ان کا پتا نہیں دیتی، پچھلے ہنود نے محض براہِ حیلہ انھیں مذہبی بنا رکھا ہے۔

(۷) سب سے زائد یہ ہے کہ وید جس پر مذہبِ ہنود کی بنا ہے خود صاف صاف قربانی گاؤ کی اجازت دے رہا ہے، اخبار پانیر حٹ کالم ۴ مطبوعہ ۱۰ اپریل ۱۸۹۴ء میں ایک مضمون چھپا ہے کہ:

"ہندوستان قدیم میں گائے کی قربانی"

اسی میں وید سے نقل کیا:

"اے اگنی! یہ پاک نذر صدق دل سے راگ کی صورت میں تیرے حضور پیش کرتے ہیں، اور تمنا ہے کہ یہ سانڈ اور گھنیاں تجھے پسند آویں۔"

رگ وید ۶: ۱۶، ۴۷ میں تہ دل سے سوما کا عرق پینے والی اگنی خالق کی، جسے گھوڑے اور سانڈ اور بیل اور گھنیاں اور منت کے مینڈھے چڑھائے جاتے ہیں ستائش کروں گا۔ رگ ۱۰: ۹۱-۱۴۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الاضاحی کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/۱۸۱
سنن ابن ماجہ ابواب الاضاحی ... ... کراچی

اسی اخبار میں برہمنہ پران، اور ستیارتھ پرکاش اور ترہنا جلد ۳ باب ۸، اور منو کی سامرتھی ۵: ۱۸ وغیرہا کتبِ مذہب ہنود سے ہندوؤں کا گائیں ذبح کرنا بخوبی ثابت کیا ہے، اسی طرح یہ امر مہابھارت وغیرہ سے بھی ثابت۔ فیصلہ ہائی کورٹ مقدمہ قربانی نمبری ۷۸۰ میں تاریخ ہنود زمانہ پیشیں سے حکام ہائی کورٹ نے ثابت کیا ہے کہ اگلے ہندو اپنی دینی رسوم میں گوعید یعنی گائے کی قربانی کیا کرتے تھے، اور متقدمین حکمائے ہنود نے اس کی تاکید کی تھی، تو ثابت ہوا کہ ہنود اپنے وید اور مذہبی کتابوں اور اگلے پیشواؤں سب کے خلاف بحیلہ مذہب صرف بغرض دل دکھانے مسلمانوں کے جن کے مذہب میں قربانی گاؤ کی صاف صریح اجازت ہے، امرِ مذہبی میں مزاحمت بیجا خلافِ استحقاق کرنا چاہتے ہیں جس کا عقلاً عرفاً قانوناً کسی طرح انھیں اختیار نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۸۷ از بنارس، چوک جدید مسئولہ حاجی محمد امیر وعبدالکریم صاحبان گلٹ فروش
۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

ہمارے سنّی حنفی علماء رحمہم اللہ تعالٰی اس میں کیا فرماتے ہیں کہ ہم مسلمانانِ ہند کو باوجود کفار کے گاؤ کی قربانی کے مٹانے پر کمربستہ رہنے کے طرف ہندوؤں سے سلطانی چندہ وصول کرنے کی غرض ومصلحت سے گائے کی قربانی کو ہمیشہ کے لئے ترک کردینا، اور بغرض مذکور اس کے ترک کردینے کو تحریراً وتقریراً عام جلسوں میں بیان کرنا اور شائع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

گائے کی قربانی ہندوستان میں اعظم شعائر اسلام سے ہے،

قال اللہ تعالٰی والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے کئے۔ (ت)

اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں ثابت کیا ہے کہ یہاں اس کی قربانی واجب ہے اور بلحاظ ہنود اس کا ترک ناجائز، کسی دینی کام کے لئے کفار سے چندہ لینا اول تو خود ہی ممنوع اور سخت معیوب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: انا لانستعین بمشرک[2] ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے۔ ولہٰذا اعلانیہ تصریح

---

[1] القرآن الکریم ۲۲ / ۳۶

[2] سنن ابوداؤد باب فی المشرک لیسہم لہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۱۹
سنن ابن ماجہ باب الاستعانۃ بالمشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸

فرماتے ہیں کہ کسی کتابی کافر سے قربانی کا ذبح کرانا مکروہ ہے اگرچہ کتابی کا ذبیحہ جائز ہے۔ تنویر الابصار میں ہے: کرہ ذبح الکتابی[1] (کتابی کا ذبیحہ مکروہ ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے:

لانھا قربۃ ولا ینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین[2]۔

کیونکہ یہ عبادت ہے اور دینی امور میں کافر سے مدد لینا مناسب نہیں۔ (ت)

امام نسفی کافی میں فرماتے ہیں:

امر المسلم کتابیا ان یذبح اضحیۃ جاز، لانہ من اھل الذبائح والقربۃ[عہ] اباناتہ ونیتہ ویکرہ لان ھذا من عمل القرب وفعلہ لیس بقربۃ[3]۔

مسلمانوں نے کسی کتابی کافر کو قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو جائز ہے کیونکہ کتابی لوگ ذبح کے اہل ہیں (ت)

تو مشرک سے مسلمان مجاہدوں کے لئے چندہ لے کر اس کی نگاہ میں اسلام کو معاذ اللہ محتاج و ذلیل ٹھہرانے کے لئے اس کے مذہب باطل کو اپنے دین پر فتح دینا، اور اسلام کا ایک بڑا شعار بند کردینا اُسی کا کام ہوسکتا ہے جو سخت احمق اور اسلام کا نادان دوست یا صریح منافق اور اسلام کا چالاک دشمن ہو، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۰: مسئولہ حافظ خورشید علی صاحب از مدرسہ خیر المعاد رہتک ۱۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی نبیہ الکریم۔

اللھم ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ ط انک انت الوھاب[4]۔

اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تُونے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بیشک تُو ہے بڑا دینے والا (ت)

عہ کافی سے مقابلہ نہ ہوسکا اس لئے یہاں کا کچھ لفظ رہ گیا ہو، واللہ اعلم

۱؎ درمختار — کتاب الاضحیۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۲۳۴

۲؎ ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۵/۲۰۸

۳؎ کافی امام نسفی

۴؎ القرآن الکریم ۳/۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے دوسرے مسلمانوں کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی کے لئے ہندوؤں اور آریوں سے عقد محبت اور بھائی بندی مضبوط کیا، اور کافروں کے دباؤ سے محض ان کی خوشنودی اور اپنی غرض حاصل کرنے کے لئے علی الاعلان پنچایت میں کہہ دیا کہ ہم گائے کی قربانی ہرگز نہیں کریں گے کیونکہ گائے کی قربانی کہیں نہیں آئی ہے۔

اب استفسار یہ ہے کہ گروہ مذکور اس عقد سے موافق آیۂ ربانی:

یاٰیّھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ؕ ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظٰلمون[1]

اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں (ت)

اور حدیثِ رسول، من تشبہ بقوم فھو منھم[2] (جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انھیں میں سے ہوگا۔ ت) خواہ تشبہ اعتقادیات میں ہو، یا عملیات میں، یا دونوں میں، کافر ہوا یا نہیں؟ علاوہ ازیں مسلمانوں کی ضد میں اپنے کئے پر جم جانے اور بر تقدیر گناہ کبیرہ ہونے کے اس پر اصرار کرنے سے کافر ہوا یا نہیں؟ اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے، اور علماء کی شان میں کلماتِ بد کہنے، اور شریعتِ محمدیہ کی توہین سے یہ لوگ کافر ہوئے یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ لوگ سخت اشد اخبث اشنع کبیرہ کے مرتکب ہیں، گائے کی قربانی بلاشبہہ قرآن عظیم سے ثابت ہے، جواز کے لئے تو آیات کثیرہ ہیں، مثلاً:

قال اللہ تعالٰی انّ اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ[3]

اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے، بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

[2] سنن ابوداؤد باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عمر دار الفکر بیروت ۲/ ۵۰

[3] القرآن الکریم ۲/ ۶۷

اور فرماتا ہے :

من الابل اثنین ومن البقر اثنین ط قل ءالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین[1] — اونٹ میں سے دو، اور گائے میں سے دو، تم فرماؤ کیا اللہ نے اونٹ اور بیل حرام کئے ہیں یا اونٹنی اور گائے یا بوتا اور بچھڑا۔

یعنی ان میں سے کچھ حرام نہ فرمایا، سب تمہارے لئے حلال ہیں، اور خاص عبادت قربانی کے لئے فرماتا ہے :

والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[2] — قربانی کے اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے بنائے۔

خصوصاً ہندوستان میں کہ یہاں تو بالخصوص گائے کی قربانی واجبات شرعیہ سے ہے جیسے ہم نے اپنے رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" میں بدلائل واضحہ ثابت کیا ہے، خوشی ہنود کے لئے اس سے باز رہنے والا بلاشبہہ بدخواہ اسلام ومسلمین ہے، دشمنانِ دین سے دوستی کرنے والا دشمنِ دین ہوتا ہے اور روزِ قیامت اُن کے ساتھ ایک رسّی میں باندھا جاتا ہے،

قال تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم[3] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو تم میں اُن سے دوستی رکھے وُہ انھیں میں سے ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں : المرء مع من احب[4] آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھے۔

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم : انت مع من احببت[5] تُو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ دوستی رکھے۔

اور ایک حدیث میں ہے قسم کھا کر ارشاد فرمایا :

ما احب رجل قوما الاحشرہ اللہ فی زمرتھم[6] اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ — جو کسی قوم کے ساتھ دوستی رکھے گا ضرور اللہ تعالٰے انھیں کے ساتھ اُس کا حشر کریگا۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۴ — [2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[3] " " ۵/ ۵۱

[4] صحیح البخاری باب علامۃ الحب فی اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۱

[5] " باب مناقب عمر بن الخطاب " " " ۱/ ۵۲۱

[6] المعجم الکبیر حدیث ۲۵۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۱۹

گناہِ کبیرہ پر اصرار اگرچہ کفر نہیں، مگر دشمنانِ دین کی دوستی اگر آج کفر نہ ہو تو معاذ اللہ مرتے وقت کا فر اٹھاتی ہے کہ انھیں کے ساتھ حشر ہو، اور مطلقاً علمائے دین یا کسی عالمِ دین کی اُن کے عالم ہونے کے سبب بُرا کہنا، یا شریعتِ مطہرہ کی ادنیٰ توہین کرنا، یہ تو یقیناً قطعاً کفر و ارتداد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۹ تا ۱۹۴ از رائے بریلی مقام مدرسہ رحمانیہ عربیہ مسئولہ مسلمانانِ رائے بریلی
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لیڈرانِ قوم جو علمِ شریعت سے ناواقف اور احکامِ شریعت سے بے بہرہ ہیں، انھوں نے ۷ جنوری ۱۳۲۰ھ کو بمقام ٹاؤن ہال ایک میٹنگ منعقد کر کے اہالیانِ شہر کو جمع کیا، اور قومِ ہنود کی ہمدردی کو اسلام اور اہلِ اسلام کے ساتھ نہایت پُر زور تقریر تائید میں دکھلاتے ہوئے، باوجود مقامی عالمِ دین کے اختلاف و متفق الرائے نہ ہونے کے اس امر پر بے حد مصر ہوئے کہ قومِ ہنود کی ہمدردی کے صلہ میں گائے کی قربانی جو اُن کے سخت دل آزاری کا سبب، اور باہمی اتفاق اور اتحاد کے لئے سدِّ باب اور رخنہ انداز ہے قطعاً چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ اس وقت ان کی محبت اور ہمدردی بالخصوص معاملاتِ ترکی و خلافتِ عثمانیہ کے بارے میں بیحد ضروری ہے، ان کی معیت معاملاتِ مذکورہ میں قطعاً مفید اور اُن کی علٰحدگی قطعاً مضر ہوگی، اور یہ بھی بیان کیا کہ شریعت نے ہم کو اختیار دیا ہے کہ گائے بکری بھیڑ وغیرہ جس کی چاہیں قربانی کریں، بلکہ مینڈھا کی قربانی افضل ہے، لہٰذا افضل کے ہوتے ہوئے گائے کی قربانی جس میں دل آزاری قومِ ہنود ہے ہرگز نہ کرنا چاہئے، چنانچہ افسر علمائے ہند جناب مولانا عبدالباری صاحب نیز دیگر علمائے پنجاب نے ایسا ہی فتویٰ دے دیا ہے، اور یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ غرباء جو مثلاً دس روپے کی گائے لے کر سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کر لیا کرتے تھے اب ان کے لئے یہ انتظام کیا جائے گا کہ اُن سے دس روپیہ لے کر سات بکرا یا بھیڑ ہم لوگ بہم پہنچا دیا کریں گے اور زائد روپیہ ہم لوگ اپنے پاس سے لگا دیا کریں گے، یا بھیڑ اور بکری بہ نرخ بازار مثلاً چار پانچ روپیہ راس ہم لوگ خرید کر فراہم رکھیں گے اور غرباء کو مثلاً ایک روپیہ راس دیا کرینگے، جس کے لئے کچھ چندہ بھی کیا گیا ہے، مگر اس کے لئے نہ کوئی جائداد وقف کرتے ہیں اور نہ ہمیشہ کے لئے کوئی رجسٹری کی صورت ہے، چونکہ اس امر پر پورا اعتماد ہے کہ یہ لوگ اس بارِ عظیم کو ہمیشہ نہ نباہ سکیں گے؛ لہٰذا ضرور اور اغلب ہے کہ اس میں قومِ ہنود سے خفیہ یا صراحۃً ضرور امداد لیویں گے۔

لیڈرانِ قوم کا خیال ہے کہ جس قدر قربانیاں سالہائے گزشتہ میں گائے کی لوگوں نے کی ہیں انھیں کو امداد دی جائے گی، اور جو لوگ جدید قربانی کرنا چاہیں گے ان کو امداد نہ دی جائے گی، نیز جو لوگ

پیغمبر علیہ السلام یا اپنے دیگر بزرگوں کی طرف سے قربانیاں کیا کرتے تھے، چونکہ یہ بلا ضرورت ہے اس لئے ان کو امداد نہ دی جائے، اور یہ بھی خیال ہے کہ قربانی ہی پر کیا منحصر ہے بلکہ جملہ شادی وغمی وغیرہ وغیرہ میں گائے ذبح نہ کی جائے، بجائے اس کے بکری وغیرہ کا گوشت استعمال کیا جائے، اور درائے بریلی میں اس امر کا تجربہ بھی ہوچکا ہے کہ جن مقامات میں گائے کی قربانیاں ہوا کرتی ہیں، اُس جگہ ایک سال قربانی نہ ہونے سے پھر آئندہ سال اُس جگہ قربانی میں سخت رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے، اور نہیں ہوسکتی، چنانچہ اُس کی نظیر موجود ہے، اس موقع پر کسی قانون داں لیڈر کو حس تک نہیں ہوتی کہ اُس کو بمقتضائے قانون جاری کرادیوے، بلکہ فتنہ وفساد کے الفاظ سے مرعوب کرکے غرباء کو خاموش کردیا جاتا ہے، لہذا امور ذیل دریافت طلب ہیں:

(۱) قوم ہنود کی ہمدردی گزشتہ وآئندہ کے صلہ میں، اور باہمی اتحاد قائم رکھنے کی غرض سے گائے کی قربانی ترک کردینا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) اور اُن لوگوں کے وعدہ موہومہ مذکورہ پر بھروسہ کرنا چاہئے یا نہیں، اور اُن کے فراہم کردہ چندہ سے امداد لے کر اپنی طرف سے وجوباً خواہ استحباباً قربانی کرنا درست ہوگا یا نہیں؟

(۳) اُن لوگوں کے فراہم کردہ چندہ سے جس میں شبہہ قوی ہے کہ رقوم ہنود بھی شامل ہوں گی قربانی کرنا جائز ہوگا یا ناجائز؟

(۴) فی الواقع اگر مولوی عبدالباری صاحب وغیرہ کا اُس کے متعلق فتویٰ ہوچکا ہے اس پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۵) اور ایسے محرکین کی کمیٹی میں شرکت کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اس کے محرک اور مرتکب عند اللہ ماجور ہوں گے یا گنہ گار؟

(۶) گائے بھیڑ بکری اونٹ وغیرہ میں منجانب شریعت مختار ہونا، اس کے کیا معنی ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) گائے کی قربانی شعارِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالیٰ والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قربانی کے اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے بنائے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

دشمنانِ دین سے اتحاد منانے کو شعارِ اسلام بند کرنا بدخواہیِ اسلام ہے۔

(۲) اُن صاحبوں کا وعدہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ القائے شیطان ہے،

وقال اللہ تعالٰی ومایعدھم الشیطٰن الّا غرورا[1] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: شیطان تو وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔

ان سے چندہ سے مدد لے کر گائے کی قربانی چھوڑنا، شیطان کا داؤں چلا لینا ہے۔ دو چار کو شیطان نے دھوکا دے لیا، اور مسلمان تو اپنی آنکھیں کھلی رکھیں۔

(۳) اس کا جواب جوابِ دوم میں آگیا، اور اس سے اور بھی کھل گیا کہ یہ شیطان کا فریب ہے ہرگز کفار تمہارے دین کی خیرخواہی نہ کریں گے، قال اللہ تعالٰی لایالونکم خبالا[2] (وہ تمہاری بُرائی میں نہیں کرتے۔ ت) ضرور ہے کہ جس میں وہ ساعی ہیں اس میں تمہارے دین کا ضرر ہے۔

قال اللہ تعالٰی ودّوا ماعنتم[3] — اللہ تعالٰی نے فرمایا، ان کی آرزو ہے کہ ایذا تمہیں پہنچے۔ (ت)

ان کے زبانی اتحاد پر پھُولنا قرآن عظیم کو بھولنا ہے،

قال اللہ تعالٰی قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر[4] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: بَیر ان کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وُہ جو سینے میں چھپائے ہیں بڑا ہے (ت)

اس اتحاد کی یک طرفہ تالی تو دیکھو، تم اپنا شعارِ دین بند کرو جسے تم ان سے بالکل مخفی کرتے ہو، اور وُہ اتنا بھی نہ کریں کہ اپنے گھنٹے سنکھ اُن مندروں سے بند کردیں، جہاں سے تمہیں یا کم از کم کسی مسجد کو وہ مکروہ و دلخراش آوازیں جائیں وُہ اعلان نہ چھوڑیں، اور تم مخفی سے بھی باز آؤ، یہ انھیں لیڈروں سے اسلام دوستی ہے۔

(۴) مولوی عبدالباری صاحب کے والد مرحوم مولانا عبدالوہاب صاحب، اور اُن کے استاذ مولوی عبدالحی صاحب اور دیگر علمائے فرنگی محل کا فتوٰی خود مجموعہ فتاوٰی مولوی عبدالحی صاحب میں چھپ چکا ہے کہ بلحاظِ ہنود قربانیِ گاؤ بند کرنا معصیت ہے، ناجائز ہے، اس کا جاری رکھنا واجب ہے، انفس الفکس بھیجتا ہوں اس پر عمل چاہئے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۲۰
[2] القرآن الکریم ۳/۱۱۸
[3] " ۳/۱۱۸
[4] " "

(۵) محرکین کا حال قرآن عظیم کی آیتوں سے اُوپر ظاہر ہوچکا کہ شیطان کے فریب میں ہیں، نادانستہ خواہ ان میں بعض دانستہ بدخواہیِ اسلام کررہے ہیں، اس کمیٹی میں شرکت حرام ہے کہ قرآن عظیم کو پیٹھ دینے کا مجمع ہے۔

قال اللہ تعالٰی و اِمّا ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ (ت)

وقال تعالٰی فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ اِنکم اذًا مثلھم[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: توان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وُہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انھیں جیسے ہو۔ (ت)

(۶) اس کی تفصیل "انفس الفکر" سے معلوم ہوگی، قربانی کا تمھیں اختیار ہے، مگر مخالفانِ اسلام کی خاطر سے شعائرِ اسلام بند کرنے کا کسی وقت تم کو اختیار نہیں،

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل[3] اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۹۵، ۱۹۶ از فتحپور محلہ ایرانیاں مرسلہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

مولانا المعظم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آج کل اخباروں میں علمانے شائع فرمایا ہے کہ مصلحتاً ضرورت ہے کہ ہندوؤں سے اتفاق کیا جائے اور بجائے گائے کی قربانی کے بکری بھیڑ کی قربانی کی جائے، تو جناب والا اس کی نسبت کیا فرماتے ہیں کہ جو قربانی گائے کی کرتا ہے اُس کو آجکل اس مصلحت سے گائے کی قربانی نہ کرنا کیسا ہے؟

(۲) اصل میں بکری بھیڑ کی قربانی افضل ہے یا گائے کی، فقط

الجواب

یہاں گائے کی قربانی قائم رکھنا واجب ہے، اور اس ناپاک مصلحت کے لئے اس کا چھوڑنا حرام،
گائے کی قربانی اسلام کا شعار ہے، اور شعارِ اسلام بند کرنے کی وہی کوشش کرے گا جو اسلام کا بدخواہ ہے، ایسا شخص عالم نہیں ہوسکتا بلکہ ظالم ہے، اور کس پر ظلم ہوتا ہے، اسلام پر، اور ہنود سے جیسا اتحاد منایا جارہا ہے حرام ہے حرام ہے قطعی حرام ہے، نصوصِ قرآن عظیم سے حرام ہے، اور اسکے جو نتائج ہورہے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰
[3] ؍؍ ۳۳/ ۴

کہ مسلمانوں نے قشقے لگوائے، رام لچھمن پر پھول چڑھائے، مشرک کی ٹکٹکی اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی جے بولتے ہوئے مرگھٹ میں لے گئے، قرآن عظیم ایک ڈولے میں رامائن کی پوجا کراتے مندر میں لے گئے، اُن کے بڑے لیڈر نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی، یہ فضائح کھلے ہوئے کفر نہیں رہے؟ مشرک سے اتحاد ہو کر یہ نتیجہ آپ ہی ضرور تھا، قرآن کریم میں صاف ارشاد فرمایا کہ تم میں جو اُن سے دوستی رکھے گا، وہ سب انھیں میں سے ہے، آیۂ کریمہ کارڈ پر نہیں لکھی جاسکتی، ترجمہ اس کا یہی ہے، پھر کیونکر ممکن تھا کہ مشرکوں سے اتحاد کرنے والے مشرک نہ ہوجاتے، یہ یہاں ہے اور اگر سچے دل سے تائب ہو کر باز نہ آئے تو صحیح حدیثوں کا ارشاد ہے کہ اُن کا حشر بھی بت پرستوں کے ساتھ ہوگا۔ مولیٰ عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے، ہدایت فرما کر دل نہ اُلٹے، راہ دکھا کر آنکھیں نہ پلٹیں، اِحْفَظْنَا یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ (اے دلوں اور آنکھوں کو بدلنے والے! ہماری حفاظت فرما۔ت) وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۷ از لکھنؤ، کنٹونمنٹ روڈ، کوٹھی ۲۳ مسئولہ مولوی عبدالحمید صاحب ۵ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

عالیجناب معلی القاب مولانا صاحب قبلہ ادام اللہ برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،۔

آج کل اہل ہنود جگہ جگہ میونسپلٹی کے ذریعہ انسدادِ گاؤکشی کی کوشش کررہے ہیں، چنانچہ فیض آباد، ہاتھرس اور شہر لکھنؤ میں ہندو ممبران میونسپلٹی نے اپنی زیادتی تعداد کی وجہ سے تمامی مسلمان ممبروں کے خلاف انسدادِ گاؤکشی کا قانون پاس کردیا ہے، اگر خدانخواستہ گاؤکشی قانوناً ممنوع قرار دی گئی تو عام مسلمانوں کو صرف اسی قدر نہیں کہ روزمرہ کی زندگی میں اُن کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ تقریباً تمام غیر مستطیع مسلمان جو تعداد میں تو ۹۰ فیصدی سے بھی زائد ہیں ان سب کو عید اضحٰی میں قربانی کرنا بھی نصیب نہ ہوگا، اس لئے کہ غریب مسلمان کسی طرح اس کی مقدرت نہیں رکھتے کہ وہ فرداً فرداً پندرہ بیس روپے کا بچھڑا ہر سال خرید سکیں، لہٰذا دریافت طلب یہ ہے کہ ایسے وقت میں عام مسلمانوں کو خاموشی اختیار کرنی چاہئے یا انسداد گاؤکشی کے خلاف اُن کو بھی امکانی جد وجہد کرنی چاہئے، اور مذہباً ان پر کیا واجب ہے؟

یہ ایک استفتا ہے جس کا جواب براہِ کرم و برائے خدا و رسولِ اکرم (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) جلد تر عطا فرمائیں تاکہ مسلمانوں کے عام جلسہ میں جو کہ صرف پانچ چھ یوم میں ہونے والا ہے، آنجناب کا شرعی حکم پھر سب کو پڑھ کر سُنا دیا جائے۔

الجواب

مولٰنا المکرم ذو المجد والکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ مسئلہ بھی کچھ قابلِ سوال ہے، حدیث میں ہے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کان یحب ان یعلم منزلتہ عند اللہ، فلینظر کیف منزلۃ اللہ عندہ، فان اللہ ینزل العبد منہ حیث انزلہ من نفسہ[1] رواہ الحاکم فی المستدرک و الدارقطنی فی الافراد عن انس و ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ و عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

جو یہ جاننا پسند کرے کہ اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ کتنا ہے وہ یہ دیکھے کہ اس کے دل میں اللہ کی قدر کیسی ہے، کہ بندے کے دل میں جتنی عظمت اللہ کی ہوتی ہے اللہ اُسی کے لائق اپنے یہاں اسے مرتبہ دیتا ہے۔ (اسے حاکم نے مستدرک میں اور دارقطنی نے افراد میں انس وابونعیم نے حلیہ میں ابوہریرہ اور سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

آدمی اگر اللہ ورسول کے معاملہ کو اپنے ذاتی معاملہ کے برابر ہی رکھے، تو دین میں اس کی سرگرمی کے لئے بس ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان ذرا سی نالی یا پرنالے کی ملک بلکہ مجرد حق کے لئے کس قدر جان توڑ عرق ریزیاں کرتا ہے اس کا مقدمہ منتہا تک پہنچاتا ہے، کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا، پیسہ کے مال پر ہزار اٹھا دیتا ہے، دنیوی فریق کے مقابل کسی طرح اپنی دبی گوارا نہیں کرتا، گائے کشی مسلمان کا دینی حق ہے اور حق بھی کیسا، خاص شعارِ اسلام۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[2]

اونٹ اور گائے کی قربانی کو ہم نے تمہارے لئے دینِ الٰہی کے شعاروں سے کیا

امام محمد جامع صغیر میں فرماتے ہیں، وَالبُدْنُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ[3] (اونٹ اور گائے بُدنہ ہیں۔ ت) اور اگر شعارِ اسلام کو اور بھی خاص اعدائے اسلام کے مقابلہ میں اپنی ایک نالی کے برابر بھی نہ سمجھو، تو جان لو کہ اللہ واحد قہار ہے یہاں تمہاری قدر کتنی ہے اگر وہ ضرورت وضرر جو سوال میں مذکور ہوئے نہ بھی ہوتے بقدر قدرت کوشش لازم تھی، حدیث میں ہے: لیس منا من اعطی

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الدعا دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۴-۹۵

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[3] الجامع الصغیر باب تقلید البدن مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۳۱

الدنیۃ فی دیننا[1] ہمارے گروہ سے نہیں جو ہمارے دین کے معاملے میں دبتی رکھنے دے کہ اُن ضرورتوں اور ضرردں کے ہوتے ہوئے بیشک جو اس میں بے پروائی وچشم پوشی برتے گا اور حسبِ طاقت دین کی مدد نہ کرے گا اور شعارِ اسلام کو نقصان پہنچنے دے گا روزِ قیامت سخت باز پرس میں پکڑا جائے گا اور اس کی جزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اُس کی شدید حاجت کے وقت اُسے بے یار و مددگار چھوڑے، جیسا اس نے دین کی مدد سے مُنہ موڑا، قال اللہ تعالیٰ فکذلک الیوم تنسیٰ[2] اُس سے قیامت میں فرمایا جائے گا جیسا تُو نے دین کو بھلا دیا تھا ویسا ہی آج تُو بھلا دیا جائے گا کہ کوئی تیری خبر نہ لے گا، والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۸ از پرولیا ضلع مان بھوم مسئولہ خلیفہ محمد جان شب ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ترکِ گاؤکشی یا ترکِ قربانیِ گاؤ مصلحتِ وقت سمجھ کر چھوڑ دیا جائے اس پر مذہبی نقصان ہے یا نہیں؟

الجواب

گاؤکشی مباح قطعی ہے، مشرکین کی خاطر اُسے بند کرنا مشرک کا بول بالا کرنا ہے، اور قربانیِ گاؤ شعارِ اسلام ہے، مشرکین کی خاطر اس کا بند کرنا حرام ہے، وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹ از شہر بریلی صدر بازار، مکان ۷۸۹ مرسلہ حافظ بنّے خاں صاحب مورخہ ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

قربانی گاؤ کے متعلق علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہندوستان میں قربانیِ گاؤ کا جاری رکھنا واجب ہے اور خوشنودیِ ہنود کے لئے اس کا بند کرنا حرام ہے،

واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[3] اللہ ورسول زیادہ اس سے مستحق ہیں کہ انھیں راضی کرو اگر تم مسلمان ہو۔

---

[1] صحیح بخاری باب الشروط فی الجہاد ۱/۳۸۰
مسند احمد بن حنبل فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا ۴/۳۳۰
[2] القرآن الکریم ۲۰/۱۲۶
[3] 〃 ۹/۶۲

37 والتفصیل فی رسالتنا "انفس الفکر فی قربان البقر" (تفصیل ہمارے رسالے "انفس الفکر فی قربان البقر" میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲ از آنولہ ضلع بریلی مرسلہ چودھری رحیم بخش صاحب مورخہ ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے گائے قربانی کے واسطے خرید کی، چونکہ قربانی گائے کی اہلِ ہنود کے واسطے باعث دل آزاری ہوگی اس لئے زید خوشنودیِ اہلِ ہنود کے واسطے گائے خرید کردہ سے بیل یا بھینس وغیرہ بدل کر قربانی کرنا چاہتا ہے تو عندالشرع یہ بدلنا درست ہے یا نہیں؟ اور گائے کی قربانی بوجہ اتحاد کے موقوف کردینا درست ہے یا نہیں؟

(۲) محض خوشنودیِ اہلِ ہنود کے لئے قربانی بجائے تین روز کے ایک دن مقرر کریں، درست ہے یا نہیں؟ اور ایک دن مقرر کرلینے والوں کو عندالشرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) وہ گائے کہ بہ نیت قربانی خریدی، اس کا دوسری گائے سے بدلنا بھی منع ہے کہ اللہ کے واسطے اس کی نیت کرکے پھرنا معیوب ہے، اور ہندوؤں سے اتحاد حرام، اور اس کی وجہ سے گائے کی قربانی موقوف کرنا حرام، اور حرام موجبِ غضبِ جبار وعذابِ نار، ایسا کرنے والوں کا حشر ہندوؤں کے ساتھ ہوگا، حدیث میں ارشاد ہوا کہ "میں قسم کھا کر فرماسکتا ہوں کہ جو جس سے اتحاد رکھے گا اس کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا۔" واللہ تعالٰی اعلم

(۲) یہ بھی حرام ہے، ہنود کی خوشنودی کے لئے اللہ ورسول کے حکم میں تنگی کرنا مسلمانوں کا کام نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

ف۱ المعجم الکبیر حدیث ۲۵۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۱۹

37
37

مسئلہ ۲۰۲ مسئولہ حافظ سلیم اللہ بہاری پور بریلی ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ورین مسئلہ کہ زید بغیر پردہ عورتوں کو مرید کرتا ہے اور ان بے پردہ کو اپنے پاس بٹھلاتا ہے، بات بھی کرتا ہے، بجائے داڑھی منڈانے کے خشخشی کرنے کا حکم دیتا ہے، عالموں کی غیبت کرتا ہے، اذان اور صلوٰۃ اور تکبیر اپنے کانوں سے سنے مگر نماز کے لئے مسجد میں نہیں آتا ہے اور کہتا یہ ہے کہ پیر رسول تک نہیں بلکہ خدا تک براہ راست پہنچا دے گا، ایسے پیر کے واسطے ہماری شریعت کیا حکم دیتی ہے، ایسے پیر کا مرید ہونا کیسا ہے اور جو اس کے پیروکار ہیں ان کے واسطے اور ایسے پیر کے واسطے ہماری شریعت اہل السنت والجماعت کیا حکم دیتی ہے، کوئی بات خلاف نہیں ہے۔

الجواب

اگر یہ باتیں واقعی ہیں تو ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں، ایسا شخص اور اس کے پیرو سب گمراہ ہیں، اور یہ کہنا کہ پیر رسول تک نہیں بلکہ براہِ راست اللہ تک پہنچا دیتا ہے اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ بے واسطہ رسول، اگر یہی مراد ہے تو صریح کفر ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۳ از بلسنڈا ضلع پیلی بھیت مسئولہ محمد حسین صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تین شخصوں کو جو بستی کے تھے مسلمان کیا، اس پر اس بستی کے ایک مسلمان نے کہا کہ مسلمانوں کے کلمہ میں یہ طاقت ہے کہ سور کھانے والوں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرلیتے ہیں تو ایسی حالت میں سور پر کلمہ پڑھ کر کیوں نہیں کھالیتے۔ ایسی حالت میں شرع اس پر کیا حکم لگاتی ہے، وہ شخص نماز نہیں پڑھتا روزہ نہیں رکھتا ہے نام کا مسلمان کہلاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم کو مسلمانوں سے واسطہ نہیں ہے ہم کو ہندوؤں سے کام ہے اور واسطہ ہے، ہمارا روزگار ایسا ہے، اور اس پر منع کیا گیا تو فوجداری پر آمادہ ہوگیا۔

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو وہ شخص کافر ہوگیا، اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، مسلمانوں کو اس سے میل جول سلام کلام حرام ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴ از شہر کہنہ محلہ روہیلی ٹولہ مسئولہ محمد خلیل الدین صاحب ۷ صفر ۱۳۳۹ھ

مسئلہ مسئولہ سید عرفان علی صاحب رکن انجمن خادم الساجدین رزاتی ٹولہ بریلی ۲ صفر ۱۳۳۹ھ میں جو دربارہ مطلب ومعنی آیہ شریفہ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً[1] (الیٰ مقیتا) ہے اس بات پر منطقی دلائل

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۵

قائم کرکے ایک بحث طویل کی جاسکتی ہے کہ فلاں مسلم یا نامسلم فلاں سلطنت مظلومہ اور فلاں ملک کے مظلوم مسلمانوں کی حمایت اور حفاظت کی کوشش بلیغ کر رہا ہے اس کے جلسہ وجلوس اور وعظ و بیان کی شرکت اور اس کی تعظیم ومدح اور اس کی اقتداء و پیروی سب جائز بلکہ ضروری ہے، اور جو اس بات سے احتراز کرے یا اس پر اعتراض کرے تو وہ آیۂ شریفہ کے خلاف کام کرتا ہے اور گنہ گار ہے، جو دوسروں کو امور متذکرہ بالا سے منع کرتا ہے یا روکتا ہے وہ آیۂ شریفہ کے حصہ آخر یعنی شفاعت سیئہ کا مرتکب ہوا، امید کہ اس کی نسبت تصریح ووضاحت فرماکر ماجور ومشکور ہوں۔

الجواب

آیۂ کریمہ کی نسبت ایسا وسوسہ محض القائے شیطان رجیم ہے، قرآن عظیم میں اعمال حسنہ و سیئہ کی ایک عام میزان ومعیار مقرر فرمائی ہے کہ تمام فروع میں ملحوظ و مرعی ہے، اللہ جل وعلا ارشاد فرماتا ہے: ومن ارادالاٰخرۃ وسعٰی لھا سعیھا وھو مؤمن فاولٰئک کان سعیھم مشکورا[1] جو آخرت چاہے اور اس کے قابل کوشش کرے اور شرط یہ ہے کہ ہو مسلمان، تو ان لوگوں کی کوشش مشکور ہوگی۔ اور کافروں کی نسبت فرماتا ہے: وقدمنا الٰی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا[2] یعنی کافر کچھ بھی عمل کرے ہم نے اس کو تباہ وبرباد کردیا۔ کافر سے اصلاً کوئی حسنہ مقبول نہیں بلکہ اس سے کوئی حسنہ متصور ومعقول نہیں، امور ثواب کے عمومات میں ہمیشہ صرف اہل اسلام مراد ہیں، رب عزوجل فرماتا ہے:

من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضٰعفہ لہ ولہ اجر کریم[3]	کون ایسا ہے جو اللہ کے لئے قرض حسن دے اللہ اسے دُونا دُون عطا فرمائے اور اس کے لئے عزت والا ثواب ہے۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کافر اگر کسی کو دو ایک روپے بے سُود قرض دے دے وہ اس آیت میں داخل ہے اور اس کے لئے عزت کا ثواب ہے۔ صورت دائرہ نہ صورت شفاعت ہے نہ شفاعت حسنہ بلکہ بداہۃً سخت شناعت سیئہ ہے، مسلمان کہلانے والوں نے مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد اختیار کیا، شعائر اسلام کی بندش میں کوشاں ہیں اور شعار کفر قبول کرنے پر

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۹
[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳
[3] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۱

نازاں، مشرکوں کی تعظیم کہ سخت مخالفتِ قرآن عظیم ہے اعلان کے ساتھ ہو رہی ہے، ان کی جے پکاری جاتی ہے، انھیں اپنی مزعوم حاجت دینیہ میں پیشوا اور رہنما بنایا جاتا ہے، آیات و احادیث کی تمام عمر بُت پرستی پر نثار کی جاتی ہے، مشرکوں کو مساجد میں لے جاکر مسلمانوں کا واعظ بنایا جاتا ہے، مشرک کی ٹکٹکی کندھوں پر اٹھاکر مرگھٹ تک لے گئے اس کے لئے دعائے مغفرت و نماز جنازہ کے اشتہار دئے جو صریح کفر ہے، صاف کہہ دیا کہ آج تم نے اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا اور یہ کہ خدا کی رسّی مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین نہ ملے دُنیا تو ضرور ملے گی، علانیہ چھاپ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز موقوف کردے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس علامت بنائے گا، یہاں اس قول کے معنی کھلے جو خدا کی رسّی کی نسبت کہا تھا، حبل اللہ قرآن عظیم ہے محال ہے کہ اسے مضبوط تھامنے سے دین نہ ملے، مگر یہ دین جو معابد کفار کو مقدس بنائے اور مسلم و کافر کا امتیاز اٹھائے البتہ قرآن عظیم سے نہیں مل سکتا، قرآن عظیم تو اس کا بیخ کن ہے ان الدین عند اللہ الاسلام[1] بیشک اللہ کے نزدیک سچّا دین صرف اسلام ہے۔ و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ و ھو فی الاٰخرۃ من الخسرین[2]۔ اور جو اسلام کے سوا کوئی بھی دوسرا دین چاہے وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ شخص آخرت میں زیاں کار رہے گا۔

لہذا تصریح کردی کہ قرآن عظیم کو مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین نہ ملے، اور کہاں تک ان کے افعال و اقوال ذکر کئے جائیں جن کے دل اللہ نے اُلٹ دئے اور آنکھیں پلٹ دیں فسبحٰن مقلب القلوب والابصار (پاک و منزّہ ہے وہ ذات جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتی ہے۔ ت) باقی امور تحریم تعظیم مشرکین وغیرہ بارہا بیان ہوچکے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۵: از لاہور بازار کڑہ کالج شیرونوالہ مسئولہ خادم اسلام ملا محمد بخش حنفی چشتی سابق منیجر اخبار ہنر ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امر مشروع اور مباح شرعی کو کوئی شخص حرام شرعی اور ممنوع مذہبی بنانے کی طاقت رکھتا ہے یا نہیں، غیر مشروع اور حرام شرعی پر کوئی شخص مشروع اور

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۹ [2] القرآن الکریم ۳/ ۸۵

حلال شرعی بنا سکتا ہے یا نہیں، جیسے کہ گائے کی قربانی مشروع اور مباح شرعی ہے کیا اس کو کوئی لیڈرِ قوم ممنوع شرعی کرا سکتا ہے، ہنود کی مجالس اعیاد میں شرکت جو ممنوع اور حرام شرعی ہے کیا لیڈروں کی رائے سے وہ شرکت جائز اور حلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ دین پاک اللہ واحد قہار نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تمام جہان کے لئے قیامت تک کے واسطے اتارا ہے،

تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا[1] قل یایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا[2]۔

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈرسنانے والا ہو۔ تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ (ت)

اور ان سے نبوت کا دروازہ بند فرمادیا، محال ہے کہ ابدالآباد تک اب کوئی جدید نبی ہو،

ولکن رسول الله وخاتم النبیین وکان الله بکل شیئ علیما[3]۔

ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (ت)

محال ہے کہ ان کی کتاب کا ایک حرف یا ان کی شریعت کا کوئی حکم کبھی بدل سکے،

لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید[4]۔

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔

ان کی شریعت کے کسی حلال کو جو حرام بتائے یا کسی حرام کو حلال بتائے وہ حلال حرام یا حرام حلال تو نہ ہو جائے گا بلکہ یہی کہنے والا اُلٹا کافر ہو جائے گا۔

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی الله الکذب ان الذین یفترون علی الله الکذب

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۱
[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۸
[3] ؍؍ ۳۳/ ۴۰
[4] ؍؍ ۴۱/ ۴۲

لایفلحون[1] متاع قلیل ثم ماوٰھم جھنم وبئس المھاد[2] قل اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[3] ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افتری[4]

بھلانہ ہوگا۔ تھوڑا برتنا ہے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بُرا بچھونا۔ کیا اللہ نے اس کی تمھیں اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ تمھیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو وہ تمھیں عذاب سے ہلاک کرے اور بیشک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا۔ (ت)

قربانیِ گاؤ کی حلت اور مجالس اعیادِ ہنود میں شرکت کی حرمت دونوں ضروریاتِ دین میں سے ہیں جو اسے حرام یا حلال کہے وہ اللہ و رسول پر افتراء کرتا ہے اور بحکم قرآن اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور حکمِ کفر اس پر لازم والزم،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[5]

اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ وہ کس طرح چھٹکارا پائیں گے، ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں اللہ تعالٰی بلند وعظیم کی طاقت و توفیق کے بغیر انسان نہ بُرائی سے پھر سکتا ہے اور نہ نیکی بجالا سکتا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۶: از قصبہ حافظ گنج ضلع بریلی، مسئولہ عبداللہ رضوی عرف چھنگے ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ حافظ گنج میں ہندوؤں کی جل بہار اٹھتی تھی مگر اب کی مرتبہ مسجد کے قریب کے راستہ سے گزرنا چاہا تھا تمام اہلسنت وجماعت نے کہا کہ ہماری مسجد کے سامنے سے نہیں نکلتی ہے، عمرو نے جو دیوبند کو اپنا پیشوا مانتا ہے ہندوؤں کے ہمراہ ہوکر تھا نہیں کہہ دیا کہ مسجد کے سامنے سے نکلتی ہے اس حالت میں عمرو برادری کے قابل ہے مسلمان

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۱۱۶ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۷
[3] 〃 ۱۰/ ۵۹ [4] 〃 ۲۰/ ۶۱
[5] 〃 ۲۶/ ۲۲۷

مانا جائے یا نہیں، اور بی بی عمرو کی ہندو کے ہمراہ میلہ رام لیلا کو جائے شریعت سے اس کا نکاح جائز رہا یا نہیں؟

الجواب

میلہ میں جانا تو حرام ہی ہے اگرچہ اس سے نکاح نہ کیا جائے اور کفار کے لئے جھوٹی گواہی دینی اور وہ بھی ایسی ناپاک بات میں، اور اس کے سبب مسجد کی توہین کرانی قریب بہ کفر ہے اگرچہ اس پر کفر مطلق کا حکم نہ بھی ہو، مگر جب وہ دیوبندیوں کا معتقد ہے تو اسی قدر اس کے کفر کے لئے کافی ہے، فتوائے علمائے حرمین شریفین میں دیوبندیوں کی نسبت ہے:

من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[1] جو ان کے کافر ہونے اور ان کے عذاب کے بارے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

بہرحال عمرو کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے، اور اس سے میل جول حرام ہے، اور اسے برادری سے خارج کرنا فرض، مگر جب اسلام لائے اور اپنے کفر اور ان کبائر سے توبہ کرے، اور دیوبندیہ دیگر وہابیہ وجملہ کفار کو کافر مانے اس وقت برادری میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۷ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ احسان علی صاحب طالب علم ۱۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید معاذ اللہ یہ کہے کہ میں عیسائی یا وہابی یا کافر ہوجاؤں گا، نام ایک فرقہ کا لیا، آیا وہ انھیں میں سے ہوگیا یا نہیں؟ یا یہ کہے کہ جی چاہتا ہے کہ غیر مقلد ہوجاؤں، یا یہ کہے کہ غیر مقلد ہونے کا جی چاہتا ہے، یہ قول کیسا ہے اگرچہ کسی کو چھیڑنے یا مذاق کی غرض سے کہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جس نے جس فرقہ کا نام لیا اُس فرقہ کا ہوگیا مذاق سے کہے یا کسی دوسری وجہ سے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸ تا ۲۱۲ از قصبہ تلہر ضلع شاہجہان پور محلہ ہندو پٹی مسئولہ ضیاء الدین صاحب ۱۸ صفر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام ادام فیضھم المولی العلام ان مسائل میں، بینوا توجروا،

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

(۱) ایک صاحب مسمّٰی مولوی اشرف علی ساکن قصبہ تلہر ضلع شاہجہانپور، دوسرے صاحب حکیم عبداللہ مقیم تلہر ہیں۔ حکیم صاحب کا بیان ہے کہ "یزید فاسق فاجر نہ تھا اس کو بُرا نہ کہا جائے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس کے یہاں جانا نہ چاہئے تھا، کیوں گئے، اور یہ ملکی جنگ تھی"۔ دوسرے یہ کہ نمازِ فجر کے بعد مسلمانوں نے ان سے مصافحہ کرنا چاہا انھوں نے مصافحہ نہ کیا اور بدعت بتادیا، کیا حکیم صاحب کا یہ بیان سراسر غلط نہیں؟ کیا انھوں نے حضرت سیدالشہدا رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شانِ ارفع واعلٰی میں گستاخی نہ کی؟ دادِ کذب بیانی نہ دی؟ کیا مصافحہ سے دست کشی وانکار اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ اس کی مراد بدعت سے بدعتِ سیئہ ہے اور ان کا یہ فعل وہابیانہ ہے؟

(۲) اول الذکر مولوی صاحب ایک زمانہ تک مدرسہ مولوی یٰسین واقع بریلی محلہ سرائے خام کے مدرس رہ چکے ہیں، کیا ان کی وہابیت کو اسی قدر کافی نہیں کہ ایک بدمذہب کے مدرسہ میں ملازم رہ کر اس مدرسہ کے دستور العمل ودرس تعلیم کی پابندی کرکے درس دیا چہ جائیکہ علمِ غیبِ حبیبِ خدا سیدِ ہر دوسرا علیہ افضل التحیۃ والثناء میں وہابیہ خیال مغویانہ قیل وقال، جو کوئی شخص صحیح العقیدہ علمِ حضور سراپا نور کو روزِ اول سے قیامت تک کے تمام اشیاء ذرہ ذرہ کو کلیۃً وجزئیۃً محیط جانے اور ان کے واسطے ماکان وما یکون کا علم مانے اور قائلِ علمِ غیب جسے ہو وہ شخص ان مولوی صاحب کے نزدیک مضل وضال قابلِ عقاب ونکال، اکابر علمائے اہلسنت کثرہم اللہ تعالٰی کی شان میں جن کی مدح وستائش میں مفتیانِ علام وعلمائے ذوی الاحترام حرمین طیبین و روم وشام وغیرہم مبالغہ فرمائیں اور ان کو پیشوا و سردارِ علمائے اہلسنت بتائیں، یہ صاحب بیہودہ الفاظ وناشائستہ کلمات زبان پر لائیں، ان صاحب کے تمام اوصاف میں باستثنائے مدرسی مدرسہ مذکورہ حکیم صاحب مذکور بھی شریک وہم خیال، یہ دونوں صاحب مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند ومولوی رشید احمد گنگوہی ومولوی اشرف علی تھانوی کو اپنا پیشوا جانتے اور سرتاج اہلسنت مانتے ہیں، کیا دونوں صاحب کم سے کم بدعتی و بدمذہب نہیں؟، کیا ان کے ساتھ ان احادیث واقوال کے مطابق عمل نہ کیا جائے جو فتاوی الحرمین طبع بمبئی میں مذکور ہیں،

فی صحیح مسلم[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان سے الگ رہو انھیں اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تمھیں بہکا نہ دیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

[1] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

وَلِاَبی داؤد عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم[1]

ابوداؤد کی حدیث میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو جنازے پر حاضر نہ ہو۔

ولابن ماجۃ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم[2]

ابن ماجہ نے بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر اور بڑھایا: جب انھیں ملو تو سلام نہ کرو۔

وعند العقیلی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم[3]

عقیلی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے پاس نہ بیٹھو، ساتھ پانی نہ پیو، ساتھ کھانا نہ کھاؤ، شادی بیاہ نہ کرو۔

ولابن حبان عنہ لا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم[4]

ابن حبان نے انھیں کی روایت سے زائد کیا ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔

والدیلمی عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انی بریٔ منھم وھم براء منی جھادھم کجھاد الترکیۃ والدیلم[5]

دیلمی نے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان سے بیزار ہوں وہ مجھ سے بے علاقہ ہیں ان پر جہاد ایسا ہے جیسا کافرانِ ترک و دیلم پر۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی القدر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۸۸

[2] سنن ابن ماجہ باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰

[3] الضعفاء الکبیر ترجمہ احمد بن عمران دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۶

[4] کنزالعمال حدیث ۳۲۵۲۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۴۰

میزان الاعتدال ترجمہ ۱۲۰۳ البشیر بن عبیداللہ القیصر دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۲۰

[5] فردوس الاخبار حدیث ۳۲۵۴ معاذ بن جبل دارالکتب العربی بیروت ۲/۴۴۹

ولابن عساکر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا رأیتم صاحب بدعۃ فاکفھروا فی وجھہ فان اللہ یبغض کل مبتدع ولایجوز احد منھم علی الصراط لکن یتھافتون فی النار مثل الجراد والذباب[1]۔

ابن عساکر انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، جب کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے رُوبرُو اس سے ترش رُوئی کرو اس لئے کہ اللہ تعالٰی ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے ان میں کوئی پُل صراط پر گزر نہ پائے گا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آگ میں گر پڑیں گے جیسے ٹڈی اور مکھیاں گرتی ہیں۔

وللطبرانی وغیرہ عن عبداللہ بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام[2]۔

(طبرانی وغیرہ عبداللہ بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت) جو کسی بدمذہب کی توقیر کرے اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد دی۔

ولہ فی الکبیر ولابی نعیم فی الحلیۃ عن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من مشی الی صاحب بدعۃ لیوقرہ فقد اعان علی ھدم الاسلام[3] وغیرہ من الاحادیث۔

نیز طبرانی معجم کبیر اور ابونعیم نے حلیہ میں معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی بدمذہب کی طرف اس کی توقیر کرنے کو چلے اس نے اسلام کے ڈھانے میں اعانت کی۔ اور اس کے سوا اور حدیثیں ہیں۔

قال العلماء فی کتب العقائد کشرح المقاصد وغیرہ ان حکم المبتدع البغض والاھانۃ والرد والطرد[4]۔

علماء کتب عقائد مثل شرح مقاصد وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ بدمذہب کا حکم اس سے بغض رکھنا اسے ذلت دینا اس کا رَد کرنا اسے دور ہانکنا ہے۔

---

[1] تذکرۃ الموضوعات للفتنی باب افتراق الامۃ علی ثلاث وسبعین فرقۃ کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۱۵

[2] المعجم الاوسط مروی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حدیث ۶۷۶۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۳۹۶
حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۱۷ حضرت خالد بن معدان دارالکتاب العربی بیروت ۵/ ۲۱۸

[3] المعجم الکبیر از معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۱۸۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۰/ ۹۶
حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۶ - ۳۳۵ دارالعربی بیروت ۶/ ۹۷

[4] شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامۃ دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۰

وفی غنیۃ الطالبین[1] قال فضیل بن عیاض من احب صاحب بدعۃ احبط اللّٰہ عملہ واخرج نور الایمان من قلبہ، واذا علم اللّٰہ عزوجل من رجل انہ مبغض صاحب بدعۃ رجوت اللّٰہ تعالٰی ان یغفر ذنوبہ وان قل عملہ واذا رأیت مبتدعا فی طریق فخذ طریقاً اٰخر اھ۔

غنیۃ الطالبین شریف میں ہے فضیل بن عیاض نے فرمایا جو کسی بدمذہب سے محبت رکھے اس کے عمل حبط ہوجائیں گے اور ایمان کا نور اس کے دل سے نکل جائے گا اور جب اللہ تعالٰی اپنے کسی بندے کو جانے کہ وہ بدمذہب سے بغض رکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی اس کے گناہ بخش دے اگرچہ اس کے عمل تھوڑے ہوں اور جب کسی بدمذہب کو راہ میں آتا دیکھو تو تم دوسری راہ لو، انتہی بقدر الضرورۃ۔

(۳) جب شرع مطہر نے ایسے لوگوں سے اس درجہ نفرت دلائی اور اس قدر برائی بیان فرمائی تو کیا مسلمانوں کا فرض مذہبی نہیں کہ ان کو مسجد میں آنے سے روکیں، ان سے ہر قسم کا قطع تعلق کرلیں، علی الخصوص وُہ شخص جس کے ہاتھ میں مسلمانوں کا کام ہو اور مسلمان اس کو مانتے ہوں اور عزت و وقار کی نظر سے دیکھتے ہوں خواہ بباعثِ علم یا بجہت پیری مریدی یا بخیال تونگری وغیرہ اس پر سخت ضروری کہ ان کو خود دخول مسجد سے حتی الوسع روکے اور اُن کے ساتھ میل جول سے مسلمانوں کو باز رکھے، جو شخص ان مولوی صاحب وحکیم صاحب کے خیالاتِ باطلہ وحالاتِ فاسدہ پر مطلع ہوکر ان دونوں کو امام بنائے اور ان کے پیچھے نماز پڑھے اور کہے یہ مولویوں کے جھگڑے ہیں ہمیں ان سے کیا سروکار آخر یہ دونوں عالم تو ہیں، کیا وُہ شخص زیاں کار اور انھیں مفسدین فی الدین سے نہیں اور وہ نماز اس کی باطل و مردود نہیں؟ حالانکہ جن تین علمائے مذکورین کو یہ دونوں صاحب پیشوا جانتے ہیں ان کے بارے میں مفتیانِ علمائے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ نے یہ حکم دیا جیسا کہ فتاوٰی حسام الحرمین میں مذکور ہے:

ان ھٰؤلاء الفرق الواقعین فی السؤال غلام احمد القادیانی ورشید احمد ومن تبعہ کخلیل الانبھتی واشرف علی وغیرھم لاشبھۃ فی کفرھم بلا مجال بل لاشبھۃ فی من شک بل فی

بیشک یہ طائفے جن کا تذکرہ سوال میں واقع ہے غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہہ نہیں اور نہ شک کی مجال، بلکہ جو اُن کے کفر میں شک کرے بلکہ

---

[1] غنیۃ الطالبین فصل فی اعتقاد اہل السنۃ ان امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۸۰

من توقف فی کفرھم بحال من الاحوال[1]

کسی طرح کسی حال میں انھیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہہ نہیں۔

اسی میں ہے:

اظھر فضائحھم القبیحۃ فی المعتمد المستند فلم یبق من نتائجھم الفاسدۃ بکل واضحۃ دامغۃ جلیۃ لاسیما المتصدی لحل رایۃ ھذہ الفرقۃ المارقۃ التی تدعی بالوھابیۃ ومنھم مدعی النبوۃ غلام احمد القادیانی والمارق الاخر المنقص لشان الالوھیۃ والرسالۃ قاسم النانوتوی ورشید احمد الکنکوھی وخلیل احمد الانبھتی واشرف علی التانوی ومن حذا حذوھم انتھی بقدر الضرورۃ۔

مصنف نے اپنی کتاب معتمد المستند میں اس گروہ کی بری رسوائیاں ظاہر کیں پس ان کے فاسد عقیدوں سے ایک بھی بغیر لوچ لچر کئے نہ چھوڑا تو اے مخاطب تجھ پر لازم ہے کہ اسی روشن رسالہ کا دامن پکڑے جسے مصنف نے بزودی لکھ دیا تو ان گروہوں کے رد میں ہر ظاہر و روشن و سرکوب دلیل پائے گا خصوصاً جو اس گروہ خارج از دین کے باندھے ہوئے نشان کھول دینے کا قصد کرے، وہ گروہ خارج از دین گروہ ہے جسے وہابیہ کہا جاتا ہے اور ان میں مدعی نبوت غلام احمد قادیانی ہے اور دین سے دوسرا نکلنے والا شانِ الوہیت و رسالت گھٹانے والا قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی تھانوی اور جو ان کی چال چلا، انتھی بقدر الضرورۃ۔

اسی میں ہے:

وبالجملۃ ھؤلاء الطوائف کلھم کفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمین وقد قال فی البزازیۃ والدرر والغرر والفتاوی الخیریۃ ومجمع الانھر والدر المختار وغیرھا من معتمدات الاسفار فی مثل ھؤلاء الکفار من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر اھ وقال فی الشفاء الشریف ونکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ الاسلام من الملل او وقف فیھم او شک اھ، وقال فی بحرالرائق وغیرہ من حسن کلام اھل الاھواء او قال معنوی او کلام لہ معنی صحیح ان کان ذلک کفرا من القائل کفر المحسن اھ وقال الامام ابن حجر

---

[1] حسام الحرمین تقریظ اسمٰعیل بن خلیل مکتبہ نبویہ لاہور ص ۴۹

[2] " " تقریظ مفتی تاج الدین الیاس " " " ص ۱۰۷

فی الاعلام فی فصل الکفر المتفق علیہ بین ائمتنا الاعلام من تلفظ بلفظ الکفر یکفر وکل من استحسنہ اورضی بہ یکفر[1] اھ۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ طائفے سب کے سب (اسماعیلیہ، نذیریہ، امیریہ، قاسمیہ، مرزائیہ، رشیدیہ، اشرفیہ) مرتد ہیں، باجماعِ امت اسلام سے خارج ہیں اور بیشک بزازیہ اور درر و غرر اور فتاوٰی خیریہ اور مجمع الانہر اور درمختار وغیرہا معتمد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے۔ اور شفا شریف میں فرمایا ہم اسے کافر کہتے ہیں جو ایسے کو کافر نہ کہے جس نے ملتِ اسلام کے سوا کسی ملت کا اعتقاد کیا یا ان کے بارے میں توقف کرے یا شک لائے، اور بحرالرائق وغیرہ میں فرمایا جو بددینوں کی بات کی تحسین کرے یا کہے کچھ معنی رکھتی ہے یا اس کلام کے کوئی صحیح معنی ہیں اگر اس کہنے والے کی وہ بات کفر تھی تو یہ جو اس کی تحسین کرتا ہے یہ بھی کافر ہوجائے گا' اور امام ابن حجر نے کتاب الاعلام کی اس فصل میں جس میں وہ باتیں گنائی ہیں جن کے کفر ہونے پر ہمارے ائمۂ اعلام کا اتفاق ہے فرمایا جو کفر کی بات کہے وہ کافر ہے اور جو اس بات کو اچھا بتائے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے انتہی۔

تو موافق ارشاد علمائے مکہ و مدینہ و مطابق حکم معتمد المستند نذیر حسین دہلوی و امیر احمد سہسوانی و قاسم نانوتوی و مرزا غلام احمد قادیانی و رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی اور ان سب کے مقلدین و متبعین و پیروان و مدح خواں باتفاق علمائے اعلام کافر ہوئے اور جو ان کو کافر نہ جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہہ کافر ہے چہ جائیکہ پیشوا اور سردار جانیں والعیاذ باللہ الکریم۔ وھو یھدی من یشاء الی صراط مستقیم[2] (وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ چلاتا ہے۔ ت) ہم کو چونکہ اختصار منظور تھا لہٰذا ان گمراہوں گمراہ گروں کافروں کے وہ اقوال ملعونہ و مردودہ جن پر حکم فسق و کفر لگایا گیا بالکل نقل نہیں کئے اور ان اقوال پر علمائے حرمین نے جس قدر احکام لگائے ہیں ان میں صرف دس پانچ تحریر ہوئے، جو صاحب ان فِرقِ باطلہ کے اقوال عقوبت مآل اور ان احکام علمائے اہل کمال پر اطلاع چاہیں وہ فتاوی الحرمین و حسام الحرمین مطالعہ فرمائیں۔

(۴) ایسے نازک وقت میں کہ ہر چہار طرف سے دین حق پر حملے ہو رہے ہیں اور بیخ کنان سنت یکبارگی

---

[1] حسام الحرمین کتاب المعتقد المستند مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

[2] القرآن الکریم ۲/۱۴۲ و ۲۴۳ و ۱۰/۲۵

ٹوٹ پڑے ہیں، کیا علمائے اہلسنّت پر واجب نہیں کہ اپنے علم کو ظاہر کریں اور میدان میں آکر تحریراً و تقریراً احیائے سنّت و اماتت بدعت و نصرتِ ملّت فرمائیں اگر ایسا نہ کریں سکوت و خاموشی سے کام لیں تو کیا اس حدیث شریف کے مورد نہ ہوں گے جو فتاوی الحرمین میں مذکور ہے۔

قال الامام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ ان الحامل الداعی لی علی التألیف فی ذٰلک وان کنت قاصرا عن حقائق ماھنالک ما اخرجہ الخطیب البغدادی فی الجامع وغیرہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اذا ظھرت الفتن او قال البدع و سب اصحابی فلیظھر العالم علمہ فمن لم یفعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا۔[1]

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں واضح ہو کہ اس تالیف پر میرے لئے باعث و سبب اگرچہ میرا ہاتھ یہاں کے حقائق سے کوتاہ ہے وہ حدیث ہوئی جو خطیب بغدادی نے جامع میں اور ان کے سوا اور محدثین نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو بُرا کہا جائے تو واجب ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے جو ایسا نہ کرے گا اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالٰی نہ اس کا فرض قبول فرمائے نہ نفل۔

(۵) جو شخص مسجد میں آکر اپنی زبان سے لوگوں کو ایذا دیتا ہو اس شخص کو مسجد سے نکالنے کا حکم ہے، اس کے نکالنے کے بارے میں درمختار کا یہ قول نص صریح ہے یا نہیں،

واکل نحو ثوم و یمنع منہ وکذا اکل موذ ولو بلسانہ[2]

یعنی مسجد میں داخل ہونے سے بدبودار چیزوں مثل کچا لہسن کھانے والے کو منع کیا جائے اور اسی طرح ہر ایذا دینے والا اگرچہ زبان سے دیتا ہو دخولِ مسجد سے روکا جائے۔

ردالمحتار میں تحت قول واکل نحو ثوم فرمایا:

ای کبصل و نحوہ مما لہ رائحۃ کریھۃ للحدیث الصحیح فی النھی عن قربان اکل الثوم والبصل المسجد، قال

یعنی جیسے پیاز وغیرہ ان چیزوں سے جن میں بدبو ہو یہ حکم موافق حدیث صحیح ہے جو کچا لہسن اور پیاز کھانے والے کی ممانعت دخول مسجد میں ہے،

---

[1] فتاوی الحرمین | جواب سوال تاسع | مکتبہ حامدیہ لاہور | ص ۱۷

[2] درمختار | باب ما یفسد الصلوٰۃ ویکرہ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۹۵

الامام العینی فی شرحہ علی صحیح البخاری قلت علۃ النھی اذی الملٰئکۃ واذی المسلمین۔[۱] امام عینی نے اپنی شرح میں جو صحیح بخاری پر لکھی ہے فرمایا کہ میں کہتا ہوں دخولِ مسجد سے ممانعت کا سبب ایذائے ملائکہ و ایذائے مسلمانان ہے۔

والحمد للّٰہ رب العٰلمین وافضل الصلوات واکمل التسلیمات علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی صحبہ واٰلہ ومن تبعھم اجمعین۔

الجواب

الحمد للّٰہ وحدہ والصلٰوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ واٰلہ وصحبہ المکرمین عندہ وسائر المسلمین المتبعین سعدہ۔ سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جو اکیلا ہے، صلوٰۃ وسلام اس ذات پر جس کے بعد نبی نہیں اور اس کے آل و اصحاب پر جو اس کے ہاں عزت والے ہیں اور باقی تمام مسلمانوں پر جو اس کی سعادت کے پیروکار ہیں (ت)

فاضل سائل بلکہ مجیب سلمہ القریب المجیب کا یہ سوال خود ہی جواب وحق صواب ہے فماذا بعد الحق الا الضلال[۲] (حق کے بعد گمراہی ہوتی ہے۔ت) ہمیں زید و عمرو کی شخصیت سے کام نہیں احکام شرعیہ عام ہوتے ہیں جس سے یہ امر صادر ہو اس کا یہ حکم ہے، کسے باشد خاک بود یا خسے باشد (خواہ کوئی ہو مٹی ہو یا تنکہ۔ت) اسی عموم کے طور پر ہم کلام کریں گے، اگر فلاں وفلاں اس کے مصداق تو ضرور وہی ان احکام کے استحقاق ہیں ورنہ جس پر صادق و مستحق ولائق۔

واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل[۳] و حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل۔[۴] اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے، اور اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔

(۱) یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت فاسق و فاجر و جری علی الکبائر تھا اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق و اتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیہ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں:

---

[۱] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ ویکرہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۴۴

[۲] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۲

[۳] القرآن الکریم ۳۳/ ۴

[۴] 〃 ۳/ ۱۷۳

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولٰئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم[1]

کیا قریب ہے کہ اگر والیِ ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انھیں بہرا کردیا اور اُن کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

شک نہیں کہ یزید نے والیِ ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ وروضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبرِ اطہر پر پڑے، تین دن مسجدِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بے اذان ونماز رہی، مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین بے گناہ شہید کئے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاکدامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کردیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغِ ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تنِ نازنیں پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہوگئے، سرِ انور کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا، حرم محترم مخدراتِ مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا، ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے، قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر لعنھم اللہ[2] (ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) فرمایا، لہذا امام احمد اور ان کے موافقین ان پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لعن وتکفیر سے احتیاطاً سکوت فرمایا کہ اس سے فسق وفجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحالِ احتمال نسبتِ کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر، اور امثال وعیدات مشروط بعدمِ توبہ ہیں لقولہ تعالٰی: فسوف یلقون غیا الا من تاب[3] (تو عنقریب دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے مگر جو تائب ہوئے۔ ت) اور توبہ تادمِ غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط واسلم ہے مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریاتِ مذہبِ اہلسنت کے خلاف ہے اور ضلالت وبدمذہبی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبتِ سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شمہ ہو،

---

[1] القرآن الکریم ۴۷/ ۲۲-۲۳

[2] " ۴۷/ ۲۳

[3] " ۱۹/ ۵۹

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) 38
شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنّت کا عدو وعنود ہے، ایسے گمراہ بددین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سُود ہے، اس کی غایت اسی قدر کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلاوجہ شرعی دست کشی کرکے ایک مسلمان کا دل دکھایا مگر وُہ تو ان کلماتِ ملعونہ سے حضرت بتول زہرا و علی مرتضےٰ اور خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کا دل دکھا چکا ہے، اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے،

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[2] ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا[3]

اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۲) سوال نے یہاں بھی قطعیات کے ساتھ قرائن کو ضم کیا، قطعی کے ہوتے قرینی یا ظنی کی کیا بحث، کسی مدرسہ محلہ سرائے خام کی نوکری یا علم ماکان ومایکون یا غیوب خمسہ میں کلام یا علماء اہل سنت کو سب و دشنام تفاصیل رکھتے ہیں جن کی اصلاً حاجت نہیں، جب علمائے حرمین طیبین زادہما اللہ شرفا وتکریماً نانوتوی و گنگوہی و تھانوی کی نسبت نام بنام تصریح فرما چکے ہیں کہ یہ سب کفار مرتدین ہیں اور یہ کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[4] جو ان کے کفر میں شک کرے وُہ بھی کافر، نہ کہ ان کو پیشوا و سرتاج اہلسنت جاننا بلاشبہہ جو ایسا جانے ہرگز ہرگز صرف بدعتی و بدمذہب نہیں قطعاً کافر و مرتد ہے اور ان تمام احادیث کا کہ سوال میں فتاوی الحرمین سے منقول ہوئیں مورد ہے، بلاشبہہ اس سے دُور بھاگنا اور اسے اپنے سے دُور کرنا اس سے بغض، اس کی اہانت، اس کا رد فرض ہے اور توقیر حرام و ہدم اسلام، اسے سلام کرنا اس کے پاس بیٹھنا حرام اس کے ساتھ کھانا پینا حرام، اس کے ساتھ شادی بیاہت حرام اور قربت زنائے خالص، اور بیمار پڑے تو اسے پُوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے مسلمانوں کا سا غسل و کفن دینا حرام، اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر، اس کا جنازہ اپنے

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷ [2] القرآن الکریم ۹/۶۱
[3] " ۳۳/۵۷
[4] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

کندھوں پر اٹھانا، اس کے جنازے کی مشایعت حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام، اس کے لئے دعائے مغفرت یا ایصالِ ثواب حرام بلکہ کفر، والعیاذ باللہ رب العلمین۔

(۳) جواب سابق میں واضح ہوچکا کہ ان سے ہر قسم کا قطع تعلق فرض ہے اور جب وہ تمام علمائے حرمین شریفین کے متفق علیہ فتوے سے کافر و مرتد ہیں، تو مسجد میں ان کا کیا حق، حدیث ابن حبان مذکور فتاوی الحرمین میں ہے، لاتصلوا معھم[1] ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو، ان کے پیچھے تو نماز باطل محض ہی ہے صف میں اُن کا کھڑا ہونا بھی جائز نہیں کہ ان کی نماز نماز ہی نہیں، تو عین نماز میں بالکل خارج از نماز ہیں تو ان کے کھڑے ہونے سے صف قطع کہ غیر نمازی حائل، اور صف قطع کرنا حرام ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، من قطع صفا قطعہ اللہ[2] جو صف قطع کرے اللہ اسے کاٹ دے۔ تو جو مسلمانوں میں سربرآوردہ ہو جو ان کے منع پر بلا فتنہ وفساد قدرت رکھتا ہو اس پر فرض ہے کہ انھیں مسجد میں آنے سے روکے اور مسلمانوں کی نماز کو خراب ہونے سے بچائے، مسلمانوں کو نرمی و تفہیم اور جو نہ مانے اسے ہر جائز سختی و تشدد کے ساتھ ان کے میل جول سے باز رکھے کہ یہ نہی عن المنکر ہے اور نہی عن المنکر تا قدر قدرت فرض قطعی ہے اور جو نہ کرے وہ اسی مجرم کا اس کے عذاب میں ساتھی، اصحاب سبت پر جب عذاب الٰہی نازل ہوا کہ قلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین[3] ہم نے ان سے فرمایا ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔ جو انھیں منع نہ کرتے تھے وہ بھی ان کے ساتھ بندر کردئے گئے منع کرنے والوں نے نجات پائی جو ان کے خیالات و حالات پر مطلع ہوکر انھیں عالم جانے یا قابلِ امامت مانے ان کے پیچھے نماز پڑھے وہ بھی اُنھیں کی طرح کافر و مرتد ہے کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[4] (جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے۔ ت) اس کے لئے حسام الحرمین کی وہ عبارتیں کہ سوال سوم میں مذکور ہوئیں کافی ہیں یونہی جو ان احکام ضروریات اسلام کو کہے یہ مولوی کے جھگڑے ہیں وہ بھی کافر ہے۔ محیط و عالمگیریہ میں ہے،

رجل قال آنہا کہ علم آموزند افسانہا است کہ می آموزند او قال باد ست آنچہ می گویند	کوئی آدمی کہتا ہے یہ علم سیکھنے والے کہانیاں سیکھ رہے ہیں یا کہتا ہے جو کہتے ہیں یہ تمام جھوٹ ہے

۱؎ فتاوی الحرمین جواب سوال عاشر مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۱۹
۲؎ سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷
۳؎ القرآن الکریم ۲/۶۵
۴؎ درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

او قال تزویرست او قال من علم حیلہ را منکرم ھذا کلہ کفر[1] یا کہتا ہے میں علم حیلہ کا منکر ہوں، یہ تمام کفر ہے (ت)

(۴ و ۵) بلاشبہہ علمائے اہل سنت پر اعانت سنت وابانت بدعت تحریراً و تقریراً بقدر قدرت فرض اہم واعظم ہے اور ہر موذی کو مسجد سے نکالنا بشرط استطاعت واجب اگرچہ صرف زبان سے ایذا دیتا ہو خصوصاً وہ جس کی ایذا مسلمانوں میں بدمذہبی پھیلانا اور اضلال واغوا ہو، ان کی سند میں وہی احادیث و روایات کہ سائل فاضل نے ذکر کیں کافی ہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۳ تا ۲۱۷: از اسٹیشن بھوجی پورہ آر۔کے۔آر۔ مسئولہ محمد صدیق دکاندار سگریٹ و بساط خانہ ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ ایک شخص امامت کرتا ہے اور پڑھا لکھا بھی ہے، لڑکوں کو پڑھاتا بھی ہے کچھ مسئلہ مسائل بھی جانتا ہے، اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت کہتا ہے بریلی میں جو جلسہ ۱۷/ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو خلافت اسلامیہ کے نام سے ہوا جس میں شوکت و محمد علی و مولانا ابوالکلام آزاد و مسٹر گاندھی وغیرہ نے تقریریں کیں اس جلسہ میں وہ شریک ہوا اس جلسہ کی وہ بہت تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ،

(۱) اس جلسہ میں بہت اچھا بیان ہوا اس جلسہ میں علماء تھے اس میں مکہ شریف مدینہ شریف اور عرب شریف سے ترکوں کی خلافت چلے جانے اور چھن جانے کے حالات بیان ہوئے اور یہ بھی بیان ہوا کہ ہندوؤں کی دوستی کرنا قرآن پاک سے ثابت ہے اور ان کے بیانات کا جلسہ کے لوگوں پر بہت اثر ہوا اکثر روتے تھے ساری خلقت ہزاروں آدمیوں کا مجمع تھا، ہندو بھی شریک تھے اور مسلمانوں کا ساتھ دے رہے تھے، سب ایک کے ساتھ کارروائی ہو رہی تھی اور یہ بھی کہتا تھا کہ

(۲) انگریزوں سے دوستی اور ان کی نوکری اور ان کے اسکولوں میں پڑھنے کی اور اسلامی مدرسے کھولنے کی منادی ہوگئی، یہ بھی کہتا ہے کہ

(۳) بریلی کے اعلٰحضرت نے فتوٰی دیا ہے کہ ترکوں کی خلافت صحیح نہیں ہے، اور یہ بھی کہتا ہے کہ اعلٰحضرت نے فتوٰی دیا ہے کہ

(۴) جو کوئی جلوس و جلسہ خلافت میں جائے گا اس کی بیوی نکاح سے باہر ہو جائے گی وہ کافر ہو جائے گا، جب دیوبند کی بابت سوال کیا گیا تو کہتا ہے کہ

(۵) میں نہ اس کا مرید ہوں اور نہ بُرا کہتا ہوں دیوبند کے مدرسہ کی تعریف کرتا ہے، بہشتی زیور

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب المرتد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۰

وغیرہ کتابیں اس کے پاس موجود ہیں تو اب علماء سے سوال یہ ہے کہ شخص جو کہ خلافت ترک کو صحیح مانتا ہے اور شریف صاحب کو بوجہ ترکوں سے جُدا ہونے کے بُرا سمجھتا ہے اور جس کی باتیں اور خیالات اوپر بیان ہوئے کیسا ہے، اس جلسہ مذکورہ بالا میں شریک ہونا کیسا ہے اور اس شخص کے کون کون سے خیالات وعقیدے بُرے ہیں، خدا و خدا کے رسول کے نزدیک ایسے خیالات رکھنے والے کا کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں تاکہ جو خیالات اس کے بُرے ہوں ان سے اہل سنّت وجماعت بچنے کی کوشش کریں، جواب مہری و دستخطی ہونا چاہیے۔

الجواب

جو شخص پڑھا لکھا ہو کر مدرسہ دیوبند کی تعریف کرے اور دیوبندیوں کی نسبت کہے کہ میں ان کو بُرا نہیں کہتا، اسی قدر اس کے مسلمان نہ ہونے کو بس ہے۔ علمائے کرام حرمین طیبین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ یہ لوگ کفار مرتد ہیں، اور فرمایا، من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر[1] جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وُہ بھی کافر۔ تعظیم مشرک کے جلسہ میں شریک ہونا ضرور حرام ہے۔ اس کی یہاں سے ممانعت پیش کی گئی اور یہ افترا ہے کہ مطلقاً شریک ہونے والے کا نکاح باطل بتایا گیا مگر اس افترا کا عجب کیا ہے جبکہ وُہ خود اس مفتری جلسہ کو پسند کرتا ہے اور اس کے افترا کا خود ناقل ہے کہ "ہندوؤں کی دوستی کرنا قرآن سے ثابت ہے" حالانکہ قرآن عظیم جابجا اس کے خلاف پر ناطق ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور اسے امامت سے علیحدہ کرنا فرض ہے، واللہ تعالٰی اعلم

جواب مسئلہ مسئولہ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج

۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

(۱) معاملہ (۲) مدارات (۳) بر و اقساط (۴) معاشرت (۵) مداہنت (۶) رکون (۷) وداد (۸) اتحاد (۹) انقیاد (۱۰) تبتل

ان مدارج عشرہ میں ہر دوسرا پہلے سے زائد ہے اور ہر پہلے میں دوسرے کی شرط کا انتفا ملحوظ ہے، پہلا بشرط لاشئی کے مرتبہ میں اور دوسرا بشرط شیئ کے مرتبہ میں۔

موالات کی دو قسمیں ہیں، حقیقی وصوری۔ حقیقی کی پانچ قسمیں رکون سے آخر تک، یہ مطلقاً ہمیشہ حرام ہیں ہر کافر سے، اور ہمیشہ حرام رہیں گی۔ اور صوری کی چار قسمیں مدارات سے مداہنت تک،

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

ان میں برو اقساط معاہدین سے جائز، حربی غیر معاہد سے حرام، یا بعض کے نزدیک ایک وقت میں حربی غیر محاربین سے حلال رکھا گیا تھا پھر حرام فرمادیا اور اب ابداً حرام ہے۔ اور چوتھی قسم مداہنت کسی وقت بھی حلال نہ تھی، غایۃ ضعف اضمحلال کے وقت ارشاد ہوا تھا: ودوالوتدھن فیدھنون[1] (وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑجائیں۔ت) مگر حالتِ اکراہ میں اس کی رخصت ہوگی الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[2] (سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ت) اور معاشرت بضرورت و مجبوری جائز ورنہ حرام، اور جواز مدارات کے لئے ضرورت مجبوری درکار نہیں مصلحت ہی کافی ہے، یہ اقسامِ موالات میں ان سب سے خارج معاملہ ہے کہ ہر کافر سے ہر وقت جائز ہے مگر مرتدین سے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱

وہ اب یہ بیان کرتے ہیں کہ میں کوئٹہ میں مولانا کا فتوٰی دیکھ آیا اس کی رُو سے مجھ پر ان اقوال کی وجہ سے معاذ اللہ کفر عائد نہیں ہوتا وہ کہتے ہیں میں نے یہ اقوال صرف آریہ کا بھید لینے کو کہے تھے الحرب خدعۃ[3] (جنگ دھوکا ہے۔ت) اور یہ ایک ایسے مضمون کے ساتھ ملحق تھے جس میں آریوں اور ان کے مذہب پر حملہ تھا جس کی وجہ سے معلوم ہوسکتا تھا کہ یہ میں نے رضامندی سے نہیں کہے، ان وجہوں کی بناپر، آیا ان سے کفر ثابت ہوگا یا نہیں؟ اور بہر تقدیر نکاح کے بارہ میں کیا حکم ہے اگر تجدید نہ کی جائے تو بھی نکاح سابق کسی صورت میں بحال ہے یا نہیں؟ میں امید کرتا ہوں کہ ان مسائل کے جواب اور اس فتوٰی کی نقل سے جو کوئٹہ روانہ کیا جناب مجھ کو مطلع کریں گے، زیادہ ادب، محمد میاں قادری برکاتی عفی عنہ از لکھنؤ

(نوٹ، سوال کا ابتدائی حصہ دستیاب نہ ہوا)

الجواب

حضرت گرامی دامت برکاتہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیر ادھر مبتلائے حوادث رہا، شب بستم ذی الحجہ لیلۃ الثلثاء بعد مغرب میرے حقیقی بھانجے مولوی حافظ واجد علی خاں مرحوم نے دو مہینے کی علالت میں انتقال کیا، ان کے تیسرے دن بست و دوم ذی الحجہ یوم الخمیس وقت ظہر میرے حقیقی بھتیجے نوجوان صالح مولوی فاروق رضا خاں مرحوم نے سترہ برس کی عمر میں بعارضہ وبائی صرف دو روز علیل رہ کر مفارقت

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۹
[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶
[3] صحیح بخاری باب الحرب خدعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۲۵

کی، اب شب بست و پنجم محرم الحرام لیلۃ الثلثاء بعد مغرب میرے احب احباب و اعز اصحاب جوان صالح صاحب ورع متقی، محب سنت و اہلِ سنت، عدو بدعت و اہلِ بدعت سنی مستقل قائم مصداق لایخافون لومۃ لائم[1] (وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ ت) دلاور حسین مرحوم مغفور ساکن جواہر پورے بعمر ۲۳ سال بعارضہ وبائی صرف دس پہر علیل رہ کر داغ فراق دیا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، للّٰہ ما اخذ وما اعطی وکل شیئ عندہ باجل مسمی اللھم اغفر لنا ولھم وارحمنا وارحمھم ولا تحرمنا اجورھم ولا تفتنا بعدھم وارحم المسلمین والمسلمات جمیعا یا ارحم الراحمین، اٰمین بجاہ من ارسلتہ رحمۃ وبعثتہ نعمۃ صل وسلم وبارک علیہ مع الاھل والصحب والامۃ عدد کل خلق و کلمۃ اٰمین، والحمد للّٰہ رب العالمین۔

ہم اللہ تعالٰی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (تین دفعہ) اللہ تعالٰی جو چاہے لے لے اور جو چاہے عطا فرمائے، ہر شَے کا اس کے ہاں وقت مقرر ہے۔ اے اللہ! ہمیں معاف فرما دے اور ان مرحومین کو، ہم پر رحم فرما اور ان پر بھی، ان کے اجر سے ہمیں محروم نہ فرما، ان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال اے ارحم الراحمین۔ تمام مسلمان عورتوں اور مردوں پر رحم فرما، اور اسے قبول فرما بوسیلہ اُس ذات کے جسے تُو نے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور ان کی بعثت کو عظیم نعمت بنایا، آپ کی ذات پر صلٰوۃ وسلام اور برکات کا نزول فرما، آپ کے اہل، صحابہ اور اُمت پر تمام مخلوق کی اور کلمہ آمین کی مقدار تمام حمد اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

فتوٰی کہ فقیر نے کونٹہ بھیجا تھا اس کی نقل حاضر ہے اس کے کون سے حرف میں ان کے لئے حکم کفر سے نجات ہے اس میں دو شقیں کیں: اول یہ کہ یہ کلمات دل سے کہے اس پر یہ لکھا کہ "جب تو اس کا کفر صریح ظاہر واضح ہے جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہیں ہوسکتا۔" اس کا مفہوم مخالف صرف اس قدر کہ اگر دل سے نہ کہے تو کفر ایسا واضح نہیں جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہ ہوسکے نہ یہ کہ دل سے نہ کہے تو کفر ہی نہیں کفر ضرور ہے اگرچہ اس درجہ شدت ظہور پر نہیں کہ کوئی جاہل بھی تامل نہ کرسکے بلکہ اس سے ظاہر یہ ہے کہ دل سے نہ کہے جب بھی اس کے کفر میں کوئی جاہل تامل کرسکے کسی اہلِ علم کو تامل نہیں ہوسکتا اور جاہلوں میں سب کو نہیں کسی کو، اور وہ بھی یقیناً نہیں امکاناً یعنی دل سے نہ کہے کی حالت میں احتمال ہے کہ شاید کوئی جاہل

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵۴

اس کے کفر میں تامل کرے اور دل سے کہے تو اتنا احتمال بھی نہیں۔

دُوسری شق یہ کہ آریہ کو دھوکا دینے کے لئے استعمال کئے' دل سے ان کلماتِ ملعونہ کو پسند نہیں کرتا یہی وُہ عذر ہے جو وہ اب بیان کرتے ہیں' ان کے بیان سے پہلے ہی فتوے میں اس کا رد موجود ہے کہ "دھوکے کا عذر محض جھُوٹ اور باطل ہے" جب اس کے ساتھ وُہ جملے ملحق تھے جن کے جواب سے آریہ عاجز ہیں تو وُہ ایسے پاگل نہیں کہ اپنی موت انھیں نہ سُوجھے اور کرے حملے کرنے والے کو سمجھ لیں کہ واقعی یہ دل سے وید کا عاشق اور ویدک دھرم کے لئے بے چین اور آریہ ہونے کو عزت وفخر وسرفرازی جاننے والا ہے' آخر نہ دیکھا کہ انھوں نے ایک نہ سُنی اور عاشق بے چین کو عزت وفخر وسرفرازی سے محروم رکھا اگر وہ ذرا بھی دھوکا کھاتے تو ایسے شخص کو جو عوام میں عالم مشہور اور دھڑے کا واعظ اور اتنے اُونچے عالی اعلیٰ خاندان سے' اور سَو روپے ماہوار کی جائداد بھی دکھائے، شہد پر مکھیوں کی طرح گرتے لپٹتے' پیان پُوجتے' ڈنڈوت کرتے' کندھوں پر چڑھا کر سرِ بازار باجا بجاتے گروکل لے جاتے اور اسی مضمون کا لکچر دلواتے مگر انھوں نے مُنہ بھی نہ لگایا' ایمان بھی گیا اور دھوکا بھی نہ ہوا حقیقۃً ابلیس لعین نے اسے دھوکا دے کر ایمان لے لیا کافر تو اس کے دھوکے میں نہ آئے مگر یہ اس کافر ملعونِ ابد کے دھوکے میں آگیا، اور بفرضِ غلط اگر اس میں آریہ کو دھوکا ہوتا بھی تو دھوکا دینا کیا ایسا ضرور ہے جس کے سبب کھلے کفر بکے،

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر[1]

اور فرمادو کہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے' تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ (ت)

کیا بلاضرورت باختیارِ خود کفر بکنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جب کہ دل سے نہ ہو' اس دل سے نہ ہونے کا عذر منافقین پیش کرچکے اور اس پر واحد قہار سے فتوائے کفر پاچکے'

ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ وایٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[2]

اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے مسلمان ہوکر۔

یہیں سے رضامندی نہ ہونے کا بھی جواب واضح ہوگیا کہ ہزل استہزاء میں بھی رضا بالحکم نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۱۸ /۲۹

[2] ۹ /۶۵ و ۶۶

ہوتی ورنہ جد ہو نہ ہزل۔ ردالمحتار میں ہازل کی نسبت ہے:

انہ تکلم بالسبب قصدا فیلزمہ حکمہ وان لم یرض بہ[1] اس نے قصداً سبب کا تکلم کیا لہذا اس پر حکم لازم ہوگا اگرچہ وہ اس سے راضی نہ تھا۔ (ت)

اور بفرضِ غلط اگر دھوکا دینا ضرور بھی ہو تو ہر ضرورت کفر سے نہیں بچاتی، یُوں تو جو ننگے بھوکے پیٹ کی خاطر عیسائی ہوجاتے ہیں انھیں بھی کہئے کافر نہ ہوئے کہ بضرورت کفر اختیار کیا، یہاں وُہ ضرورت معتبر ہے کہ حدِاکراہ شرعی تک پہنچی اور یہ بداہۃً ظاہر کہ دھوکا دینا ضروری بھی ہو تاہم تو حدِ اکراہ تک کسی طرح نہیں پہنچ سکتا، کیا قائل اگر یہ دھوکا نہ دیتا تو کوئی اسے قتل کردیتا یا ہاتھ یاؤں کاٹ دیتا یا آنکھیں پھوڑ دیتا، کچھ بھی نہ ہوتا اس کے ایک رونگٹے کو بھی ضرر نہ پہنچتا، تو یقیناً اس نے بلااکراہ وہ کلماتِ کفر بکے اور واحد قہار عزجلالہ نے کلمۂ کفر بکنے میں کافر ہونے سے صرف مبتلائے اکراہ کا استثناء فرمایا ہے کہ ارشاد فرماتا ہے:

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[2] سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہُوا ہو (ت)

یہاں اکراہ درکنار ایک رونگٹے کو بھی کچھ نقصان نہ پہنچتا تھا ایک دھیلا بھی گرہ سے نہ جاتا تھا اور بکے وہ کلمات کہ مجرد علامت کفر نہیں بلکہ حقیقۃً خود کفر خالص ہیں تو قطعاً دل کھول کر کفر بکا ہوا اور یقیناً بنص قطعی قرآن کفر ہے، لہذا جو بلااکراہ کلمۂ کفر بکے بلافرقِ نیت مطلقاً قطعاً یقیناً اجماعاً کافر ہے عورت اس کی نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے جب تک از سرِ نَو اسلام نہ لائے اور اپنے ان کلماتِ ملعونہ سے برأت و توبہ صادقہ نہ کرے ہرگز اس سے نکاح نہیں ہوسکتا اور اگر اسلام لے آئے توبہ کرلے اور پھر نکاح سابق کی بنا پر عورت کو زوجہ بنائے تو قطعاً زنائے خالص ہے۔ فتاوٰی امام قاضی خاں و فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

رجل کفر بلسانہ طائعا وقلبہ مطمئن بالایمان یکون کافرا ولایکون عند اللہ تعالٰی مومنا[3] ایک شخص نے زبان سے حالتِ خوشی میں کفر کا اظہار کیا حالانکہ اس کا دل ایمان پر تھا تو وہ کافر ہے اور وہ اللہ تعالٰی کے ہاں مومن نہیں ہے (ت)

حاوی میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۲۵

[2] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۶

[3] فتاوٰی ہندیۃ باب المرتد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۸۳

من کفر باللسان وقلبه مطمئن بالایمان فھو کافر ولیس بمومن عند اللہ تعالٰی۔[1]

جس نے زبان سے کفر کیا حالانکہ دل ایمان پر تھا تو وہ کافر ہے اور وہ اللہ تعالٰی کے ہاں بھی مومن نہیں۔ (ت)

جواہر الاخلاطی اور مجمع الانہر میں ہے:

من کفر بلسانہ طائعا وقلبہ مطمئن بالایمان کان کافرا عندنا وعند اللہ تعالٰی۔[2]

جس نے زبان سے حالتِ خوشی میں کفر کا اظہار کیا حالانکہ اس کا دل ایمان پر تھا تو وہ کافر ہے اور اللہ تعالٰی کے ہاں بھی مومن نہیں (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

اللسان ترجمان الجنان فیکون دلیل التصدیق وجودا وعدما فاذا بدلہ بغیرہ فی وقت یکون متمکنا من اظہارہ کان کافرا واما اذا زال تمکنہ من الاظہار بالاکراہ لم یصر کافرا۔[3]

زبان دل کی ترجمان ہے تو یہ دل کی تصدیق یا عدمِ تصدیق پر دلیل ہوگی تو جیسے وہ اظہارِ ایمان پر قدرت کے باوجود عدمِ تصدیق کا اظہار کرتا ہے تو وہ کافر ہوگا البتہ جب کسی جبر کی وجہ سے قدرتِ اظہار پر نہ ہو تو اب کافر نہ ہوگا۔ (ت)

طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ میں ہے:

حکمہ ای التکلم بکلمۃ الکفران کان طوعا ای لم یکرھہ احد من غیر سبق لسان الیہ احباط العمل وانفساخ النکاح۔[4]

اگر کلمہ کفر کا تکلم خوشی سے ہے، یعنی کسی جبر کا اکراہ جبر نہیں جبکہ سبقتِ لسانی نہ ہو، تو اس کا حکم یہ ہے کہ عمل ضائع اور نکاح ختم ہوجائے گا۔ (ت)

یہ شرح ہے میرے ان الفاظ کی، کہئے اس میں کون سی ان کے لئے مفر ہے، ہاں اللہ مجھے معاف کرے اتنا قصور ضرور ہوا کہ لہجہ نرم تھا جس کے سبب گنجائش کا وہم گزرا وہ بے عقل یہاں سے سبق لیں جو سختی سختی پکارتے ہیں، زمانہ کی حالت یہ ہے کہ ذرا نرم لفظوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، ایک بات اور بھی قابلِ گزارش ہے کہ حدیث

---

[1] حاوی

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۸۸

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب الایمان ھو الاقرار والتصدیق مصطفی البابی مصر ص ۸۶

[4] الحدیقۃ الندیۃ باب کلمۃ الکفر مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور ۲/۹۸-۱۹۷

ہیں ارشاد فرمایا :

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ[1]

اگر کوئی برائی کر بیٹھو تو اس سے توبہ کرو، مخفی گناہ پر مخفی اور اعلانیہ گناہ پر اعلانیہ توبہ کرو (امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اسے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

بسندِ حسن علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ کا حکم ہے اور اُنھوں نے اس کا یہاں تک اعلان کیا کہ اخبار میں شائع کرایا، اللہ تعالٰی ہدایت دے۔ والسلام

مسئلہ ۲۱۹ مرسلہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب از مارہرہ شریف بروز یک شنبہ ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

مولانا المعظم والمکرم دام مجدہم۔ پس از آداب سلام نیاز معروض ایک عورت کے منہ سے یہ کلام نکلا کہ "اللہ میاں کو خبر نہیں فرشتہ آکے روح نکالنے کو" وہ کہتی ہے میں نے اس سے مراد یہ لیا تھا کہ اللہ میاں نے حکم اور کی قبضِ رُوح کا دیا تھا یہ اور کی روح قبض کرنے کو غلطی سے آگئے، یہ مراد نہیں لیا تھا کہ معاذ اللہ اللہ میاں جاہل ہیں۔ اس کی نسبت شرعی حکم کیا ہے؟ آیا یہ کلمہ اس مراد پر کیسا ہے؟ بہر حال جو حکم ہو اس سے فوراً مطلع فرمایا جاؤں، جلد ضرورت ہے اس وجہ سے جوابی کارڈ روانہ ہے۔ والسلام

الجواب

حضرت گرامی دامت برکاتہم بعد ادائے تسلیم معروض، یہ لفظ بہر حال کلمۂ کفر ہے بلکہ صریح کفر ہے، اس کے صاف معنی نفیِ علم ہیں اور اس کا کفر خالص ہونا ظاہر، اور تاویل کہ اس نے بیان کی وہ ان لفظوں سے علاقہ نہیں رکھتی وہ بھی یونہی بنے گی کہ جس کی رُوح قبض کرنے آئے اس کا علم تو تھا یہ اپنی غلطی سے دوسرے کے پاس گئے جس کی اسے خبر نہیں، تو اب دوہرا کفر ہوگیا، ایک نفیِ علمِ مولٰی عزوجل، دوسرا ملائکہ کی طرف براہِ غلط خلافِ حکم کرنے کی نسبت، اور اگر بالفرض اس سے قطع نظر بھی ہو تو اس دوم کا تو وہ خود اپنی تاویل میں اقرار کرتی ہے، یہ کیا کفر نہیں،

قال اللہ تعالٰی ویفعلون ما یؤمرون[2] اللہ تعالٰی نے فرمایا اور وُہ وہی کرتے ہیں جو انھیں

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۳۱ مکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۰/ ۱۵۹
کنز العمال حدیث ۱۵۱۸۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۲۰۹

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۵۰

وقال تعالیٰ لایسبقونه بالقول وھم بامرہٖ یعملون[1]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہوتے ہیں۔ (ت)

اس پر فرض ہے کہ تائب ہو کر اسلام لائے، اگر شوہر رکھتی ہے تجدیدِ نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۰: ۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں، زاہد کی لڑکی نے زاہد کے پاس چند روپیہ امانۃً رکھا، چند روز کے بعد وقتِ ضرورت طلب کیا، زاہد نے انکار کیا "تم کو روپیہ نہیں دوں گا" بیچاری مجبور ہو کر مولوی صاحب کے پاس سفارش کو گئی، مولوی صاحب سے سفارش کیا، مولوی صاحب نے آکر زاہد کو فرمایا لڑکی کا روپیہ ادا کر دو۔ زاہد نے کہا آپ کی بات نہیں سنوں گا خدا کہے جب بھی نہیں سنوں گا۔ اس شخص پر کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زاہد نئے سرے سے اسلام لائے توبہ کرے کلمۂ طیبہ پڑھے، بعد تجدیدِ اسلام تجدیدِ نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۱: از بنارس چھاؤنی محلہ ڈیٹھوری محال تھانہ سکرور مولوی عبدالوہاب بروز چہارشنبہ ۲۱ صفر ۱۳۳۴ھ

یہ کہ یزید کی نسبت لفظ یزید پلید کا لکھنا یا کہنا از روئے شریف جائز ہے یا نہیں؟ یزید کی نسبت لفظ رحمۃ اللہ علیہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

یزید بیشک پلید تھا، اسے پلید کہنا اور لکھنا جائز ہے، اور اسے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہ کہے گا مگر ناصبی کہ اہلِ بیتِ رسالت کا دشمن ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

مسئلہ ۲۲۲: از برٹش گائنا ڈمرارا پترس ہال وبخ الیسٹ بنک مسئولہ عبدالغفور ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اور جس نے کہا کہ تم لوگ سب یزید ہو اور وہ لوگ مسلمان ہیں تو اس کلمہ پر کیا

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۷

حکم ہے؟ فقط۔

الجواب

اگر بلاوجہ شرعی کہا سخت گنہگار ہوا،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اذی اللہ۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ مسئولہ نبین خاں ملازم اعلٰحضرت قبلہ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص امور شرعی کی بابت یہ الفاظ کہے کہ شرع کیا چیز ہے، آج کل شرع پر کون عمل کرتا ہے، یہ شرع بھی ایک بحث نکال رکھی ہے وہ شخص عند الشرع کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس نے واقعی طور پر یہ لفظ کہے تو کافر ہوگیا اور اگر لوگوں پر طعن کے طور کہا یعنی آج کل لوگوں نے شرع کو ایسا سمجھ رکھا ہے تو سخت گنہگار ہوا کہ عام کہا اور لفظ بھی معنی کفر کو موہم ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴ از کراچی بندر گاڑی کھاتہ آرام باغ حجرہ اسلامیہ مولوی احمد صدیق نقشبندی ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

زید نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کے شروع میں عربی عبارت میں اس طرح لکھا ہے: بسم اللہ الرحمن الرحیم الٰھنا محمد وھو معبود جل شانہ وعز برھانہ ورسولنا محمد وھو محمود صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان الفاظ کی کوئی تاویل ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ایسے لکھنے والے پر شرعًا کیا حکم ہے اور اس سے میل جول رکھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور ایسے اعتقاد والے سے نکاح وغیرہ پڑھوانا شرعًا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ جواب مع عبارات تحریر فرمائیں۔

الجواب

ہمارے ائمہ نے حکم دیا ہے کہ اگر کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا تو

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۳۷۳

واجب ہے کہ احتمالِ اسلام پر کلام محمول کیا جائے جب تک اس کا خلاف ثابت نہ ہو، پہلے جملہ میں محمّد بفتح میم کیوں پڑھا جائے مُحَمَّد بکسر میم کہا جائے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محمد ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بار بار بکثرت حمد وثنا کئے گئے اور ان کا رب عزوجل ان کا محمِّد ہے بار بار بکثرت ان کی مدح و تعریف فرمانے والا، اب یہ معنی صحیح ہو گئے اور لفظ بالکل کفر سے نکل گیا اور اگر بفتح میم ہی پڑھیں اور معنی لغوی مراد ہیں یعنی ہمارا رب بکثرت حمد کیا گیا ہے جب بھی عند اللہ کفر نہ ہوگا مگر اب صرف نیت کا فرق ہوگا بہر حال ناجائز ہونے میں شبہہ نہیں۔ رد المحتار میں ہے:

مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع [1] محض معنی محال کا وہم بھی منع کے لئے کافی ہوتا ہے۔ (ت)

مصنف کو توبہ چاہئے اور اسے متنبہ کیا جائے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں مگر یہ کہ کوئی حالت خاصہ داعی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵: مسئولہ معین الدین احمد میمن سنگھی بنگال پوسٹ نیکلا ساکن جیگانلہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے غضبناک ہو کر علماء کی توہین اور حقارت کرے اور کہے کہ عالم لوگوں نے دیس خراب کر دیا ہے حالانکہ اس جلسہ وگفتگو میں بہت سارے عوام الناس اور ایک مولوی صاحب بھی موجود تھے تو مولوی صاحب نے شخص مذکور سے دریافت کیا کہ تم نے خرابی کی نسبت تمام علماء کی طرف کی ہے یہ تم ایمان کے ساتھ کہتے ہو تو شخص مذکور نے جواب دیا کہ عالم لوگوں نے دیس خراب کر دیا، پھر مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ یہ بات تم ایمان کے ساتھ کہتے ہو، تو اس شخص مسطور نے جواب دیا کہ میں ایمان کے ساتھ کہتا ہوں اور یہی شخص کہتا ہے کہ اس عالم نے مسئلہ ہذا کو جاری کیا اس لئے کچھ نہیں کہا یہ عالم میری خواہر کا خاوند ہے اگر دوسرا کوئی عالم مسئلہ جاری کرتا تو سلامت جانے نہ دیتا اور کوئی ایسا ہی لفظ تشنیع کا کہے تو ایسی باتوں سے نکاح جاتا رہتا ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبرہ کے تحریر فرما دیں عند اللہ ماجور ہوں گے۔

الجواب

علمائے دین کی توہین کفر ہے، مجمع الانہر میں ہے:

من قال لعالم عویلم علی وجه جس نے بے ادبی کرتے ہوئے عالم کو عویلم کہا

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

الاستخفاف فقد کفر۔[1] اس نے کُفر کیا۔ (ت)

اس شخص پر تجدیدِ اسلام لازم ہے اور اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید کرے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶ تا ۲۲۹ از لکھنؤ احاطہ فقیر محمد خاں متصل دُکان ظہور بخش ہیزم فروش مسئولہ حضرت محمد میاں صاحب ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

(۱) ایک مسلم جو نماز خلافِ معمول بہت جلدی سے پڑھ لیتا تھا اس کو زجراً ایک اور مسلم نے کہا کیا تُو نے نماز کو کوئی کھیل سمجھ رکھا ہے، اس پر ایک دوسرے نے کہا اور کیا، بظاہر اس نے بھی زجراً کہا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) بعض لوگ لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم پُورا نہیں پڑھتے بلکہ عندالحاجت جب پڑھتے ہیں صرف لاحول یا لاحول ولاقوۃ الاباللہ پر بے وجہ اقتصار کرتے ہیں اگرچہ سخت قبیح وشنیع ہے مگر اس میں کفر تو کسی طرح کا بھی نہیں یا کیا اس پُورے جُملہ کا علم صرف جزءِ مدخولِ نفی معتبر کرنا کہنا کیسا ہے؟

(۳) نصارٰی وغیرہ کی کچہریوں اور ان حکام آج کل کے زمانہ والوں کو عدالت یا عادل کہنا اگرچہ سخت ہے اور فقہائے حکم کفر تک فرمایا اس سے احتراز ضرور ہے مگر بات دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ حکم کفر مسئلہ متفق بہا ہے کہ ایسا استعمال کرنے والے کافر ہو جائیں اور اگر ہے تو کیا قطعی کفر ان پر عائد ہے اور قطعی بھی ایسا کہ جو دوسرا کافر نہ سمجھے اس کے بھی ایمان میں خلل آئے۔

(۴) کاتب جو اُجرت پر کتابت کرے اور اس کتابت میں امر مخالفِ دین ہو اور اُجرت پر چھاپنے شائع کرنے والے اسے شائع کریں یا کوئی شخص بے اُجرت محض مروّت سے ایسا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یا کوئی شخص صفائی خط کے لئے کوئی قطعہ وغیرہ لکھے اور اس میں ایسے کلمات بھی نقل کر جائے یا ان سب صورتوں میں زبان سے پڑھے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) "اور کیا" کہنے والے پر الزام نہیں جب کہ اسے بھی اس سارقِ نماز پر زجر مقصود ہو۔

(۲) عندالحاجہ صرف لاحول ولاقوۃ یا لاحول پر اقتصار قبیح ہے کفر سے کوئی علاقہ نہیں کہ

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر الفصل الرابع فی الاستخفاف بالعلم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

اپنے حول وقوت کی نفی کیلئے ہے علٰی ہذا صرف لاحول کہنا حرج نہیں رکھتا۔

(۳) عدالت بطور علم رائج ہے معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے لہذا تکفیر ناممکن، البتہ عادل کہنا ضرور کلمۂ کفر ہے مگر یہ محض بروجہ خوشامد ہوتا ہے لہذا تجدیدِ اسلام و نکاح کافی، ہاں خلاف ما انزل کو اعتقاداً عدل جانے تو قطعاً وہی کفر ہے کہ من شك فی كفره فقد كفر[1] (جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔ ت)۔

(۴) القلم احد اللسانین (قلم بھی ایک زبان ہے۔ ت) جو زبان سے کہے پر احکام ہیں وہی قلم پر، اور ایسی اجرت حرام، اس کی اشاعت حرام، اور ایسی مروّت فی النار، ہاں جب اعتقاداً نہ ہو تو کفر نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۰: مسئولہ مرزا محمد عثمان بیگ از موضع شہباز پور ڈاکخانہ محمود پور ضلع بریلی ۴ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان شخص نے اپنی زبان سے قصداً کہا کہ میں خدا اور رسول کو نہیں جانتا ہوں کہ کون ہیں اور نہ مسجد کو جانتا ہوں کہ کیا چیز ہے، اور وہ شخص عمر کا بھی بالغ ہے، پس اس شخص کو کیا کہنا چاہئے؟ اور اس کا نکاح قائم رہا یا نہیں؟ اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل نے پوری بات نہ لکھی کہ کیا گفتگو تھی جس پر اس نے یہ کہا، اگر یہ کلمات بطور تحقیر کہے ہیں تو یقیناً کافر و مرتد ہے، عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام، اور اگر اپنی حالت پر افسوس اور اپنے جہل کے بیان کے لئے کہا کہ میں ایسا جاہل ہوں کہ نہ خدا کی پہچان نہ رسول کی معرفت نہ مسجد ہی کی کوئی قدر شناسی مجھے ہوتی ہے، تو اس پر الزام نہیں سوا اس کے کہ طرز ادا اچھی نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱: رحمت علی خادم درگاہ شاہ دانہ بتوسط مولوی نظام الدین یکے از طلباء مدرسہ اہلسنت بریلی محلہ سوداگران ۸ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بہت سے اشخاص نعت شریف پڑھتے ہوئے شاہ دانہ علیہ الرحمۃ کے مزار کی طرف آتے تھے اور ان کے ہمراہ چادر تھی کہ چند اشخاص نے

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

بیٹی چودوں نے چوپٹی سی مقرر کرلی ہے جو لئے پھرتے ہیں پس جن اشخاص نے یہ کلمہ کہا ہے ان پر شرع شریف میں کیا حکم ہے اور ان کو توبہ کرنا کس طرح پر چاہئے، فقط۔

الجواب

جس جس نے یہ ناپاک کلمہ کہا سب سخت گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ان سب پر فرض ہے کہ علانیہ توبہ کریں جس طرح علانیہ یہ کہا ہے اور مسلمانوں سے معافی مانگیں ورنہ حق العبد میں گرفتار رہیں گے، شریعتِ مطہرہ میں سلطنتِ اسلام کے یہاں ایسے کہنے والوں پر اسّی کوڑوں کی سزا کا حکم ہے، پھر ہمیشہ کو ان کی گواہی مردود۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۲ از نظام علی خاں ولد امام علی خاں پرگنہ سیوان ضلع بدایوں بھوانی پور کھیرو۔ ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

اس معمہ میں مسلمان ایک دوسرے کو کافر کہے تو شریعت اس کو کیا کہتی ہے؟

الجواب

سوال صاف کرنا چاہئے معمہ میں کہنے کے کیا معنی، بات پوری لکھی جائے تو جواب دیا جائے، کیا کہا اور کسے کہا اور کس بنا پر کہا، فقط۔

مسئلہ ۲۳۳ مرسلہ میر سید امجد علی سنی حنفی ساکن علاقہ گورکھالی وارد حال ضلع بہرائچ محلہ بڑی ہاٹ مکان مولوی ابو محمد صاحب ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ ایک مسلمان سُنّی حنفی مسمّی گلزار خاں نے ایک عورت قوم مہتر سے تعلق ناجائز پیدا کرلیا عرصہ تک اس عورت کے مکان پر رہ کر اکل و شرب اس کے ساتھ کرتا رہا، کچھ عرصہ بعد بوجہ تائید غیبی یا شرم دنیاوی عورت سے اس نے قطع تعلق کرکے اپنے افعال سابقہ سے ایک مجمع عام میں تائب ہوگیا، تائب ہونے کے بعد مسلمانانِ قرب و جوار نے مسمّی گلزار کے ساتھ برابر بلا اکراہ مواکلت و مشاربت جاری کردی، متعدد لوگ ایسے ہیں جو گلزار اور اس کے ساتھ شریک مسلمانوں کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور جہلا کو اپنا ہم خیال کرتے اور بیان کرتے کہ گلزار خاں کسی طرح مسلمان نہیں رہ سکتا اور توبہ کوئی چیز نہیں۔

الجواب

یہ متعدد لوگ محض خطا و ظلم پر ہیں، مسلمان بھائی کی توبہ قبول کرنی واجب ہے۔ اللہ عزوجل خود اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، قرآن عظیم میں ہے:

هو الذی یقبل التوبة عن عبادہ و | اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں

39 ویعفو عن السیّئٰت[1] | سے درگزر فرماتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

الم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہٖ[2]	کیا انھیں خبر نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتاہ اخوہ متنصلا فلیقبل ذٰلک منہ محقا کان او مبطلا فان لم یفعل لم یرد علی الحوض[3] رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت کرتا ہوا آئے اس پر لازم ہے کہ اس کا عذر قبول کرے چاہے وہ حق پر ہو یا ناحق پر اگر عذر قبول نہ کرے گا تو روزِ قیامت حوضِ کوثر پر میرے حضور حاضر ہونا نصیب نہ ہوگا۔ (اسے حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ان لوگوں کا کہنا کہ توبہ کوئی چیز نہیں اگر اس سے خاص گلزار کی یہ توبہ مقصود ہے یعنی اس نے دل سے توبہ نہیں کی تو مسلمان پر بدگمانی ہے اور وہ سخت حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[4]	اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[5] رواہ الائمۃ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔ (اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۵
[2] ؍؍ ۹/ ۱۰۴
[3] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۵۴
[4] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲
[5] صحیح البخاری کتاب الادب باب قولہ تعالٰی یایھا الذین آمنوا اجتنبوا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۶

39 اور اگر یہ مراد ہو کہ سرے سے توبہ ہی کوئی چیز نہیں تو معاذ اللہ صریح کفر ہے نیز گلزار اور اس کے شریک
39 مسلمانوں کو اسلام سے خارج سمجھنا کافرانہ خیال ہے اور یہ کہنا کہ گلزار خاں کسی طرح مسلمان نہیں ہوسکتا اللہ عزوجل و شرع مطہر پر افترا ہے ان لوگوں پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور گلزار خاں اور اس کے ساتھی مسلمانوں سے معافی چاہیں پھر ان کو چاہئے کہ تجدیدِ اسلام کے بعد اپنی عورتوں سے تجدیدِ نکاح کریں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۴ تا ۲۳۸: محمد قاسم کھوکھر مدرس مدرسہ دھاموں کی، محمد اقبال مدرس مدرسہ تریاڑہ و نور محمد امام مسجد دروبکی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس طائفہ کے حق میں جن کے اعتقادات، اقوال، افعال حسب ذیل ہوں:

۱۔ مصلّی کو نماز اور صائم کو روزہ رکھنے سے منع کریں بلکہ رمضان المبارک میں علانیہ بھنگ و چرس کا استعمال کریں اور بطور مسخری قبل از وقتِ افطار ندا کریں کہ صائمین افطار کرلیں۔

۲۔ مشرکین کی طرح مرد عورتوں کی سی صورت اور وضع بنائیں۔

۳۔ اٹھتے بیٹھتے اپنے مرشدوں کو باسمائے امام مہدی، رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اللہ تعالٰی موسوم کریں۔

۴۔ علمائے دین کی توہین بایں کلمات کریں کہ ہم ان کی مقعد مارتے ہیں، نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام اصحاب بلکہ خود پیغمبر خاتم نبوت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر فضیلت دیں۔

۵۔ جو پیغمبر و اولیاء وصال پاچکے ہوں ان کی روحانی زندگی سے انکار کریں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ جب تک خدا و رسول کو اپنی فانی آنکھوں سے نہ دیکھیں گے ان کی ہستی کے ہرگز قائل نہ ہوں گے، ایسوں سے اہلِ اسلام کو کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟

الجواب

جتنی باتیں سوال میں ان لوگوں کی ذکر کیں وہ ان کے فسق و فجور و شیطنت و استحقاقِ جہنم کے لئے تو بہت کافی ہیں مگر ان میں چار باتیں صریح کفر و ارتداد ہیں، اول اپنے پیروں کو خدا و رسول کہنا، دوسرے شریعتِ مطہرہ کی نسبت وہ ملعون کلمہ، تیسرے وہ یہودیوں کی بات لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ[1] اللہ و رسول کو جب تک آنکھ سے نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں گے، چوتھے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کو انبیائے کرام خصوصًا سید الانبیاء علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام سے افضل ماننا، مولا علی کو کسی ایک نبی سے افضل بتانا ہی کفر ہے کہ جائیکہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، شک نہیں کہ یہ لوگ کفار و مرتدین ہیں، مسلمانوں کو ان سے

[1] القرآن الکریم ۲/ ۵۵

میل جول حرام، سلام وکلام حرام، ان کی موت حیات میں شرکت حرام، بیمار پڑیں ان کی عیادت حرام، مرجائیں تو انھیں غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا حرام، مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام جب تک توبہ کرکے مسلمان نہ ہوں گے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۹: محمد عبدالحمید ساکن رونوشدہ مدی پارہ ضلع پترہ ڈاکخانہ سیف اللہ گندی ۱۹ رجب ۱۳۳۴ھ

(۱) بعضے ذاکرین اپنے مرشد کو خدا کہتے ہیں بایں نیت کہ مرشد اگر رہنمائی نہ کرے تو معرفتِ الٰہی کیسے حاصل ہوگی اور اکثر مرشد کے قدم پر سجدہ کرتے ہیں یہ فعل ان کے روا ہیں یا نہیں؟

(۲) بعضے نادان علماء کو حقارت کے ساتھ گالی دیا کرتے ہیں اور شریعت مطہرہ کی بھی اہانت کرتے ہیں تو اس پر شرعاً کیا حکم ہے؟ اور اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہہ کر گالی دیوے تو کیا حکم ہے؟

(۳) ایک شخص جو کسی قدر علم رکھتا ہے مسجد کے بارے میں لوگوں کو کہتا ہے کہ تم لوگ مسئلہ کو لے کر یہاں کیا جھگڑا فساد کرتے ہو مسجد ہی تو تمھارے لئے فساد گاہ ہے وہاں جاکر جو کرنا ہے کرو، اور وہ توبہ کے بارے میں کہتا ہے کہ فقط توبہ ہی سے گناہ معاف ہوجاتا ہے یہ ہرگز نہیں ہوتا، اور وہ شخص مسئلہ کا جواب بلاتحقیق دیا کرتا ہے، اور مکروہ کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ تو مکروہ ہی ہے حرام تو نہیں مکروہ سے کیا ہوگا اور کوئی چیز مکروہ تحریمی ہو تو کہتا ہے کہ لاؤ مکروہ تحریمی کھالوں گا۔ ایسے شخص پر شرعاً کیا حکم ہے؟

بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

(۱) مرشد کو خدا کہنے والا کافر ہے اور اگر مرشد اسے پسند کرے تو وہ بھی کافر، مرشد برحق کی قدمبوسی سنت ہے اور سجدہ ممنوع۔

(۲) شریعت کی توہین کرنے والا کافر ہے،

قال اللہ تعالٰی: قل اباللہ و اٰیٰتہ و رسولہ کنتم تستھزءون، لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو کہہ دے کیا تم اللہ سے اور اس کے کلام اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے مت بناؤ، تحقیق تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہوگئے۔ (ت)

یونہی عالمِ دین سُنّی صحیح العقیدہ داعی الی اللہ کی توہین کفر ہے، مجمع الانہر میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۶-۶۵

الاستخفاف بالعلماء و الاشراف کفر[1] — علماء اور سادات کی توہین کفر ہے۔

اسی میں ہے: من قال للعالم عُلَیْمٌ فقد کفر[2] جو کسی عالم کو حقارت سے "مولویا" کہے وہ کافر۔ مگر یہ اوپر بتا دیا گیا اور واجب اللحاظ ہے کہ عالم وہی ہے جو سُنی صحیح العقیدہ ہو، بد مذہبوں کے علماء، علمائے دین نہیں، یُوں تو ہندوؤں میں پنڈت اور نصارٰی میں پادری ہوتے ہیں اور ابلیس کتنا بڑا عالم تھا جسے معلم الملکوت کہا جاتا ہے قال اللہ تعالٰی اضله اللہ علی علم[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا۔ ت) ایسوں کی توہین کفر نہیں بلکہ تاحدِ مقدور فرض ہے، حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذره الناس[4] — کیا تم فاجر کے ذکر سے گھبراتے ہو جب لوگ آجانے ہوں فاجر کے فجور کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس سے محفوظ رہیں۔ (ت)

(۳) بے تحقیق مسئلہ کا جواب دینا حرام ہے، اور مکروہِ تحریمی مرتبۂ واجب میں ہے اس کا ہلکا جاننا گمراہی وضلالت ہے، اور مسائلِ شرعیہ و مسجد کی توہین مذکور کفر ہے، اور یہ بھی اس کا شریعت پر افترا ہے کہ توبہ سے گناہ معاف نہیں ہوتے۔ حدیث میں فرمایا:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له[5] — گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہوجاتا ہے گویا گناہ کیا ہی نہ تھا۔

حق سبحٰنہٗ فرماتا ہے:

ھو الذی یقبل التوبة عن عبادہ ویعفوا عن السیئات[6] واللہ اعلم — اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر کرتا ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — باب الفاظ الکفر — داراحیاء التراث العربی — ۱/ ۶۹۵

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳

[4] سنن الکبرٰی — کتاب الشہادات — دارصادر بیروت — ۱۰/ ۲۱۰

تاریخ بغداد — ترجمہ ۳۷۴۵، ۳۷۵۱ — دارالکتاب العربی بیروت — ۷/ ۲۶۲ و ۲۶۸

[5] سنن ابن ماجہ — کتاب الزہد — باب ذکر التوبہ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۳۲۳

[6] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۴

مسئلہ ۲۴۲ از پوپاری جنا زن مار قوار محمد حبیب اللہ ۲۰ رجب ۱۳۳۴ھ

دینِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دین نقلی ہے یا اصلی؟ اور اصلی ہے تو نقلی کہنے والے کو کیا سمجھنا چاہیے؟

الجواب

ان الدین عند اللہ الاسلام[1] (بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ ت) اللہ کے یہاں یہی دین دین ہے اس کے سوا کوئی دین مقبول نہیں۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین[2] اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔ (ت)

تو یہی دین اصلی ہے اور یہ نقلی بھی ہے بایں معنی کہ اس کے احکام شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں، فلاسفہ وغیرہم کی طرح عقلی ڈھکوسلے نہیں، اس معنی پر اگر نقلی کہا تو صحیح کہا، اور اگر نقلی بمقابلہ اصلی کہا یعنی معاذ اللہ واقعی دین نہیں بلکہ کسی کی نقل اتاری گئی تو ایسا کہنے والا کافر، یہ بات اس وقت کے باہم محاورات سے واضح ہوگی، اور اگر واضح نہ ہو تو معنی صحیح بنتے ہوئے خواہی نخواہی معنی باطل پر حمل نہ کریں گے اور تکفیر جائز نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۳ تا ۲۴۴ مسئولہ محمد احمد طالبعلم مدرسہ اہل سنت یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) رب العزت جل جلالہ وتعالٰی شانہ کی نسبت میاں اور صاحب کہنا یعنی اللہ میاں اور اللہ صاحب جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو جب تو لعدم المانع دلیل کی ضرورت نہیں، اور اگر ناجائز ہو تو دلیل درکار ہے، اس صورت میں جو اسے پسند کرے بلکہ فخر کرے کہ یہ الفاظ میرے مخصصات میں سے ہیں اس شخص کے واسطے شریعتِ مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

(۲) سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں صاحب یعنی محمد صاحب کہنا کیسا ہے؟

الجواب

حضرت رب العزت عز جلالہ پر لفظ صاحب کا اطلاق جائز، بلکہ حدیث میں وارد ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۹ [2] القرآن الکریم ۳/ ۸۵

اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی المال والاھل[1]۔

اے اللہ! تُو ہی سفر میں صاحب ہے، مال و اہل کا تُو ہی محافظ ہے۔ (ت)

اور میاں کا اطلاق نہ کیا جائے کہ وہ تین معنی رکھتا ہے ان میں دو رب العزت کے لئے محال ہیں، میاں آقا اور شوہر اور مرد و عورت میں زنا کا دلال۔ لہٰذا اطلاق ممنوع اور اس پر افتخار جہل۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اطلاقِ صاحب خود قرآن عظیم میں وارد،

والنجم اذا ھوٰی ما ضل صاحبکم و ما غوٰی[2]۔

اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اُترے، تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔ (ت)

مگر نامِ اقدس کے ساتھ اس طور پر لفظِ صاحب کا ملانا یہ آریوں اور پادریوں کا شعار ہے وہ اسے معروف تعظیم میں لاتے ہیں جو زید و عمر کے لئے رائج ہے کہ شیخ صاحب، مرزا صاحب، پادری صاحب، پنڈت صاحب، لہٰذا اس سے احتراز چاہئے، ہاں یُوں کہا جائے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے صاحب ہیں آقا ہیں مالک ہیں مولٰی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵: مستفسرہ حافظ بنو علی ضلع بھنڈارہ محلہ کھم تالاب ملک متوسط ناگپور ۴ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص درود شریف اس طور پر پڑھے صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ ونور عرشہ محمد وآلہٖ واصحابہ اجمعین، ایک صاحب اس میں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نور عرشہ پڑھنا حرام ہے، فقط۔

الجواب

جو اسے ناجائز بتاتا ہے شریعت پر افترا کرتا ہے،

قال اللہ تعالٰی ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب مایقول الرجل اذا سافر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۹-۵۰
سنن الکبرٰی کتاب الحج باب مایقول الرجل اذا رکب دار صادر بیروت ۵/ ۲۵۲

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۱-۲

[3] " ۱۶/ ۱۱۶

بلاشبہہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور عرش اللہ ہیں عرش انھیں کے نور سے بنا اور انھیں کے نور سے منور ہے[1]،

كما فی حديث رواه عبدالرزاق فی مصنفه عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم۔ والله تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ حدیث میں ہے اسے امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۶ مسئولہ حبیب اللہ بنگالی ۱۵ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بہاء اللہ ایک فرقہ نکلا کہ مجموعہ قرآن مجید کو منسوخ کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ جیسے توریت اور انجیل اور زبور منسوخ ہوگئی ویسا ہی قرآن شریف بھی منسوخ ہے، اگر منسوخ نہ ہوتا اس کا حکم بوافق قرآن شریف کے جاری کیوں نہیں کیا جاتا ہے جیسا کہ زنا کرتا ہے اور چوری کرتا ہے اور شراب پیتا ہے حد کیوں نہیں لگایا جاتا ہے، بہاء اللہ کے فرقہ سے ایک آدمی کا مظہر اللہ کرکے لقب ہے وہ کہتا ہے خداوند کریم نے لوح محفوظ سے میرے اوپر کتاب الاقدس نزول فرمایا ہے اس وقت اس کا حکم جاری ہے، اور احادیث کو خبری کا غدیتا نا ہے اور نہیں مانتا ہے اور ائمہ اربعہ کو جھوٹ کہتا ہے یہ فرقہ مومن ہے یا نہیں؟ اور:

يدبر الامر من السماء الى الارض ثم يعرج اليه فی يوم كان مقداره الف سنة مما تعدون[2]۔

کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک پھر اسی کی طرف رجوع کرے گا اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔ (ت)

آیۂ بالا کی شانِ نزول کیا ہے اور ناسخ ہے یا منسوخ؟ فقط۔

الجواب

جس فرقہ کے یہ اقوال ہوں وہ کافر مرتد ملعون ہے ایسا کہ جو اسے مسلمان جانے بلکہ جو اس کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے مرتد ہے، بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے:

من شك فی عذابه وكفره فقد كفر[3]۔ جو ان کے عذاب وکفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (ت)

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ عبدالرزاق المقصد الاول اول المخلوقات المکتبۃ الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱-۷۲

[2] القرآن الکریم ۳۲/ ۵

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

آیۂ کریمہ حدِ الٰہی میں ہے، شانِ نزول وہاں ذکر ہوتا ہے جو کسی حادثہ خاصہ میں اترے، غیر منسوخ نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۷ تا ۲۲۸ محمد ظہیر الدین صاحب ثمن برج وزیر آباد پنجاب ۳ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم غیر مقلد عقائد و عملیات، جو کہ اس دار فانی سے عالمِ جاودانی کو رحلت کرجائے اور اس کی نماز جنازہ ایک غیر مقلد پڑھائے اور اس غیر مقلد کے پیچھے ایک عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد متوفی کے عمل کو اچھا اور غیر مقلد کے اقتدار کو جائز سمجھ کر نماز جنازہ پڑھی ——— حالانکہ وہ عالم حنفی المذہب قبل ازیں لوگوں کو عقائدِ غیر مقلدین سے منع کرتا رہا ہو پس اس حالت میں جب کہ عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد کی نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے جائز تصوّر کرکے ادا کی ہو تو اس پر از روئے شرع محمدی کیا تعزیر ہوتی ہے اور کیا بلا توبہ واستغفار ایسے عالم حنفی کی اقتداء جائز ہے، عالم غیر مقلدین متوفی و امام غیر مقلد ائمہ اربعہ مجتہدین کے مسائل استنباط و اجتہادیہ کو خلافِ حدیث سمجھتا اور اکثر ان کے برعکس فتوے دیتا اور عمل کرتا ہو مثلاً:

(۱) نماز تراویح بیس رکعات سے کم ہرگز کسی امام کے نزدیک نہیں وہ آٹھ رکعت کا حکم دیتا اور عمل کرتا۔

(۲) مسئلہ طلاق ثلاثہ جو کہ فی کلمۃ واحدۃ اور جلسہ واحدۃ کے کہی گئی ہو اس طلاقِ ثلاثہ کو حکم رجعی طلاق کا دے کر بدوں نکاح شوہر ثانی اس کے ساتھ نکاح کرادیتا ہو اور طلاق بالخلع کی عدت ایک حیض آنے کے بعد نکاح کرادیتا ہو اور تقلید شخصی سے بالکل انکار کرتا ہو، علاوہ ازیں آمین بالجہر کہنا امام کے پیچھے الحمد کا پڑھنا ہاتھ سینہ پر باندھنا سورہ فاتحہ میں ضٓ کی جگہ ظٓ پڑھنا وغیرہ وغیرہ جائز سمجھتا ہو۔

الجواب

سائل نے جو فہرست گنائی وہ غیر مقلد کے بعض فرعی مسائل باطلہ و اعمال فاسدہ کی ہے ان کے عقائد اور ہیں جن میں بکثرت کفریات ہیں ان میں سے بعض کی تفصیل رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ میں ہے، جس میں ستر وجہ سے ان پر اور ان کے پیشوا پر بحکم فقہائے کرام لزوم کفر ثابت کیا ہے کسی جاہل صحبت نایافتہ کی نسبت احتمال ہوسکتا ہے کہ وہ انکے عقائد ملعونہ سے آگاہ نہیں ظاہری صورت مسلمان دیکھ کر اقتدا کرلی اور نماز جنازہ پڑھ لی مگر جسے عالم ہونے کا دعوٰی ہو اور ان کے عقائد پر مطلع ہو لوگوں کو ان سے منع کرتا ہو اور خود انہیں اچھا جان کر ان کے جنازہ کی نماز پڑھے اور ان کی اقتدا کرے تو ضرور اس کے عقیدے میں فساد اور اس کے ایمان میں خلل آیا اور وہ بھی متہم شمار کیا جائے گا،

قال اللہ تعالٰی ومن یتولھم منکم ——— اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی

فانہ منھم[1] رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔(ت)

اب اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور اس پر توبہ و تجدید اسلام لازم ہے اور اگر عورت رکھتا ہے توبعد توبہ و تجدید اسلام تجدید نکاح کرے۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم[2]، ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید[3] ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین[4]، نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے، اور جو ناشکری کرے تو بیشک اللہ بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا، اور جو منکر ہو تو اللہ تعالٰی تمام جہانوں سے مستغنی ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے عفو اور عافیت مانگتے ہیں، بلند و عظیم اللہ تعالٰی کی قوت اور توفیق کے بغیر نہ برائی سے بچا جاسکتا ہے اور نہ ہی نیکی کو بجالایا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۹ ، ۲۵۰: از ملک کاٹھیاوار مقام اڑتیاں آمین احمد ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

(۱) ہندو یا نصارٰی اس کو کافر بولنا کیسا ہے؟

(۲) ایک ہندو کو پھانسی کا حکم ہوا ہے وہ اسی وقت مسلمان ہونا چاہتا ہے یہ مسلمان ہوگا یا نہیں؟

الجواب

(۱) گالی کے طور پر کافر کہنا اور بات ہے اور شرع کی اصطلاح یہ ہے کہ جو مسلمان نہیں اسے کافر کہا جاتا ہے بایں معنی جو کوئی بھی اسلام میں نہ ہو شرع کے نزدیک کافر ہے۔

(۲) پھانسی ہوجانے سے ایک آن پہلے جو اسلام لائے مسلمان ہوجائے گا اور اس کی تجہیز و تکفین اور اس کے جنازہ کی نماز مسلمانوں پر فرض ہوگی۔

مسئلہ ۲۵۱: امام بخش زیدی از جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان ۳ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

وحدۃ الوجود حق ہے یا نہ؟

الجواب

توحید ایمان ہے لاالٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ت) اور وحدت حق

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۳
[3] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۲
[4] القرآن الکریم ۳/ ۹۷

کل شیئ ھالك الا وجھہ[1] (اس کی ذات کے سوا ہر کوئی ہلاک ہونے والا ہے۔ ت) سواد بن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

فاشھدان اللہ لارب غیرہ
و انك مامون علی کل غائب[2]

(میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالٰی کے سوا کوئی رب نہیں اور بیشک (یارسول اللہ!) آپ ہر غیب پر امین ہیں۔ ت)

اور اتحاد باطل اور اس کا ماننا الحاد،

ان کل من فی السمٰوٰت والارض الا اٰتی الرحمٰن عبدا[3] آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہوکر حاضر ہوں گے۔

وجود واحد ہے اور موجود احد، باقی سب ظل وعکوس،

ھوالاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم[4] وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن، اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۲: مسئولہ سید اولاد علی صاحب مراد آبادی ۷ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انہ بکل شیئ علیم[5] (بیشک وہ سب کچھ جانتا ہے۔ ت) اور اینما تولوا فثم وجہ اللہ[6] (تم جدھر منہ کرو اُدھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ)

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۸۸
[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ قصہ اسلام سواد بن قارب دارالفکر بیروت ۳/ ۶۰۹
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب اسلام عمر رضی اللہ عنہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۷/ ۸
مختصر سیرۃ الرسول از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۶۹
[3] القرآن الکریم ۱۹/ ۹۳
[4] " ۵۷/ ۳
[5] " ۴۲/ ۱۲
[6] " ۲/ ۱۱۵

ہے۔ ت) اور نحن اقرب الیہ من حبل الورید[1] (اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔ ت) سے احاطہ اور قربِ ذاتی مراد ہے یا صفاتی، زید کہتا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰی کا علم اور قدرت ہر شے کو محیط ہے نہ ذات۔ عمرو کہتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰی کی ذات ہر شے کو محیط اور شہ رگ سے زیادہ قریب ہے کوئی مکان کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ذاتِ خدا موجود نہ ہو اور خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور اگر ان آیات سے احاطہ اور قربِ صفاتی مراد لیا جائے گا تو گویا صفاتِ خدا ذاتِ باری سے بڑھ گئیں اور ذاتِ باری محدود اور صفات سے چھوٹی ہوگئی، اور جو شخص ان آیات سے احاطہ اور قربِ صفاتی مراد لے وہ مشرک ہے اگر دنیا بھر کے عالم ایسا کہیں تو بھی ایک کی نہ مانوں گا اور سب کو مشرک کہوں گا اور اپنی دلیل میں شاہ امداد اللہ صاحب اور مولانا روم صاحب اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال پیش کرتا ہے، ان دونوں میں کس کا قول صحیح ہے؟ اور اگر زید حق پر ہے تو عمرو کے واسطے شریعتِ مطہرہ میں کیا حکم ہے وہ اپنے اس قول سے کسی گناہ کا مرتکب ہے یا نہیں؟ بینوا مع الدلائل من الکتاب توجروا من اللہ الوھاب (کتب سے دلائل کے ساتھ بیان کیجئے اور اللہ وہاب سے اجر پایئے۔ ت)

الجواب

رب انی اعوذبک من ھمزٰت الشیٰطین و اعوذبک رب ان یحضرون[2]۔ اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔ (ت)

آیاتِ متشابہات میں اہلسنت حفظہم اللہ تعالٰی کے دو مسلک ہیں،

اول تفویض کہ ہم ان کے معنی کچھ نہیں جانتے اللہ و رسول جانتے ہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو معنی مرادِ الٰہی ہیں ہم اس پر ایمان لائے،

اٰمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب[3]۔ ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۶

[2] " ۲۳/ ۹۸-۹۷

[3] " ۳/ ۷

یہی مسلکِ سلف ہے اور یہی صحیح و معتمد، اس تقدیر پر تو نہ احاطہ ذاتی کہا جائے نہ صفاتی کہا جائے، معنی سے کچھ بحث ہی نہ کی جائے، حضرت امّ المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے الرحمٰن علی العرش استوٰی[1] (رحمان نے عرش پر استواء فرمایا۔ ت) کے معنی دریافت کئے گئے، فرمایا:

الاستوی معلوم والکیف مجھول والایمان به واجب والسوال عنه بدعة[2] — استواء معلوم ہے اور کیف مجہول اور اس پر ایمان فرض اور اس کی تفتیش بدعت۔

یہی جواب سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دیا، یہی مسلک ہمارے امام اعظم اور سائر ائمہ سلف کا ہے، ہاں ہم ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالٰی جسم و جہت و مکان سے پاک و منزّہ ہے، کسی مکان میں نہیں ہوسکتا، کسی جگہ نہیں ہوسکتا، کسی طرف نہیں ہوسکتا، جگہ اور طرف سب اس کے بنائے ہوئے ہیں اور حادث ہیں اور قدیم ازلی، ازل میں کسی جگہ کسی طرف نہ تھا کہ جگہ اور طرف تھے ہی نہیں تو اب بھی کسی جگہ اور طرف میں نہیں، جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہے، جگہ اور طرف کو بنا کر بدل نہ گیا، جگہ اور طرف بدلیں گے اور وہ بدلنے سے پاک ہے۔

دوم تاویل کہ ایسی آیات کو حسبِ محاورہ معنی جائز پر حمل کریں جس سے نہ چین لینے والی طبیعتوں کو تسکین ہو اور ایمان سلامت رہے یہ مسلک خلف کا ہے، اس طور پر احاطہ صفاتی مراد لیں گے، علم و قدرت الٰہی ہر شَے کو محیط ہونے کے بھی یہ معنی نہیں کہ اس کے علم و قدرت ہر جگہ متمکن ہیں کہ جگہ یا طرف میں ہونا جسم و جسمانیت کی شان ہے اور وہ اور اس کے صفات ان سے متعالی بلکہ احاطہ علم کے معنی یہ ہیں کہ ہر شَے واجب یا ممکن یا ممتنع معدوم یا موجود حادث یا قدیم اسے معلوم ہے، احاطہ قدرت کے معنی یہ ہیں کہ ہر ممکن پر اسے قدرت ہے، اس سے صفات کا ذات سے بڑھ جانا نہ کہے گا مگر مجنون، عمرو کا وہ کہنا کہ کوئی مکان کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ذاتِ خدا موجود نہ ہو کلمہ کفر ہے کہ اس کی ذات کے لئے جگہ ثابت کرتا ہے، فتاوٰی تاتارخانیہ و طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ و فتاوٰی عالمگیری و جامع الفصولین وغیرہ میں اس پر حکمِ کفر فرمایا اور احاطہ صفاتی ماننے والے کو اس کا مشرک کہنا ہزاروں ائمہ خلف پر حکمِ شرک

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۵

[2] لباب التاویل (تفسیر الخازن) ۷/ ۵۴ ثم استوٰی علی العرش کے تحت مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۳۸
درمنثور بحوالہ مردویہ عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۷/ ۵۴ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۳/ ۹۱
مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) ۲۰/ ۵ سورۃ طٰہٰ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۴۸

لگاتا ہے اور اس کا کہنا کہ "اگر تمام دنیا کے عالم ایسا کہیں تو میں سب کو مشرک کہوں گا" صریح کفر پر آمادگی ہے کہ تمام جہان کے عالموں کو مشرک نہ کہے گا مگر کافر، اور کفر پر آمادگی کفر ہے۔ عمرو پر توبہ فرض ہے اپنے عقیدۂ باطلہ سے تائب ہو اور کلمۂ اسلام پڑھے اور عورت رکھتا ہو تو بعد اسلام اس سے پھر نکاح کرے اگر وہ راضی ہو ہم چند سہل سہل باتیں لکھتے ہیں اگر اللہ تعالٰی کو اسے ہدایت کرنا ہے تو انھیں سے وہ سمجھ لے گا کہ اس نے کیسی ناپاک بات کہی اور اپنے معبود کو کیسے کیسے گھناؤنے داغ لگائے اور نظرِ انصاف سے نہ دیکھے اور تعصب و عناد برتے تو اللہ راہ نہیں دیتا ظالموں کو، ذرا آنکھیں بند کر کے گردن جھکا کر رب عزّوجل کی عظمت پر ایمان لا کر غور کرے کہ اس نے کیسی ذلیل چیز کا نام خدا رکھا ہے الحمد للہ معیّت و قرب و احاطۂ الٰہیہ پر مسلمان کا ایمان ہے مگر نہ ان معنی پر جو ان الفاظ سے لغوی و عرفی طور پر سمجھ آتے ہیں بلکہ ان پر جو مرادِ الٰہی ہیں اور ہمارے عقول سے وراء ہیں معاذ اللہ اگر یہی ظاہری معنی لئے جائیں جس پر یہ کہا جائے کہ وہ بذاتہ ہر مکان ہر گوشہ میں موجود ہے تو اس سے زائد ذلیل تر کوئی عیب لگانا نہ ہوگا۔

(۱) جب کہ اس کے نزدیک اس کا وہمی معبود بالذات ہر مکان ہر گوشہ میں موجود اور ہر شے کو بالذات محیط ہے تو پاخانہ میں بھی ہوگا، اس کی نجاست کو لپٹا ہوا بھی ہوگا، اس نجاست کے ساتھ اس کے بدترین مقام سے نکلا بھی۔

(۲) جو شے دوسری شے کو بالذات محیط ہو وہ یونہیں ہوگا کہ محیط کے اندر جوف ہو جو اس دوسری چیز کو گھیرے ہوئے ہے جیسے آسمان زمین کو محیط ہے تو اس کا معبود جوف دار کھکل ہوا اور اللہ واحد قہار صمد ہے جوف سے پاک ہے۔

(۳) سب اشیاء کو محیط ہونا یوں معنی ہے کہ اس کا معبود وہمی تمام عالم کے باہر باہر ہے اور عالم اس کے اندر ہے جیسے فلک الافلاک کے اندر باقی کرے جب تو شہ رگ سے زیادہ قریب کیسے ہوا بلکہ لاکھوں منزل دور ہوا اور اگر یوں ہے کہ ہر ذرہ ذرہ کو بذاتہ بلا واسطہ محیط ہے تو بلا شبہہ وہ شے کہ مشرق کے کسی ذرہ کو محیط ہو قطعاً اس کی غیر ہوگی جو مغرب کے ذرہ کو محیط ہے تو ذرّوں کی گنتی پر خدا یا خدا کے ٹکڑے ہوئے اور وہ احد صمد اس سے متعالی ہے۔

(۴) جب کہ وہ ہر شے کو بالذات محیط ہے تو زمین کو بھی محیط ہوگا اور یہ جو تم چلتے ہو اور جوتیاں پہن کر پاؤں رکھتے ہو وہ تمھارے معبود پر ہوتیں تم جو پاخانہ پیشاب پھرتے ہو وہ تمھارے معبود پر گرا کیسا گھناؤنا معبود اور کیسے ناپاک عابد، ضعف الطالب والمطلوب[۱] (کتنا کمزور چاہنے والا اور

---

[۱] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۳

جو چاہا گیا۔ت)

(۵) مثلاً کسی زید نے کسی عمرو کو جوتا مارا تو عمرو کو بھی اس کا معبود محیط ہے اس جُوتے کے پڑتے وقت وہیں قائم رہے گا یا ہٹ جائے گا اگر ہٹ گیا تو ہر شے کو محیط نہ رہا اور اگر قائم رہا تو اسی پر پڑا۔

(۶) جس وقت زید نے جوتا اٹھایا اور ابھی عمرو کے بدن تک نہ پہنچا تو جُوتے اور عمرو کے بدن میں جو فاصلہ ہے وہ بھی ایک شے اور وہ ایک جگہ ہے وہ وہی معبود بذاتِ خود یہاں بھی موجود ہوگا، یہاں سے وہاں تک جگہ اس سے بھری ہُوئی ہے اب جُوتا آگے بڑھا کہ بدنِ عمرو سے قریب ہو اس بڑھنے میں وُہ وہی معبود کہ یہاں سے وہاں تک بھرا ہوا تھا، پانی یا ہوا کی طرح چرے گا کہ جُوتا اس میں ہوتا ہُوا گزر جائے گا جب تو طرفہ معبود جسے جوتے نے پھاڑ دیا اور اگر نہ چرے گا بلکہ سمٹے گا جیسے پھُولی ہُوئی روئی سمٹتی ہے تو معبود کیا ہوا ربڑ ہُوا، اور اگر نہ چرے گا نہ سمٹے گا تو ضرور ہے کہ جُوتا دیکھ کر جگہ چھوڑ دے گا پھر ہر جگہ موجود کہاں رہا!

(۷) جب کہ وُہ ہر شے کو بذاتہٖ محیط ہے تو محیط جیسا شے کے اُوپر ہوتا ہے ویسا ہی اس کے نیچے پاؤں کے تلے وہ جُوتوں کے نیچے وُہ پھر ایسے ذلیل کو رب اعلیٰ کیسے کہا جا سکتا ہے!

تعالی اللّٰہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا، ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم وصلی اللّٰہ العلی الاعلی علی الکریم المولی واٰلہ وصحبہ وبارك وسلم ابد اٰمین، واستغفر اللّٰہ العظیم والحمد للّٰہ رب العالمین، واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جو کچھ ظالموں نے کہا اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند و بزرگ ہے، نیکی بجا لانا اور برائی سے پھرنا اللہ بلند و بزرگ کی توفیق کے بغیر نہیں ہو سکتا اور بلند و اعلٰی اللہ تعالٰی کی خصوصی رحمتیں ہوں کریم مولٰی پر اور اس کی آل اور اصحاب پر بھی، ہم اللہ تعالٰی سے معافی کے طلبگار ہیں، تمام حمد اللہ رب العٰلمین کے لئے ہے، اللہ سبحانہ وتعالٰی ہی بہتر جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۵۳: مرسلہ محمد مجیب الدین ساکن امپور پوسٹ ٹوپیری باڑی ضلع ڈھاکہ ۶ صفر ۱۳۳۵ھ

جو مذہب اور فقہ کا نہیں ماننے والا کتابی ہے یا خارجی؟

الجواب

جو مسلمان کہلا کر فقہ کو اصلاً نہ مانے نہ کتابی ہے نہ خارجی بلکہ مرتد ہے اسلام سے خارج، اور اگر کوئی تاویل کرتا ہے تو کم از کم بددین گمراہ،

قال اللّٰہ تعالٰی فلولا نفر من فرقۃ

اللہ تعالٰی نے فرمایا، تو کیوں نہ ہو کہ ان کے

طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ؎۱

ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں (ت)

وفی الحدیث عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین ؎۲ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: اللہ تعالٰی جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۴: مرسلہ محمد الیاس صاحب واعظ خراسانی شہر جوناگڑھ ملک کاٹھیاوار ۱۶ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس شخص کے بارہ میں جس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ تبارک وتعالٰی نے فرشتوں سے مشورہ کیا اگرچہ اس کی ضرورت نہیں مگر تعلیماً کہ ہم تم بھی مشورہ سے کام لیں، کیا ایسے شخص سے بامید نجاتِ ابدی بیعت ہونا مفید ہے یا جو مرید ہوچکے ہیں کچھ فائدہ نہ اٹھائیں گے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماکر اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اتنی بات ایسی نہیں جس کے سبب اس کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہوجائے خصوصاً جب کہ اس نے تصریح کردی کہ اسے حاجت مشورہ کی نہیں بندوں کے ارشاد کے لئے ایسا کیا تو جو اس سے وہم جاتا وُہ بھی اس نے دفع کردیا، خود حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: استشارنی ربی فی امتی ثلثا ؎۳ مجھ سے میرے رب نے میری امت کے بارہ میں تین بار مشورہ چاہا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۵: مرسلہ سخاوت خاں نابینا مسجد ندی قصبہ مہدپور ریاست اندور ملک مالوہ یکم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کوئی شخص سنّت وجماعت میں سے نماز سے انکار کرے اور اس سے کہا جائے کہ نماز سے

؎۱ القرآن الکریم ۹/ ۱۲۲

؎۲ صحیح البخاری کتاب العلم باب العلم قبل القول والعمل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶
صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم طائفۃ من امتی " " " ۲/ ۱۴۳
المعجم الکبیر حدیث ۹۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۹/ ۳۸۹

؎۳ مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفۃ بن الیمان دار الفکر بیروت ۵/ ۳۹۳
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بان امتہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۰۶

انکار کرنا کفر ہے، اس کے جواب میں وہ کہے کہ میں کافر ہی سہی، ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب

نماز سے انکار یہ بھی ہے کہ وہ کہے میں نہیں پڑھتا یا نہیں پڑھوں گا، اس قدر سے کافر نہ ہوگا جب تک نماز کی فرضیت سے انکار یا اس کا استخفاف نہ کرے، اگر شخص مذکور کا انکار اس حد کا نہ تھا تو جس نے اس کے انکار پر حکمِ کفر لگایا خاطی ہوا، اور اسی کی زیادتی اس شخص کو ایسے کلمہ مردودہ کی طرف لے گئی، بہرحال اپنے آپ کو یہ کہنا کہ کافر ہی سہی اس کا ظاہر معاذ اللہ قبولِ کفر ہے اور قبولِ کفر یقیناً کفر ہے، مگر اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ تمہارے نزدیک کافر ہی سہی لہذا حکمِ تکفیر نہ کیا جائے گا البتہ تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے گا، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۶ مرسلہ حاجی قاسم میاں صاحب از گونڈل علاقہ کاٹھیاوار ۱۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں ائمہ دین و علمائے معتمدین اہلِ سنت ایدہم اللہ تعالٰی ونصرہم اللہ، کاٹھیاوار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (جس کا پہلا جلسہ بمقام جوناگڈھ کاٹھیاوار بتاریخ ۲ و ۳ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو ہوا) کے ان اراکین کے حق میں جو ہادی بن کر اپنی تقریروں میں ذیل کے اقوال بیان کئے اور ان اراکین کا حکم بھی بیان فرمائیں جنہوں نے ان کے اقوال گجراتی زبان میں بعینہ نقل کئے اور چھاپ کر مسلمانوں میں تقسیم کئے اور کرتے ہیں؛

(۱) گجراتی زبان میں دینی کتابوں کا انتظام کیا جائے، مسلمان بچوں کے لئے خاص گجراتی مدارس قائم کئے جائیں جن میں "مسلمان دھرم کی دنت کتھاؤں کا ذکر ہو" اور جن میں مسلمان بیرتروں کی تعریفیں کی ہوں، ایسی کتابیں رائج کی جائیں (نیز) "مسلمان لوگ جس دھرم کی دنت کتھا" اور جن حضرات کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں ان کا حقارت سے جس مروجہ کتب میں ذکر کیا گیا ہو اول درجہ کتب کو دیگر اقوام سے ملے ہوئے مدارس سے باطل کرنا (روداد تقریر صدر صفحہ ۲۹)

(۲) ہم ہمارے ملکی برادروں کے جذبات کو ان کے "دیوتا کی باتوں کو" ان کے پیشواؤں کو عزت دیتے ہیں اور وہ بھی ایسی ہی عزت ہماری طرف رکھیں ایسی بھی امید رکھتے ہیں (روداد تقریر صدر ص ۲۳) مگر گزارش آنکہ لفظ "دنت کتھا" کے معنی گجراتی زبان میں زبان کی بات وہ بات جس کی کوئی سند نہ ہوتی ہو، ہوتے ہیں۔

الجواب

ایسے اقوال کے قائل ہادی نہیں ہوسکتے بلکہ مضل ہیں یعنی گمراہ کرنے والے اور گمراہی پھیلانے والے

اور مسلمانوں کو گمراہی کی طرف بلانے والے اور جو ایسے اقوال کو شائع کرتے ہیں وہ مسلمانوں میں اشاعت فاحشہ کے محب اور ان قائلوں کی طرح غضب جبّار و عذابِ قہار کے مستوجب ہیں؛ بزرگانِ اسلام کے مناقب کو دست کتھا یعنی بے اصل افسانہ کہنا ہی گمراہی کے لئے کافی تھا مگر کفار کے مذہبی جذبات اور ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں کو عزت دینا صریح کلمۂ کفر ہے،

قال اللہ تعالٰی وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لایعلمون[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: عزت تو خاص اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں اور مذہبی جذبات کا اعزاز درکنار جو ان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاقِ ائمہ کافر ہے۔ غمز العیون والبصائر میں ہے:

اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر[2]

جس نے کسی کافر کے عمل کو اچھا گمان کیا وہ باتفاقِ مشائخ کافر ہے (ت)

ان لوگوں پر فرض ہے کہ ایسی باتوں سے توبہ کریں، تجدیدِ اسلام کریں، تجدیدِ نکاح کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۸: از اکبر آباد چھوٹی گلی حکیموں کی معرفت ڈاکٹر محمد نفیس صاحب مرسلہ مولانا مولوی دیدار علی صاحب الوری ۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اثنائے وعظ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت ان کلمات کا اطلاق کیا کہ نعوذ باللہ آپ یتیم غریب بیچارے تھے اور اور جب چند اشخاص نے جاکر سمجھایا کہ غالباً آپ نے یہ الفاظ نہیں کہے ہوں گے، مناسب ہے کہ آپ اظہار انکار فرمادیں تو کہنے لگا کہ میں نے تو یہی کہا ہے، اللہ جل شانہ تو قرآن عظیم میں ووجدك ضالا[3] فرمارہا ہے؛ بعدہ جب ایک نو وارد مولوی صاحب نے ان سے دریافت کیا تو ان الفاظ کے کہنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ آپ سوچ بچار کر بات فرمایا کرتے تھے اس کو لوگوں نے غریب

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

[2] غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر باب السیر والردہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵

[3] القرآن الکریم ۹۳/ ۷

40/40

بیچارہ کرکے کہہ دیا، مولوی صاحب نے فرمایا غالباً ایسا ہی ہوگا مگر آپ یہ تو لکھ دیں کہ یہ الفاظ موجبِ توہینِ شانِ رسالت اور موجبِ کفر ہیں اور اسی طرح ووجدک ضالاً[1] ایسے موقع پر کہتا ہے بیشک تو اس لکھنے سے بھی منکر ہوگیا اور لیت ولعل میں ٹال دیا۔ آیا بلا توبہ اس کا وعظ سُننا ملنا جُلنا، سلام علیک کرنا، اس کے معاونین سے نکاح پڑھوانا اور اس کے معاونین کے پیچھے نمازِ عید پڑھنا اور ان سے ملنا جُلنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا جزاکم اللہ (بیان فرماکر اجر پاؤ، اللہ تعالٰی تمہیں جزا عطا فرمائے۔ ت)

الجواب

حضور اقدس قاسم النعم، مالک الارض و رقاب الامم، معطی منعم، قثم قیم، ولی، والی، علی، عالی، کاشف الکرب، رافع الرتب، معین کافی، حفیظ وافی، شفیع شافی، عفو عافی، غفور جمیل، عزیز جلیل، وہاب کریم، غنی عظیم، خلیفہ مطلق حضرت رب، مالک الناس و دیّان العرب، ولی الفضل جلی الافضال، رفیع المثل، ممتنع الامثال صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وآلہٖ وصحبہ وشرف واعظم کے شان ارفع واعلٰی میں الفاظ مذکورہ کا اطلاق ناجائز و حرام ہے، خزانۃ الاکمل مقدسی و ردالمحتار اواخر شتّٰی میں ہے:

یجب ذکرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باسماء معظمۃ فلا یجوز ان یقال انہ فقیر غریب مسکین[2]۔

حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تذکرہ باعظمت اسماء کے ساتھ کرنا لازم و فرض ہے۔ آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فقیر، غریب اور مسکین کہنا جائز نہیں۔ (ت)

زرقانی علی المواہب میں ہے:

قال تعالٰی ووجدک عائلا فاغنی نص علی انہ اغناہ بعد ذٰلک فزال عنہ ذٰلک الوصف فلا یجوز وصفہ بہ بعدہ[3]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک "اللہ تعالٰی نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو محتاج پایا تو غنی کردیا" واضح طور پر شاہد ہے کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو غنی کردیا ہے جس سے محتاجی والا وصف زائل ہوچکا ہے، لہٰذا اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ وصف بیان کرنا

---

[1] القرآن الکریم ٩٣/٧

[2] ردالمحتار مسائل شتّٰی داراحیاء التراث العربی بیروت ٥/٤٨١

[3] شرح الزرقانی علی المواہب

ہرگز جائز نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

الیتیم من الیتم موت الاب قبل بلوغ الولد او من الانفراد کدرۃ یتیمۃ کما قیل فی قولہ تعالٰی الم یجدک یتیما ای واحدا فی قریش عدیم النظیر انتہی ومذھب مالک لایجوز علیہ ھذا الاسم۔[1]

لفظِ یتیم، یتم سے ہے یعنی بچّہ کے بالغ ہونے سے پہلے باپ کا فوت ہونا، یا اس کا معنٰی منفرد اور یکتا ہونا ہے جیسے کہا جاتا ہے دُرِّ یتیم (یکتا موتی)، جیسا کہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد گرامی "کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا" کے تحت مفسرین نے کہا ہے یعنی قریش میں آپ کی مثال نہیں ملتی آپ یکتا ہیں انتہی، امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فتوٰی و مذہب یہ ہے کہ اس نام (یتیم) کا اطلاق آپ پر جائز نہیں۔ (ت)

نسیم الریاض جلد رابع ص ۴۵۰ میں ہے:

الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام لایوصفون بالفقر ولایجوز ان یقال لنبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیر وقولھم عنہ الفقر فخری لااصل لہ کما تقدم۔[2]

تمام انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کو فقر کے ساتھ متصف نہیں کیا جاسکتا، ہمارے نبی و آقا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فقیر کہنا جائز نہیں، باقی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں جو منقول ہے "الفقر فخری" (فقر میرا فخر ہے) اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ گزرا۔ (ت)

اسی کے صفحہ ۳۷۸ میں ہے:

قال الزرکشی کالسبکی لایجوز ان یقال لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیرا ومسکین وھو اغنی الناس باللہ تعالٰی لاسیما بعد قولہ تعالٰی ووجدک عائلا فاغنٰی وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم احینی مسکینا ارادبہ المسکنۃ

امام زرکشی نے امام سبکی کی طرح فرمایا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فقیر یا مسکین کہنا ہرگز جائز نہیں، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے تمام لوگوں سے بڑھ کر غنی بنایا ہے خصوصاً اللہ تعالٰی کے اس فرمان کے بعد تو اس کی گنجائش ہی نہیں "پایا اس نے آپ کو محتاج تو غنی کر دیا" باقی آپ صلی اللہ

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب

[2] نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض الوجہ الخامس ان لایقصد دارالفکر بیروت ۴/ ۴۰۵

القلبیة بالخشوع والفقر فخری باطل لا اصل له کما قال الحافظ ابن حجر العسقلانی[1]

تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا "اے اللہ! مجھے حالتِ مسکینی میں زندہ رکھ" سے قلبی خشوع و مسکنت مراد ہے۔ اور یہ قول "فقر میرا فخر ہے" باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے فرمایا ہے (ت)

شفاء شریف امام اجل قاضی عیاض صدر باب اول قسم رابع میں ہے:

افتی فقهاء الاندلس بقتل ابن حاتم المتفقه الطلیطلی وصلبه بما شهد علیه من استخفافه بحق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم و تسمیته ایاه اثناء مناظرته بالیتیم وختن حیدر و زعمه ان زهده علیه الصلٰوة والسلام لم یکن قصدا ولو قدر علی الطیبات اکلها الی اشباه لهذا[2]

فقہاءِ اندلس نے ابن حاتم المتفقہ الطلیطلی کے قتل اور پھانسی لٹکانے کا فتوٰی دیا اس کے خلاف یہ شہادت ملی کہ اس نے دورانِ مناظرہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام کی بے ادبی کرتے ہوئے آپ کو یتیم اور حیدر کا سسر کہا، اور اس کا خیال یہ تھا کہ آپ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا زہد اختیاری نہ تھا اگر آپ طیبات پر قادر ہوتے تو ضرور انھیں استعمال میں لاتے۔ اس کی مثل گستاخی کے دیگر اقوال۔ (ت)

شرح علی قاری میں ہے:

یکفی امر واحد منها فی تکفیره وقتله[3]

اس کی تکفیر اور قتل کے لئے ان مذکورہ اشیاء میں ایک ہی کافی ہے۔ (ت)

نیز شفاء شریف میں ہے:

افتی ابو الحسن القابسی فیمن قال فی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الجمال یتیم ابی طالب بالقتل

امام ابوالحسن قابسی نے اس کے قتل کا فتوٰی دیا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابوطالب کا یتیم اونٹوں والا کہے، کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء باب فی بیان ماھو الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۳۳۶

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول فی بیان ماھو الخ مطبع شرکت صحافیہ ترکی ۲/ ۲۱۰

[3] شرح الشفاء ملا علی قاری " " " " " الحاج محرم آفندی ۲/ ۳۹۸

لظهور استهانته بذالك[1]

کے حق میں توہین ہے۔ (ت)

شرح علی قاری میں ہے:

لعل الجمع بین الوصفین مطابق للواقع فی السوال والا فکل واحد منهما یکفی فی تکفیر صاحب المقال[2]

دو چیزوں (اونٹوں والا، ابوطالب کا یتیم) کو شاید سوال میں جمع ذکر کرنے کی وجہ سے اکٹھا کر دیا گیا ہے ورنہ ان دونوں میں سے ایک کا بھی قائل کافر ہے (ت)

نیز شفاء شریف میں بیت معری:

کنت موسٰی وافتہ بنت شعیب غیران لیس فیکما من فقیر[3]

(آپ موسٰی کی طرح ہیں جن کے پاس حضرت شعیب کی صاحبزادی آئی تھیں مگر بات صرف اتنی ہے کہ تم دونوں میں کوئی فقیر نہیں۔ ت)

پر ارشاد فرمایا:

أخرالبیت شدید وداخل فی باب الازدراء والتحقیر بالنبی علیه الصلوٰة والسلام وتفضیل حال غیرہ علیه[4]

دوسرے شعر کا مصرعِ ثانی نہایت نامناسب اور گستاخی کے باب میں داخل ہے کیونکہ اس میں حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں تحقیر و توہین ہے اور آپ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر دوسرے کو فضیلت دی گئی ہے۔ (ت)

شرح علی قاری میں ہے:

ای عجزہ شدید فی القبح عند تدبرہ لان مضمونه التعییر لموسی علیه الصلوٰة والسلام بفقرہ[5]

یعنی اس شعر کے آخری مصرع میں اگر تدبر کیا جائے تو اس میں قباحت شدید ہے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فقیر کہہ کر عار دلائی گئی ہے جو کہ قباحت کا باعث ہے۔ (ت)

نیز شفاء شریف میں اور اشعار بیباکان بدزبان جو اس سے ہلکے ہیں ذکر کرکے فرمایا:

هذه کلها وان لم تتضمن سبا ولا اضافة

یہ تمام اشعار اگرچہ گستاخی اور فرشتوں اور

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی، الباب الاول فی بیان ما ہو فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبع شرکت صحافیہ ترکی ۲/ ۲۰۹
[2] شرح الشفاء ملا علی قاری " " " " " مطبع الحاج محرم آفندی ۲/ ۳۹۶
[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی، فصل الوجہ الخامس الخ مطبع شرکت صحافیہ ترکی ۲/ ۲۲۹
[4] " " " " " " " "
[5] شرح الشفاء ملا علی قاری " " " الحاج محرم آفندی ۲/ ۴۴۲
ف: خط کشیدہ عبارت کتاب الشفاء مطبوعہ شرکت صحافیہ میں نہیں ہے۔ نذیر احمد

الی الملٰئکۃ والانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام نقصا ولست اعنی عجزی بیتی المعری ولا قصد قائلھا ازراء وغضا فما وقرالنبوۃ ولا عظم الرسالۃ ولا عزر حرمۃ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

انبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام کے نقص پر مشتمل نہیں، نہ ہی میں معری کے پورے کلام کو درست سمجھتا ہوں اور نہ ہی ان کے قائل نے بے ادبی اور طعن کا قصد کیا، تاہم ان اشعار میں نبوت کا وقار اور رسالت کی عظمت اور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اعزاز نہیں ہے۔ (ت)

شرح علی قاری میں ہے:

(لست اعنی) بھذا النفی (عجزی بیتی المعری) فانہ کفر واضح والحاد لائح۔[2]

میں نہیں ہوں (اس نقص اور گستاخی کی) نفی میں معری کے شعروں کو درست قرار دینے والا کیونکہ یہ واضح کفر اور کھلا الحاد ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی شرح ہمزیہ مبارکہ میں زیر قول ماتن امام محمد بوصیری قدس سرہٗ

وسع العالمین علما وحلما فھو بحر لم تعیہ الاعباء

مستقل دنیاک ان ینسب الامساک منھا الیہ والاعطاء[3]

(آپ علم وحلم میں تمام جہانوں سے برتر ہیں، وہ ایسا سمندر ہیں جسے کوئی عیب لگانے والا عیب نہیں لگا سکتا، آپ دنیا کو حقیر و ذلیل جانتے ہیں برابر ہے آپ کا غیر مستحق سے دنیا کو روکنا اور مستحق کو عطا کرنا۔ ت)

فرماتے ہیں:

فی السیف المسلول للتقی السبکی عن الشفاء واقرہ ان فقھاء الاندلس

امام تقی سبکی نے "السیف المسلول" میں "الشفاء" سے نقل کر کے اسے ثابت رکھا ہے کہ فقہائے اندلس

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل الوجہ الخامس الخ مطبع شرکت صحافیہ ترکی ۲/۲۳۰

[2] شرح الشفاء، ملا علی قاری " " " الحاج محرم آفندی ۲/۴۴۵

[3] متن الھمزیۃ شرح الفتوحات الاحمدیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۴۶

افتوا بارا قۃ دم من وصفہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالفقر فی اثناء مناظرتہ بالیتیم ثم زعم ان زھدہ لم یکن قصدا ولوقدر علی الطیبات اکلھا و ذکر البدر الزرکشی من بعض الفقھاء المتاخرین انہ کان یقول لم یکن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیرا من المال ولاحالہ حال الفقر بل کان اغنی الناس باللہ تعالٰی قد کفی امر دنیاہ فی نفسہ وعیالہ وکان یقول فی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم احینی مسکینا ان المراد استکانۃ القلب لا المسکنۃ التی ھی ان لایجد ما یقع لوقعا من کفایتہ وکان یشدد التکبر علی من یعتقد خلاف ذٰلک اھ واما خبر الفقر فخری وبہ افتخر فموضوع وقد صح انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استعاذ من فتنۃ الفقر کما استعاذ من فتنۃ الغنی[1]

نے اس شخص کے قتل کا فتوٰی جاری فرمایا جس نے دورانِ مناظرہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فقیر و یتیم کہا اور یہ عقیدہ رکھا کہ آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا زہد اختیاری نہ تھا اگر آپ اشیاءِ طیبہ پر قادر ہوتے تو انھیں استعمال میں لاتے۔ امام بدر زرکشی نے بعض متاخرین فقہاء سے نقل کیا کہ فرمایا کرتے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی مال کے اعتبار سے فقیر نہیں اور نہ آپ کا حال، حالِ فقر ہے بلکہ اللہ تعالٰی نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام لوگوں سے غنی بنایا ہے آپ اپنی ذات اور عیال میں دنیا کے کسی معاملہ میں ہرگز محتاج نہیں اور یہ بھی فرماتے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جو ارشادِ گرامی ہے "اے اللہ! مجھے حالتِ مسکینی میں زندہ رکھ"۔ سے دل کی عاجزی مراد ہے نہ کہ وہ غریبی ومحتاجی جو فقر کا مترادف ہے یعنی وہ محتاج جو قوت لایموت نہ رکھتا ہو اور جو اسکے خلاف ذہن وعقیدہ رکھتا اس پر سخت ناراض ہوتے، رہا معاملہ حدیث "فقر میرا فخر ہے اور اس پر میں فخر کرتا ہوں" کا، تو یہ موضوع اور من گھڑت روایت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ فقر کے فتنہ سے پناہ مانگا کرتے جیسے کہ مالداری کے فتنہ سے پناہ مانگتے۔ (ت)

ان الفاظ کے ناجائز اور حرام ہونے پر یہ عبارات متظافرہ ہیں اور فتوائے فقہائے اندلس وامام ابوالحسن قابسی وتقریرات امام قاضی عیاض وامام تقی الملۃ والدین سبکی وتوضیحاتِ علی قاری میں ان پر حکم تکفیر ہے۔

اقول وباللہ التوفیق، توفیق جامع وتحقیق لامع یہ ہے کہ ان اوصاف کا اطلاق بروجہ تقریر و اثبات خواہ حکم قصدی میں ہو یا وصف عنوانی میں اگر قول قائل کے سیاق یا سباق یا سوق یا مساق سے

---

[1] شرح الہمزیہ للامام ابن حجر مکی دستیاب نہیں یہ عبارت مختصراً الفتوحات الاحمدیہ ص۴۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مصر پر ملاحظہ ہو۔

طرزِ تنقیص ظاہر و ثابت ہو یقیناً کفر ہے، اور اگر ایسا نہیں اور قائل جاہل ہے اور ایسے صدور نادر ہوا ور وہ اس پر غیر مصر تو ہدایت و تنبیہ و زجر و تہدید کریں اور حاکمِ شرع اس کے مناسب حال تعزیر دے کہ وہ ضرور سزا وارِ سزا ہے، اور اگر قائل مدعی علم ہے یا ایسے کلمات کا عادی یا بعد تنبیہ بھی ان پر مصر تو مریض القلب، بددین، گمراہ، مستحقِ عذابِ شدید ہے، سلطانِ اسلام اسے قتل کرے گا اور زمین کو اس کی ہستیِ ناپاک سے پاک اور عام مسلمانوں کو اس کی صحبت و مجالست سے احتراز لازم، اور اسے واعظ یا امام نماز بنانا اس کا وعظ سننا اس کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع و حرام،

وھذا ما قال الامام ابن حجر المکی و نقلہ فی النسیم مقرا علیہ عند ذکر فتیا الامام ابی الحسن القابسی المذکورۃ الظاھر ان مذھبنا لا یابی ذلک لما فی عبارتہ من الدلالۃ علی الازراء فان ذکر یتیم ابی طالب فقط لم یکن صریحا فی ذلک فیما یظھر نعم ان کان السیاق یدل علی الازراء کان کما لو جمع بین اللفظین[1] اھ۔

یہ وہ ہے جو امام ابن حجر مکی نے فرمایا، صاحب نسیم الریاض نے اسے امام ابو الحسن القابسی کے فتوی مذکورہ کے ساتھ نقل کر کے اسے مؤید و ثابت رکھا ظاہر یہی ہے کہ ہمارا مذہب اس کا انکار نہیں کرتا کیونکہ اس کی عبارت میں توہین پر دلالت ہے کیونکہ فقط یتیم ابو طالب کہنے میں ظاہراً و صراحۃً توہین نہیں ہے، ہاں جب کلام کا پس منظر توہین پر دال ہوگا تو یہ توہین بنے گا جیسا کہ اس صورت میں بنتا ہے جب دونوں (یتیم ابو طالب، اونٹوں والا) کو جمع کر دیا گیا ہو اھ (ت)

کلماتِ بے ادبی کا معاذ اللہ خود کہنا درکنار، دوسرے کا کہا ہوا بے غرض رد و انکار لوٹنے پر شفاء شریف میں فرمایا:

اما الاباحۃ لحکایۃ قولہ لغیر ھذین المقصدین فلا اری لھما مدخلا فی ھذا الباب فلیس التفکہ بعرض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاحد بمباح و ذکرھا علی وجہ الحکایات و احادیث الناس و الخوض فی قیل و قال

مباح ہونے کا ایک پہلو یوں بھی ہو سکتا ہے کہ قائل اپنے مقولہ کو ان دو مقاصد کے علاوہ کسی اور انداز کے ساتھ بیان کرے میرے خیال کے مطابق اس طرح اس کا تعلق ان امور میں باقی نہ رہے گا، تو حضور علیہ الصلوۃ و السلام کی عزت سے کسی کو کھیلنا مباح نہیں ہے ایسے کلمہ کا بطور حکایت یا لوگوں کی بات یا بطور بحث قیل و قال

[1] نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض الباب الاول دار الفکر بیروت ۴/۳۴۲

قال وما لایعنی فکل ھذا ممنوع و بعضہ اشد فی المنع والعقوبۃ فما کان من الحاکی لہ علی غیر قصد او معرفۃ بمقدار ما حکاہ اولم تکن عادتہ اولم یکن الکلام من البشاعۃ حیث ھو ولم یظھر علی حاکیہ استحسانہ و استصوابہ زجر عن ذٰلک ونھی عن العودۃ الیہ وان قوم ببعض الادب فھو مستوجب لہ وان کان لفظہ من البشاعۃ حیث ھو کان الادب اشد وان اتُّھم ھذا الحاکی فیما حکاہ انہ اختلقہ ونسبہ الی غیرہ او کانت تلک عادۃ لہ اوظھر استحسانہ لذٰلک فحکم ھذا حکم الساب نفسہ یؤاخذ بقولہ ولا تنفعہ نسبتہ الی غیرہ فیبادر بقتلہ ویعجل الی الھاویۃ امہ۔[1] (ملخصا)

اور بے مقصد ذکر کرنا ممنوع ہے، بعض طرزِ بیان ممانعت اور عقوبت میں زیادہ شدید ہے تو حکایت کرنیوالے نے بے قصد اور بے علمی میں حکایت کی یا اس کی ایسی عادت نہیں یا وہ بات کھلی بے ادبی نہیں بایں طور کہ وہ اس کو پسند اور درست نہیں مانتا، تو اس کو زجر کیا جائے گا، اور آئندہ ایسا کرنے سے منع کیا جائے گا اور اگر بطورِ ادب اس کو کچھ سزا دی جائے تو وہ اس کا مستحق ہے، اور اگر وہ الفاظ کھلی بے ادبی ہوں تو سزا سخت ہوگی، اور اگر حکایت کرنے والا اس سے متہم ہو کہ حکایت بیان کرتے ہوئے بناوٹ سے کام لیتا ہے، اور غیر کی طرف منسوب کرتے ہوئے حکایت بیان کرے یا اس کی عادت ایسی ہے یا وہ بات اس کے ہاں پسندیدہ ہو تو اس کا حکم وہی ہوگا جو سب کرنے کا حکم ہے، یہ اسی کی بات متصور ہوگی اور غیر کی طرف منسوب کرنا اس کو مواخذہ سے نہ بچا سکے گا لہٰذا فوراً قتل کیا جائے، اور واصلِ جہنم کیا جائے (ملخصاً) (ت)

ظاہر ہے کہ زید بے قید جس کے حال سے سوال ہے اگر قسم اول میں ہے تو ضرور اس پر حکم کفر ہے، سائل نے اس کا پورا کلام نقل نہ کیا جس کے سیاق وسباق سے حال کھلتا اور اگر اس قسم سے بچ بھی جائے تو قسم سوم سے ہونا یقینی کہ وہ مدعیِ علم بنتا وعظ کہتا ہے پھر مسلمانوں کے ہدایت کرنے پر بھی باز نہ آیا مصر رہا، یہ سب اس کے تین الفاظ سابقہ پر ہے، رہا لفظ "بیچارہ" وہ ان سب سے سخت تر، بیچارہ وہ کہ کسی بلا میں گرفتار اور بیکس، بےبس، بے یار و بے یارو ہو جو اس سے خلاص کا کوئی حیلہ نہ پائے،

---

[1] کتاب الشفاء فصل الوجہ السادس المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ترکی ۲/ ۳۶-۲۳۵

یہ ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے رب عزوجل پر افترا، اور قرآن عظیم کی تکذیب اور کفار ملاعنہ کی تصدیق ہے جنھوں نے بکا تھا: ان محمدا ودعہ[1] محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا، جس پر سورۂ والضحیٰ شریف نازل ہوئی:

والضحیٰ o واللیل اذا سجیٰ o ما ودعك ربك وما قلیٰ o وللاٰخرۃ خیر لك من الاولیٰ[2] o

اے پیارے تمھارے روئے درخشاں کی قسم تمھاری زلفِ مشکیں کی قسم، نہ تمھیں تمھارے رب نے چھوڑا نہ بیزار ہوا، جو آن آگے آتی ہے تمھارے لئے گزشتہ آن سے بہتر ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کیا معاذ اللہ ان کو اس ناپاک لفظ سے تعبیر کیا جائیگا جن کا رب فرماتا ہے:

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ[3]

اگر تم کوئی ان کی مدد نہ کرو تو اللہ واحد قہار ان کا مددگار۔

کیا معاذ اللہ ان کو کہا جائے گا جن کے لئے ان کا مولیٰ عزوجل فرماتا ہے:

فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین بعد ذٰلك ظهیر[4] o

بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد فرشتوں کی فوجیں ان کی مدد کو حاضر ہیں۔

کیا معاذ اللہ ان کو کہا جائے گا جو اس ظاہری تنہائی اور ایک جہان برسر عداوت و پرخاش ہونے کی حالت میں اپنے یار غار سے فرماتے تھے: لاتحزن ان اللہ معنا[5] غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

تو یہ ملعون کلمہ ان پہلوں سے بھی ملعون و خبیث تر ہے، زید بے قید خود بھی جانتا تھا کہ یہ سب سے بدتر ہے ولہذا ایک بار کہہ بناوٹ پر آیا اسی کو سوچ بچار بنایا اور اس سے بھی ہزار درجہ ملعون تر اس کا وہ ناپاک نجس گندا خبیث قول ہے کہ میں نے تو یہی کہا ہے اللہ تعالیٰ یوں فرمارہا ہے، اس سے کھل گیا کہ وہ ضرور بددین گمراہ فاسد العقیدہ مختل الایمان بلکہ ظاہراً بالقصد مرتکب توہین حضور سید الانس و الجان ہے صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ اس کا وعظ سننا حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس سے

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ والضحیٰ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ٢/١٧٠

[2] القرآن الکریم ٩٣/ ١ تا ٤

[3] القرآن الکریم ٩/ ٤٠

[4] " ٦٦/ ٤

[5] " ٩/ ٤٠

ملنا جلنا حرام، اسے سلام علیک کرنا حرام، اپنی تقریب میں اسے بلانا حرام، اپنا کوئی دینی کام اگرچہ صرف نکاح خوانی ہو اسے سپرد کرنا حرام،

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[1] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

اس حالت میں شر و ضلالت پر جو اس کے معاون ہیں سب اسی کی مثل ہیں اور ان سب کے یہی احکام،

قال اللہ تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم۔[2] اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔ (ت)

طھر اللہ الارض من خبثھم وخبث امثالھم (اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کے خبث سے زمین کو پاک کردے۔ ت) لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۹ و ۲۶۰: از کاکوری درگاہ تکیہ شریف کاظمیہ مرسلہ سید سبط احمد صاحب خادم درگاہ ۲۳ رمضان ۱۳۳۵ھ

(۱) اگر کوئی مسلمان قبل شروع رمضان المبارک یہ لفظ استعمال کرے کہ ہندو ہوتے تو بہتر یہ تیس[3] روزے تو نہ رکھنا پڑتے۔

(۲) دوسرا شخص ایسے لفظ بصراحت یہ بیان کرے کہ اللہ پاک نے یہ تیس[3] روزے بنائے ہیں پوری قید ہے، بھوک پیاس لے کر آتے ہیں، بڑا ظلم ہے رمضان کے روزے بڑے ظالم ہیں، لیکن جو ظلم کرتا ہے تھوڑے دن رہتا ہے۔

الجواب

یہ دونوں شخص یقیناً کافر و مرتد ہیں اگر عورت رکھتے ہوں تو ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں، عورتوں کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کرلیں، یہ کافر اگر توبہ نہ کریں از سرِ نو اسلام نہ لائیں تو مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام، سلام کلام حرام، بیمار پڑیں تو انھیں پوچھنے جانا حرام، مرجائیں تو ان کے جنازے میں شرکت حرام، انھیں غسل دینا حرام، ان پر نماز پڑھنا حرام، ان کا جنازہ کندھے پر رکھنا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] " ۵/ ۵۱

حرام، جنازے کے ساتھ جانا حرام، مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا حرام، ان کے اقارب اگر حکمِ شریعت مانیں تو ان کی موت پر اُن کی لاشیں دفعِ عفونت کے لئے بھنگی چماروں سے ٹھیلے پر ڈلوا کر مسلمانوں اور کافروں سب کی مقابر سے جدا کسی تنگ گڑھے میں کُتے کی طرح پھینکوا کر اُوپر سے پاٹ دیں وذٰلک جزاء الظّٰلمین[1] (اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۱ ازنلوک پور مرسلہ مولوی شفاعت اللہ صاحب طالب علم مدرسہ اہل سنّت ۹ شوال ۱۳۳۵ھ

زید ایک مسجد کا امام ہے اور بکر بوجہ باہم شکر رنجی زید کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا، بنائے شکر رنجی اوّل یہ ہے کہ زید داڑھی کترواتا تھا، دوم یہ کہ زید بکر سے منافقانہ رسم رکھتا تھا کیونکہ ایک مرتبہ چند اہل محلہ وغیرہم نے زید اور بکر کے درمیان اس شکر رنجی کو دفع کرکے صلح کرا دی تھی اور قرآن پاک درمیان میں دیا تھا، مگر قرآن پاک دینے پر بھی زید کا بغض نہ گیا اور وہ وقتًا فوقتًا اپنے منافقانہ برتاؤ سے اپنا بغض ظاہر کرتا رہا، مگر اس مصالحت کے بعد زید نے چند دنوں کے لئے داڑھی چھوڑ دی جس پر بکر زید کے پیچھے نماز پڑھنے لگا، چند روز کے بعد زید نے بکر پر ایک الزام لگایا جس کو اہل محلہ نے بعد تحقیق جھوٹا پایا اس پر بکر نے زید سے دریافت کیا کہ میرے اور تمھارے درمیان کلام پاک دیا گیا تھا پھر تم نے مجھ سے کیوں بغض رکھا اور کیوں میرے اُوپر تہمت لگائی، اس پر زید نے صریحًا جواب دیا کہ ایک قرآن شریف کیا اگر دو قرآن شریف درمیان ہو جائیں گے تب بھی تیری جانب سے میرا بغض نہ جائے گا، ایسی صورت میں زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

محبت وبغض قلبی حالت اختیارِ بشر میں نہیں،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا قسمی فیما املك فلا تؤاخذنی فیما لا املك[2]۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے: یہ اس میں میرا حصّہ ہے جس کا میں مالک ہوں پس اس میں مواخذہ نہ فرما جس کا میں مالک نہیں ہوں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲۹

[2] اتحاف السادۃ المتقین واما اصحاب علیہ السلام فابوبکر رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۲۹

زید کے اس قول کو اس معنی پر محمول کرنا چاہیئے کہ جب بھی میر البغض نہ جائے گا کہا ہے نہ کہ جب بھی تیر البغض نہ چھوڑوں گا، ہاں اگر لبغض بلا وجہ شرعی ہے اور اس پر کار روائی کرتا ہے، جیسے جھوٹی تہمتیں لگانا اور اس امر میں وہ مشہور ہے تو فاسق معلن ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۲ عبدالغنی رنگ ساز بریلی محلہ عقب کوتوالی ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیر کے ساتھ مرید کو کیسا عقیدہ رکھنا چاہیئے، آیا یہ کہنا چاہیئے کہ میرا بخشنے والا وہی ہے یا یہ کہ اس کے وسیلہ سے بخشا جاوے گا جیسا کہ ایک شخص (زید) ہے وہ یہ کہتا ہے کہ بخشنے والا اور دینے والا پیر ہی ہے، اور عمرو یہ کہتا ہے کہ پیر بخشنے والا نہیں بلکہ ان کے وسیلہ سے ان کے مرید بخشے جائیں گے اور بغیر وسیلہ پیر کے دربار خدا یا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک رسائی نہیں، اور اس امر میں زید ہمیشہ عمرو سے اختلاف رکھتا ہے اب فیصلہ فرماویں کہ دونوں میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق؟ اور جو حق پر نہیں ہے اس کو توبہ کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

عمرو حق پر ہے اور زید کے وہ الفاظ کہ بخشنے والا اور دینے والا پیر ہی ہے اپنے ظاہر پر بہت شنیع ہیں اور اگر اس کا ظاہر ہی اعتقاد قائل ہو تو صریح کفر ہے بہرحال زید کو توبہ چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۳ لکھیم پور ضلع کھیری محلہ نئی بستی مرسلہ محمد غفران الحق صاحب ۶ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا بسبیل تذکرہ کیا اس کو خبر تھی تمہارے دل کی، یعنی کیا خدا جانتا تھا تمہارے دل کی بات کو، تو اس بات کے کہنے سے اس نے خدا کی صفتِ علم سے انکار کیا یا نہیں؟ اور اس کلمہ کے کہنے سے وہ عورت خارج از ایمان ہوئی یا نہیں؟ اور ایمان سے خارج ہونے کی وجہ سے اس مرد کے نکاح میں رہی یا منکر بصفت علم باری تعالیٰ ہونے کی وجہ سے ایمان جاتا رہا اور ایمان جانے کی وجہ سے اپنے خاوند کے جو کہ مسلمان ہے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں؟ اب وہ عورت توبہ کرکے بغیر عدت کے ایام گزارے اور بغیر دوسرے مرد سے نکاح کئے اپنے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے؟ اور پہلا مہر خاوند کو دینا ہوگا یا ساقط ہوگیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل نے ان زن وشو کا اوّل سے مکالمہ نہ لکھا جس سے اس قولِ زن کے معنی متعین ہوتے اس میں وُہ پہلو بھی نکلتا ہے جس سے سلبِ علم نہ ہو مثلاً مرد نے دعوٰی کیا کہ فلاں وقت میرے دل میں یہ بات تھی عورت نے اس پر مرد سے یہ کہا کہ اللہ تعالٰی کو اپنے دل میں اس وقت یہ بات ہونے کا گواہ کرے لہذا یہ الفاظ کہے یعنی کیا تمھارے دل میں یہ ارادہ ہونا علمِ الٰہی میں تھا اُس صورت میں لزوم محظور نہیں۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے :

وجعلوا للّٰہ شرکاء قل سموھم ام تنبئونہ بما لایعلم فی الارض[1]۔ اور وُہ اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں، تم فرماؤ ان کا نام تو لو یا اسے وُہ بتاتے ہو جو اس کے علم میں ساری زمین میں نہیں۔ (ت)

نیز ممکن ہے کہ استفہام تقریری ہو یعنی اس سے اقرار لینا چاہا کہ اللہ تعالٰی علیم بذات الصدور ہے، جب وہ اقرار کرتا تو آگے اس پر تفریع کرتی مثلاً یہ کہ جب وُہ دلوں کی خبر رکھتا ہے کیوں فاسد ارادہ دل میں لاتے ہو تو ایسے مجمل سوال پر کوئی حکم نہیں ہو سکتا، ہاں اگر ثابت و متحقق ہو کہ عورت نے وہ الفاظ معاذ اللہ نفیِ علم کے لئے کہے تو بے شک کلمہ کفر ہے، اس روایت کی بناء پر جس پر اب فتوی ہے نکاح سے نہ نکلی، اگر وہ توبہ اور تجدیدِ اسلام کرے تو نظر بظاہر الروایۃ دو گواہوں کے سامنے تجدیدِ نکاح کرلیں اس سے زیادہ کی حاجت نہیں اور یہ امر کسی حال میں ساقط نہ ہُوا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۴: مرسلہ سیّد ایوب علی ساکن بریلی محلہ گھسگران ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بلا نکاحی عورت اپنے گھر میں رکھتا ہے، چند مسلمانوں نے زید سے ہر چند کہا کہ تو اپنا نکاح کرلے، زید نے جھُوٹ کہا کہ میرا نکاح ہو چکا ہے میں اب نہ کروں گا، اور کسی کو اس کے نکاح کی خبر نہیں ہے، مسلمانوں نے کہا کہ تُو مسلمان نہیں ہے جو شرعی حکم نہیں مانتا ہے زید نے جواب دیا کہ ہاں میں مسلمان نہیں ہُوں لہذا سب مسلمانوں نے زید کو اپنی محفل سے اُٹھا دیا۔ بعد چندے زید کہتا ہے کہ آپ میرا نکاح کردو لہذا سوال ہے کہ از روئے شرع شریف زید کے واسطے کیا حکم ہے؟ والسلام

الجواب

وہ سب لوگ گنہ گار ہوئے جنھوں نے اسے کہا کہ تو مسلمان نہیں اور جب وُہ ایک عورت کو بی بی کی

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۳۳

طرح گھر میں رکھتا اور کہتا تھا کہ میرا نکاح ہوچکا ہے تو اسے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہ تھی، نہ ان لوگوں کو نکاح نہ معلوم ہونے سے نکاح نہ ہونا لازم تھا ان لوگوں نے اپنی نادانی سے برخلاف شرع اسے اتنا تنگ کیا کہ آخر شیطان نے اس سے کہلوادیا کہ ہاں وہ شخص مسلمان نہیں ہے، اس کہنے سے اس کا ایمان جاتا رہا اور نکاح اگر کیا بھی تھا باطل ہوگیا اب وہ پھر مسلمان ہوکر اس کے بعد عورت کی رضامندی سے اس سے نکاح کرے اور یہ سب لوگ بھی توبہ کریں جنھوں نے ناحق تنگ کرکے یہاں تک نوبت پہنچائی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۵، ۲۶۶ از شہر محلہ ذخیرہ مسجد نیاریان مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب طالب العلم درجہ اول مدرسہ اہلسنت وجماعت ۱۱ محرم ۱۳۳۶ھ

(۱) عرض این ست کہ شخصے وعظ گفت، گفت کہ شہید را بر نبی پنج فضیلت زیادہ دارد حدیث بیان کرد، راست ست یا نہ؟ بر امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ بسیار تجاوز بیان کرد کہ در مصنف ابی الشکور تکذیب شدہ کردی یعنی سر برچوگان و بر لاش مبارک اسپ راندن و مستورات را بے پردہ بردن وغیرہ راست ست یا نہ؟ وگفتہ ابوالشکور در مصنف خود کہ یزید دوازدہ سردار خود را کشت کہ من شما امر نکردم بودم بقتل وے۔

(۱) عرض یہ ہے کہ ایک آدمی نے وعظ میں کہا شہید کو نبی پر پانچ درجے زیادہ فضیلت ہے، یہ بات درست ہے یا نہیں؟ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق زیادتی کرتے ہوئے کہا کہ ابوالشکور کے مصنف میں ان کی تکذیب کی گئی ہے یعنی ان کے سر اور لاشے پر گھوڑے دوڑائے گئے، خواتین کو بے پردہ کیا گیا یہ درست ہے یا غلط؟ ابوالشکور نے اپنے مصنف میں یہ بھی بیان کیا کہ یزید نے اپنے بارہ ۱۲ سردار یہ کہتے ہوئے قتل کروادیئے کہ میں نے تمھیں قتلِ حسین کا حکم نہیں دیا تھا۔

(۲) دیگر گفت کہ شہادت ناقصہ امام حسن را دادہ شد و شہادت کاملہ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ دادہ شد و رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہید نشدہ وگفت در بیان ایں حدیث کہ بر حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہید فضیلت دارد معاذ اللہ بواسطہ جناب راست ست یا نہ؟

(۲) دوسرے یہ کہا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہادت ناقص اور امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہادت کاملہ دی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہید نہیں اور اس نے اس حدیث کے بیان میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شہید کو فضیلت ہے (معاذ اللہ) امام حسین کے واسطہ سے آپ بتائیں یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) غیر نبی را بر نبی تفضیل کفر است اگر فضل جزئی مراد دارد نیز بے ادب و بدزبان و بد خواہ مسلمانان و برہم زن دین و ایمان ست و تجاوز از حد ظلم ست و بغض او کفر و سائرش حرام، قال تعالیٰ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ[1] و ہمچوں مظالم ملعونہ غیر ثابتہ و ثابتہ از پہلوئے اہانت اہل بیت کرام را تہی نیست، فضائل و مناقب آنہا نشر باید نہ آنچنانکہ در شمار زبوناں و خستگان و بیچارگان باشند ؎

کردم از عقل سوالے کہ بگو ایمان چیست
عقل در گوش دلم گفت کہ ایمان ادب است

و مارا با یزید و افعال و اقوال ظالمانہ و منافقانہ آں پلید کارے نیست، اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ و امثالہ۔

(۲) سخن اول بے ادبی و سخن آخر کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) غیر نبی کو نبی پر فضیلت دینا کفر ہے اگر جزئی فضیلت مراد ہو تو یہ بے ادبی، بدزبانی اور مسلمانوں کی بدخواہی اور دین و ایمان کو ہلانا ہے اور حد سے تجاوز کرنا ظلم ہے ان کا بغض وغیرہ کفر و حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اسی طرح غیر ثابت مظالم ملعونہ اور ثابتہ مذکورہ اہلبیت کرام کی اہانت سے خالی نہیں، اہلبیت کے فضائل و مناقب کا بیان ہونا چاہئے نہ یہ کہ ان کو بیچارگاں اور بے سہارا اور خستہ حال ثابت کیا جائے،

میں نے عقل سے پوچھا بتاؤ ایمان کیا ہے
تو عقل نے میرے دل کے کان میں کہا
ایمان سراپا ادب ہے۔

اور ہمیں یزید پلید اور اس کے ظالمانہ افعال و اقوال سے کوئی سروکار نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے اور اسکی امثال سے پناہ عطا فرمائے۔

(۲) پہلی بات بے ادبی اور دوسری کفر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۷

خدا کو ہر جگہ حاضر کہنا کیسا ہے؟

الجواب

اللہ عزوجل جگہ سے پاک ہے، یہ لفظ بہت برے معنی کا احتمال رکھتا ہے اس سے احتراز

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۱

لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶ از ریاست بہاولپور مقام فرید آباد ڈاک خانہ غوث پور مرسلہ مولوی نور احمد صاحب فریدی ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ھوالحق بشرف ملاحظہ عالیہ عالی جناب حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہم العالی مجدد مائۃ حاضرہ۔ یا حضرت اقدس دام فیوضاتکم العالیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد آداب نیاز مندانہ بجا لاکر عارض ہوں کہ اس جگہ در بارہ مسئلہ وحدۃ الوجود سماع علماء میں سخت اختلاف ہے، زید کہتا ہے مسئلہ وحدۃ الوجود حق ہے اور صحیح ہے جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیائے عظام علیہم الرضوان کا مشرب ہے اور سماع لاھلہ شرعاً درست ہے۔ ہر دو مسائل کا ثبوت کتب اسلامیہ سے موجود ہے، بکر اس کے برخلاف ہے اور فتویٰ دیتا ہے کہ مشرب وحدۃ الوجود والے تمام کافر ہیں اور سماع بلاتخصیص مطلق حرام ہے اور اس کا مرتکب معاذ اللہ ملعون و کافر ہے اور ہر دو مسائل کا ثبوت کسی کتاب اسلامی میں نہیں، فلہٰذا بکمال ادب معروض کہ بحوالہ کتب معتبرہ فتوائے خود سے امت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسی جواب سرفرازی بخشیں کہ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون کاذب تاکہ تشویش اور خطرہ ایمانی بین المسلمین نہ آئے، والاجر علی اللہ (اجر اللہ کے پاس ہے۔ ت)

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہاں تین چیزیں ہیں، توحید، وحدت، اتحاد۔ توحید مدار ایمان ہے اور اس میں شک کفر، اور وحدت وجود حق ہے، قرآن عظیم و احادیث و ارشادات اکابر دین سے ثابت، اور اس کے قائلوں کو کافر کہنا خود شنیع خبیث کلمہ کفر ہے۔ رہا اتحاد وہ بیشک زندقہ و الحاد اور اس کا قائل ضرور کافر۔ اتحاد یہ کہ یہ بھی خدا وہ بھی خدا سب خدا ؎

گر فرق مراتب نکنی زندیقی

(اگر تو فرقِ مراتب نہ کرے تو زندیق ہے۔ ت)

حاش للہ اللہ اللہ ہے اور عبد عبد، ہرگز نہ عبد اللہ ہوسکتا ہے نہ اللہ عبد۔ اور وحدت وجود یہ کہ وہ صرف موجود واحد، باقی سب ظلال و عکوس ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

کل شیئ ھالک الا وجھہ[1] ہر چیز فانی ہے سوائے اس کی ذات کے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۸۸

41 صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، حضور اکرم فرماتے ہیں:

41 اصدق کلمۃ قالہا الشاعر کلمۃ لبید الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل[1]

سب میں سچی زیادہ بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ سن لو اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے۔

کتب کثیرہ مفصلہ اصابہ نیز مستدرک میں ہے سواد بن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

فاشہد ان اللہ لارب غیرہ و انک مامون علٰی کل غائب[2]

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی رب نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمیع غیوب پر امین ہیں)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔

اقول یہاں فرقے تین ہیں:

اول خشک اہل ظاہر کہ حق و حقیقت سے بے نصیب محض ہیں یہ وجود کو اللہ و مخلوق میں مشترک سمجھے ہیں۔

دوم اہل حق و حقیقت کہ بمعنی مذکور قائل وحدت وجود ہیں۔

سوم اہل زندقہ و ضلالت کہ الٰہ و مخلوق میں فرق کے منکر اور ہر شخص و شیئ کی الوہیت کے مقر ہیں ان کے خیال و اقوال اس تقریبی مثال سے روشن ہوں گے، ایک بادشاہ اعلٰی جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے جس میں تمام مختلف اقسام و اوصاف کے آئینے نصب ہیں، آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شیئ کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتا ہے، بعض میں صورت صاف نظر آتی ہے بعض میں دھندلی، کسی میں سیدھی کسی میں اُلٹی، ایک میں بڑی ایک میں چھوٹی، بعض میں پتلی بعض میں چوڑی، کسی میں خوشنما کسی میں بھونڈی، یہ اختلاف ان کی قابلیت کا ہوتا ہے ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے خود واحد ہے، ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلی ان سے منزہ ہے، ان کے اُلٹے، بھونڈے، دھندلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا وللہ المثل الاعلٰی[3] (اور اللہ کی شان سب سے بلند۔ ت)

---

[1] الجامع الصحیح للبخاری کتاب الادب باب مایجوز من الشعر والرجز قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۸

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ قصہ اسلام سواد بن قارب دارالفکر بیروت ۳/ ۶۰۹

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۶۰

اب اس آئینہ خانے کو دیکھنے والے تین قسم ہوئے :

اوّل ناسمجھ بچے اُنھوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آرہے ہیں جیسے وہ ، ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ اس کے تابع ہیں جب وہ اٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہوجاتے ہیں ، وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں ، وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں تو عین یہ بھی اور وہ بھی ، مگر وہ حاکم ہے یہ محکوم اور اپنی نادانی سے نہ سمجھا کہ وہاں تو بادشاہ ہی بادشاہ ہے یہ سب اسی کے عکس ہیں ، اگر اس سے حجاب ہوجائے تو یہ سب صفحۂ ہستی سے معدوم محض ہوجائیں گے ، ہو کیا جائیں گے اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں حقیقۃً بادشاہ ہی موجود ہے باقی سب پرتو کی نمود ہے۔

دوم اہل نظر و عقل کامل ، وہ اس حقیقت کو پہنچے اور اعتقاد بنائے کہ بیشک وجود ایک بادشاہ کے لئے ہے موجود ایک وہی ہے یہ سب ظل و عکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود نہیں رکھتے اس تجلی سے قطع نظر کرکے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے ، حاشا عدم محض کے سوا کچھ نہیں ، اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم و فانی ہیں اور بادشاہ موجود ، یہ اس نمود و وجود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی یہ ناقص ہیں ، وہ تام ، یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ، اور وہ سلطنت کا مالک ، یہ کوئی کمال نہیں رکھتے ۔ حیاۃ ، علم ، سمع ، بصر ، قدرت ، ارادہ ، کلام سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع ، تو یہ اس کا عین کیونکر ہوسکتے ہیں ، لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں بلکہ وہی وہ ہے اور یہ صرف اس تجلی کی نمود ، یہی حق و حقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود ۔

سوم عقل کے اندھے سمجھ کے اوندھے ان ناسمجھ بچوں سے بھی گزر گئے ، انھوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے وہی اُن کی ، جو حرکت وہ کرتا ہے یہ سب بھی ، تاج جیسا کہ اس کے سر پر ہے بعینہٖ ان کے سروں پر بھی ، انھوں نے عقل و دانش کو پیٹھ دے کر بکنا شروع کیا کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب و نقائص ، نقصان قوابل کے باعث ان میں تھی خود بادشاہ کو ان کا مورد کردیا کہ جب یہ وہی ہیں تو ناقص ، عاجز ، محتاج ، اُلٹے ، بھونڈے ، بدنما ، دھندلے کا جو عین ہے قطعاً انھیں ذمائم سے متصف ہے تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند و بالا ہے ۔ت) انسان عکس ڈالنے میں آئینے کا محتاج ہے اور وجود حقیقی احتیاج سے پاک وہاں جسے آئینہ کہتے وہ خود بھی ایک ظل ہے پھر آئینے میں انسان کی صرف سطح مقابل کا عکس پڑتا ہے جس میں انسان

کے صفات مثل کلام وسمع وبصر وعلم وارادہ وحیات سے اصلاً نام کو بھی کچھ نہیں آتا لیکن وجود حقیقی عزجلالہ کے تجلّی نے اپنے بہت ظلال پر نفس ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پرتو ڈالا یہ وجوہ اور بھی ان بچوں کی نافہمی اور ان اندھوں کی گمراہی کی باعث ہوئیں اور جن کو ہدایت حق ہوئی وہ سمجھ لئے کہ ؎

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

(اس گھر میں ایک چراغ ہے اس کی روشنی سے ہر جا بارونق ہے۔ ت)

انھوں نے ان صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں، حقیقی، ذاتی کہ متجلی کے لئے خاص ہے، اور ظلی عطائی کہ ظلال کے لئے ہے اور حاشا یہ تقسیم اشتراک معنی بلکہ محض موافقت فی اللفظ، یہ ہے حق حقیقت وعین معرفت وللہ الحمد۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وماکنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق صلی اللہ تعالٰی علیھم وعلٰی سیدھم ومولاھم وبارک وسلم۔

سب حمد اللہ تعالٰی کے لئے جس نے ہمیں اس کے لئے ہدایت دی جبکہ ہم خود راستہ پانے والے نہ تھے اگر اللہ تعالٰی ہماری رہنمائی نہ فرماتا یقیناً ہمارے رب کے تمام رسول حق لائے، اللہ تعالٰی ان سب پر اور ان سب کے آقا ومولا پر رحمتیں اور برکتیں اور سلامتی نازل فرمائے۔ (ت)

سماع مجرد کہ جملہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو بلا شبہہ اہل کو مباح بلکہ مستحب ہے اس پر انکار ستر صدیقوں پر انکار ہے اور معاذ اللہ صدیقین کی تکفیر کرنے والا خود کفر اخبث کا سزاوار ہے، اس کی تفصیل فتاوٰی فقیر خصوصاً رسالہ اجل التحبیر میں ہے، ہاں مزامیر شرعاً ناجائز ہیں، حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں: مزامیر حرام است[1] (مزامیر حرام ہیں۔ ت) اور اہل اللہ کسی معصیت الٰہی کے اہل نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۹: از کھنڈل ضلع اکیاب ملک برہما مرسلہ محمد بدیع الرحمٰن ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

اندریں کہ شخصے عالمے را در اثنائے سخن بدیں گونہ دشنام داد کہ چہ ذکر علم تحصیل نمودی وچہ ذکر عالم ہستی پس سب علم وعالم معاً واتصاف آں

ایک شخص نے دوران گفتگو عالم دین کو اس طرح گالی دی ہے تُو نے ذکر علم حاصل کیا ہے تو ذکر عالم ہے، اس نے علم اور عالم کو ذکر اور آلہ تناسل

---

[1] فوائد الفواد نظام الدین

باذکر وآلۂ تناسل توہین علومِ دین وہتک عالمِ متین ست یانہ، بر شقِ اول بر شاتم موصوف چسان حکم حسبِ شرعِ محمدی عائد شود بیّنوا بالدلیل۔

سے متصف کیا، یہ علمِ دین وعالمِ متین کی توہین ہے یانہیں؟ اگر ہے تو شاتم پر شرعِ محمدی کا کیا حکم جاری ہوتا ہے؟ دلیل کے ساتھ بیان فرمائیں۔(ت)

الجواب

فقہائے کرام توہینِ عالم راکفر داشتہ اند، در مجمع الانہر ست: من قال للعالم عویلم علی وجه الاستخفاف کفر[1]۔ آنجا اگر تاویل را راہی بود توہین علم دین خود کفر خالص است۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

فقہائے کرام نے عالم کی توہین کو کفر قرار دیا ہے، مجمع الانہر میں ہے "اگر کسی نے توہین کی نیت سے عالم کو عویلم (گھٹیا عالم) کہا تو یہ کفر ہے، اگر یہاں تاویل کریں تو علمِ دین کی توہین خالصتًا کفر ہے" واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۲۷۰ تا ۲۷۲: از کشمیر خاص محلہ رنگریزاں بخانہ منشی چراغ ابراہیم براستہ جہلم مرسلہ محمد یوسف صاحب ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

(۱) کوئی شخص فقہ کا انکار کرے کہ میرا فقہ پر ایمان نہیں ہے تو کیا وہ مسلمان ہے یا کافر؟

(۲) اگر وعظ میں کوئی کہے کہ بعد خدا کے درجہ عالم کا ہے فقط، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی یوں کہے کہ آدم علیہ السلام نے کپڑا بُنا ہے اور داؤد علیہ السلام نے آہن گروں کا کام کیا ہے اور فلاں پیغمبر نے حجام کا کام کیا، تو اس میں کیا بے عزتی نبیوں کی ہے یانہیں؟

الجواب

(۱) فقہ کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے،

قال اللہ تعالٰی فلولا نفر من کل فرقة منھم طائفة لیتفقھوا فی الدین[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔(ت)

اور قرآن مجید کا انکار کفر ہے۔

(۲) اگر اس نے عالم سے مراد یہی عرفی علماء لئے جنھیں مولوی کہتے ہیں تو یہ کلمۂ کفر ہوگا کہ اس میں انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام پر علماء کی تفضیل لازم آتی ہے اور اگر مطلق عالم مراد لیا کہ انبیاء

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ٦٩٥

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۲

علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی شامل ہے تمام عالم سے اعلیٰ واعلم تو وہی ہیں، تو ضرور حق ہے اور جب بات محتمل ہے تو قائل پر کوئی حکم نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے قرائن کلام سے متعین نہ ہوتا ہو۔

(۳) حجام کا کام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت کرنا تو اس شخص کا افترا ہے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کپڑا بننا سکھایا گیا، داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے لوہا نرم کیا گیا کہ وہ اس سے زرہیں بناتے، یہ بیان اگر اس نے محل توہین میں کیا تو کافر مرتد ہے اور اگر کسی محل صحیح میں نیت صحیح سے کہا تو حرج نہیں، اور اگر نہ کوئی نیت فاسدہ تھی نہ صحیحہ ویسے ہی بے معنی حکایات کے طور پر بیان کیا تو بے ادب ہے اور قابل تعزیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۴: از شہر کہنہ محلہ قاضی ٹولہ مرسلہ حاجی سعد الدین صاحب ۳۰ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

تفضل حسین نے ایک جلسہ عام میں منبر پر بیٹھ کر یہ کہا کہ آج میں ایک ایسی بات بیان کرتا ہوں جو آج تک حاضرین جلسہ نے نہ سنی ہو کیونکہ کسی عالم اور کسی فقیر نے آج تک بیان نہیں کیا وہ بات یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت خانے پر تشریف لائے آپ کی سوئی گر گئی تھی وہاں اندھیرا تھا اس کو وہ تلاش کر رہی تھیں تاریکی کی وجہ سے نہ ملتی تھی حضور نے تبسم فرمایا دندان اقدس کی روشنی سے وہ سوئی مل گئی، حضور نے خیال فرمایا کہ میرے دانت ایسے روشن ہیں کہ آج تک کسی کے ایسے نہ ہوئے اس تکبر کی وجہ سے حضور کا دندان اقدس جنگ اُحد میں شہید ہوگیا۔

(۲) حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات رات بھر کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے اس وجہ سے پاؤں شریف پر ورم آگیا، کسی صاحب نے یہ عرض کیا کہ حضور پتھر آگ میں گرم کرکے سینکیں، حضور نے جس وقت پتھر آگ میں ڈالا اس نے اللہ تعالےٰ سے فریاد کی حکم ہوا کہ ہم اس کا بدلہ تجھ کو دیں گے، ان الفاظ سے توہین ہوئی یا نہیں، اور ہوتی ہے تو کس حد تک، یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں یا غلط؟ اس کے بیان کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے اور سامعین پر اس کا گناہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ کس طرح اس گناہ سے بری ہوں؟

الجواب

پہلی روایت کہ تبسم فرمانے سے سوئی مل گئی، یہاں تک ٹھیک ہے، اس کے بعد جو اس بیان کرنے والے نے بڑھایا ہے وہ صریح کذب وافترا ہے اور اس کے ساتھ جو اس نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت معاذ اللہ تکبر کا لفظ کہا وہ صریح کفر ہے وہ ایمان سے نکل گیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، جیسے مجمع میں اس نے وہ ناپاک ملعون لفظ کہا اسے حکم ہے کہ ویسے ہی

مجمع میں توبہ کرے اور اسلام لائے، اگر نئے سرے سے مسلمان نہ ہو تو مسلمانوں کو اس سے سلام و کلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کی شادی غمی میں شریک ہونا حرام، بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اُسے غسل و کفن دینا حرام، اس کے جنازہ کی نماز حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، مرنے کے بعد اسے کچھ ثواب پہنچانا حرام، بلکہ اس کے کفر پر مطلع ہو کر جو کوئی اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا کوئی معاملہ کرے گا اور اسے مسلمان جانے گا بلکہ اس کے کفر میں شک کرے گا وہ خود کافر ہوجائے گا۔ شفائے امام قاضی عیاض و بزازیہ و ذخیرۃ العقبیٰ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے:

من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر[1] جس نے اس کے عذاب و کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔ (ت)

(۲) اور وہ جو دوسری روایت پتھر کی اس نے بیان کی وہ بھی محض جھوٹ اور اس کا افترا ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو وہ روایت اس پر جہنم کے پتھر برسائے گی وہ لوگ جو ایسے کو بیان کرنے کے لئے بٹھاتے ہیں اور اس کا بیان سُنتے ہیں سب سخت گنہگار ہیں اور اگر اس پہلی روایت کو سُن کر پسند کیا تو وہ پسند کرنے والے سب اس کی مثل کافر ہوگئے اور ان کی عورتیں نکاح سے نکل گئیں، ان پر توبہ فرض ہے، اور ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۵: از کٹک بخشی بازار مرسلہ داور علی خاں سہاوری ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ایک اشتہار بجنسہٖ روانۂ خدمت کرتا ہوں اس میں ع-۶ میں جو لکھا ہے اس سے مسلمانانِ کٹک بہت اُلجھن میں پڑ گئے ہیں کیونکہ جس کتاب کے حوالے سے لکھا ہے وہ غیر مقلدین کی کتاب کا حوالہ ہے اس واسطے مکلف ہوں کہ اس کا جواب دیجئے تاکہ مسلمانانِ کٹک کی بے چینی دُور ہو۔

الجواب

ظاہرا مسلمانوں کی پریشانی کا باعث یہ ہے کہ اس قول کو صاحبِ اشتہار کی طرف سے سمجھے حالانکہ اس میں وہابیہ کا قول نقل کیا ہے، یہ قول وہابیہ کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی کا ہے کہ اس نے تقویۃ الایمان میں لکھا اور شیطنت پر سخت شیطنت یہ کی کہ اس کلمۂ کفر کو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا کہ حضور فرماتے ہیں "میں بھی تمہاری طرح ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں[2]" رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کا کلمہ اور پھر اسے خود حضور کی طرف نسبت کرنا دوہرا استحقاق عذاب نار ہے،

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] تقویۃ الایمان الفصل الخامس فی رد الاشراک مطبع علمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۲

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ، فنبی اللہ حی یرزق [1]

بیشک اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے انبیاء کا بدن کھانا زمین پر ، اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں ۔

دوسری صحیح حدیث میں نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون [2]

انبیاء اپنے مزاراتِ طیبہ میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۶ و ۲۲۷ از رادھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب ۷ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک مولوی صاحب وعظ میں اس طرح کہتے تھے : "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتے ہیں" اور کبھی اس طرح کہتے تھے : "ارشاد فرماتا ہے" ، کہیں تو اللہ فرماتے ہیں اور کہیں اللہ فرماتا ہے ، ایسے کلام کے کہنے سے انسان پر کفر شرک تو لازم نہیں آتا یا آتا ہے ، گناہ گار ہوتا ہے یا نہیں ؟ اور کتابوں کے مصنف نے "اللہ فرماتے ہیں" کیوں نہیں لکھا ؟ اور "فرماتا ہے" لکھا ، کیا وجہ ؟

(۲) ابھی چند روز کی بات ہے کہ ایک شہر سے فتوے آئے ہیں اس میں کئی مہریں ہیں اس میں لکھا ہے کہ "بہشتی زیور" سے انکار کرنے والا کافر ہے ، اس کی عورت بھی نکاح سے خارج ہوگئی ، اقرار و انکار کرنے والے مسلمان ہی ہیں ، مسلمانوں کو کافر کہنا جائز ہے ؟ جنھوں نے مسلمانوں کو کافر کہا اسے کیا چاہیے ؟

الجواب

(۱) اللہ عزوجل کو ضمائر مفرد سے یاد کرنا مناسب ہے کہ وہ واحد احد فرد وتر ہے اور تعظیماً ضمائر جمع میں بھی حرج نہیں ، اس کی نظیر قرآنِ عظیم میں ضمائر متکلم ہیں تو صدہا جگہ ہے : (مثلاً)

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ
بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ذکر وفاتہ و دفنہ صلے اللہ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

[2] مجمع الزوائد باب ذکر الانبیاء علیہم السلام دار الکتاب بیروت ۸ / ۲۱۱

المطالب العالیہ حدیث ۳۴۵۲ توزیع عباس احمد الباز مکۃ المکرمۃ ۳ / ۲۶۹

لحٰفظون[1] اس کے نگہبان ہیں (ت)

اور ضمائر خطاب میں صرف ایک جگہ ہے وہ بھی کلام کافر سے کہ عرض کرے گا: رب ارجعون لعلی اعمل صٰلحا[2] (اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں۔ت) اس میں علماء نے تاویل فرمادی کہ یہ ارجع کی جمع یا عتبار تکرار ہے یعنی ارجع ارجع ارجع ارجع۔ہاں ضمائر غیبت میں بے ذکر مرجع صیغ جمع فارسی' اور اردو میں بکثرت بلانکیر رائج ہیں ؎

آسماں بار امانت نتوانست کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

(آسمان امانت کا بوجھ نہ اٹھا سکا، قرعہ فال مجھ دیوانے کے نام نکلا۔ت)

؎ سعدیا روز اول جنگ بہ ترکاں دادند

(اے سعدی! روزِ اول سے جنگ ترکوں کو دے دی گئی ہے۔ت)

؎ زروئیت ماہ تاباں آفریدند زقدت سرو بستاں آفریدند

(تیرے چہرۂ اقدس سے روشن چاند پیدا ہوتے ہیں تیرے قدِ انور سے باغ کے سرو اُگتے ہیں۔ت)

ایسی جگہ لوگ کارکنانِ قضاء وقدر کو مرجع بتاتے ہیں، بہرحال یونہی کہنا مناسب ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے، مگر اس میں کفر و شرک کا حکم کسی طرح نہیں ہوسکتا، نہ گناہ ہی کہا جائے گا بلکہ خلافِ اولٰی۔

(۲) مسلمان کو کافر ٹھہرانا کفر ہے مگر اس کی کیا شکایت کہ بہشتی زیور کا مصنف اور اس کے ماننے والے وہی ہیں جن کو علمائے حرمین شریفین فرما چکے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے' واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۶: از کھنوڑہ ضلع ہوشیار پور مرسلہ امجد علی خاں صاحب معرفت مولوی شفیع احمد صاحب بیسلپوری متعلم مدرسہ اہل سنت وجماعت ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی شخص آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو بدلیل حدیث انا من نور اللہ (میں اللہ کے نور سے ہوں۔ت) نورِ الٰہی کا جز و مانے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ لفظ معنی فاسد کا موہم اور موہم سے بچنا واجب۔ ردالمحتار میں ہے:

---

[1] تذکرۃ الموضوعات باب فضل الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۸۶

مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع[1] | محض محال معنی کا وہم بھی ممانعت کے لئے کافی ہوتا ہے۔ (ت)

نور کا اطلاق نفسِ ذات پر بھی ہے،

اللہ نور السمٰوٰت والارض[2]۔ | اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ (ت)

بلکہ حقیقۃً نور وہی ہے،

فان النور ھو الظاھر بنفسہ والمظھر لغیرہ کما قال الامام حجۃ الاسلام الغزالی۔ | کیونکہ نور بنفسہ ظاہر اور غیر کو ظاہر کرنے والا ہے جیسا کہ امام حجۃ الاسلام غزالی نے کہا (ت)

اور حقیقت لغویہ وعرفیہ میں روشنی کو کہتے ہیں وہ ایک عرض اور مخلوق ہے قالہ الامام النووی فی شرح صحیح مسلم (یہ بات امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہی ہے۔ ت) معنیٔ اول پر جزئیت محال اور اس کا ماننا کفر، اور معنیٔ دوم پر جزئیت واقع، اور اس کا ماننا صحیح، لہٰذا ایسے لفظ کے یوں مطلقاً اطلاق سے احتراز چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۹: از کوہ الموڑہ بانس گلی مرسلہ کریم بخش عرف بھوا ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

ہولی کے موقع پر سر بازار مخصوص مسلمانوں کی دکانوں کے روبرو ٹھہر ٹھہر کے ہنود نے ایسے شرمناک الفاظ میں حملہ کیا ایک گیت گایا جس میں مذمت کلام پاک اور توہین خدا و رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھی، وہ الفاظ یہ ہیں، گیت، مسلمانوں کی لڑکیاں پڑھنے بیٹھیں قرآن، اللہ مارے ...عہ۱... رسول مارے ...عہ۲... ان الفاظ کو مسلمانان الموڑہ سُن کر بذریعہ کچہری چارہ جوئی نہ کریں بلکہ ہنود کے معافی چاہنے پر معافی دینے کو آمادہ ہوجائیں تو شرع کا کیا حکم ہے؟ آیا مسلمان مواخذہ دار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب

الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[3] (سنو، ظالموں پر اللہ کی لعنت۔ ت) وہ بے عزت لوگ شاید

عہ۱ وعہ۲ یہاں فحش الفاظ تھے۔

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۵

[3] ؎ ۱۱/ ۱۸

مسلمان ہی نہ ہوں گے، جنھوں نے اللہ واحد قہار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ایسے ناپاک ملعون الفاظ سُنے اور کچھ پروا نہ کی ملعون گانے والے کافروں اور خبیث سُننے والوں کی ضرور ملی بھگت ہوگی وہ خوب جانتے ہوں گے کہ یہ باطن میں کافر اور ان کے دینی بھائی اور انھیں کی طرح ہولی کی آگ میں دینی حمیت اور انسانی غیرت دونوں پھونکے بیٹھے ہیں جب قوان کے سامنے بے دغدغہ اللہ و رسول کو برسرِ بازار گالیاں دیں اور ان کے ساتھ بے غیرتوں کی بیٹیوں کو کیا کیا بکھائیں، الا لعنۃ اللہ علی الظلمین[1] (سنو، ظالموں پر اللہ کی لعنت ۔ت) یہ بے عزت اگر واقع میں مسلمان نہیں ہیں تو انھیں جہنم میں جانے دیں، وہاں اور جو مسلمان ہیں ان پر لازم ہے کہ جائز چارہ جوئی انتہا کو پہنچائیں، ورنہ اعداء اللہ کو اور شہ ہوگی اور اللہ و رسول کو اور زیادہ گالیاں دی جائیں گی اور اس کا وبال ان سب خاموش رہنے والوں پر پڑے گا، الا لعنۃ اللہ علی الظلمین[2]، اللہ و رسول جل وعلاو صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقط چند بے غیرتوں کے نہیں کہ ان کے معافی دینے سے معافی ہوجائے اس میں ہر مسلمان مدعی ہے، امام قاضی عیاض شفا شریف میں امام اجل،

(نوٹ، جواب نامکمل دستیاب ہُوا)

مسئلہ ۲۸۰ تا ۲۸۵ از خیرآباد محلہ شیخ سرائے ضلع سیتاپور مرسلہ امتیاز علی صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ دونوں مسلمان حنفی المذہب زن و شوہر، ہندہ جاہل بیوقوف اور بدمزاج ہے، زید اپنی معمولی ضرورت بھر پڑھا لکھا ہے اور اپنے مذہب کا پابند ہے، ہندہ کی بیوقوفی سے زید کچھ ناخوش ہُوا اس پر ہندہ تُند مزاج ہوگئی، حالتِ تکرار میں غصہ سے زید نے ہندہ سے یہ کہا کہ میں نے تم کو بارہا نصیحت کی کچھ سُود مند نہ ہُوا اور پھر فضیحت اپنی اور تمھاری لوگوں میں کی، اس کی بھی تم نے پرواہ نہ کی 'اب درجہ اذیت کا باقی ہے جو میں تم کو دے سکتا ہوں اور یہ شریعت کی تعلیم ہے گو اذیت دینے کو طبیعت نہیں چاہتی اور اس کے بعد اگر راہ پر نہ آؤگی پھر مجبوراً مجھ کو اخیر درجہ کا جو حکم ہے اس کی تعمیل کرنا ہوگی' اگر تم کو میرے ساتھ رہنا منظور نہیں ہے تو تم آزادی حاصل کرسکتی ہو اور میں تم کو آزاد کرسکتا ہوں اس کے بعد جو میرا جی چاہے گا میں کروں گا اور جو تمھارا جی چاہے تم کرنا اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کیونکہ شریعت کا یہ صاف حکم ہے کہ جب کسی طرح نباہ کی شکل نہ ہو تو آزادی ہونا چاہئے، اس پر ہندہ نے غصہ میں یہ کہا کہ "چولھے میں جائے ایسی شریعت" یا "مری پڑے ایسی شریعت پر"۔

(۱) اس فقرہ کے جاری کرنے سے عورت کس جرم یا گناہ کی مرتکب ہُوئی اور اس کا دفعیہ کیا ہے؟

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

(۲) ایسے الفاظ کہنے سے عورت پر ارتداد کا حکم تو نہیں ہوتا ہے؟

(۳) اگر ارتداد کا حکم عائد ہوتا ہے تو نکاحِ ہندہ اور زید میں کوئی نقصان ہے یا نہیں؟

(۴) اگر اس فعل سے نکاح میں کچھ نقصان ہُوا اور شوہر نے جماع کیا تو یہ فعل کیا ہوا؟

(۵) اگر ایسی صورت میں جماع کیا اور حمل قرار پاگیا تو اولاد کیا کہلاوے گی، حلالی یا حرامی؟

(۶) اور اگر کوئی حکم الفاظِ بالا کی وجہ سے عورت کے خلاف ہے اور اس نکاح میں کچھ نقصان نہیں تو اس کا دفعیہ کیا ہے؟

الجواب

ہندہ مرتدہ کافرہ ہوگئی، شوہر پر حرام ہوگئی، جب تک توبہ کرکے اسلام نہ لائے اس سے جماع حرام ہے، اس جماع سے جو اولاد ہوگی ولد الحرام ہوگی اگرچہ ولد الزنا نہ کہیں، ہندہ پر فرض ہے کہ اس ملعون ناپاک لفظ سے توبہ کرے اور از سرِ نو مسلمان ہو، اس کے بعد زید دو گواہوں کے سامنے اس سے دوبارہ نکاح کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۶ از شہر کہنہ محلہ سہسوانی ٹولہ مسئولہ محمد یامین صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کافر کو کافر کہنا چاہیے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ نہیں کہنا چاہیے اس لئے کہ شاید مرتے وقت حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر ایمان لائے، زید اگر باز نہ آئے تو اس سے سلام علیک جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

کافر کو ضرور کافر کہا جائے گا، زید کا خیال غلط ہے جہالت پر مبنی ہے اسے سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو قابلِ ترک ہے پھر اس سے سلام علیک نہ کی جائے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۲۸۷ از موضع موہن پور ڈاکخانہ دیورنیاں ضلع بریلی مرسلہ نور محمد نورباف ۱۳ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت منکوحہ کو اسی روز اس کے خاوند نے طلاق دی اور اسی روز قاضی صاحب نے اس کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ پڑھا دیا قاضی مذکور سے کہا گیا کہ یہ نکاح ناجائز ہے کیونکہ اس میں عدت کی ضرورت ہے، انھوں نے کہا کچھ ضرورت نہیں ہے، ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے کتنے نکاح ایسے پڑھائے ہونگے انھوں نے کہا کہ سیکڑوں نکاح ہم نے ایسے ہی پڑھائے ہیں، حالانکہ وہ عورت بالغ تھی اور اپنے شوہر کے یہاں آتی جاتی اور رہتی تھی اس حالت میں وہ نکاح جائز ہُوا یا نہیں اور نکاح پڑھانے والے پر شریعت کا حکم کیا ہے؟ اس شخص کا نکاح پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان قاضی صاحب کا بھی نکاح رہا یا نہیں؟

الجواب

وہ نکاح حرام قطعی ہوا اور اس میں قربت زنائے خالص ہے، ان مرد وعورت پر فرض ہے کہ فوراً فوراً جُدا ہو جائیں، اور عورت پر فرض ہے کہ عدت پوری کرے اس کے بعد نکاح کر سکتی ہے، قاضی جو مدت سے نکاح خوانی کر رہا ہے نرا وحشی جنگلی نہیں ہو سکتا، جو مسئلۂ عدت سے آگاہ نہ ہو اس حالت میں اس کا کہنا کہ "عدت کی کچھ ضرورت نہیں" کفر ہے اس کی عورت نکاح سے نکل گئی اور وہ ایمان سے خارج ہو گیا، اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور مسلمان ہو، اس کے بعد اس کی عورت راضی ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرے، ایسے شخص سے نکاح ہرگز نہ پڑھوایا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۵ از شہر بریلی کہنہ محلہ گھیر جعفر صاحب مسئولہ امتیاز رسول صاحب ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مرتبہ کسی جگہ بسم اللہ شریف میں گیا اور وہاں سے جب واپس آیا تو اس کو اپنے دوست عمرو کے گھر جانے کا اتفاق ہوا، عمرو نے دریافت کیا کہ کہاں گئے تھے؟ زید نے صاف کہہ دیا کہ مجھ کو بسم اللہ شریف میں جانے کا اتفاق ہوا، دوسرے دن زید شہر کو کپڑا وغیرہ خریدنے گیا لوٹتے ہوئے جب عمرو کے مکان پر سے گزرا تو عمرو نے بطور مذاق کے دریافت کیا کہ بسم اللہ میں گئے تھے؟ چونکہ زید تھکا ہوا تھا گرمی زیادہ پڑ رہی تھی کچھ ہوش و حواس بجا نہ تھے غلطی سے بے ساختہ اس کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا کہ نعوذ باللہ "ستر پر گئی بسم اللہ، تمھیں ہر وقت مذاق ہی رہتا ہے" بعدہ زید اتنا کہہ کر بہت شرمندہ ہوا اور اس نے توبہ کر لی، مگر پھر بھی وہ لوگ اس کو کافر کہنے لگے انھوں نے تمام لوگوں کو مجبور کر کے کہلوایا کہ یہ کافر ہے، حالانکہ اس نے صدقِ دل سے توبہ کر لی، اب اگر اور کوئی طریقہ توبہ کرنے کا ہے وہ تحریر کر دیجئے اور ان لوگوں کی بابت تحریر کیجئے کہ وہ کس حالت میں ہیں جو کہ ایک مسلمان کو توبہ کرنے کے بعد بھی کافر کہیں، زید کی مراد لفظِ بسم اللہ سے نہ تھی بلکہ اس رسم سے جس میں لوگ بطور شادی وغیرہ کے جمع ہو جاتے ہیں۔

الجواب

اس میں زید نے بُرا کیا بہت بُرا کیا اس پر توبہ فرض تھی وہ اس نے کر لی، اس کے بعد جو لوگ اسے کافر کہتے ہیں سخت سخت اشد اشد گنہگار و مستحقِ عذابِ نار ہوتے ہیں، ڈریں ڈریں کہ کہیں خود کفر میں نہ پڑیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ۔[1] یعنی جو کسی مسلمان بھائی کو توبہ کے بعد اس گناہ کا طعنہ دے

[1] جامع ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۷۳

رواہ الترمذی عن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ وحسنہ، ای ذنب قد تاب منہ کما فی روایۃ ذکرھا فی الشرعۃ قالہ فی الحدیقۃ الندیۃ۔

وہ نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ کا مرتکب نہ ہو (اسے ترمذی نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اسے حسن کہا ــــ یہاں وہ گناہ مراد ہے جس سے توبہ کرلی گئی ہو، جیسا کہ شرعۃ میں مذکورہ روایت میں ہے اسے حدیقۃ الندیۃ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی ھذا فی الذنب فکیف بالاکفار ومالہ من قرار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

العیاذ باللہ تعالٰی یہ محض گناہ کے بارے میں ہے جس نے کسی کی بغیر ثبوت کے تکفیر کردی اس کا کیا بنے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۹: مسئولہ مولوی حشمت اللہ صاحب سُنّی حنفی قادری رضوی لکھنوی ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثرہم اللہ تعالٰی ونصرہم وایدہم وایدہم اس مسئلہ میں کہ سُنّیوں کے محلہ میں ایک قادیانی آکر بسا، زید سُنّی نے مردوں عورتوں کو اس کے گھر میں جانے اس سے خلا ملا میل جول حقہ تجرہ رکھنے سے منع کیا، ہندہ جس کے بیٹے وغیرہم سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت ہیں اس نے کہا کہ بڑے نمازیئے پڑھ کے مُلّا ہوگئے ہم عذاب ہی بھگت لیں گے، اس بیچارے قادیانی کو دق کر رکھا ہے تو اب ہندہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماکر اجر پائیے۔ت)

الجواب

ہندہ نماز کی تحقیر کرنے، عذاب الٰہی کو ہلکا ٹھہرانے اور قادیانی کو اس فعل مسلمانان سے مظلوم جاننے اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم وناحق سمجھنے کے سبب اسلام سے خارج ہوگئی اپنے شوہر پر حرام ہوگئی جب تک نئے سرے سے مسلمان ہوکر اپنے ان کلمات سے توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۰: از رامہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی مرسلہ تاج الدین امام مسجد ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بدمذہب کہتا ہے کہ نور حضرت کا غیر مخلوق ہے۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور یقیناً مخلوقِ الٰہی ہے، مصنف عبدالرزاق میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

۱؎ الحدیقۃ الندیۃ ۶۰ انواع میں سے نوع ۱۲ الطعن والتعییر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۴۰

یا جابر ان اللّٰہ خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ[1] (الحدیث)

اے جابر! بیشک اللہ تعالٰی نے تمام جہان سے پہلے تیرے نبی کا نُور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

جو حضور کے نور کو غیر مخلوق کہے منکرِ قرآنِ عظیم ہے،

قال اللّٰہ تعالٰی خالق کل شیئ فاعبدوہ[2]

اللہ تعالٰی کا فرمانِ مبارک ہے، وہ ہر شیئ کا خالق ہے تو اسی کی عبادت کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۱: از گونا سنٹرل انڈیا ریاست گوالیار مرسلہ محمد صدیق سیکرٹری انجمن اسلامیہ ۱۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ٹوٹکے کراتا ہے بکرا بطور صدقہ مریض کے سرہانے بندھاتا ہے اور مریض کو سوار کراتا ہے (اگر وہ کمسن ہو) پھر اس بکرے کو دفن کراتا ہے اور وہ اس کو ضروری خیال کرتا ہے اور اس پر عامل ہو اور پتلا بنواوے اور مرغا گڑواوے اور سیندور وغیرہ لگوائے جو طریقہ سحر سے ہے، آیا زید مبتلائے شرک ہے یا نہیں؟ اور اس پر توبہ اور تجدید نکاح لازم ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو اہلِ اسلام کو امام اپنا بنانا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر مسلمانوں سے کہا جاوے کہ ایسے شخص پر زجر کرنا چاہئے اس کو کم از کم امامت سے معزول کردو اور چند اَن پڑھ مسلمان یہ کہیں کہ ہم تو زید پر ایمان لائے ہیں، تو یہ کیسا ہے؟ اگر زید کے مراسم نیلام کنندہ شراب سے ہوں جو پارسی ہے اور آمدنیِ شراب سے وہ روپے دیتا ہو اور زید اسے بلاکراہت نہایت خوشی سے خرچ میں لاتا ہو اور اس نیلام کار شراب کے یہاں سے کھانا آتا ہو جو آمدنی شراب سے ہے اور زید بخوشی اسے کھاتا ہو تو زید کو امامت سے معزول کردینا مسلمانوں کے لئے امر مستحسن ہے یا نہیں؟ اور جو اَن پڑھ لوگ اس کے امام رہنے پر اصرار کریں ان کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب

بکرا دفن کرنا اور مُرغا گاڑنا اور اسے صدقہ سمجھنا اور خصوصاً ضروری جاننا اور پُتلا بنوانا یہ سب افعال شیاطین و ساحران ملعونین ہیں ان کے ساتھ اگر کوئی قول یا فعل یا اعتقاد کفری ہو تو ضرور کفر ہے ورنہ

---

[1] المواھب اللدنیہ بحوالہ عبدالرزاق اول المخلوقات المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۱

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۲

کبیرہ اور سخت کبیرہ اور فاعل فاسق اور عذابِ نار کا مستحق اور امامت کا محض نالائق، اسے معزول کرنا واجب اور اس کے پیچھے نماز ممنوع وگناہ اور اس کا پھیرنا لازم، اور جو اس پر اس کی حمایت کرتے ہیں موردِ عذاب و مستحقِ عقاب ہوتے ہیں خصوصًا وہ کہنے والے کہ ہم تو زید پر ایمان لائے ہیں انھیں تجدیدِ اسلام و نکاح چاہئے اور زید کو بھی جبکہ قولاً یا فعلاً کوئی کفرِ صریح اس سے ثابت نہ ہو ورنہ خود ہی اس کا نکاح باطل اور اسلام زائل، والعیاذ باللہ، کافر سے دوستانہ رکھنا مسلمان کو شایاں نہیں،

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انھیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمھارے پاس آیا۔ (ت)

شراب کی آمدنی کہ کافر کے پاس ہے اس کا وہ حکم نہیں جو مسلم کے پاس ہونے کا ہے، کافر کہ بخوشی اپنے مال سے مسلمان کو دیتا ہے مسلمان کو اس کے لینے میں حرج نہیں اور آمدنی سے خریدے ہوئے کھانے میں تو اور توسیع ہے کہ مسلمان کے یہاں بھی جب تک عقد و نقد دونوں حرام زر پر جمع نہ ہوں اس کی خباثت شیئ مشتری کی طرف سرایت نہیں کرتی۔ کما ھو مذھب الامام الکرخی المفتی بہ (جیسا کہ امام کرخی کا مذہب اور مفتٰی بہ قول ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۲: از کانپور محلہ فیل خانہ قدیم مرسلہ مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

قبلہ کونین وکعبۂ دارین دامت فیوضہم بعد تسلیمات فدویانہ التماس ایں کہ کتاب ارشاد رحمانی تصنیف مولوی محمد علی سابق ناظم ندوہ جن کے بابت ان کے ایک پیر بھائی نے مجھ سے کہا کہ وہ اب سابق افعال وکوشش متعلق ندوہ سے تائب ہوگئے ہیں واللہ تعالٰی اعلم، حالات مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ بخاری شریف کے سبق میں حضرت سلیمان علٰی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے ذکر پر احمد میاں نے کہا کہ کرشن کے سولہ ہزار گوپیاں تھیں، اس پر مولانا مرحوم نے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان تھے اور مصنف نے ان کے بعد لکھا ہے کہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی مردے کے کفر پر تاوقتیکہ ثبوت شرعی نہ ہو حکم نہ لگانا چاہئے، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ لکل قوم ھاد[2] (ہر قوم کے لئے ہادی ہے۔ ت) اس تقدیر پر ہوسکتا ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/۱

[2] القرآن الکریم ۱۳/۷

42 رام چندر اور کرشن ولی یا نبی ہوں، لہذا فدوی مکلف خدمت فیض درجت ہے کہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مکتوب وغیرہ میں یہ لکھا ہے اور حضور نے ملاحظہ فرمایا ہے، قول مذکور رام چندر و کرشن مرزا صاحب نے کسی شخص کے خواب کی تعبیر میں فرمایا ہے یہ بھی اس کتاب میں مرقوم ہے فقط۔

الجواب

مولوی محمد علی صاحب نہ خیالاتِ سابقہ سے تائب ہوئے نہ اس حکایت کی کچھ اصل جو مولانا فضل الرحمٰن کی طرف منسوب ہوئی، نہ یہ بات جناب مرزا صاحب نے کسی خواب کی تعبیر میں کہی بلکہ کسی خط کے جواب میں ایک مکتوب لکھا ہے اس میں ہندوؤں کے دین کو محض بر بنائے ظن و تخمین دین سماوی گمان کرنے کی ضرور کوشش فرمائی ہے بلکہ معارف و مکاشفات و علوم عقلی و نقلی میں ان کا ید طولیٰ مانا ہے بلکہ ان کی بت پرستی کو شرک سے منزہ اور صوفیۂ کرام کے تصور برزخ کے مثل مانا ہے اور بحکم لکل امۃ رسول[1] (ہر امت کے لئے رسول ہے۔ ت) ہندوستان میں بھی بعثتِ انبیاء ہونا اور ان کے بزرگوں کا مرتبۂ کمال و تکمیل رکھنا لکھا ہے، مگر رام یا کرشن کا نام نہیں بایں ہمہ فرمایا ہے:

درشان آنہا سکوت اولیٰ ست نہ مارا جزم بکفر و ہلاک اتباع آنہا لازم ست و نہ یقین بر نجات آنہا برما واجب و مادہ حسنِ ظن متحقق ست[2]

ان کے بارے میں سکوت اولیٰ ہے ہم پر ان کے کفر اور ان کے اتباع کا ہلاک ہونا ماننا لازم نہیں اور نہ ان کی نجات پر یقین لازم ہے البتہ حسنِ ظن متحقق ہے (ت)

یہ اس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے ان فقرات کا حال قبل اظہار خود آشکار، اگر یہ مکتوب مرزا صاحب کا ہے اور اگر ان کا بے دلیل فرمانا سند میں پیش کیا جا سکتا ہے تو ان سے بدرجہا اقدم و اعلم حضرت زبدۃ العارفین سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں کہ بارگاہِ رسالت میں پیش اور سرکار کو مقبول ہو چکی، ص ۱۷۰ میں فرماتے ہیں:

مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری را در ماہ ربیع الاول بجہت عرس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام

مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری کو ماہ ربیع الاول میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۰ / ۴۷

[2] مکتوبات مرزا مظہر از کلمات طیبات مکتوب ۱۴ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۷

ازدہ جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیشیں حاضر شوند ہر دہ استدعا قبول کردند حاضراں پرسید ند اے مخدوم ہر دہ استدعا قبول فرمودید و ہر جا بعد از نماز پیشیں حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب۔[1]

میلاد مبارک میں دس مقامات سے دعوتِ شرکت دی گئی کہ نمازِ ظہر کے بعد تشریف لائیں، آپ نے تمام کی استدعا قبول کرلی، حاضرین نے آپ سے پوچھا اے مخدوم ما! آپ نے ہر جگہ نمازِ ظہر کے بعد دعوت قبول فرمائی ہے تو ہر جگہ بعد از نمازِ ظہر جانا کیسے ہوگا، فرمایا: کشن جو کافر تھا وہ کئی سو جگہ حاضر ہوسکتا ہے اگر ابوالفتح دس جگہ حاضر ہوگا تو کیا عجب! (ت)

بات یہ ہے کہ نبوت و رسالت میں اوہام و تخمین کو دخل حاصل نہیں اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ[2] (اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں رکھتا ہے۔ ت) اللہ و رسول نے جن کو تفصیلاً نبی بتایا ہم ان پر تفصیلاً ایمان لائے اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالاً لکل امۃ رسول[3] (ہر امت کے لئے رسول ہے ت) اسے مستلزم نہیں کہ ہر رسول کو ہم جانیں یا نہ جانیں تو خواہی نخواہی اندھے کی لاٹھی سے ٹٹولیں کہ شاید یہ ہو شاید یہ ہو، کاہے کے لئے ٹٹولنا اور کاہے کے لئے شاید، اٰمنا باللّٰہ ورسلہ (ہم اللہ تعالٰی اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ ت) ہزاروں امتوں کا ہمیں نام و مقام تک معلوم نہیں وقرونا بین ذٰلک کثیرا[4] (اور ان کے بیچ میں بہت سی سنگتیں ہیں۔ ت) قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام و کرشن کا ذکر تک نہیں ان کے نفس وجود پر سوائے تواتر ہنود ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقع میں کچھ اشخاص تھے بھی یا محض انیاب اغوال و رجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں، تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی ناثابت، اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق و فجور و لہو و لعب ثابت، پھر کیا معنی کہ وجود کے لئے تواتر ہنود مقبول اور احوال کے لئے مردود مانا جائے اور انھیں کامل و مکمل بلکہ ظناً معاذ اللہ انبیاء و رسل جانا مانا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۳ تا ۲۹۴: از رائے پور ممالک متوسط گول بازار مرسلہ مرزا محمد اسمٰعیل بیگ ۲۹ صفر ۱۳۳۸ھ

مندرجہ ذیل مکالمہ اس غرض سے علمائے دین کی خدمت اقدس میں ارسالی ہے کہ از راہِ کرم

---

[1] سبع سنابل حکایت مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری مکتبہ قادریہ لاہور ص ۱۷۰

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۴

[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۴۷

[4] ؍؍ ۲۵/ ۳۸

جلد تر اس کا جواب دیں کہ قولِ اصح کس کا ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں ؛ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اہلِ سنت وجماعت کا مقتدٰی بنائے رکھے آمین ثم آمین ، بیّنوا توجروا ۔

(۱) زید کا قول یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے مثل ایک بشر تھے کیونکہ قرآن عظیم میں ارشاد ہے کہ قل انما انا بشر مثلکم[1] (تم فرماؤ کہ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں ۔ ت) اور خصائص بشریت بھی حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بلاشبہہ موجود تھے ، کیا کھانا پینا جماع کرنا بیٹا ہونا باپ ہونا کفو ہونا سونا وغیرہ امور خواص بشریت سے نہیں ہیں جو حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بلاشبہہ موجود تھے ، ہاں اگر کوئی بشریت کی بناء پر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مساوات کا دعوٰی کرنے لگے تو یہ نالائق حرکت ہے لیکن اس کا کون قائل ہوسکتا ہے سوائے صوفیائے مغلوبین کے کہ وہ بعض مقام پر پہنچ کر غلبہ سُکر کی وجہ سے اپنی رفعت کا دم بھرنے لگتے ہیں جیسا کہ عارف بسطامی سے منقول ہے کہ :

لوائی ارفع من لواء محمد[2] (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرا جھنڈا حضرت محمد (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے جھنڈے سے بلند ہوگا ۔ (ت)

(۲) عمرو کہتا ہے کہ حضورِ انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت ہمارے مثل نہ تھی بلکہ اقوالِ بزرگان وپیشوایانِ امت سے ثابت ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را سہ صورت است ؛ یکے بشری ، قولہ تعالیٰ انما انا بشر مثلکم[3] (فرمان خداوندی ہے ، میں تم جیسا بشر ہوں ۔ ت)

دوم ملکی ، چنانچہ فرمودہ است ؛

انی لست کاحدکم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی[4] میں تمہاری طرح نہیں ہُوں میں اپنے رب کے ہاں رات بسر کرتا ہُوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے ۔ (ت)

سوم حقی ، کما قال (جیسا کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ت) ؛

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۱۱۰

[2] تذکرۃ الاولیاء باب ۱۴ ذکر بایزید بسطامی مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ص ۱۱۲

[3] القرآن الکریم ۱۸/ ۱۱۰

[4] مسند امام احمد بن حنبل از مسند ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۵۳ ۔ ۲۴۴

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ[1] میرے واسطے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ نہیں گنجائش رکھتا ہے اُس وقت میں میرے ساتھ کوئی مقرب فرشتہ نہ کوئی نبی بھیجا ہوا۔(ت)

اور کھانا پینا سونا جاگنا جو خصائص بشریت حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، اس بناء پر اپنے مثل سمجھنا جیسا کہ کفار اور مشرکین کہا کرتے تھے،

مَالِ ھٰذَا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق[2] اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔(ت)

سراسر بے ادبی وگستاخی ہے، جیسا مولانا روم رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ فرماتے ہیں: ؎

گفت اینک مابشر ایشاں بشر ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

ایں نداشتند ایشاں از عمٰی ہست فرقے درمیاں بے انتہا[3]

(انھوں نے کہا ہم بھی بشر یہ بھی بشر، ہم سوتے ہیں کھاتے ہیں یہ بھی سوتے ہیں کھاتے ہیں، یہ اندھا ہونے کی بناء پر نہیں جانتے کہ ان کے اور حضور کے درمیان بے انتہا فرق ہے۔ت)

یہ تو کفار و مشرکین کا قول تھا اور حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اس انما انا بشر مثلکم[4] (میں تمھاری مثل بشر ہوں۔ت) کے کہنے پر مامور تھے جس کی دلالت لفظِ قُل کرتا ہے ورنہ جب ایکم مثلی[5] (تم میں سے کون ہے میری مثل۔ت) ارشاد ہوا ہے اسے زید کس معنٰی پر تاویل کرے گا، لہٰذا اپنے مثل بشر حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سمجھنا سوءِ ادب ہے اور اس سے احتراز لازم، کیونکہ ؎

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر[6]

(پاک لوگوں کے افعال کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ لکھنے میں شیر اور شِیر(دودھ) ایک جیسے ہیں۔ت)

---

[1] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حدیث ۷۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۹۷

[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۷

[3] مثنوی مولوی معنوی حکایت مرد بقال وروغن ریختن طوطی دفتر اول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱

[4] القرآن الکریم ۱۸/ ۱۱۰

[5] صحیح البخاری باب کم التعزیر والادب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۱۲

[6] مثنوی مولوی معنوی حکایت مرد بقال وروغن ریختن طوطی دفتر اول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱

حق تو یہ ہے، مثلے ہست کہ (مثل ہے کہ ۔ت) :

الجنس الی الجنس یمیل ٭ بہر دل من بردن صورت انسان داری۔

(ہر جنس اپنی جنس کی طرف میلان کرتی ہے، میرا دل لے جانے کے لئے تُو نے انسان کی صورت اختیار کی ہے ۔ت)

رہا یہ قصہ کہ صوفیائے کرام مثلاً حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جو یہ فرمایا کہ :

لوائی ارفع من لواء محمد[1] (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرا جھنڈا حضور اکرم (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے جھنڈے سے بلند ہوگا ۔ (ت)

اسے اس کا یعنی زید کا نالائق حرکت کہنا صوفیاء صافی اور عارف بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شان میں سخت گستاخی اور سفلہ پن ہے، نہ اس سے مساوات کی بُو آتی ہے اور نہ فضیلت ہی استغفر اللہ پائی جاتی ہے بلکہ ان ظاہر بینوں کے لئے جو حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بشر سمجھے ہوئے ہیں ایک تازیانہ ہے، ان کا یہ کلام ع

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

(ان کا کہنا اللہ تعالٰی کا کہنا ہے ۔ت)

کے مصداق ہے ورنہ : ع

چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک

(خاک کی عالمِ پاک کے ساتھ کیا نسبت ہوسکتی ہے ۔ت)

پس حضور انور اور دیگر بزرگوں علیہم التحیۃ والثناء کے کسی قول وفعل پر انھیں اپنے مثل بشر سمجھنا ضلالت و بد دینی ہے کیونکہ : ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ٭ گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی ست

(ہر مرتبہ وجود کے اعتبار سے الگ حکم رکھتا ہے اگر مراتب کے فرق کو سامنے نہیں رکھو گے تو گمراہ و زندیق ہوجاؤ گے ۔ت)

اسی بناء پر شیخ محقق فرماتے ہیں :

بالجملہ تکلم کردن در حال شریف سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات بقیاس بلکہ — سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کے حال مبارک میں عقل کے ساتھ بلکہ اپنی دریافت کی بنیاد

---

[1] تذکرۃ الاولیاء باب ۱۴ ذکر بایزید بسطامی مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور ص ۱۱۲

بدریافت معرفت خود از دائرہ جنس ادب بیرون ست وحکم تکلم در متشابہات دارد[1] انتہی کلام عمرو۔	پر گفتگو کرنا جنسِ ادب سے باہر ہے اور متشابہات میں گفتگو کے حکم میں ہے۔ عمرو کا کلام ختم ہوا۔ (ت)

مستفتی عرض کرتا ہے کہ جلد سے جلد اس کا جواب عنایت فرمایا جائے، اگر بواپسی ڈاک ہو تو عین احسان و کرم ہے، اللہ تعالٰی حضور کو جزائے خیر دے، فقط۔

الجواب

مستفتی کو تعجیل اور فقیر بتیس ۳۲ روز سے علیل، اور مسئلہ ظاہر و بیّن غیر محتاجِ دلیل، لہذا صرف ان اجمالی کلمات پر اقتصار ہوتا ہے، عمرو کا قول مسلمانوں کا قول ہے اور زید نے وہی کہا جو کافر کہا کرتے تھے:

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا[2]	کافر بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی۔

بلکہ زید مدعیِ اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے وہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لئے ان کی رسالت سے منکر بیٹھے کہ:

ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شیئ ان انتم الا تکذبون[3]	تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر، اور رحمان نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو (ت)

واقعی جب ان اشقیا کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انھیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا، لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں اپنا ہی سا بشر جانیں، زید کو قل انما انا بشر مثلکم[4] سوجھا اور یوحی الیّ نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا ہے، زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت سے اعلٰی ہے وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا، ولہذا ارشاد فرماتا ہے،

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۵

[3] " "

[4] " " ۱۸/ ۱۱۰

ولو جعلنٰہ ملکا لجعلنٰہ رجلا وللبسنا علیھم ما یلبسون[۱]

اور اگر ہم فرشتے کو رسول کرکے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انھیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں۔

ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انھیں اپنوں کی مثل سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا ظاہر بینوں کور باطنوں کا دھوکا ہے یہ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں ؎

ہمسری با اولیاء بر داشتند　　انبیاء راہمچو خود پنداشتند

(اولیاء کی برابری اختیار کرنا اپنے آپ کو انبیاء جیسا تصور کرنا ہے۔ت)

ان کا کھانا پینا سونا یہ افعالِ بشری اس لئے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں حاشا،

لست کاحدکم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی[۲]

میں تمھاری طرح نہیں ہوں میں اپنے رب کے ہاں رات بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔(ت)

ان کے یہ افعال بھی اقامتِ سنّت و تعلیمِ امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقۂ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں جیسے ان کا سہو و نسیان حدیث میں ہے: انی لا انسی ولکن انسی لیستن بی[۳] میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تاکہ حالتِ سہو میں امت کو طریقۂ سنّت معلوم ہو۔ امام اجل محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہٗ مدخل میں فرماتے ہیں:

انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لا یاتی الاحوال البشریۃ لاجل نفسہ المکرمۃ بل ذٰلک منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی طریق التانیس البشریۃ لاجل الاقتداء بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا تری الٰی قول عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انی لا تزوج النساء ومالی علیھن حاجۃ وقد قال

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احوال بشری کھانا پینا سونا جماع اپنے نفس کریم کے لئے نہ فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس دلانے کے لئے کہ ان افعال میں حضور کی اقتدا کریں، کیا نہیں دیکھتا ہے کہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے

---

[۱] القرآن الکریم ۶/ ۹

[۲] مسند امام احمد بن حنبل از مسند ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۴۴

[۳] مؤطا امام مالک باب العمل فی سہو میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۸۴

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حبب الی من دنیاکم الطیب والنساء وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ فانظر الی حکمۃ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حبب ولم یقل احببت وقال من دنیاکم فاضافھا الیھم دونہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فدل علی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان حبہ خاصا بمولاہ عزوجل یدل علیہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ فکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشری الظاھر ملکی الباطن فکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یأتی الی شیئ من احوال البشریۃ الانسانیۃ لھتہ وتشریعا لھا لانہ محتاج الی شیئ من ذٰلک کما تقدم وللجھل بھذہ الاوصاف الجلیلۃ والخصال الحمیدۃ قال الجاھل المسکین مال ھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق [1]

تمہاری دنیا میں سے خوشبو، عورتوں کی محبت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے، یہ نہ فرمایا کہ میں نے انہیں دوست رکھا، اور فرمایا: تمہاری دنیا میں سے۔ تو اسے اوروں کی طرف اضافت فرمایا نہ کہ اپنے نفس کریم کی طرف، صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اپنے مولیٰ عزوجل کے ساتھ خاص ہے جس پر یہ ارشاد کریم دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی، تو حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ظاہر صورت بشری اور باطن ملکی ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ افعال بشری محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لئے شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے نہ یہ کہ حضور کو ان میں سے کسی شے کی کچھ حاجت ہو، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا انھیں اوصاف جلیلہ و فضائل حمیدہ سے جہل کے باعث بیچارے جاہل یعنی کافر نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔

عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی حکمت تعلیم تواضع و تانیس امت و سد غلو نصرانیت ہے، اول دوم ظاہر، اور سوم یہ کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا پھر فضائل محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی عظمت شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے، یہاں اس غلو کے سدباب کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں،

---

[1] المدخل فصل فی آدابہ فی الاجتماع باہلہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۹۳

ہاں یوحیٰ الیّ رسول ہوں۔ دفعِ افراطِ نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفعِ تفریطِ ابلیسیت کےلئے دُوسرا کلمہ اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا:

قل سبحٰن ربی ھل کنت الا بشرا رسولاً[1] تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں میں تو انسان رسول ہوں۔

انھیں دونوں کے دفع کو کلمۂ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے:

اشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں (ت)

بندے ہیں خدا نہیں، رسول ہیں خدا سے جُدا نہیں، شیطنت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیاز اعلٰی چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اقتصار کرے، اسی ضلالت کا اثر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دعوٰی مساوات کو صرف نالائق حرکت کہا، نالائق حرکت تو یہ بھی ہے کہ کوئی بلاوجہ زید کو طمانچہ مار دے یعنی اس زید کو جس نے کفر و ضلال نہ بکے ہوں، پھر کہاں یہ اور کہاں وُہ دعوٰی مساوات کہ کفر خالص ہے، اور اس کا اولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہم کی طرف معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ارفعیت کا ادعا نسبت کرنا محض افتراء اور کج فہمی ہے حاشا کوئی ولی کیسے ہی مرتبۂ عظیمہ پر ہو سرکار کے دائرۂ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا، اکابر انبیاء تو دعوٰی مساوات کر نہیں سکتے، شیخ الانبیاء خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والثناء نے شبِ معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خطبۂ فضائل سُن کر تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا: بھذا فضلکم محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] ان وجوہ سے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تم سب سے افضل ہوئے۔ ولی کس مُنہ سے دعوٰی ارفعیت کرے گا اور جو کرے گا حاشا ولی نہ ہوگا شیطان ہوگا۔ حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال و نظائر رضی اللہ تعالٰی عنہم وقتِ ورود تجلی خاص شجرۂ موسٰی ہوتے ہیں سیدنا موسٰی کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا: یٰموسٰی انی انا اللہ رب العٰلمین[3] اے موسٰی! بیشک میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا۔ کیا یہ پیڑ نے کہا تھا حاشا للہ بلکہ واحد قہار نے جس نے

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۹۳
[2] حدیث قدسی
[3] القرآن الکریم ۲۸/ ۳۰

درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی، کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں؟ نہیں نہیں وہ ضرور تجلیِ ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا اسی نے وہاں فرمایا: یٰموسٰی انی انا اللہ رب العٰلمین[1] (اے موسٰی! میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا۔ت) اسی نے یہاں بھی فرمایا: سبحانی ما اعظم شانی[2] (میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے۔ت) اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3] (میرا جھنڈا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے۔ت) بیشک لواءِ الٰہی لواءِ محمدی سے ارفع و اعلٰی ہے، حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی نے مثنوی شریف میں اس مقام کی خوب تفصیل فرمائی ہے اور تسلطِ جن سے اس کی توضیح کی ہے کہ انسان پر ایک جن مسلط ہو کر اس کی زبان سے کلام کرے اور رب عزوجل اس پر قادر نہیں کہ اپنے بندے پر تجلی فرما کر کلام فرمائے جو اس کی زبان سے سننے میں آئے بلاشبہہ اللہ قادر ہے اور معترض کا اعتراض باطل، اس کا فیصلہ خود حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے میں ہو چکا ظاہر بینوں بے خبروں نے ان سے شکایت کی کہ آپ سبحانی ما اعظم شانی کہا کرتے ہیں، فرمایا: حاشا میں نہیں کہتا، کہا: آپ ضرور کہتے ہیں ہم سب سنتے ہیں، فرمایا: جو ایسا کہے واجب القتل ہے میں بخوشی تمہیں اجازت دیتا ہوں جب مجھے ایسا کہتے سنو بے دریغ خنجر مار دو، وہ سب خنجر لے کر منتظرِ وقت رہے یہاں تک کہ حضرت پر تجلی وارد ہوئی اور وہی سننے میں آیا سبحانی ما اعظم شانی مجھے سب عیبوں سے پاکی ہے میری شان کیا ہی بڑی ہے۔ وہ لوگ چار طرف سے خنجر لے کر دوڑے اور حضرت پر وار کیے، جس نے جس جگہ خنجر مارا تھا خود اس کے اسی جگہ لگا اور حضرت پر خط بھی نہ آیا۔ جب افاقہ ہوا دیکھا لوگ زخمی پڑے ہیں، فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا وہ فرماتا ہے جسے فرمانا بجا، واللہ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۵ تا ۲۹۷: از شہر بھڑوچ لال بازار چار واڑ مرسلہ مولوی عباس میاں ولد مولوی علی میاں صاحب
یکم ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک مولوی احمد سعید نام کا دہلی مدرسہ امینیہ کا جو دیوبند کی شاخ سے ہے ابھی دس روز

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۳۰
[2] تذکرۃ الاولیاء باب ۱۴ ذکر بایزید بسطامی مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور ص ۱۱۲
[3] " " " " " " " " " ص ۸۹، ۱۱۲

ہوئے محرم شریف کے، بھروچ وعظ کو آئے تھے، انھوں نے یہ کہا وعظ میں کہ جنت کی خرید و فروخت میں ایک دلال کی ضرورت ہے جیسے یہاں کوئی چیز خرید و فروخت کرنے میں دلال کی معرفت خرید و فروخت کرتے ہیں تو وہاں کے لئے بھی دلال پیغمبر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہیں، مجھے اس کے سوا دوسرا لفظ زیادہ اچھا اس موقع پر نہیں معلوم ہوتا، دلال یہی لفظ عمدہ ہے، اب دلال کسے کہتے ہیں، اس سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی عزت و تعریف ہوئی یا توہین، اس کے سوا اور کوئی لفظ زیادہ تعریف کے لائق ہے یا نہیں، ایسے لفظ کہنے سے ایمان کا کچھ نقصان ہے یا نہیں ؟

(۲) مولود شریف حضرت کی پڑھنے میں بڑی ہتک ہوتی ہے، ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضرت کی ارواح کا آنا اور تعظیم کو اٹھنا یہ بھی بُرا ہے، تو یہ مولود کا پڑھنا اب بُرا ہے یا اچھا ہے ؟

(۳) احمد سعید مدرسہ امینیہ دہلی امام سنہری مسجد کے، ان کا عقیدہ اہلسنت والجماعت کا ہے یا نہیں ؟ اُوپر کے سوالوں سے کیسا معلوم ہوتا ہے ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اپنے رب کی عطا سے مالک جنت ہیں معطی جنت ہیں، جسے چاہیں عطا فرمائیں، امام حجۃ الاسلام غزالی پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ پھر علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں :

ان اللہ تعالٰی ملکہ الارض کلھا وانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقطع ارض الجنۃ ما شاء منھا لمن شاء فارض الدنیا اولٰی[1]

اللہ تعالٰی نے دنیا اور آخرت کی تمام زمینوں کا حضور کو مالک کر دیا ہے، حضور جنت کی زمین میں سے جتنی چاہیں جسے چاہیں جاگیر بخشیں تو دنیا کی زمین کا کیا ذکر۔

دلالی ایک ذلیل پیشہ ہے ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، فتح القدیر میں دلال کو خاکروب و حجام کے ساتھ شمار کیا ہے، عبارت یہ ہے :

اما شھادۃ اھل الصناعات الدنیئۃ کالکساح والزبال والحائک والحجام والاصح انھا تقبل لانھا قد تولاھا قوم

گھٹیا کاروبار کرنے والوں کی شہادت مثلاً جارُوب کش، ماشکی، جولاہا، حجام کی، تو اصح یہی ہے کہ قبول کی جائے گی کیونکہ یہ کام بہت سے

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۶۲۶
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ 〃 〃 دار المعرفۃ بیروت ۵/ ۲۴۲

صالحون فمالم یعلم القادح لایبنی علی ظاھر الصناعۃ ومثلہ النخاسون و الدلالون[1]

صالح اور بزرگ لوگ بھی اپناتے رہے، تو جب تک واضح طور پر مانع طعن وجرح نہ ہو محض کسی کاروبار کو عدمِ صحتِ شہادت کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا اور اسکی مثل حکم ہے جانور ہانکنے والوں اور دلالوں کا۔ (ت)

بلکہ درمختار میں ہے:

فی شرح الوھبانیۃ لاتقبل شہادۃ بائع الاکفان والحنوط وکذا الدلال واعتمدہ قدری افندی فی واقعاتہ وذکرہ المصنف فی اجارۃ معینۃ معزیا للبزازیۃ وملخصہ انھا لاتقبل شہادۃ الدلالین والصکاکین والوکلاء المفتعلۃ علی ابوابھم ونحوہ فی فتاوٰی مؤیدزادہ[2]

شرح الوہبانیہ میں ہے کفن وحنوط بیچنے والے کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اسی طرح دلال کی گواہی کا بھی حکم ہے۔ قدری آفندی نے اپنی واقعات میں اس پر اعتماد کیا، مصنف نے بزازیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اجارہ معینہ میں اسے ذکر کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دلالوں، اشٹام فروشوں اور ان وکلاء جو لوگوں کے دروازوں پر چکر لگاتے ہیں وغیرہ کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، فتاوٰی مؤیدزادہ میں ایسے لوگوں کا یہی حکم بیان ہوا ہے۔ (ت)

دلال کا کام یہ ہے کہ مشتری سے بڑھوائے یا بائع سے گھٹوائے جوڑ توڑ لگا کر جھوٹ سچ ملا کر نرم گرم کرا کر سودا کرا دے اور اپنے ٹکے سیدھے کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس ذلیل لفظ سے تعبیر کرنا صریح توہین ہے اور حضور اقدس کی توہین کفر، اس سے بہتر لفظ خیال کیونکر آتا جب دل میں عظمت ہی نہیں۔

(۴) مجلس میلاد مبارک ذکر شریف سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اور حضور کا ذکر اللہ عزوجل کا ذکر، اور ذکرِ الٰہی سے بلاوجہ شرعی منع کرنا شیطان کا کام ہے اور ذکر شریف سے معاذ اللہ حضور کا ہتک حرمت ہونا قائل کا محض کذب وافترا ہے، ہاں بعض روایات موضوعہ واشعار نامشروعہ سے ایسا ہو تو اس سے مجلس شریف بُری نہ ہوجائے گی، جیسے بہت لوگ نماز میں تعدیلِ ارکان نہیں کرتے اور یہ حرام ہے

---

[1] فتح القدیر باب من تقبل شہادتہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۴۸۶

[2] درمختار باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۵

مگر اس سے خود نماز بُری نہ ہوجائے گی، تشریف آوری حضور کے اختیار ہے اور قیام تعظیمی ذکر قدوم شریف کے لئے ہے اور اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب[1] — اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے (ت)

(۳) اُوپر کے جوابوں سے اس کا حکم ظاہر ہوگیا فقط، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۸ از مولمین ملک برہما مرسلہ ابراہیم ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان شخص جو ایک اسلامیہ مدرسہ میں جس میں قرآن شریف اور اردو اور ضروری دینیات کی تعلیم دی جاتی ہے، مدرس اعلٰی ہے اس نے اپنے ماتحت مدرسین و طلبہ وغیرہ کی اطلاع کی غرض سے اس عبارت کے جواب میں جو دوسرے مدرس نے اپنے درجہ کے بورڈ پر لکھی تھی کہ، "ہر کہ پند و نصیحت گوئی نخست بر آں کار کن" (جو تو کسی کو نصیحت کرے اس پر پہلے خود عمل کر۔ ت) یہ عبارت لکھائی اس بورڈ پر کہ" کا فرافسر کے حکم کی تعمیل کرنے کی ہمارے مذہب میں تاکید ہے"۔ دوسرے روز ایک شخص نے مدرس اعلٰی سے دریافت کیا یہ (عبارت بالا) کس نے لکھی ہے اور یہ کس کا مذہب ہے، جواب دیا میں نے لکھائی گو میرے قلم کی نہیں ہے آپ لکھ کر علماء سے دریافت کرلیں اور متولی صاحب وغیرہ سے کہیں، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ عبارت صحیح ہے قطع نظر اندیشہ و خوف شریعت میں کافر افسر کی حکم برداری کی تاکید آئی ہے، اگر شریعت مطہرہ سے ایسا حکم نہیں ہے تو جو شخص اس مذکورہ عبارت کو مذہبی حکم تاکیدی کہتا ہو اور سوال کرنے پر جواب دے کہ دریافت کرو متولی صاحب وغیرہ سے کہو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور تاوقتیکہ وہ اپنے اس عقیدہ فاسدہ سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے اس پر سبقت سلام اور اس سے اختلاط بہتر ہے یا اجتناب؟ مکرر التماس یہ ہے کہ استفتاء مدرس اعلٰی کو دکھایا گیا تو فرمایا کہ اس کے ساتھ یہ اور بڑھا دو کہ اگر کافر افسر کا حکم خلاف شرع محمدی نہ ہو، لہٰذا اب اس صورت میں یہ سوال ہے کہ اس عبارت کے زائد کرنے سے بھی کچھ حکم بدل جاوے گا یا نہیں؟ ان دونوں صورتوں میں ہر صورت کا کیا جواب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! ہمیں حق و صواب کی رہنمائی عطا فرما۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

مسلمانوں کے دینی مذہبی کام میں کسی کا افسر بننا دو طرح ہے :

اوّل قہری کہ کوئی شخص مذہبی دست اندازی کرکے بالجبر افسر بن بیٹھے، جیسے فساق و ظلمہ امرا امامتِ نماز کیا کرتے تھے۔

دوم ارادی کہ مسلمانوں کی جماعت خود اسے اپنے مذہبی کام میں پیشوا بناتے۔

اول نہ زیر بحث ہے نہ یہاں اس کلام و مکالمہ کا مفاد نہ محلِ اضطرار پر احکام اختیار، لاجرم دوم مراد اور وہی مفہوم و مستفاد یعنی باختیار خود کسی ہندو یا رافضی یا وہابی یا قادیانی کو مدرسہ دینیہ اسلامیہ پر افسر مقرر کیا گیا ہو اس کی نسبت مدرس کہتا ہے کہ اس کا حکم ماننے کی ہمارے مذہب میں تاکید ہے، ہمارے مذہب سے اس نے اپنا کوئی خاص اختراعی مذہب دینِ اسلام سے جدا مراد لیا ہو تو :

ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ماتولّٰی و نصلہ جھنّم ؕ وساءت مصیرا ۱؎

اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔ (ت)

کا مصداق ہے، اور اگر دینِ اسلام مراد لیا تو شریعتِ مطہرہ پر محض افترا کیا اور :

ان الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لایفلحون ۝ متاع قلیل ولھم عذاب الیم ۲؎

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اُن کا بھلا نہ ہوگا تھوڑا برتنا ہے، اور ان کے لئے دردناک عذاب (ت)

کا استحقاق ہے، شریعتِ مطہرہ نے اسلامی کام پر با اختیار خود ایسوں کو افسر مقرر کرنا ہی کب جائز رکھا ہے نہ کہ ان کے احکام کی تصویب اور ان کے ماننے کی تاکید، ان ھو الا ضلال بعید (یہ واضح گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں۔ ت) اللہ عزوجل فرماتا ہے :

یایھا الذین لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالا ودّوا ما عنتّم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بیّنا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون ۝ ھاانتم اولاء

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے وہ جی سے چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑو، بیر ان کے مونہوں سے ظاہر ہوچکا ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبا ہے اور بھی بڑا ہے ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں

۱؎ القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵

۲؎ ؍؍ ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷

تحبونھم ولا یحبونکم وتؤمنون بالکتاب کلہ واذا لقوکم قالوا اٰمنا واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[1]

کھول دیں اگر تم میں عقل ہے ارے یہ جو تم ہو تم تو ان سے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت نہیں کرتے اور تم پوری کتاب پر ایمان لائے ہو تم سے ملیں تو کہیں ہم مسلمان ہیں اور اکیلے ہوں تو تم پر جلن سے اپنی انگلیاں چبائیں، اے محبوب! تم ان سے فرما دو کہ اپنی جلن میں مر جاؤ، بیشک اللہ دلوں کی جانتا ہے۔

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین[2] رواہ الحاکم صححہ والطبرانی والعقیلی وابن عدی والخطیب عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جس نے کسی جماعت پر ایک شخص کو مقرر کیا اور ان میں وہ موجود ہے جو اللہ کو اس سے زیادہ پسند ہے تو ضرور اس نے اللہ و رسول اور سب مسلمانوں سے خیانت کی، (اسے حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے صحیح کہا طبرانی، عقیلی، ابن عدی اور خطیب نے بھی اسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

غایۃ البیان، علامہ اتقانی وجامع الرموز ورد المحتار وغیرہا میں ہے:

لاینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین[3] دینی کاموں میں کافر سے مدد نہ لینی چاہئے۔

یہ اس پر فرمایا کہ مسلمان اپنی قربانی کا جانور کسی یہودی سے ذبح کرائے نہ کہ دین وتعلیم دین کی افسری بالاختیار اسے دی جائے، اللہ تعالٰی فرما چکا کہ تمہاری خیرخواہی درکنار کبھی اپنی چلتی نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے، حال کے بکثرت واقعات شاہد ہیں ہم وطن ہندو آج کل کتنا اتحاد اتفاق بگھار رہے ہیں اور مسلمانوں کی خاص رسم مذہبی قربانی گاؤ پر کیا ہی فتنے اٹھاتے فساد مچاتے ہیں قابو چلے پر کیا کچھ مسلمان لوٹے گئے، ذبح کئے گئے، جلائے گئے، اور روافض وغیرہم مذکورین تو ہنود و یہود سے بھی بدرجہا بدتر ہیں کہ مسلمان بن کر اسلام کے گلے پر خنجر ہیں کما بیناہ فی غیر مارسالۃ (جیسا کہ متعدد رسائل میں ہم نے اسے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۹-۱۱۸

[2] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دارالفکر بیروت ۴/ ۹۲

[3] ردالمحتار کتاب الاضحیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۸

بیان کیا۔ ت) اگر وہاں دینی مدرسہ کا کسی ہنود یا رافضی وہابی وغیرہ کو افسر بنا رکھا ہے، اس کی خوشامد میں مدرس نے یہ فقرہ لکھا جب تو اس کا حال یہ تھا اور اگر کوئی افسر ایسا نہیں محض بلاوجہ مسلمانوں کے مذہبی مدرسہ پر غیر کی افسری فرض کرکے یہ حکم لکھا اور اعلان کے لئے بورڈ پر لگایا تو اس کے اور بھی مرض قلبی پر دال ہے اور بعد کو یہ تقیید کہ اس کا حکم خلافِ شرع نہ ہو کیا مفید یہ شرط کیا مسلمان میں نہیں کیسا ہی جلیل القدر مسلمان افسر ہو اگرچہ خود اپنا باپ یا استاد یا پیر اس کا حکم وہی مانا جائے گا جو خلافِ شرع نہ ہو لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی[1] (اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں کی جائے گی۔ ت) یہ بیانات کہ ہم نے اوپر لکھے ان سے اور مدرس کے اندرونی بیرونی حالات سے اس کی مذہبی کیفیت کا اندازہ کیا جائے اگر واقع میں ہنود یا وہابیہ وغیرہم کی طرف دینی امور میں اس کا میلان ہے تو اس سے اجتناب لازم اور اختلاط ممنوع، اور اگر ایسا نہیں بلکہ ایک بے تمیزی حماقت تھی کہ نادرًا اس سے صادر ہوئی تو تفہیم کردی جائے اگر اصرار نہ کرے اس سے ابتداء السلام میں حرج نہیں جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۹: از الٰہ آباد دائرہ اجملیہ مسئولہ مولوی سید نذیر احمد صاحب ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے اہلسنت وجماعت اس صورت میں کہ عام اہل اسلام کو بغرض استقامت امور دنیاوی اتحاد کسی مشرک قوم سے اس طور پر کرنا کہ دسہرہ میں عام اہل اسلام شریک ہوکر ناقوس بجائیں، پھول رام لچھمن پر چڑھائیں، جے کی آواز بلند کریں یا قربانی میں گائے کی قربانی بند کردیں جائز ہے یا ناجائز؟ مرتکب ان امور کا کس وزر کا مستوجب ہے؟ مع حوالہ عبارات جواب درکار ہے۔

الجواب

مسلمان کو دسہرے کی شرکت حرام ہے، بلکہ فقہائے نے اسے کفر کہا اور اس میں بر نیت موافقت ہنود ناقوس بجانا بیشک کفر ہے اور معبودانِ کفار پر پھول چڑھانا کہ ان کا طریقہ عبادت ہے اشد واخبث کفر، اشباہ والنظائر وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے:

عبادۃ الصنم کفر ولا اعتبار بما فی قلبہ وکذا لو صور عیسٰی علیہ الصلٰوۃ لیسجد لہ وکذا اتخاذ الصنم لذلک وکذا لو تزنر بزنار الیہود

بُت کی عبادت کفر ہے، دل میں جو کچھ ہے اس کا اعتبار نہیں، اسی طرح اس کا حکم ہے اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تصویر بنا کر اسے سجدہ کیا، اسی طرح سجدہ کیلئے بُت بنانے کا حکم ہے اسی طرح اگر کسی نے

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۲۳

والنصارٰی ای دخل کنیستھم اولم یدخل۔[1] 43

یہود و نصارٰی کا زنار باندھا خواہ ان کے گرجا میں داخل ہوا یا نہ ہوا۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

الاعطاء باسم النیروز والمھرجان (بان یقال ھدیۃ ھذا الیوم ش) لایجوز ای الھدایا باسم ھذین الیومین حرام وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر۔[2]

نیروز اور مہرجان کے نام پر عطیہ (بایں طور کہ کہا جائے یہ اس دن کا ہدیہ ہے ش) جائز نہیں یعنی ان دونوں ایام کے ناموں پر ہدایا دینا لینا حرام ہے اور اگر مشرکین کی طرح ان کی تعظیم بھی کرے گا تو کفر ہوگا۔ (ت)

بحرالرائق و عالمگیری و مجمع الانہر و جامع الفصولین میں ہے:

یکفر بخروجہ الی نیروز المجوس والموافقۃ معھم فیما یفعلون فی ذٰلک الیوم وبشرائہ یوم النیروز شیئا لم یکن یشتریہ قبل ذٰلک تعظیما للنیروز لا للاکل والشرب وباھدائہ ذٰلک الیوم للمشرکین ولو بیضۃ تعظیما لذٰلک الیوم۔[3]

مجوسیوں کے ساتھ نیروز میں اس طرح نکلنا کہ اس دن وہ جو کریں گے یہ ان کی موافقت کرے تو یہ کفر ہے، اسی طرح نیروز کے دن کی تعظیم کرتے ہوئے یا مشرکین کو ہدیہ دینے کے لئے کوئی چیز خریدی نہ کہ کھانے پینے کیلئے جبکہ وہ چیز اس سے پہلے نہیں خریدی تھی اگرچہ وہ انڈہ ہی کیوں نہ ہو تو کفر ہوگا۔ (ت)

جامع الفصولین و منح الروض الازہر میں ہے:

قال ابوبکر بن طرخان من خرج الی السدۃ (قال القاری ای مجمع اھل الکفر) کفر اذ فیہ اعلان الکفر وکانہ اعان علیہ وعلی قیاس السدۃ الخروج الی النیروز والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ

شیخ ابوبکر بن طرخان کہتے ہیں جو سدہ کی طرف نکلا (ملا علی قاری نے اس کا معنی اہل کفر کا اجتماع کیا ہے) تو وہ کافر ہوجائے گا کیونکہ اس میں کفر کا اعلان ہے گویا اس نے کفر پر مدد کی ہے، اس پر قیاس ہے، نیروز میں نکلنا اور اس دن ان کے

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۲۹۵

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۰

ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۱

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب ان الالفاظ الکفر انواع مطبع داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۸

43/43

فی ذٰلک الیوم کفر[1] | موافق عمل کرنا کہ یہ بھی کفر ہے (ت)

جے بولنا طریقۂ کفار ہے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم[2] | جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کرلی وہ انھی میں سے ہے۔ (ت)

پھر اگر معبودانِ کفار کی جے ہے تو کفر ہے اور اگر کافروں کی ہے تو فقہائے کرام اسے بھی کفر فرماتے ہیں، فتاوائے ظہیریہ و اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لوسلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر ولو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر[3] | اگر کسی نے تعظیم کرتے ہوئے ذمی کو سلام دیا تو کافر ہوجائیگا کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہے، اگر کسی نے مجوسی کو بطور تعظیم "اے استاذ" کہا تو کفر ہے (ت)

بخاطر ہنود گائے کی قربانی بند کرنا حرام ہے والتفصیل فی انفس الفکر فی قربان البقر (اس کی تفصیل ہماری کتاب "انفس الفکر فی قربان البقر" میں ملاحظہ کیجئے۔ت) مرتکب کا حکم انھیں احکام سے ظاہر جو مرتکب حرام ہے مستحقِ عذابِ جہنم ہے، اور جو مرتکب کفر فقہی ہے جیسے دسہرے کی شرکت یا کافروں کی جے بولنا اس پر تجدیدِ اسلام لازم ہے اور اپنی عورت سے تجدیدِ نکاح کرے اور جو قطعاً کافر ہوگیا جیسے دسہرے میں بطور مذکور ہنود کے ساتھ ناقوس بجانے یا معبودانِ کفار پر پھول چڑھانے والا کافر مرتد ہوگیا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی اگر تائب ہو اور اسلام لائے جب بھی عورت کو اختیار ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے، اور بے توبہ مرجائے تو اسے مسلمانوں کی طرح غسل و کفن دینا حرام اس کے جنازے کی شرکت حرام اسے مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا حرام اس پر نماز پڑھنا حرام الی غیر ذٰلک من الاحکام (اس کے علاوہ دیگر احکام بھی۔ت)، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۱ تا ۳۰۲: از میرٹھ لال کرتی بازار مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ بتقریب اتفاق ہنود و مسلمانان میرٹھ میں

---

[1] جامع الفصولین فصل فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۳
منح الروض الازھر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۶
[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۵۰
[3] الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۸۸
درمختار کتاب الحظر فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

ایک جلوس مہاتما گاندھی جی کا نکالا گیا جس میں ہندو مسلمانان سب شریک تھے، علاوہ دیگر واقعات کے ایک واقعہ مسلمانان میرٹھ کا یہ ہوا کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے عین جلوس میں قشقہ چندن وغیرہ مسلمانوں کے ماتھے پر لگایا ہے، چندن لگوانے اور نہ لگوانے والے مسلمانوں سے معلوم ہوا ہے کہ اس چندن لگانے میں ہندوؤں کی طرف سے کوئی جبر نہ تھا، چنانچہ جن مسلمانوں نے انکار کیا انھوں نے انکار کرنے والے مسلمانوں کے ماتھے پر نہیں لگایا، اب اس جلوس میں شریک ہونے والے مسلمانوں کی تین قسمیں تھیں جو بترتیب ذیل درج سوال ہیں، امید کہ ہر ایک کا حکم شرع شریف علمائے کرام "لایخافون لومۃ لائم"[۱] (وہ کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہیں رکھتے۔ ت) کی شان پیشِ نظر فرماتے ہوئے تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں:

(۱) جو مسلمان اس جلسہ میں شریک ہوئے اور چندن وغیرہ لگوانے سے انکار کیا ان کی شرکت اس جلوس میں ازروئے شریعت کیسی تھی۔

(۲) جن مسلمانوں نے چندن لگوانے سے ہندوؤں کو روکا نہیں بلکہ لگوالیا پھر بعد کو اسی وقت یا تھوڑی دیر بعد اسی جلسہ میں اپنے ہاتھوں اور رومالوں سے صاف کرلیا ان کا کیا حکم ہے؟

(۳) جن مسلمانوں نے چندن لگوایا اور چندن لگائے ہوئے جلسہ میں شریک رہے بلکہ چندن لگائے ہوئے اپنے گھروں پر واپس آئے یا شام تک لگائے رہے، ان کی بابت حکم شرع شریف کیا ہے؟

الجواب

حرام حرام سخت حرام تھی بلکہ فقہائے کرام کے طور پر حکم سخت تر، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من جامع المشرك وسكن معه فانه مثله[۲]، رواه ابوداؤد بسند حسن وعلقه الترمذی عن سمرة بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جس نے کسی مشرک کے ساتھ اتفاق کیا اور اسی کے ساتھ ٹھہرا وہ اسی کے مثل ہوگا۔ اسے ابوداؤد نے حضرت جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن سے اور ترمذی نے تعلیقاً بیان کیا (ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[۱] القرآن الکریم ۵/ ۵۴

[۲] سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الاقامۃ بارض الشرک آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹

من سود مع قوم فهو منهم[1] رواہ الخطیب عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جس نے کسی قوم کی کثرت بڑھائی وہ انہی میں سے ہوگا۔ اسے خطیب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کثر سواد قوم فهو منهم[2]، رواہ ابویعلی فی مسندہ وعلی بن معبد فی کتاب الطاعة والمعصية عن عبد اللہ بن مسعود و ابن المبارك فی الزهد عن ابی ذر من قوله رضی اللہ تعالٰی عنهما۔

جس نے کسی قوم کا جتھا بڑھایا پس وہ انہی میں سے ہوگا۔ اسے ابویعلٰی نے مسند میں اور علی بن معبد نے کتاب الطاعۃ والمعصیۃ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا اور ابن مبارک نے زہد میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشاد کے طور پر نقل کیا ہے۔ (ت)

مجمع الانہر، شرح ملتقی الابحر و فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و درمختار وغیرہا میں ہے:

یکفر بتبجیل الکافر حتی لو سلم علی الذمی تبجیلا کفر وبقوله للمجوسی یا استاذ تبجیلا[3]۔

کافر کی تعظیم کفر ہے حتی کہ اگر کسی نے ذمی کو تعظیمًا سلام کہا تو یہ کفر ہے، کسی نے مجوسی کو بطور تعظیم "یا استاد" کہا تو یہ بھی کفر ہے۔ (ت)

(۲) قشقہ کہ ماتھے پر لگایا جاتا ہے صرف شعارِ کفار نہیں بلکہ خاص شعارِ کفر بلکہ اس سے بھی اخبث خاص طریقہ عبادت مہادیو وغیرہ اصنام سے ہے اس کے لگانے پر راضی ہونا کفر پر رضا ہے اور اپنے لئے ثبوت کفر پر رضا بالاجماع کفر ہے۔ منح الروض الازہر میں ہے:

من رضی بکفر نفسه فقد کفر ای اجماعا و بکفر غیرہ اختلف المشائخ[4]۔

جو اپنی ذات کے کفر پر خوش ہوا وہ بالاتفاق کافر ہے اور جو کسی کے کفر پر خوش ہوا اس کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ (ت)

---

[1] تاریخ بغداد حدیث نمبر ۵۱۶۷ عبداللہ بن عتاب الشاہد العبدی دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۴۱

[2] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ مسند ابی یعلٰی کتاب الطاعۃ والمعصیۃ الخ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/ ۳۴۶

[3] الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۸۸

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی الحلبی مصر ص ۱۸۰-۱۷۹

اور کفر پر رضا جیسی سو برس کے لئے ویسے ہی ایک لمحہ کے لئے، پونچھ ڈالنے سے کفر جو واقع ہو لیا مٹ نہ جائیگا جب تک از سرِ نو اسلام نہ لائے، جیسے جو مہادیو کے آگے دن بھر سجدہ میں پڑا رہے وہ بھی کافر اور جو سجدہ کرکے سر اٹھا لے وہ بھی کافر، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۳) وہ کافر تھے یہ اکفر ہوئے، دونوں فریق اسلام سے نکل گئے اور ان کی عورتیں ان کے نکاح سے، ان پر ویسے ہی مجمع کثیر میں علی الاعلان توبہ کرنا از سرِ نو مسلمان ہونا فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔[1] رواہ الامام احمد فی الزھد والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کوئی برائی کا ارتکاب کرے تو توبہ بھی اسی طرح کی جائے مثلاً خفیہ گناہ پر خفیہ توبہ اور اعلانیہ گناہ پر اعلانیہ توبہ ضروری ہے۔ اسے امام احمد نے زہد میں اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۳ تا ۳۰۵: از چھاؤنی میرٹھ صدر بازار مدرسہ امداد الاسلام معرفت مولوی عبدالمومن صاحب مدرس مسئولہ حافظ شیر محمد خاں امام مسجد و طالب علم مدرسہ ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسائلِ ذیل میں:

(۱) اگر قوم ہنود کا کوئی جلسہ ہو اور اس میں بہت سے مسلمان برضا و رغبت شامل ہوں اور ہنود مثل اپنے مسلمانوں کی پیشانیوں پر بھی چندن لگائیں اور مسلمان بخوشی لگوائیں اور تا اختتام جلسہ اس کو اپنی پیشانیوں پر باقی رکھیں تو مسلمانوں کا اپنی پیشانیوں پر قشقہ یعنی چندن لگوانا ان کے اسلام یا نکاح کے متعلق کیا حکم رکھتا ہے؟

(۲) اسی جلسہ کے ہندو لیڈر کی مسلمانوں کو جے پکارنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) اور اگر بعض مسلمانوں کے بلا ان کی رضا و رغبت کے چندن لگا دیا گیا ہو اور انھوں نے اس کو فوراً پونچھ دیا ہو تو ان کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) بخوشی لگانے دینا اور خود لگانا ایک ہی حکم ہے، شراب یا پیشاب خود پیئے یا دوسرا پلائے اور یہ منہ

[1] کنز العمال بحوالہ احمد بن حنبل فی الزھد حدیث ۱۰۱۸۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۲۰۹

کھول وے دونوں ایک ہی ہیں، قشقہ زنار کی طرح شعار کفر بلکہ اس سے بدتر شعار بُت پرستی ہے، زنار بعض ملکوں کے یہود و نصارٰی میں بھی ہے اور قشقہ خاص علامت و شعار مذہب مشرکین وعبدۃ الاصنام، وہ لوگ اسلام سے خارج ہوگئے اور ان کی عورتیں ان کے نکاح سے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

عبادۃ الصنم کفر ولا اعتبار بمافی قلبہ وکذا لوتزنر بزنار الیھود والنصارٰی دخل کنیستھم اولم یدخل[1]

بُت کی عبادت کفر ہے جو دل میں تھا اس کا اعتبار نہیں، اسی طرح حکم ہے اگر یہود و نصارٰی کا زنار باندھا خواہ ان کے گرجا میں داخل ہو یا نہ ہو (ت)

خلاصہ وظہیریہ ومحیط ومنح الروض الازہر وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے:

واللفظ لھذا فی الخلاصۃ من تزنر بزنار الیھود والنصارٰی وان لم یدخل کنیستھم کفر ومن شد علی وسطہ حبلا وقال ھذا زنار کفر وفی الظھیریۃ وحرم الزوج وفی المحیط لان ھذا تصریح بما ھو کفر وفی الظھیریۃ من وضع قلنسوۃ المجوس علی رأسہ فقیل لہ فقال ینبغی ان یکون القلب سویا کفر[2]

خلاصہ میں الفاظ یہ ہیں اگر کسی نے یہود و نصارٰی کی طرح زنار باندھا تو کفر ہے اگرچہ ان کے گرجا میں داخل نہ ہوا اور جس نے کمر میں رسّی باندھی اور کہا یہ زنار ہے وہ کافر ہو جائے گا۔ ظہیریہ میں ہے اس پر بیوی حرام ہو جائے گی۔ محیط میں ہے کیونکہ یہ صراحۃً کفر ہے۔ ظہیریہ میں ہے، جس نے مجوسی کی ٹوپی پہنی اس پر اعتراض کیا گیا تو کہا دل درست ہونا چاہئے تو یہ کفر ہے۔ (ت)

فتاوٰی امام طاہر بخاری وبحرالرائق وتنویر الابصار ودرمختار و عالمگیری وغیرہا میں ہے:

واللفظ للاول من اھدی بیضۃ الی المجوس یوم النوروز کفر[3]

یہ پہلی کتاب کے الفاظ ہیں جس نے نوروز کے دن کسی مجوسی کو انڈہ بھی تحفہ دیا تو یہ کفر ہے (ت)۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

ای لانہ اعانۃ علی کفرہ واغوائہ او تشبہ بھم فی اھدائہ[4]

کیونکہ یہ کفر و اغوا پر مدد ہے یا ان کے ساتھ ہدایا میں مشابہت ہے۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۵

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الجنس السادس فی تشبیہ الکفار مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ پاکستان ۴/۳۸۷

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۶

شفاء شریف و اعلام بقواطع الاسلام میں ہے :

کذا (ای یکفر) من فعل فعلا اجمع المسلمون علی انہ لا یصدر الا من کافر وان کان صاحبہ مصرحا بالاسلام مع فعلہ کالمشی الی الکنائس مع اہلہا بزیہم من الزنانیر وغیرہا۔[1]

اسی طرح وہ بھی کافر ہے جس نے ایسا عمل کیا جس کے بارے میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ صرف کافروں سے صادر ہو سکتا ہے اگرچہ وہ شخص اس فعل کے ساتھ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا پھرے مثلاً اہل زنانیر کے ساتھ زنار پہن کر ان کے گرجوں میں جانا (ت)

(۲) حرام حرام سخت حرام، جے بولنا ہنود کا شعار ہے اور ہندو لیڈر کی جے پکارنا بحکم فقہائے کرام خود کفر ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذٰلک العرش[2] رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابو یعلی فی مسندہ والبیہقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک وابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے (اسے امام ابن ابی الدنیا نے "ذم الغیبۃ" میں، ابویعلی نے اپنی مسند میں، بیہقی نے شعب الایمان میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

فاسق کا یہ حال ہے نہ کہ مشرک، فتاوٰی امام ظہیر الدین و اشباہ علامہ محقق بحر و متن شیخ الاسلام غزی تمرتاشی و شرح مدقق علائی دمشقی و مجمع الانہر علامہ شیخی زادہ رومی وغیرہا میں ہے :

تبجیل الکافر کفر فلو سلم علی الذمی تبجیلا کفر ولو قال للمجوسی یا استاذی تبجیلا کفر۔[3]

کافر کی تعظیم و توقیر کفر ہے اگر کسی نے ذمی کو بطور توقیر سلام کیا تو یہ کفر ہے، اگر کسی نے مجوسی کو تعظیماً "یا استاذ" کہا تو یہ بھی کفر ہے (ت)

(۳) قشقہ کا کفران پر عائد نہیں مگر ایسی جگہ کیوں گئے کہ یہ نوبت پہنچی ایسے جلسے کی شرکت ہی حرام تھی،

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل آخر فی الخطاء | مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی | ص ۳۷۸

[2] شعب الایمان | حدیث ۴۸۸۶ | دار الکتب العلمیہ بیروت | ۴/ ۲۳۰

[3] الاشباہ والنظائر | باب السیر والردۃ | ادارۃ القرآن کراچی | ۱/ ۲۸۸

ہاں ایک دقیقہ اور ہے بلا رضا و رغبت ہونا اور ، اور اس فعل شنیع کی انتہا درجے تک کراہت و ناگواری اور ، اگر اس کی رغبت نہ تھی اور جس نے لگایا اس کے ساتھ اس نے وہی برتاؤ کیا جو بلا وجہ منہ پر جوتا مارنے والے کے ساتھ کرتا جب تو جانئے کہ واقعی اس نے اس کفر کو مکروہ و ناگوار رکھا اور اگر ہنس کر چپ رہا اور پونچھ ڈالا یا بقدرِ ضرورت اس پر نہ بگڑا تو جانئے کہ کراہت بھی نہیں گو رغبت نہ ہو، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۶ از میرٹھ صدر بازار مچھلی محلہ یتیم درزی کی مسجد مرسلہ حکیم عبدالرحمٰن صاحب ۲۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ شہر میرٹھ کے اندر مہاتما گاندھی تشریف لائے ، مجمع کثیر تھا ، اہلِ ہنود کے بچوں نے کھیل تماشے کے طور پر اکثر مسلمانوں کے چندن لگایا اس کی بابت قاری محمد صالح پیش امام جامع مسجد صدر نے فتوٰی دیا کہ جن مسلمانوں کے چندن لگایا ہے وہ اپنی عورتوں کے پاس نہ جائیں جب تک تجدید ایمان اور دوبارہ نکاح نہ کرلیں ، بینوا توجروا ۔

الجواب

مسلمانو ! اللہ واحد قہار سے ڈرو اسلام کو کھیل تماشہ نہ بناؤ ، ہنود کے بچے ان کے بالجبر لگالیتے ، یہ ضرور ان کی خوشی سے ہوا یا کم از کم اسے قبول کیا ، بہرحال تجدید ایمان فرض ہے اور بعد تجدید ایمان بے تجدید نکاح عورتوں کو ہاتھ نہیں لگا سکتے ، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۷ از موضع رجہت ضلع گیا مرسلہ سید محمد حبیب صاحب ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

ہولی دیوالی ہندوؤں کا پرب ہے یا نہیں ؟ اگر ہے تو یہ کس بنا پر جاری ہوا ہے ؟ اس کی ابتداء کیسے ہوئی ؟ مسلمان اگر اس کو کریں تو کیا ان پر کفر عائد ہوگا ؟

الجواب

ہولی دیوالی ہندوؤں کے شیطانی تہوار ہیں ، جب ایران خلافتِ فاروقی میں فتح ہوا بھاگے ہوئے آتش پرست کچھ ہندوستان میں آئے ان کے یہاں دو عیدیں تھیں ، نوروز کہ تحویل حمل ہے اور مہرگان کہ تحویل میزان ، وہ عیدیں اور ان میں آگ کی پرستش ہندوؤں نے ان سے سیکھیں اور یہ چاند سورج دونوں کو پوجتے ہیں لہٰذا ان کے وقتوں میں یہ ترمیم کی کہ میکھ سنکھ رانت کی پورنماشی میں ہولی اور تلا سنکھو رانت کی اماوس میں دیوالی یہ سب رسومِ کفار ہیں ، مسلمانوں کو ان میں شرکت حرام اور اگر پسند کریں تو صریح کفر۔ غمز العیون میں ہے :

اتفق مشایخنا ان من رای امر الکفار ہمارے مشائخ کا اتفاق ہے کہ اگر کسی نے کفار

حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترک المضاجعۃ عندھم حال الحیض حسن فھو کافر[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

کے کسی معاملہ کو اچھا کہا تو وہ کافر ہوجائے گا حتی کہ انھوں نے اس شخص کو کافر قرار دیا جو یہ کہے کہ کھانے کے وقت مجوس کے ہاں گفتگو نہ کرنا بہت اچھا عمل ہے یا ان کے ہاں حالتِ حیض میں ہمبستری نہ کرنا اچھا عمل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۸: از موضع امریا ضلع بریلی ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حنفی رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ ایک بارات موضع بجومی سے موضع امریا میں آئی، بعد نکاح لڑکی کے باپ اور لڑکے کے چچا مسمی حسین بخش سے کسی بات پر نزاع لفظی واقع ہوئی جس کی وجہ سے تمام برادری کے خلاف حسین بخش اور ان کے برادروں نے کھانا نہیں کھایا، دوسرے روز رخصت کے وقت رحیم بخش لڑکی کے باپ نے سامان جہیز وغیرہ دے کر کہا کہ یہ موجود ہے اس کو لے جاؤ اور لڑکی اس وقت رخصت کروں گا جس وقت حسین بخش وپوے کھانا کھائیں گے، جب سب برادری نے حسین بخش وپوے کو مجبور کیا تو ہر دو شخص کھانا کھانے پر رضامند ہوگئے پھر برادری والوں نے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ جب تم کھانے کھانے پر رضامند ہو تو تم کو لازم ہے کہ باہم مل کر ایک دوسرے کا قصور معاف کردو اس رائے کو سن کر رحیم بخش لڑکی کے باپ نے سب برادری کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں اپنے قصور پر نادم ہوں اور خدا اور رسول کے واسطے ان سے معافی چاہتا ہوں، یہ بات سن کر حیدر بخش نہایت غیظ وغضب میں یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ ہم خدا و رسول کو نہیں جانتے ہیں اور نہ ہم ملیں، ایسے الفاظ کہنے والے کی نسبت شرعًا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر واقع میں اس نے یہ لفظ کہے ہیں کہ وہ خدا و رسول کو نہیں جانتا تو کہنے والا اسلام سے گیا اور اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، مسلمانوں پر فرض ہے کہ جب تک وہ توبہ کرکے از سرِ نو مسلمان نہ ہو اس کی موت و حیات کسی بات میں شریک نہ ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰۹ تا ۳۱۰: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ان مسائل میں کہ:

---

[1] الاشباہ والنظائر بحوالہ غمز العیون کتاب السیر الردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵

(۱) از روئے فرمانِ اللہ و رسول عزّوجل و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یزید بخشا جائے گا یا نہیں ؛

(۲) حضرت منصور و شمس تبریز و سرمد نے ایسا لفظ کہا جس سے خدائی ثابت ہوتی ہے تو دار پر آئے اور کھال کھینچی گئی لیکن وہ ولی اللہ گنے جاتے ہیں، اور فرعون، ہامان، شداد اور نمرود نے دعویٰ خدائی کیا تو کافر مخلد فی النار ہوئے اس کی کیا وجہ ہے ؛

الجواب

(۱) یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہلسنت کے تین قول ہیں، امام[۱] احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی، اور امام[۲] غزالی وغیرہ مسلمان، تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہوگی، اور[۳] ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ نہ ہم مسلمان کہیں نہ کافر، لہٰذا ہم بھی سکوت کریں گے۔

(۲) ان کافروں نے خود کہا ملعون ہوئے اور انھوں نے خود نہ کہا اس نے کہا جسے کہنا شایاں ہے، آواز ان میں سے مسموع ہوتی جیسے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درخت سے سُنا: انی انا اللہ رب العٰلمین[۱] میں ہی ہوں اللہ سارے جہان کا، کیا درخت نے کہا تھا، حاشا بلکہ اللہ نے، یونہی یہ حضرات اس وقت شجرۂ موسیٰ ہوتے ہیں۔

مسئلہ ۳۱۱ از ملک برہما مسجد دا کیم پوسٹ، مرسلہ مولوی عبدالعزیز خاں قادری ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

ایک عالم کو ایک شخص نے گالی دی اس کی بیوی کو طلاق ثلاثہ ہوں گے یا بعد توبہ رجعت کرسکتا ہے ؛

الجواب

کسی خاص عالم کو کسی دنیوی وجہ سے گالی دینے سے عورت نکاح سے نہیں نکلتی، ہاں مطلقاً علماء کو یا خاص کسی عالم کو بوجہ علم دین برا کہنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے، عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے مگر یہ فسخ نکاح ہوتا ہے طلاق نہیں، نہ ایک نہ تین، اسلام لانے کے بعد اگر عورت راضی ہو تو اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱۲ از بمبئی نشان پاڑہ کو اس روڈ ظاہر ٹوپن بلڈنگ تیسرا مالا پوسٹ ۹ مرسلہ سید اسداللہ حسین ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو خود کو عالم ظاہر کرتا ہے اپنے وعظ میں بیان کرتا ہے کہ زین المجالس جس میں کراماتِ قطب الاقطاب غوث الاعظم حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرقوم ہیں سراسر غلط اور اس کا مؤلف مردود ہے، کتاب مذکور کا پڑھنا سُننا حرام ہے،

---

[۱] القرآن الکریم ۲۸/ ۳۰

جناب غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اقوال مثل قدمی ھٰذہ الخ وغیرہ کے غلط ہیں یا رسول اللہ اور یا غوث کہنا حرام ہے، قصائد خوانی میلاد شریف ناجائز ہے، اولیاء اللہ وغیرہم پر فاتحہ خوانی مثل گیارھویں شریف وغیرہ کے ناجائز ہے، ان اقوال کی تائید وتصدیق قرآن شریف کی قسم سے کرتا ہے، پس اس صورت میں شخص مذکور کس فرقہ کا آدمی ہے اس کا عقیدہ مطابق اہل سنت وجماعت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو ہم سُنیوں کو اس کی مجلسِ وعظ میں شریک ہونا کیسا اور اس کے اقوال پر یقین لاکر جو منکر کراماتِ اولیاء ہوجائے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسے اقوال کا قائل نہیں ہوتا مگر وہابی، مسلمانوں کو اس کے وعظ میں جانا جائز نہیں، صحیح حدیث میں ارشاد ہوا،

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[1]۔ ان سے بچو اور انھیں دُور رکھو، وہ تمھیں گمراہ نہ کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں (ت)

کراماتِ اولیاء کا منکر گمراہ ہے، اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کراماتِ اولیاء حق ہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱۳: از منڈوہ ضلع فتح پور ہسوہ ڈاک خانہ خاص مرسلہ حافظ محی الدین صاحب ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بلا عذر شرعی علی الاعلان روزہ رمضان المبارک کے ترک کرے اور اگر کسی نے نماز پڑھنے کے لئے کہا کہ اُٹھو نماز پڑھو، تو جواب دیا کہ کون اُٹھک بیٹھک کرے اجی جتنے نمازی حاجی وحافظ ہیں سب بے ایمان ہیں، یا کسی نے روزہ رکھنے کو کہا تو جواب دیا کہ کون بھُوکا مرے جس کے گھر میں کھانا نہ ہو وہ روزہ رکھے ہم سے تو بھُوکا نہیں مرا جاتا، تمھیں روزہ رکھ کے بہشت میں چلے جانا اور ماہِ رمضان المبارک میں سرِ راہ دروازہ پر بیٹھ کر آپ نوشی وحقہ نوشی خود کرتا اور کراتا ہے اگر کوئی منع کرتا ہے کہ روزہ داروں کے سامنے مت کھاؤ پیو، تو جواب دیتا ہے کہ خدا سے چوری نہیں ہے تو بندے سے کون سی چوری ہے، تو یہ سب باتیں زید کی کیسی ہیں؟ زید ان باتوں سے مسلمان ہے یا نہیں؟ اور وہ لوگ کیسے ہیں جو زید کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں اور ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور زید کی ان باتوں سے خوش ہوتے ہیں، اس بیہودہ بکنے اور تمسخر کرنے سے زید کا نکاح اس کی عورت سے باطل

---

[1] صحیح مسلم النہی عن الروایۃ والضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

ہُوا یا قائم رہا؟ اگر باطل ہُوا تو اولاد اس کی کیسی ہے؟ زید اور اس کے ساتھی کبھی کبھی جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں ان کی نمازِ جمعہ وعیدین ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

صُورتِ مستفسرہ میں زید پر حکمِ کفر ہے اور وہ لوگ جو اس کی ان باتوں سے خوش ہوتے ہیں ان پر بھی یہی حکم ہے، ان کے جمعہ وعیدین باطل ہیں، ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں، مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام ہے، نہ اُن کے پاس بیٹھنا جائز،

قال اللہ تعالٰی و امّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۴ تا ۳۱۷: از کوہ کسولی ضلع انبالہ کوٹھی بارک ماسٹر صاحب مرسلہ جان محمد خانساماں ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ان مسائل میں، قصبہ کسولی کے اندر ایک مسجد ہے اس میں مسلمانان کی طرف سے ایک پیش امام مقرر ہیں انھوں نے اپنے وعظ کے اندر بیان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک ایلچی تھے اور حضور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس نام سے یاد کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(۱) کیا نعوذ باللہ ایلچی کے نام سے حضور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو یاد کرنے سے منقصت پائی جاتی ہے، تو ایسے قائل کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور اُنھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم باحیات تو ہیں لیکن نماز نہیں پڑھتے اور نہ روضہ پاک سے باہر تشریف لا سکتے ہیں قیامت تک۔

(۲) کیا حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز نہیں پڑھتے اور کیا روضہ پاک سے باہر تشریف نہیں لا سکتے؟ اور ایک مقام پر میلادِ سرورِ کائنات علیہ التسلیم والتحیۃ تھا وہاں ولادت کا ذکر میلاد خواں نے نہیں کیا، جلدی سے سلام پڑھ دیا اور پیش امام صاحب وعظ فرمانے بیٹھ گئے، اثنائے وعظ میں بیان کیا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اور میلاد شریف پڑھواتا ہے وہ جہنمی ہے۔

(۳) کیا تارک الصلوٰۃ کافر ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

(۴) کیا میلاد شریف پڑھوانے والا جہنمی ہے؟

الجواب

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ عزوجل کے رسول اعظم و نائب اکبر و خلیفۂ اعظم ہیں، ایلچی وہ ہوتا ہے جس کو پیام یا خطہ پہنچانے کے سوا کوئی سرداری او حکومت نہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اکرم میں اس لفظ کا استعمال کرنا بیشک تنقیص و توہین ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کا۔

(۲) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام حیاتِ حقیقی دنیاوی روحانی جسمانی سے زندہ ہیں، اپنے مزاراتِ طیبہ میں نمازیں پڑھتے ہیں، روزی دئے جاتے ہیں، جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں، زمین و آسمان کی سلطنت میں تصرف فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون[1]

حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے مزارات میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق[2]

بیشک اللہ تعالٰی نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کا زمین پر کھانا حرام فرما دیا ہے اللہ کے نبی زندہ ہیں اور رزق دئے جاتے ہیں (ت)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اذن للانبیاء ان یخرجوا من قبورھم و یتصرفوا فی ملکوت السمٰوٰت و الارض[3]

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے مزارات سے باہر جانے اور آسمانوں اور زمین میں تصرف کی اجازت ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] شرح الصدور باب احوال الموتٰی فی قبورہم خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۷
مجمع الزوائد باب ذکر الانبیاء علیہم السلام دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۲۱۱

[2] سنن ابن ماجہ آخر کتاب الجنائز ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

[3] الحاوی للفتاوی رسالہ تنویر الحلک دار الفکر بیروت ۲/ ۲۶۳

(۳) نماز نہ پڑھنا سخت کبیرہ ہے مگر اس کے جہنمی ہونے پر یقین نہیں ہوسکتا کہ کفر کے سوا سب گناہ زیرِ مشیتِ الٰہی ہیں۔

(۴) اور میلادِ مبارک پڑھوانے پر اگر جہنمی کہے تو خود مستحقِ جہنم ہے۔

مسئلہ ۳۱۸ تا ۳۱۹ از سنبھل محلہ چمن سرائے متصل مزار جناب میرن شاہ صاحب مرسلہ احمد خاں ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) جو شخص یہ کہے کہ جناب سرورِ کائنات فخرِ موجودات میں نقصان تھا تو اتنا تھا کہ حضور خدا نہ تھے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں؟

(۲) جو مسلمان یہ کہے کہ حضرت کا خیال نماز میں آجائے تو نماز نہ ہوگی اور گدھے خچر کا خیال آئے تو نماز ہوجائے گی، ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ اور یہ کہنا حقارتِ نبی ہے یا نہیں؟ اور حقارتِ نبی کفر ہے یا نہیں؟ خدا تعالٰی کو برا کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ حضور اقدس نے ستر دلیل کفر ہوں اور ایک مسلمان ہونے کی تو اس کو مسلمان فرمایا ہے اور آج کل ہزاروں مسلمانوں کو زبردستی کھینچ کر کافر بنایا جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب

(۱) اس نے اچھے لفظوں میں ادا نہ کیا مگر جو بات کہی حق ہے بیشک سوا الوہیت و مستلزماتِ الوہیت کے سب فضائل و کمالات حضور کے لئے ثابت ہیں، امام محمد بوصیری بُردہ شریف میں فرماتے ہیں:

دع ما ادعتہ النصارٰی فی نبیھم ۔۔۔ واحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم[1]

(جو کچھ نصارٰی نے اپنے نبی علیہ السلام کے بارے میں کہا تم وہ نہ کہو، اس کے علاوہ ہر مرتبہ و مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان کرسکتے ہو۔ ت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مخواں اور اخدا از بہر حفظ شرع و پاسِ دیں ۔۔۔ دگر ہر وصف کش می خواہی اندر مدحش املاکن[2]

(شریعت و دین کا پاس کرتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خدا نہ کہو اس کے علاوہ ہر وصف کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدح کر اور لکھ سکتے ہو۔ ت)

---

[1] قصیدہ بُردہ شریف الفصل الثالث تاج کمپنی لاہور ص ۱۰

[2] دیوان عبدالحق المحدث الدہلوی

(۲) یہ ملعون بات ضرور کلمۂ توہین ہے اور اس کے خبیث قائل پر بلا شبہہ کفر لازم، حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم یا کسی نبی یا فرشتہ کی توہین یا حضرت عزت جل جلالہ کو معاذ اللہ بُرا کہنا بلا شبہہ کفر ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایسا کہیں نہیں فرمایا، یہ حضور پر محض افتراء ہے، نہ ہرگز علمائے محتاطین کسی مسلمان کو کھینچ کر کافر بنائیں، یہ ان پر افتراء ہے، اور اس کی تفصیل رسالہ تمہید الایمان میں ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۳۲ ازبہرائچ محلہ قاضی پورہ مسجد کالے خاں مرسلہ نواب علی صاحب مؤذنِ مسجد

۲۰ جمادی الاولی ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ ایک مدعیِ صوفیت نے ایک بزرگ کے عرس کی تقریب میں ہر طبقہ کے لوگوں کو بلایا یہاں تک کہ ہنود بھی بلائے گئے اور باوجود اطلاع عقائد باطلہ ایک لکچرار کو جلسہ میں تقریر کے واسطے کھڑا کیا اس شخص نے اس بڑے مجمع کے سامنے توحید پرستی کے پردہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کے مقربوں کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں اور ان مقدس اور قدسی صفات حضرات کے صبر و تحمل کو نہایت شرمناک کمزوری اور نامردی سے تعبیر کیا مثلاً یہ کہ سرور عالم و عالمیاں کو جب جنگِ اُحد میں مجروح کیا گیا تو وہ کچھ بھی نہ کرسکے، حضرت علی شیرِ خدا ابن ملجم سے اپنی جان کی حفاظت نہ کرسکے وغیرہ وغیرہ، اور ایک حکیم حافظ عربی داں شخص نے ان بیانات کی تصدیق و تائید کی، جن لوگوں نے اس گستاخانہ مقرر کو بدعقیدہ کہا تھا ان کو تہدید کی اور اس مدعی تصوف کی شان میں چند اشعار پڑھے گئے جب ایک شخص نے چاہا کہ ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کا جواب دے اور ان معزز اور مقدس حضرات کے مناقب بیان کرے تو اس مصدق و مؤید و بانی جلسہ میں سرگوشی ہوئی اور منتظموں نے حصہ تقسیم کیا کہ لوگوں کے مجمع کو درہم برہم کردیا اور خود اس بیان زہر آلود پر نہ تقریر کرنے والے کو روکا نہ کسی طرح اظہار ناخوشی کیا بلکہ ان لوگوں کو جو تردید پر آمادہ تھے ہر امکانی طریقہ سے باز رکھنا چاہا، تو اس بانیِ محفل و مؤید و مقرر سے عام مسلمانوں کو کس قسم کا برتاؤ کرنا چاہیے اور ان کی دین داری کے متعلق کیا خیال رکھنا چاہیے؟

الجواب

سوال میں جو وہ لفظ ہیں یعنی شرمناک کمزوری اور نامردی اگر بعینہٖ یہ الفاظ اس مقرر نے کہے یا اور الفاظِ ملعونہ جو ان کے ہم معنی ہوں تو اس کے کافر مرتد ہونے میں کوئی شبہہ نہیں اس لیے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر[1] جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے، اور اس تقدیر پر جتنے اس کے

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

مؤید تھے سب مرتد ہیں اور جنھوں نے اس کی حمایت و طرفداری کے لئے اس کے رد سے روکا وہ سب بھی اسلام سے نکل گئے اس تقدیر پر مسلمانوں کو ان کے ساتھ وہی برتاؤ لازم ہے جو مرتدین کے ساتھ' ان سے میل جول حرام، سلام کلام حرام، موت و حیات میں کوئی معاملہ اسلامی ان سے برتنا حرام، اور اگر رد سے روکنا اور مجمع منتشر کر دینا اس کی طرفداری اور حمایت کے لئے نہ ہو نہ اس کے کلام ملعون کو کفر نہ جاننے کے باعث' تو دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ یہ انسداد نیچریانہ تہذیب خبیث کے باعث ہے تو مداہنت و شیطنت ہے اور اس کے مرتکب عذاب شدید کے مستوجب، اور اگر یہ بھی نہیں بلکہ رد میں اندیشۂ فتنہ تھا رد کرنے والے کو اس سے بچانے کے لئے یہ بندش کی تو بحال صحت اندیشہ اور غلبۂ مفسدہ ان روکنے والوں پر الزام نہیں،

انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ما نوی[1] اعمال کا مدار نیات پر ہے اور ہر آدمی کا حکم اس کی نیت کے مطابق ہے (ت)

اور اگر وہ الفاظ ملعونہ کلام مقرر میں بعینہا تھے نہ ایسے الفاظ جو ان معنی کو مودی ہوں بلکہ سائل نے اس کا مقصود ایسا سمجھ کر اسے ان الفاظ سے تعبیر کیا تو اگر دلائل و قرائن و سیاق و سباق سے ثابت ہو کہ اس کا یہی مقصود تھا تو اس پر وہی حکم کفر و ارتداد ہے اور طرفداروں کے لئے بھی وہی احکام عود کرینگے جبکہ انھوں نے بھی یہی مقصود سمجھا یا یہ مقصود ایسا واضح تھا جس کے سمجھنے میں کوئی اشتباہ نہ تھا، اور اگر دلائل و قرائن سے بھی مقصود ثابت نہ ہو تاہم اس میں شک نہیں کہ طرز ادب کے خلاف ہے، اس طور پر بیان دو ہی قوموں کا شیوہ ہے یا تو ملحدان بے دین یا وہابیان خوگر توہین، اور دونوں مردود و گمراہ ہیں باقی سیاق و سباق کلام وغیرہ متعلقات کی سائل نے تفصیل نہ کی کہ کوئی شق متعین کی جاتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۱: از کوچین ضلع ملیبار محلہ مٹانچیری مکان سیٹھ سلیمان قاسم میمن مرسلہ حاجی طاہر محمد مولانا۔
۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خدا کو حاضر و ناظر سمجھنا کیسا ہے اور وہ کون ہے؟

الجواب

اللہ عزوجل شہید و بصیر ہے اسے حاضر و ناظر نہ کہنا چاہئے یہاں تک کہ بعض علماء نے اس پر تکفیر کا خیال فرمایا اور اکابر کو اس کی نفی کی حاجت ہوئی، مجموعہ علامہ ابن وہبان میں ہے:

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

44 دیا حاضر و یا ناظر لیس بکفر[1]

یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں۔ (ت)

جو ایسا کہتا ہے خطا کرتا ہے بچنا چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۲ ۲۴ شعبان ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نام کے مسلمان نے ایک کتاب ضوء نور الحق المبین عربی زبان میں لکھی اور چھپوا کر اپنے ہم خیالوں میں بہ تعداد پانچ ہزار تقسیم کی اور اس کو مجالس عام میں برسرِ منبر پڑھنے کا حکم دیا اور اس میں صفحہ ۳۴ پر یہ لکھا ہے:

فالمسلمون الذین یشہدون بکلمۃ الاخلاص وھم کافۃ اھل الجماعۃ والسنۃ وکلمۃ الاخلاص ھی التی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ من قالہا مخلصا دخل الجنۃ وھی لاتقبل منہم وترد علیہم لانہم لم یقروا الابالرسول وحدہ وانکروا مرتبۃ الوصی۔

مسلمان وہ ہیں جو کلمۂ اخلاص کی گواہی دیں اور وہ تمام اہل جماعت وسنت ہیں اور کلمۂ اخلاص کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے جس نے اخلاص کے ساتھ پڑھ لیا وہ جنتی ہے اور یہ کلمہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان پر رد کردیا جائے گا کیونکہ انھوں نے صرف رسول کا اقرار کیا، مرتبہ وصی کا انکار کردیا (ت)

اور صفحہ ۳۵ پر ہے:

وان امام زمانکم محل من الدین محل الرسول۔

تمہارے زمانے کے امام کا مقام دین میں وہی ہے جو رسول کا مقام ہے (ت)

اور صفحہ ۴۳ پر ہے:

وان وصیہ علیًّا امیر المؤمنین نظیرہ (ای نظیر الرسول) فی تمامہ وکمالہ۔

حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) امیر المؤمنین ہونے میں ان کی نظیر ہیں یعنی تمام وکمال میں رسول اللہ کی نظیر ہیں (ت)

اور صفحہ ۴۶ پر ہے:

وکان من کان فی ایامہ (ای ایام الرسول) لااستطاعۃ لہم فی قبول کل الحکمۃ

گویا جو ان کے ایام میں تھا (یعنی حضور کے ایام میں) کہ بیک وقت تمام حکمت کا

---

[1] مجموعہ ابن وہبان

دفعة واحدة ۔

قبول کرنا طاقت میں نہ تھا (ت)

اور صفحہ ۱۶۳ پر حضرت جعفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی نسبت لکھا ہے جنھوں نے بارہ لاکھ شیعوں کو سُنّی بنالیا تھا :

فمن وسواس خناس وسوس فی صدور الناس فضل واضل کثیرا من الناس یعنی جعفر النھروالی قرین ابلیس الواقع بہ عن رحمۃ اللہ الابلاس۔

وُہ خناس کے وساوس میں سے ہے اس نے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالے تو خود بھی گمراہ اور بہت سے لوگوں کو بھی گمراہ کیا یعنی جعفر النہروالی وُہ ابلیس کا سینگ ہے اس کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے مایوسی ہوئی (ت)

پھر انھیں حضرت جعفر کی نسبت صفحہ ۱۶۴ پر ذٰلک الشیطٰن (وہ شیطان ہے۔ت) کا لفظ ہے، پس کیا حکم ہے شریعت کا ایسی کتاب کی نسبت جس میں اس قسم کے مذکورہ مضامین ہوں اور کیا فتوٰی ہے ایسی کتاب لکھنے اور چھپوا کر تقسیم کرنے اور منبروں پر حکماً پڑھوانے والے کی نسبت ؟ اور کیا ارشاد ہے سُنّی مسلمانوں کو کہ وہ اس کتاب کی ضبطی اور مصنف کتاب کی تنبیہ کے لئے حاکم ملک سے چارہ جوئی قانونی کریں یا نہ کریں ؟

الجواب

یہ بات کیا سوال طلب ہے، رنگِ رخسار خبر میدہد از سِرِّ ضمیر (اس کا چہرہ ہی دیکھ لے حال مت پُوچھ ۔ ت) ظاہر ہے کہ ایسی ناپاک کتاب کسی رافضی غالی نجس القلب خبیث اللسان کی ہے، اس کی اشاعت اشاعتِ فاحشہ، اس کا لکھنا پڑھنا پڑھوانا سب اشد قطعی حرام، اس میں تمام اہلسنت بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین و کلماتِ کفریہ ہیں اس بارے میں قانونی چارہ جوئی اگر مفید ہو ممنوع نہیں مگر زمانہ وہ ہے کہ اس سے لاکھ لاکھ درجے بدتر کتابیں شائع ہو رہی ہیں جن میں وہ قطعی کفر ہیں کہ :

من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر ؎

جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے (ت)

جیسے حفظ الایمان و براہین قاطعہ اور سب سے خبیث تر فلسفہ اجتماع جس میں سیدنا عیسٰی کلمۃ اللہ

؎ درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجہول النسب بچہ لکھا ہے، رسولوں کا ماننا محض لغو بتایا ہے، رسول کی تعظیم باطل کہی ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو لکھا ہے کہ انھوں نے اپنے مقلدوں کی آزادی پامال کردی اپنے اوپر اعتراض سے ان کی دہن دوزی کی، اپنی سطوت برقرار رکھنے کے لئے اپنی اور اپنے اہل بیت کی تعظیم کی آیتیں قرآن میں بڑھا دیں، قرآن اپنے دعوئے توحید میں سچا نہیں، نبی کی تعظیم بُت پرستی ہے وغیرہ وغیرہ اشد ملعون کفر، پھر وہ جو قوم کے لیڈر بنتے ہیں اس کے مصنف کے اسلام پر شہادت دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ہم نے ہر طرح تحقیق کر لیا اس میں کوئی بات کفر نہیں، اور بعض دوسرے دفتر اس کی اشاعت کر رہے ہیں فالی اللہ المشتکی وانا للہ وانا الیہ راجعون ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس وربنا الرحمٰن المستعان علی ما تصفون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۶ از خیرپور ٹامی اسٹیشن ٹامی والے ریاست بہاولپور بر خانقاہ مبارک مرسلہ عبدالرحیم نائب معلم مدرسہ عربیہ خیرپور شرقیہ ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور خالد دونوں بھائی حقیقی ہیں، مسمی زید بقضائے الٰہی فوت ہوگیا ہے اور اس کا برادر خالد موجود ہے اور زید مرحوم کی دو بیویاں اور دو بیٹیاں موجود ہیں زید مرحوم کے داماد نے مسمی خالد کو کہا بموجب شریعت مبارکہ حصہ تقسیم ہونا چاہئے کیونکہ ہم تم اہل اسلام پابند شریعت کے ہیں شرع محمدی پر فیصلہ ہونا چاہئے خالد جو متروکہ زید پر قابض وجابر ہے صاف کہہ دیا کہ ہم کو شریعت نامنظور ہے بلکہ رواج منظور، اب فرمائیے کہ عندالشریعت خالد کا کیا حکم ہے، نکاح رہا یا فسخ ہوگیا؟

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو خالد پر حکم کفر ہے اور یہ کہ اس کا نکاح فسخ ہوگیا اس پر توبہ فرض ہے، نئے سرے سے اسلام لائے، اس کے بعد اگر عورت راضی ہو اس سے دوبارہ نکاح کرے۔ عالمگیریہ میں ہے:

اذا قال الرجل لغیرہ حکم الشرع ھذہ الحادثۃ کذا فقال ذلک الغیر من برسم کارمی کنم نہ بشرع یکفر عند بعض المشائخ[1]

جب کسی نے دوسرے سے کہا اس معاملہ میں شریعت کا حکم یہ ہے وہ دوسرا جواباً کہتا ہے میں تو رسم کے مطابق کروں گا نہ کہ شرع کے مطابق، تو بعض مشائخ

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۲

اقول وصورۃ النازلۃ اشد من ھذا بکثیر فان ھذا اخبار عن عملہ والرجل ربما یعمل بالمعصیۃ وھولا یرضاھا فیکون عاصیا لاکافرا لعدم الاستحسان والاستحلال بخلاف ماثمہ فانہ صریح فی عدم قبول الشرع وترجیح الرسم علیہ فکان کالمسألۃ قبلھا رجل قال لخصمہ اذھب معی الی الشرع قال بیادہ بیار تا بروم بے جبر نروم یکفر لانہ عاند الشرع اھ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں صورتِ نازلہ مذکورہ صورت سے بہت زیادہ شدید ہے کیونکہ اس میں عمل کی اطلاع ہے اور آدمی بہت دفعہ معصیت کا عمل کرتا ہے مگر اسے گناہ تصور کرتا ہے اور دلی طور پر اس پر خوش نہیں ہوتا تو اب عاصی ٹھہرا نہ کہ کافر، کیونکہ اس نے اسے حلال تصور نہیں کیا بخلاف سوالیہ صورت کے یہاں قبولِ شرع کا انکار ہے اور رسم کو اس پر ترجیح دے رہا ہے، یہ اس سے قبل والے مسئلے جیسا ہے کسی نے مخالف سے کہا میرے ساتھ شریعت کی طرف چل، تو وہ کہنے لگا پیغام شریعت لائے تاکہ میں چلوں، بغیر جبر کے میں نہیں جاؤں گا، تو وہ کافر ہوجائے گا کیونکہ اس نے شریعت سے عناد کو روا رکھا ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۲: از قصبہ کسیر کلاں ڈاک خانہ خاص ضلع بلند شہر مرسلہ عبدالشکور صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طریقت شعار حقیقت آثار جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام ظلکم وفضلکم،

بعد ابلاغ سلام مسنون الاسلام کے گزارش ہے کیا فرماتے ہیں علمائے دین سوالاتِ ذیل میں کہ بہشتی زیور کے چھٹے حصے میں لکھا ہے کہ "مُردوں کی رُوحیں اوقاتِ متبرکہ شبِ جمعہ وغیرہ میں اپنے گھروں کو نہیں آتیں اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا دیکھو کبھی ایسا عقیدہ مت رکھنا" باوجود احادیث صحیحہ اور اکثر روایات کتب معتبرہ اہل سنّت وجماعت سے ارواح کا آنا ثابت، اس باب میں ہرچند مولوی اشرف علی تھانوی سے ان سب کتابوں کے اسمائے طلیبہ وحوالہ جات جن سے ارواح کا آنا ثابت، لکھ کر دریافت کیا کہ کیا یہ سب کتابیں ایسی ویسی ہیں؟ اگر ایسی ویسی نہیں تو ان کو ایسی ویسی کہنے والے کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ اس پر مولوی صاحب نے جو جوابات جملہ خطوں کے بغیر دستخط اپنے تحریر فرمائے ہیں وہ قابل ملاحظہ حضور ہیں لہٰذا ہر ایک خط کی نقل مع جواب اس کے تحریر کی جاتی ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۱

(عزیزی منظور مد عرہ کا پہلا خط بنام مولوی اشرف علی تھانوی) جناب مولوی صاحب بعد السلام علیکم عرض ہے کہ جناب کی بعض تصنیفات مثل بہشتی زیور وغیرہ میں جملہ رسوم مروجہ اہل اسلام مثلاً قیام میلاد شریف و اعراس بزرگانِ دین و تعین گیارھویں شریف و طریق نیاز ایصال ثواب میت اور دعا کے لئے بروقت فاتحہ ہاتھ اٹھانا اور میت کا تیجا، دسواں، بیسواں، چہلم، سہ ماہی، ششماہی، برسی، سات جمعراتیں کرنا، اور بزرگوں سے استمداد چاہنا اور ان کے مزاروں پر چادریں چڑھانا اور عورتوں کو قبور اولیائے کرام پر بغرض زیارت کے جانا وغیرہ وغیرہ ناجائز و بدعت لکھا ہے، اور ان ایام میں ہماری طرف ایک رسالہ موسومہ "مفید آخرت" حصہ اول و دوم چھپ کر شائع ہوئے ہیں بغرض ملاحظہ جناب ہمراہ تحریر ہذا ارسال ہیں ان دونوں حصوں میں امور متذکرہ بالا کو بدلائل احادیث و اقوالِ مشائخ کرام علمائے عظام و روایاتِ فقہ جائز و مستحسن ثابت کیا گیا ہے، اور نیز جناب نے "بہشتی زیور" کے حصہ چھ کے اس بیان میں جس میں ان رسموں کا بیان ہے جو کسی کے مرنے میں برتی جاتی ہیں، لکھا ہے: "بعض یہ سمجھتے ہیں کہ ان تاریخوں اور جمعرات کے دن اور شب برات وغیرہ کے دنوں میں مُردوں کی رُوحیں گھروں میں آتی ہیں اس بات کی بھی شرع شریف میں کچھ اصل نہیں اور ان کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ جو کچھ ثواب مُردوں کو پہنچایا جاتا ہے اس کو خود اس کے ٹھکانے پہنچ جاتا ہے پھر اس کو کون ضرور ہے کہ مارا مارا پھرے، پھر یہ بھی ہے کہ اگر مُردہ نیک اور بہشتی ہے تو ایسی بہار کی جگہ چھوڑ کر کیوں آنے لگا اور اگر بد اور دوزخی تو اس کو فرشتے کیوں چھوڑیں گے کہ عتاب سے چھوٹ کر سیر کرتا پھرے، غرض یہ بات بالکل بے جوڑ معلوم ہوتی ہے، اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا جس کتاب کو عالم سند نہ رکھیں وہ بھروسہ کی نہیں ہے۔"

برخلاف اس کے جناب مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب رام پوری نے اپنی کتاب "عمدۃ الفاتحہ" میں ارواحِ موتی کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا احادیث و کتب فقہ و اقوالِ مشائخ کرام و علمائے عظام سے ثابت کیا ہے، مشتِ نمونہ وہ روایات بھی یہاں لکھی جاتی ہیں، سُنئے، اشعۃ اللمعات میں مولانا حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لکھتے ہیں:

در بعضے روایات آمدہ است کہ روحِ میت می آید خانۂ خود را شبِ جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ۔[1]

بعض روایات میں منقول ہے کہ جمعہ کی رات میت کی رُوح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یا نہیں (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۱۶

دقائق الاخبار مصنفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے: "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جس دن ہوتا ہے دن عید کا، یا دن جمعہ کا، یا روز عاشورہ کا، یا شب نصف شعبان، آتی ہیں روحیں مُردوں کی، اور کھڑی ہوتی ہیں اُوپر دروازوں اپنے گھروں کے، پس کہتی ہیں آیا ہے کوئی کہ یاد کرتا ہے مجھ کو، آیا ہے کوئی کہ رحم کرے اوپر ہمارے، آیا ہے کوئی کہ یاد کرے غربت ہماری کو، اے وہ لوگو! کہ رہتے ہو تم بیچ گھروں ہمارے کے، اے لوگو! اچھے ہوئے تم ساتھ اس کے اور بدبخت ہم ساتھ اس کے ہوئے، اور اے لوگو! کھڑے ہو تم بیچ کشادہ محلوں ہمارے کے، اور ہم درمیان قبروں تنگ کے، اور آیا ہے اے لوگو! ذلیل کیا تم نے یتیموں ہمارے کو، اے لوگو! نکاح کیا تم نے ساتھ عورتوں ہماری کے، آیا ہے کہ یاد کرے کوئی بیچ غربت اور فقر ہمارے کے، اعمال نامے تمہارے کشادہ ہیں اور اعمال نامے ہمارے لپیٹے گئے۔" [1]

اور قریب قریب روایت اسی مضمون کی کتاب درر الحسان میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نقل فرماتے ہیں:

وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اذا کان یوم العید ویوم العشر ویوم الجمعۃ الاولیٰ من شھر رجب ولیلۃ النصف من شعبان ولیلۃ الجمعۃ یخرج الاموات من قبورھم ویقفون علی ابواب بیوتھم ویقولون ترحموا علینا فی اللیلۃ بصدقۃ ولو بلقمۃ من خبز فانا محتاجون الیھا فان لم یجدوا شیئا یرجعون بالحسرۃ۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے جب عید کا دن، دسواں دن، ماہ رجب کا پہلا جمعہ، شبِ برات (شعبان کی نصف) اور جمعہ کی رات آتی ہے تو اموات اپنی قبور سے نکل کر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہماری طرف سے اس رات صدقہ کر دو اگرچہ روٹی کا ایک لقمہ ہی دو کیونکہ ہم اس کے ضرورت مند ہیں، اگر وہ کچھ صدقہ نہ کریں تو بڑے افسوس سے لوٹتے ہیں (ت)

دستور القضاۃ مصنفہ صدر الدین رشید تبریزی میں فتاویٰ نسفیہ سے منقول ہے:

ان ارواح المؤمنین یأتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم

اہلِ ایمان کی ارواح ہر جمعہ کی رات اور دن کو اپنے گھروں کے صحن میں آکر غمناک آواز دیتی ہیں: اے

---

[1] دقائق الاخبار

[2] درر الحسان فی البعث ونعیم الجنان للسیوطی

ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی ویا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولاتنسونا وارحمونا فی غربتنا قد کان ھذا المال الذی فی ایدیکم فی ایدینا فیرجعون منھم باکیا حزینا ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین اللھم قنطھم من الرحمۃ کما قنطونا من الدعاء والصدقۃ۔[1]

میرے گھر والو، اے میری اولاد، اے میرے رشتہ دارو ہم پر صدقہ کرکے مہربانی کرو، ہمیں یاد رکھو ہمیں بھول نہ جاؤ، ہماری غربت پر رحم کرو، یہ مال جو تمھارے ہاتھوں میں ہے یہ کبھی ہمارے پاس بھی تھا، پھر وہ غمگین روتے ہوئے واپس جاتے ہیں، پھر ان میں سے ہر کوئی غمگین آواز سے کہتا ہے اے اللہ! ان کو رحمت سے اسی طرح دُور فرما جس طرح انھوں نے ہمیں دعا و صدقہ سے مایوس کیا ہے۔ (ت)

اشباہ والنظائر احکامِ جمعہ میں مسطور ہے: وفیہ یجتمع الارواح[2] یعنی جمعہ کے دن رُوحیں اکٹھی ہوتی ہیں۔ روضۃ الریاحین میں ہے:

مذھب اھل السنۃ ان ارواح الموتٰی فی بعض الاوقات من علیین و سجین یاتون الی اجسادھم فی قبورھم عند مایرید اللہ تعالٰی خصوصًا فی لیلۃ الجمعۃ ویومھا ویجلسون ویتحدثون۔[3]

اہل السنّت کا مذہب یہ ہے اموات کی ارواح جب اللہ تعالٰی چاہتا ہے علیّین اور سجّین سے اپنے اجسام کی طرف آتی ہیں خصوصًا جمعہ کی رات، دن ہیں آپس میں بیٹھ کر گفتگو کرتی ہیں۔ (ت)

بخوفِ تطویل اسی قدر ہی روایات پر بس، ورنہ اور بھی کتبِ معتبرہ خزانۃ الروایات اور عوارف المعارف اور تذکرۃ الموتٰی مصنّفہ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی سے ارواحِ موتٰی کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا ثابت ہے، چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فتاوٰی عزیزی ترجمہ سرورِ عزیزی میں فرماتے ہیں:

"مُردے اوقاتِ متبرکہ میں مثلاً شبِ جمعہ اور شبِ قدر میں اپنے ان عزیزوں کے پاس گزرتے

---

[1] دستور القضاۃ صدر الدین رشید تبریزی

[2] الاشباہ والنظائر باب احکام الجمعہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۳۹

[3] روضۃ الریاحین

ہیں کہ وہ عزیزان اموات کو یاد کرتے ہیں قدرِ ضرورت ۔"[1]

جناب آپ کی عبارت بالا دیکھنے اور ان سب روایات کے غور کرنے سے عوام الناس نہایت مبتلائے اوہام اور مشکوک ہیں، اب سوال یہ ہے کہ آپ کے اقوال قابلِ تسلیم یا یہ جملہ روایات منقولہ اور کتب حوالہ جات روایات منقولہ کو کیا تصور کیا جائے، آیا یہ سب کتابیں ایسی ویسی ہیں جن کی عالم سند نہیں رکھتے یا یہ کہ بھروسہ کی ہیں، اور مصنفین کتب مذکورہ کے اقوال قابل ماننے کے ہیں یا نہیں، "مفید آخرت" میں جو کچھ تحقیق کیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں، یا یہ کہ وہی درست ہے جو جناب کی کتاب بہشتی زیور وغیرہ میں لکھا ہے عنداللہ بواپسی ڈاک جواب باصواب بنظرِ انصاف مستفید فرمائیے تاکہ خاطر جمع ہوں اللہ آپ کو اس کی جزائے خیر دے گا، جواب کے واسطے ٹکٹ مرسل ہے۔ ۵ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ

(پہلے خط کا جواب از طرف تھانوی):

السلام علیکم اگر تقلید پر اکتفا ہے تو جو شخص آپ کے نزدیک قابل اعتماد ہو اس کا اتباع کیجئے اور اگر تحقیق کا شوق ہے تو یہ خط لے کر تشریف لے آئیے بشرطیکہ کچھ علوم دینیہ سے مناسبت بھی ہو۔

(دوسرا خط بنام تھانوی):

جناب تھانوی صاحب! السلام علیکم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آنا اپنے گھروں کو ارواحِ موتٰی کا اوقاتِ متبرکہ مثل شبِ جمعہ وغیرہ میں احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں ہے:

در بعضے روایات آوردہ است کہ ارواحِ میت می آید خانۂ خود را شبِ جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق مے کنند از وے یا نہ۔[2]

بعض روایات میں منقول ہے کہ جمعہ کی رات میت کی رُوح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یا نہ۔ (ت)

اور نیز اکثر کتب معتبرہ اہل سنت وجماعت فقہ وحدیث وتفاسیر مثلاً دقائق الاخبار، درر الحسان، دستور القضاۃ، فتاوٰی نسفیہ، اشباہ والنظائر، روضۃ الریاحین، خزانۃ الروایات، عوارف المعارف، تذکرۃ الموتٰی، فتاوٰی عزیزی وتفسیر عزیزی میں ارواح کا آنا مسطور، لیکن جناب کی بہشتی زیور کے حصہ چھ میں "ارواحِ موتی کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں میں نہ آنا" اس شد ومد کے ساتھ مذکور کہ اگر

---

[1] سرورِ عزیزی ترجمہ فتاوٰی عزیزی

[2] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۱۷

ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہُوا دیکھو تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا"؛ تو سوال یہ ہے کہ یہ لکھنا جناب کا کس صورت پر محمول کیا جاوے، آیا سب کتابیں مذکور الصدر جن سے ارواح کا آنا ثابت، ایسی ویسی ہیں اور اگر نہیں تو ان کتابوں کو ایسی ویسی سمجھنے والے کے حق میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ عند اللہ غور فرما کر جواب حق سے مع مُہر اور دستخط کے دریغ نہ کریئے گا۔ ۲ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

(دوسرے خط کا جواب از طرف تھانوی) :

وعلیکم السلام، چونکہ اندازِ عبارت سے مقصود اعتراض معلوم ہوتا ہے اور جس پر اعتراض کرنا مقصود ہو اس سے استفسار کرنا نامناسب ہے اس لئے جواب نہیں دیا گیا کیونکہ مقصود استفسار سے دوسرا ہوتا ہے یعنی طلب حکم العمل' اور ان دونوں غرضوں سے منافات معلوم۔

(تیسرا خط بنام تھانوی) :

جناب! السلام علیکم، افسوس مسئلہ حل طلب جناب کو دوبارہ لکھا لیکن جواب جواب باوجودیکہ فقیر کو نہ اعتراض مرغوب، نہ کوئی مناظرہ محبوب، بلکہ اظہارِ حق مطلوب، کتبِ معتبرہ اہل سنت وجماعت جن کے اسمائے طیبہ پچھلے خطوں میں بالتصریح مذکور، جب یہ ایسی ویسی نہیں تو ان کو ایسی ویسی سمجھنے والے کی نسبت جو حکمِ شرع ہو اس کے لکھنے میں آپ کو کیا تامل ہے، ہاں البتہ آپ کے اس لفظ ایسی ویسی کے لکھنے میں شامل ضرور ہوتی ہیں، شاید جس کی وجہ سے اظہارِ حق میں کچھ دریغ ہے، اگر بہ تقاضائے بشریت جناب سے کوئی سہو وخطا اس کلمۂ ایسی ویسی کے لکھنے میں مضمر ہے تو آگاہیت پر ان کلمات کی واپسی میں کیا عذر ہے اور اگر خاص کوئی تاویل ہے تو اس سے عند اللہ مع دستخط ومہر کے بواپسی ڈاک صاف طور سے عوام کو مطلع فرما دیجئے گا بلحاظ اس کے تاکہ ظن قائم کریں اگر آپ نے صاف صاف جواب جواب بھی نہ دیا تو پھر مجبوراً یہی متصور ہوگا کہ آپ کو کتبِ معلومہ سے انحراف ہے، اس پر پھر جو حکمِ شرعی ہوگا علمائے اہل سنت وجماعت سے استفتا لے کر بذریعہ اشتہار مشتہر کر دیا جائے گا۔ ۹ فروری ۱۹۱۹ء

(تیسرے خط کا جواب از طرف تھانوی) :

السلام علیکم، مجھ کو جو کچھ عرض کرنا تھا کر چکا، فقط۔

جنابِ من! تینوں خط مع جواب ان کے پیشِ خدمت ہیں بعد ملاحظہ مخفی نہ رہے گا کہ مولوی صاحب نے اصل جواب کے دینے میں کس قدر ایچ پیچ لگائے ہیں، اور جو مقصودِ سوال تھا ان کے جوابات میں وہ قطعی مفقود، اب سوال یہ ہے کہ اس عبارت بہشتی زیور سے کہ جس میں لکھا ہے "ارواحِ موتیٰ کا اوقاتِ متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا اگر کسی ایسی ویسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو تب بھی ایسا اعتقاد مت رکھنا"

اس سے اور نیز خطوط مذکورہ کے جوابات سے یہ امر ثابت ہے یا نہیں کہ مولوی صاحب کو جملہ احادیث و روایات، کتبِ معتبرہ اہل سنت وجماعت جن میں ارواح کا آنا ثابت ایسی ویسی تسلیم اور جو شخص ان سب احادیث وروایات کو ایسی ویسی کہے اس کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

الجواب

تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح توہین کی اور شدید گالیاں دیں جس پر علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق اس پر حکم کفر دیا اور صاف فرمادیا کہ:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] — جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک بھی کرے وہ بھی کافر ہے۔

اس کے بعد اس کی ایسی ویسی باتوں پر کیا التفات اور کتبِ دینیہ کی توہین کی کیا شکایت، ما علی مثلہ یعد الخطاء (خطاکے بعد اس کی مثل مجھ پر نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۵: از او، آر، ریلوے ٹیلیگراف ٹریننگ اسکول مرسلہ سید اعجاز احمد صاحب اسٹیشن ماسٹر ۲۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

میرے تاجدار آقا، حضور کے سایہ رحمت میں حق سبحانہ وتعالٰی اس کمینہ کو امان عطا فرمائے ایک صاحب کہتے ہیں جس کا ماحصل یہ کہ اعمال صالحہ کرنے سے کبھی کبھی جنت میں جائے گا اگرچہ کسی نبی یا خود حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے، اس پر یہ آیت پیش کرتا ہے پارہ لایحب اللہ سورہ مائدہ رکوع:

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والنصارٰی من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحا فلاخوف علیھم ولاھم یحزنون[2] — اس میں کچھ شک نہیں جو کوئی مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور صابی اور نصارٰی ان میں سے جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاوے اور نیک عمل بھی کرے تو قیامت کے دن ایسے لوگوں پر نہ کسی قسم کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر رہیں گے۔

گویا کہ نصارٰی یہودی وغیرہ اگر اللہ و روزِ آخرت پر ایمان لاویں اور نیک عمل کریں اگرچہ حضور صلے اللہ

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] القرآن الکریم ۵/۶۹

(اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاویں تب بھی جنت کے مستحق ہیں، میں نے اس شخص کو آمنوا باللہ ورسلہ (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ ت) اور نیز بعد کی آیت پڑھ کر سمجھایا کہ اول ایمان وعقیدہ ہے بعد کو اعمالِ صالحہ، اگر عقائد ٹھیک نہیں اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کی عظمت دل میں نہیں لاکھ اعمال صالحہ کرے جنت کا مستحق نہیں، اس کے جواب میں وہ یہ آیت پیش کرتا ہے حضور سے گزارش ہے کہ فوراً ہی اس کا رد اور اس آیت کے واضح معنی نیز بغیر مسلمان ہوئے لاکھ اعمال صالحہ کرے کسی طرح جنت کا مستحق نہیں اسکا ثبوت کلام مجید کی آیات سے ہو، ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار ہے، گویا اس شخص کا ماحصل یہ کہ جو شخص مشرک نہیں اگرچہ کسی نبی پر ایمان نہ لائے اس کو اعمالِ صالحہ اس کے کام آویں گے یعنی وہ جنت کا مستحق ہے، ورنہ کلام سے ثبوت مانگتا ہے۔

الجواب

اللہ عزوجل اپنے غضب سے بچائے اور شیطان لعین کے دھوکوں سے پناہ دے۔ قرآن عظیم اول تا آخر انبیاء پر عموماً اور حضور پر نور سیّد الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء پر خصوصاً ایمان لانے کا حکم دے رہا ہے، ان کی تکذیب کرنے والوں پر لعنت وعذاب اتار رہا ہے، اور یہ کہ دین صرف دینِ اسلام ہے اور یہ کہ کافر کا کوئی عمل صالح نہیں سب باطل ونا کام ہے، جسے دن کو آفتاب نظر نہ آئے وہ اپنی آنکھوں کو روئے، ہم صدہا آیاتِ کریمہ سے بعض کی تلاوت سے شرف لیں گے نہ اس لئے کہ جو دیدہ ودانستہ اندھا بنا ہو اس کی آنکھیں کھلیں اس کی تو قیامت کے دن بھی پھٹ ہی ہوں گی،

ونحشرھم یوم القیٰمۃ علیٰ وجوھھم عمیا وبکما وصما[1] — اور ہم انہیں قیامت کے دن اُن کے منہ کے بل اٹھائیں گے اندھے اور گونگے اور بہرے۔ (ت)

بلکہ اس لئے کہ کوئی جاہل سا جاہل مسلمان کسی ملعون کے دھوکے میں نہ آجائے۔

آیت ۱ سب سے پہلے یہی آیت جو اس کج فہم نے اپنے ثبوت میں پیش کی یہی اس کے زعم پر لعنت برسا رہی ہے، اس میں اللہ پر ایمان لانا تو شرطِ نجات فرمایا ہے، اس قدر تو وہ شخص بھی جانتا ہے مگر اللہ پر ایمان ہوتا تو اللہ پر ایمان کے معنی جانتا، اللہ پر ایمان یہ نہیں کہ لفظ اللہ مان لیا بلکہ ایمان تصدیق کا نام ہے، جو اللہ عزوجل کے ہر ہر کلام کی تصدیق قطعی سچے دل سے کرتا ہو وہ اللہ عزوجل پر ایمان رکھتا ہے اور جو اس کے کسی کلام میں شبہہ بھی لائے اسے ہرگز اللہ پر ایمان نہیں کہ اس کی سب باتوں کی تصدیق نہیں کرتا، اب کلام اللہ کو دیکھئے روشن تصریحوں سے انبیائے کرام وحضور سیّد الانام

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۹۷

علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ورسالت کا بیان ہے، ازاں جملہ محمد رسول اللہ[1]
محمد اللہ کے رسول ہیں، یٰسٓ ۝ والقرآن الحکیم ۝ انک لمن المرسلین[2] اے سردار مجھے حکمت والے
قرآن کی قسم بیشک تم رسولوں سے ہو، واللہ یعلم انک لرسولہ[3] اللہ خوب جانتا ہے کہ تم اس
کے رسول ہو۔ یوہیں نوح وابراہیم وموسٰی وعیسٰی وہارون ویعقوب وادریس والیاس ولوط ویونس و
اسمٰعیل واسحٰق وداؤد وسلیمان وزکریا ویحیٰی وہود وشعیب وصالح وغیرہم انبیاء علیہم الصلوٰۃ و
الثناء کی نسبت، توجو ان میں کسی کی نبوت میں شک کرے اللہ تعالٰی کی تصدیق نہیں کرتا تو ہرگز ہرگز
اللہ ہی پر ایمان نہیں رکھتا کسی طرح اس آیت کے حکم میں نہیں آسکتا، اصل یہ ہے کہ ایمان باللہ میں جملہ
ضروریاتِ دین پر ایمان داخل ہے کہ ان میں سے کسی بات کی تکذیب رب کی تکذیب ہے اور رب کی تکذیب
رب کے ساتھ کفر ہے، پھر رب پر ایمان کہاں، یوم آخر بھی انھیں میں داخل ہے جسے مہتم بالشان ہونے
کے سبب جُدا ذکر فرمایا، جس طرح آیۃ کریمہ:

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون[4]

اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمھاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں (ت)

میں اسے تین بار ذکر فرمایا کہ وہ جو قرآن عظیم پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے پہلی کتابوں پر بھی اور آخرت
کا یقین رکھتے ہیں، آخرت پر ایمان قرآن عظیم پر ایمان میں آگیا پھر اگلی کتابوں پر ایمان میں آیا کہ سب میں
اس کا ذکر ہے، تیسری بار اسے پھر جُدا ذکر فرمایا یوہیں یہاں ولہذا جابجا صرف ایمان باللہ وعمل صالح پر
ایسے وعدے فرمائے یوم آخر کا ذکر نہ فرمایا مثلاً سورۂ طلاق میں:

ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ابدا قد احسن اللہ لہ رزقا[5]

جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک کام کرے اللہ انھیں جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہیں بیشک اللہ نے ان کے لئے اچھا رزق رکھا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۹
[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۳-۲-۱
[3] القرآن الکریم ۶۳/ ۱
[4] القرآن الکریم ۲/ ۴
[5] القرآن الکریم ۶۵/ ۱۱

اسی طرح سورۂ تغابن میں بالجملہ ایمان باللہ میں سب ضروریات کتابوں، رسولوں، فرشتوں، قیامت وغیرہا پر ایمان لانا داخل ہے، تو آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان یہود، نصرانی، صابی کوئی بھی ہو جو تمام ضروریاتِ دین پر اسلام لائے (قرآن عظیم کو کلام اللہ، محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو سچا رسول اللہ اور خاتم النبیین ماننے کہ سب ضروریاتِ دین اس میں آگئے جب تک وہ کوئی قول یا فعل منافیِ تصدیق نہ کرے) اور نیک کام کرے (یعنی شریعتِ مطہرہ محمدیہ کے مطابق کیونکہ ان کو خاتم النبیین مان چکا تو جو کام ان کی شریعت کے خلاف ہے منسوخ یا مردود ہے) اس پر کچھ خوف وغم نہیں، خلاصہ یہ کہ نعمت کچھ انھیں اشخاص مسلمین کے لئے خاص نہیں بلکہ کوئی بھی ہو کسی بھی مذہب وملت کا ہو جو اسلامی عقیدے مانے اور شریعتِ محمدی پر چلے اس پر کچھ خوف وغم نہیں تو آیہ کریمہ اس آیت کی نظیر ہے کہ:

فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم به فقد اهتدوا ؎۱ — اے مسلمانو! اگر یہود ونصارٰی بھی ان تمام باتوں پر ایمان لے آئیں جن پر تمھارا ایمان ہے تو وہ بھی راہ پا جائیں۔

یہی مطلب اس آیت کا ہے، منکر سوچے کہ اب اس کا باطل شبہہ کدھر گیا، مسلمان دیکھیں کہ جو آیت اس کا رد ہے اسی کو اپنی سند بنایا، یہ اگر تعصب نہیں تو ابلیس لعین کا کیسا سخت دھوکا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔

آیت ۲ ایک سخت چالاکی بلکہ کلام اللہ میں تحریف کے قبیل سے ہے اس آیت کو دکھانا اور اس سے متصل اوپر کی آیت کا چھپانا جو مطلب صاف فرما رہی ہے وہ آیہ کریمہ یہ ہے:

قل یٰاهل الكتٰب لستم علٰی شیٔ حتّٰی تقیموا التورٰىة والانجیل وما انزل الیكم من ربكم ولیزیدن كثیرا منهم ما انزل الیك من ربك طغیانا وكفرا فلا تاس علی القوم الكٰفرین ؎۲ — اے محبوب! ان یہود ونصارٰی سے فرمادو کہ اے کتاب والو! تم نرے باطل پر ہو جب تک توریت انجیل اور جو کچھ تمھارے رب سے تمھاری طرف اترا تھا اسے قائم نہ کرو، اور اے محبوب! بیشک ان میں بہتوں کو اس قرآن سے سرکشی اور کفر بڑھے گا تو تم ان کافروں کا غم نہ کھاؤ۔

قرآن عظیم فرماتا ہے کہ یہود ونصارٰی جب تک توریت وانجیل کو قائم نہ کریں نرے باطل پر ہیں، اور

؎۱ القرآن الکریم ۲/ ۱۳۷

؎۲ " " ۵/ ۶۸

قرآن سے سرکشی کرے کافر، جو شخص محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ مانے اس کا قرآن عظیم سے سرکشی کرنا تو ظاہر و واضح، اور اس نے توریت و انجیل بھی قائم نہ کی کہ ان میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارتیں تھیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰۃ و الانجیل[1]

میں اپنی رحمت ان کیلئے لکھوں گا جو پیروی کریں گے رسول نبی امّی کی جسے اپنے پاس لکھا ہوا پائیں گے توریت و انجیل میں۔

اور فرماتا ہے:

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (الٰی قولہ تعالٰی) ذٰلک مثلھم فی التورٰۃ و مثلھم فی الانجیل[2]

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل (الی قولہ تعالٰی) ان کا یہ وصف توریت میں ہے اور ان کی ثنا ہے انجیل میں۔ (ت)

اور عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ذکر فرماتا ہے:

مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد[3]

میں بشارت دیتا آیا ہوں ان رسول کی جن کا نام پاک احمد ہے۔

تو جس نے احمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ مانا اس نے توریت و انجیل قائم نہ کی بلکہ پھینک دی اور قرآن عظیم سے سرکش ہوا، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کافر ہے پھر ایمان میں کیونکر شامل ہو سکتا ہے، انصاف والے کے لئے خود وہی آیت کہ منکر نے پڑھی اور برابر کی آیت کہ اس نے چھوڑ دی، کفایت کرتی ہیں صدہا میں سے تبرکاً دو چار اور سُن لیجئے۔

آیت ۳ آیۂ کریمہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی[4] میں حضور کے اوصاف کریمہ ذکر کرکے فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷
[2] " " ۴۸/ ۲۹
[3] " " ۶۱/ ۶
[4] " " ۷/ ۱۵۷

فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون[1]

تو جو اس نبی اُمّی پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم مدد کی اور اس نور کے پیرو ہوئے جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

ثابت ہُوا کہ جب تک محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور ان کی تعظیم نہ کرے ہرگز فلاح نہ پائے گا اگرچہ اپنے زعم میں کیسے ہی نیک عمل رکھتا ہو

آیت ۴، اس کے متصل فرماتا ہے:

قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض لا الٰہ الا ھو یحیی ویمیت فاٰمنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلمتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون[2]

اے محبوب! تم فرمادو کہ اے لوگو! میں تمام آدمیوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ کہ زمین و آسمان میں اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہی جلائے اور مارے، تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول نبی امی پر کہ اللہ اور اس کے کلاموں پر ایمان لاتا ہے اور اس کی پیروی کرو کہ تمہیں ہدایت ہو۔

معلوم ہوا کہ ہدایت تو نبی امی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ماننے پر موقوف ہے جو ان کو نہ مانے اسے ہدایت نہیں، اور جب ہدایت نہیں ایمان کہاں، تو من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر[3] (جو کوئی سچے دل سے اللہ اور قیامت پر ایمان لائے۔ت) میں کیونکر آسکتا ہے۔

آیت ۵، ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اولٰئک ھم الکٰفرون حقا واعتدنا للکٰفرین عذابا مھینا ○ والذین اٰمنوا باللہ و

بیشک جو انکار کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کا اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں جُدائی ڈال دیں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لائیں گے اور کسی کے منکر ہوں گے اور چاہتے ہیں کہ سب پر ایمان اور سب سے کفر کے بیچ میں کوئی راستہ نکالیں وہی پورے پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

[2] " ۷/ ۱۵۸

[3] " ۵/ ۶۹

ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولٰئك سوف یؤتیھم اجورھم وکان اللہ غفورا رحیماًo[1]

کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں کسی کے انکار اور باقی پر ایمان سے ان میں جدائی نہ ڈالی عنقریب اللہ ان کو ان کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیۂ کریمہ نے صاف فرمادیا کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان میں جدائی ڈالنے والا پکا کافر ہے۔ اور یہ کہ جو ان سب کو مانے اور ایک ہی کا منکر ہو وہ اللہ اور سب رسولوں کا منکر اور ویسا ہی پکا کھلا کافر ہے، یہ نہیں کہ جو سب کو مانیں وہ مسلمان اور جو سب سے منکر وہ کافر، اور یہ جو بعض کو مانتے اور بعض کے منکر ہیں کچھ اور رہوں، نہیں نہیں یہ بھی کل کے منکر کی طرح پورے کافر ہیں بیچ میں کوئی اور راہ نکل ہی نہیں سکتی۔

آیت ۶، ان الدین عند اللہ الاسلام وما اختلف الذین اوتوا الکتٰب الا من بعد ماجاءھم العلم بغیا بینھم ومن یکفر بآیٰت اللہ فان اللہ سریع الحساب o فان حاجوك فقل اسلمت وجھی للہ ومن اتبعن وقل للذین اوتوا الکتٰب والامیین ءاسلمتم فان اسلموا فقد اھتدوا وان تولوا فانما علیك البلاغ واللہ بصیر بالعبادo[2]

بیشک اللہ کے نزدیک دین یہی اسلام ہے یہود و نصارٰی نے دانستہ براہ سرکشی اس کا خلاف کیا اور جو اللہ کی آیتوں سے کافر ہوا بے غم نہ ہو اللہ جلد حساب لینے والا ہے، اگر وہ تم سے جھگڑیں تو فرمادو کہ میں اور میرے پیرو تو سب اللہ کے لئے اسلام لائے اور یہود و نصارٰی و مشرکین سب سے کہو کیا تم مسلمان ہوتے ہو، اگر اسلام لائیں تو راہ پاجائیں اور منہ پھیریں تو تم پر صرف پہنچادینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

آیت ۷، ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین۔[3]

جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے وہ ہرگز قبول نہ فرمایا جائے گا اور اُسے آخرت میں خسارہ رہے گا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۰ تا ۱۵۲

[2] " ۳/ ۱۹-۲۰

[3] " ۳/ ۸۵

45 **آیت ۸**، الذین اٰتینھم الکتب یعرفونه کما یعرفون ابناءھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون[۱]

یہود و نصارٰی محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے تھے جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور ان میں ایک گروہ دانستہ حق کو چھپاتا ہے۔

اور ساتویں پارہ میں اس کے بعد یُوں فرمایا:
الذین خسروا انفسھم فھم لایؤمنون[۲]

وہ جنھوں نے اپنی جان خسارہ میں ڈالی وہ ان پہچانے ہُوئے نبی پر ایمان نہیں لاتے۔

اور پہلے پارے میں صاف ارشاد ہُوا:
وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا به فلعنة اللّٰہ علی الکٰفرین[۳]

اس سے پہلے اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے جب وہ جانا پہچانا تشریف لایا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت کافروں پر۔

آیت ۹، وقدمنا الٰی ما عملوا من عمل فجعلنه ھباء منثورا[۴]

اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کردیا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:
اذھبتم طیبٰتکم فی حیاتکم الدنیا[۵]

ان سے فرمایا جائے گا کہ تم اپنے حصہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے (ت)

اور فرماتا ہے:
ماله فی الاٰخرة من خلاق[۶]

جس نے یہ سودا لیا آخرت اس کا کچھ حصہ نہیں۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۶
[۲] القرآن الکریم ۶/ ۱۲
[۳] 〃 ۲/ ۸۹
[۴] 〃 ۲۵/ ۲۳
[۵] 〃 ۴۶/ ۲۰
[۶] 〃 ۲/ ۱۰۲

اور فرماتا ہے:

لایقدرون علی شیٔ مما کسبوا ط واللّٰہ لایھدی القوم الکفرین۝ [1]

اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

ان اللّٰہ حرمھما علی الکافرین [2]

بیشک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے (ت)

اور فرماتا ہے:

قل من حرم زینۃ اللّٰہ التی اخرج لعبادہ والطیبت من الرزق ط قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیمۃ ط [3]

تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق، تم فرماؤ کہ وہ ایمان والوں کے لئے ہے دنیا میں اور قیامت میں تو خاص انہی کی ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد ن اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف لایقدرون مما کسبوا علی شیٔ ط ذٰلک ھو الضلال البعید [4]

اپنے رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے کام ہیں جیسے راکھ کہ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا آندھی کے دن میں ساری کمائی میں سے کچھ ہاتھ نہ لگا، یہی ہے دُور کی گمراہی۔ (ت)

ان ساتوں آیتوں کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ کافر اگر کوئی بظاہر نیک کام مثل تصدق وغیرہ کرے بھی تو اس کا بدلا اسے دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، آخرت میں اس کا کچھ حصّہ نہیں وہاں انھیں کچھ ہاتھ نہ آئے گا، جنّت کا کھانا پینا کافروں کے لئے حرام ہے، پاکیزہ رزق اور زینت کے سامان آخرت میں خاص مسلمانوں کے لئے ہیں، کافروں کے اعمال کو اللہ تعالٰی برباد کرکے ایسا کردیتا ہے کہ جیسے روزن میں سے دُھوپ آئے تو اس کے اندر ریزے سے اُڑتے نظر آتے ہیں اور ہاتھ میں لو تو کچھ نہیں، کافروں کے اعمال کی یہ مثال ہے کہ سخت شدید آندھی کے دن میں کہیں کچھ راکھ پڑی ہو جسے آندھی کے جھونکے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۴
[2] القرآن الکریم ۷/ ۵۰
[3] ؂ ؂ ۷/ ۳۲
[4] ؂ ؂ ۱۴/ ۱۸

اڑالے گئے کہ اب وہ ذرے بھی نہیں دکھائی دیتے کچھ ہاتھ آنا تو بڑی بات ہے،

نسأل الله العفو والعافية ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب[1]، وصلی الله تعالٰی علٰی خیر خلقه وسید رسله وآله وصحبه اجمعین اٰمین، والله تعالٰی اعلم۔

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا ہی سوال کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! نہ ٹیڑھا فرما ہمارے دلوں کو بعد اس کے کہ تُو نے ہمیں ہدایت سے نوازا اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما بلاشبہ تُو ہی عطا فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالٰی کی رحمتوں کا نزول ہو تمام مخلوق سے افضل تمام رسولوں کے سربراہ اور ان کے آل واصحاب سبھی پر۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۶ تا ۲۳۱: ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) اکثر دیہات میں جو قربانیاں ہوتی ہیں تو ان قربانیوں کے سر بہشتی کو دیتے ہیں، اور کسی گاؤں میں یہ رسم ہے کہ حجام کو دیتے ہیں، ان لوگوں سے کہا گیا کہ علمائے دین نے کہیں حکم اس بات کا نہیں دیا اور نہ علماء کی زبان سے سُنا گیا کہ قربانی کا سر بہشتی کو یا حجام کو دیا جائے، تو وہ لوگ قربانی کنندہ کہنے لگے کہ اگر یہ حق بہشتی کا نہ ہوتا تو ہمارے باپ دادا کیوں دیتے، کیا ان کے زمانے میں عالم نہ تھے، ہم باپ دادا کی رسم نہ چھوڑیں گے چاہے ہماری قربانی مقبول ہو یا نہ ہو، اس کو خدا ہی جانتا ہے۔

(۲) یہ کہ بہشتی کہتا ہے کہ یہ حق ہمارا نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے زمانے سے چلا آتا ہے اور عالم خود اب تک دیتے چلے آرہے ہیں، اگر نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نہ دیتے تو علماء کیوں قربانی کے سرپائے دیتے، بلکہ کہتا ہے کہ جو ہمارے حق کو میٹے وہ عالم نہیں ہے، معاذ اللہ اب علمائے دین فرمادیں کہ یہ حق بہشتی وغیرہ کا ہے یا نہیں، یا علمائے دین اور نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر بہتان باندھا گیا ہے؟

(۳) یہ کہ جو لوگ قربانی کرتے ہیں یا کرچکے ہیں، اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ چاہے ہماری قربانی مقبول ہو یا نہ ہو ہم اپنے باپ دادا کا رسم نہیں چھوڑیں گے چاہے عالم کچھ بھی کہیں، تو اُن کا یہ کہنا کیسا ہے؟ اور

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸

اُن لوگوں کی قربانیاں کیسی ہیں ؟

(۴) یہ کہ قربانی کا گوشت لامذہب یعنی بھنگی وغیرہ کو دینا جائز ہے یا نہیں ؟

(۵) قربانی کی الائت قربانی کے گوشت میں شامل کی جاوے یا کیا ؟

(۶) قربانی کا دل گردہ کلیجہ اہل قربانی پکوا کر اس پر فاتحہ دے کر کھاتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں ؟ یا ان دل گردہ کلیجی کو بھی گوشتِ قربانی میں شامل کیا جاوے یا کیا ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) قربانی کرنے والے کو اختیار ہے سر یا جو چیز بہشتی، حجام یا جس کسی مسلمان کو چاہے دے کسی کے لئے کسی چیز کی ممانعت نہیں، ہاں بالتخصیص کسی کا کسی چیز میں کوئی حق شرع شریف میں وارد نہیں ہوا۔

(۲) اس بہشتی نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کیا، اس پر توبہ فرض ہے ورنہ سخت جہنم کا سزاوار ہے۔ علمائے کرام جائز کام سے منع نہیں فرماتے جب کہ بہشتی کو بھی سر دینا جائز تھا، علماء نے سکوت فرمایا، اس سے یہ ثابت نہیں کہ شرع شریف میں ان کا کوئی حق مخصوص ہے۔

(۳) یہ اقوال ان کے مذموم وسخت ہیں، ان کی قربانیاں قابل قبول نہیں، انھوں نے قبول الٰہی کو ہلکا جانا اور عالموں کے ارشاد سے بے پروائی کی، از سرِ نو کلمہ طیبہ پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔

(۴) بھنگی وغیرہ کسی کافر کو قربانی یا اور کوئی صدقہ دینا جائز نہیں ہرگز نہ دے۔

(۵) اوجھڑی آنتیں جن کا کھانا مکروہ ہے تقسیم نہ کی جائیں بلکہ دفن کر دی جائیں اور اگر بھنگی اٹھائے منع کی حاجت نہیں۔

(۶) قربانی کرنے والے کو اختیار ہے چاہے یہ چیزیں اپنے لئے نکال لے یا ان کو بھی تقسیم میں داخل کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳۲ از قصبہ کودرکوٹ ضلع اٹاوہ مسئولہ محی الدین احمد صاحب ۲۴ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر مسجد کے قریب اہل ہنود نے ایک نئی مورت قائم کی، مسلمانوں نے ان کے خلاف مورت اٹھوانے کا دعویٰ دائر کیا اس پر ایک مسلمان نے اہل ہنود سے سازباز کر کے جھوٹی شہادت دی کہ یہ مورت قدیم ہے، اس بنا پر مسلمانوں نے شخص مذکور الصدر سے تعلقات منقطع کرلئے، معلوم کرنا اس امر کا ہے کہ از روئے شریعت اس شخص سے خطا کس حد تک پہنچی ہے اور اس جھوٹی شہادت سے اس کی زوجہ تو نکاح سے باہر نہیں ہوئی ؟ اب اگر اس شخص کو اسلام و برادری میں شامل کیا جائے تو اس کے واسطے کیا طریقہ اسلامی عمل میں لایا جاوے اور جب تک حسبِ

احکامِ شرعی اسکو شامل نہ کیا جائے اُس دن میں اور اگر کوئی دوسرا مسلمان اس سے تعلقات پیدا کرے تو اس کے واسطے کیا حکمِ شرعی ہے؟

الجواب

جبکہ اس نے ترویج پرستش بت میں سعی کی اس پر لزومِ کفر ہوا، اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، اس پر فرض ہے کہ علانیہ مسلمانوں کے سامنے توبہ کرے اور نئے سرے سے کلمہ پڑھے، مسلمان ہو اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید کی ضرورت ہے، توبہ وتجدیدِ اسلام سے پہلے جو لوگ اس حال سے واقف ہو کر اس سے میل جول رکھیں مستحقِ سزا وعذاب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب شریف ہیں اور ان کے برتاؤ برخلاف حکمِ خدا ورسول کے برتاؤ میں آتا ہے کہ داڑھی منڈواتے ہیں، اور لوگ اگر ان سے کچھ کہتے ہیں کہ آپ کو داڑھی منڈوانا غیر مناسب ہے تو لوگوں کو جواب فرماتے ہیں کہ میری طبیعت کا اختیار ہے اور میری طبیعت کا حکم ہے، ایسا شخص حلال کو حرام جانے اور حرام کو حلال جانے ان صاحب کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب باصواب مع حدیث وفقہ کے مرقوم فرمادیں اللہ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمادے گا۔

الجواب

داڑھی منڈانا حرام ہے اور اس پر یہ جواب کہ میری طبیعت کا اختیار ہے گناہ پر اصرار اور سخت سزا کا سزاوار ہے، مگر اسے حرام کو حلال جاننا نہیں سمجھا جاتا اس کہنے میں کہ میری طبیعت کا اختیار ہے اور میری طبیعت کو اختیار ہے بہت فرق ہے، دوم بھی تحلیلِ حرام میں صریح نہیں نہ کہ اول۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۴ از فتح گنج غربی مرسلہ حبیب شاہ دہینے شاہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ فتح گنج غربی میں آج واقع بروز سہ شنبہ کو ایک پنچایت اسلامی قائم کی گئی اور اس میں یہ بات پیش کی گئی کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اس سے علیک سلیک اور میل اسلامی طریقہ پر ترک کر دیا جائے اور حقہ پانی اسلامی طریقہ پر بند کر دیا جائے، جب یہ مجمع ہوا اور مسلمان سب جمع ہوگئے تو پیش امام کہ جو نماز جمعہ وعیدین وپنجوقتہ کا ہے اس کو بلایا گیا تو اس کا اس نے جواب دیا کہ مجھ کو اس سے کچھ تعلق نہیں آج تو میں مہادس کہ جو ہندوؤں کا تہوار ہے

وہاں پر مندر میں جاتا ہوں اور سنکھ دھو کر رکھ لیا ہے اسلامی پنچایت سے کیا مطلب، تو جو شخص ایسے الفاظ کہے اور اس گروہ اسلام میں کہ جہاں پر سوائے نماز کی پابندی کے اور کوئی انتظام کی ضرورت نہ تھی اس کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ اور شرع شریف کا ایسے شخص پر کیا حکم ہے؟ جمعہ عنقریب ہے جمعہ سے پیشتر یا جمعہ تک جواب مل جانا چاہیے۔

الجواب

اس شخص کے پیچھے نماز باطل محض ہے اس پر کفر لازم، اس کی عورت نکاح سے نکل گئی جب تک نئے سرے سے مسلمان نہ ہو اس سے سلام کلام بھی حرام ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیا معنیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۵ تا ۳۳۹ از شہر لکھنؤ محلہ گڈھیا کمال جمال مسئولہ عابد حسین عباسی ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود کی خوشی کرنے کی خاطر اور اتفاق پیدا کرنے کی خاطر سے گائے کی قربانی یا روزمرہ کے لئے گائے کا ذبیحہ بند کرنا کیسا ہے، ہندوستان کی حالت ملاحظہ فرماتے ہوئے حکم شرع سے مطلع فرمائیے۔

(۲) قوم ہنود کی ہمدردی گزشتہ وآئندہ کے صلہ میں اور باہمی اتحاد رکھنے کی غرض سے گائے کی قربانی ترک کردینا شرعاً جائز ہے یا نہ؟

(۳) فی الواقع اگر مولوی عبدالباری صاحب وغیرہ اس کے متعلق فتویٰ دے چکے ہیں اس پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں؟

(۴) اور ایسے محرکین کی کمیٹی میں شرکت کرنا چاہیے یا نہ؟ اور اس کے محرک اور مرتکب عنداللہ ماجور و گنہگار ہوں گے یا نہ؟

(۵) گائے، بھیڑ، بکری یا اونٹ وغیرہ میں منجانب شریعت مختار ہونا اس کے کیا معنی ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہندوستان میں گائے کی قربانی جاری رکھنا واجب ہے اور خوشنودی ہنود کے لئے اس کا بند کرنا حرام، مولوی عبدالباری کے باپ مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم اور استاد مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتوے اس بارے میں ہو چکے ہیں اور ہمارے رسالہ انفس الفکر میں کافی ووافی بیان ہے، اور ہنود سے اتحاد حرام منجر بکفر ہے جس کے نتائج طشت از بام ہیں، اس اتحاد کے ماننے والے خود

سے قرآن وحدیث کی تمام عمر بُت پرستی پر نثار کر دیتے ہیں خسر الدنیا والدین ذٰلک ھو الخسران المبین والعیاذ باللّٰہ رب العالمین (وہ دنیا و دین دونوں میں خسارے میں ہے اور یہی واضح گھاٹا ہے اور پناہ اللہ رب العالمین کی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

نوٹ

جلد چہاردہم ختم ہوئی، عنوان کتاب السیر جاری ہے
پندرھویں جلد بھی ان شاء اللہ سیر پر مشتمل ہوگی۔
